

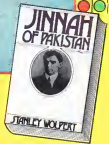
بین الاقوامی شہرت یافتہ مصنف  
سٹینلی والپرس کی معرکہ آرا تصنیف

قومی ڈائجسٹ



جناح آف پاکستان

مستقل لکچر و ترجمہ - سید محمد ہاشم



قیمت ۲۵ روپے  
۱۳۱۳ھ

بشر آتھ پاکستان کا مصنف

**اداسی**

اداسی ایک قسم کی بیماری ہے جو کہ جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان کو دلچسپی نہ رہتی ہے اور وہ ہر شے سے افسوس مند ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان کی زندگی بے مقصد ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان کی زندگی بے مقصد ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان کی زندگی بے مقصد ہوتی ہے۔

**اداسی کی وجہ**

اداسی کی وجہ جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ جسمانی وجہ سے انسان کو دلچسپی نہ رہتی ہے اور وہ ہر شے سے افسوس مند ہوتا ہے۔ ذہنی وجہ سے انسان کی زندگی بے مقصد ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان کی زندگی بے مقصد ہوتی ہے۔

**اداسی کی علامات**

اداسی کی علامات جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہیں۔ جسمانی علامات میں دلچسپی نہ رہنا، افسوس مندی، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔ ذہنی علامات میں زندگی بے مقصد ہونا، دلچسپی نہ رہنا، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔

**اداسی کی تشخیص**

اداسی کی تشخیص جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ جسمانی تشخیص میں دلچسپی نہ رہنا، افسوس مندی، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔ ذہنی تشخیص میں زندگی بے مقصد ہونا، دلچسپی نہ رہنا، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔

**اداسی کی دوا**

اداسی کی دوا جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ جسمانی دوا میں دلچسپی نہ رہنا، افسوس مندی، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔ ذہنی دوا میں زندگی بے مقصد ہونا، دلچسپی نہ رہنا، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔

**اداسی کی دوا**

اداسی کی دوا جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ جسمانی دوا میں دلچسپی نہ رہنا، افسوس مندی، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔ ذہنی دوا میں زندگی بے مقصد ہونا، دلچسپی نہ رہنا، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔

**اداسی کی دوا**

اداسی کی دوا جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ جسمانی دوا میں دلچسپی نہ رہنا، افسوس مندی، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔ ذہنی دوا میں زندگی بے مقصد ہونا، دلچسپی نہ رہنا، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔

**اداسی کی دوا**

اداسی کی دوا جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ جسمانی دوا میں دلچسپی نہ رہنا، افسوس مندی، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔ ذہنی دوا میں زندگی بے مقصد ہونا، دلچسپی نہ رہنا، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔

**اداسی کی دوا**

اداسی کی دوا جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ جسمانی دوا میں دلچسپی نہ رہنا، افسوس مندی، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔ ذہنی دوا میں زندگی بے مقصد ہونا، دلچسپی نہ رہنا، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔

**اداسی کی دوا**

اداسی کی دوا جسمانی اور ذہنی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ جسمانی دوا میں دلچسپی نہ رہنا، افسوس مندی، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔ ذہنی دوا میں زندگی بے مقصد ہونا، دلچسپی نہ رہنا، اور ہر شے سے افسوس مندی شامل ہیں۔

100  
101  
102  
103  
104  
105  
106  
107  
108  
109  
110  
111  
112  
113  
114  
115  
116  
117  
118  
119  
120  
121  
122  
123  
124  
125  
126  
127  
128  
129  
130  
131  
132  
133  
134  
135  
136  
137  
138  
139  
140  
141  
142  
143  
144  
145  
146  
147  
148  
149  
150  
151  
152  
153  
154  
155  
156  
157  
158  
159  
160  
161  
162  
163  
164  
165  
166  
167  
168  
169  
170  
171  
172  
173  
174  
175  
176  
177  
178  
179  
180  
181  
182  
183  
184  
185  
186  
187  
188  
189  
190  
191  
192  
193  
194  
195  
196  
197  
198  
199  
200







## قائد کی یاد

ہم قائد اعظمؒ محمد علی جناح کی ۴۳ ویں برسی اس عالم میں منا رہے ہیں کہ پاکستانی سیاست دولت کی نذر ہو چکی ہے۔ اہل اقتدار اور اہل اختیار نے پیسے کو خدا بنالیا ہے۔ ٹوٹ کھسٹ کا بازار گرم ہے۔ جو جس کے ہاتھ میں آتا ہے، اٹھا کر جیب میں ڈال لیتا ہے۔ نہ کوئی کسی کو پوچھنے والا ہے، نہ جواب طلب کرنے والا اور جواب دینے کی رحمت گوارا کرنے پر بھی کوئی تیار نہیں ہے۔ قانون بے روم ہے، قاعدے اور ضابطے بے جان ہیں۔ یہ صرف بے ساروں اور بے نواؤں کے لئے ہے۔ جن کے پاس دولت یا سیاست کی طاقت ہے، قانون ان کا پالتو جانور ہے، وہ جب اشارہ کریں، یہ روم ہلانے لگتا ہے، اور جب بچکامیں توان کے مجھوتے پر ہاتھ مار گزرنے لگتا ہے۔

یہ اس مملکت کا حال ہے، جسے اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا، اور بنانے والوں نے پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ کے نعرے لگائے تھے۔ اس مملکت کے بانی کے بارے میں دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں کہ وہ لالچ اور حرص سے بے نیاز، قانون اور ضابطے کے سخت پیروکار تھے۔ انہوں نے جو بھی کھلیا، جائز ذرائع سے کھلیا، اور اس دُنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی جائیداد کا بہت بڑا حصہ قومی اداروں کے لئے وقف کر دیا۔ کسی

پھولے سے پھولے ضابطے کی خلاف ورزی کا تصور تک نہ کیا۔ قانون کو طاقت سمجھا  
’طاقت کو قانون بنانے کے حلقے سے خلاف رہے۔

قائد کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اسلامیانِ تبرصغیر ان کے ایک اشارے پر جانیں  
قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ ان کے انگریزی الفاظ کو کبھے بغیر بھی کمال محبت کے  
ساتھ سنتے تھے۔ ان کی ایک انگلی اٹھتی تھی ’تو لوگ دونوں ہاتھ اٹھا کر تبار ہونے کا اعلان  
کر دیتے تھے۔ قائد چاہتے تو اپنے آپ کو پاکستان کا بادشاہ بنا لیتے، اپنے خاندان کے  
لئے حکومت میں دائمی حصہ طلب کر لیتے، لیکن انہوں نے حکومت ’عوام کے سپرد کی‘ اور  
فوراً دے کر کہا کہ ان کے نمائندے ہی امورِ مملکت چلانے کے اہل ہیں۔ اپنی بمن کو  
مسلم لیگ کا صدر بنانے کی کوشش کو حلقے سے رد کر دیا۔ لیکن اب جس بلا سے ہمارا  
پالا پڑ چکا ہے، وہ ”قائد افغانی جیسوریت“ ہے۔ ہر لیڈر کا چٹایا بیٹی وراثت میں لیڈری بھی  
حاصل کر سکتا ہے، ’اور پھر قوم سے وہ سلوک کرنے لگ جاتا ہے‘ جو آٹھ سال کا ولما  
انہیں سال کی ولمن سے کر سکتا ہے۔

اب جب کہ ہم قائد کی برسی منا رہے ہیں، ان کی یاد تازہ کر رہے ہیں تو ان کی  
زندگی کے نقوش کو بھی یاد کرنا چاہئے۔ اس بار کا شمار ہم نے ’قائد کی زندگی پر چھینے  
والی ایک بے حد اہم کتاب کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اگر آنے والے صفحات پڑھ کر  
کسی دل میں بھی ”احساسِ نیاں“ پیدا ہو جائے، اپنے ماحول کے خلاف لڑنے کا جذبہ قزاق  
ہو جائے، اور دولت مندوں کی لونڈی بن جانے والی سیاست کی بسات اٹھنے کا ولولہ تازہ پیدا  
ہو جائے، تو ہم سمجھیں گے کہ محنت اکارت نہیں مگی۔ قائد کی یاد کا حق کچھ تو ادا ہوا۔

محمد رفیع



قائد اعظم محمد علی جناح کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مختلف لکھنے والوں نے قلم اٹھایا ہے۔ کئی قابل قدر کتابیں ان کی جدوجہد کی تحصیل بیان کرتی ہیں۔ لیکن اس بات سے بہت کم لوگوں کو اختلاف ہے کہ نیپے واہرت نے "جناح آف پاکستان" کے نام سے ایک ایسی مہموں اور عمل سوانح حیات لکھ دی ہے کہ اعلیٰ پل اور اعلیٰ دماغ دونوں محض محض کر رہے ہیں۔

نیپے واہرت، جنوبی ایشیا کے امور کا ماہر ہے، اور اس انجلس میں کیے خود نیا پور میں تدریس کا استاد۔ اُس نے ترمیم کی سیاست پر کئی کتابیں لکھی ہیں، جن میں "ہندوستان کی نئی تاریخ"۔ "جنوبی ایشیا میں قسماں کی جڑیں"۔ "مورے اور ہندوستان"۔ "نور حرام ٹیک اور گوکھلے کے لئے نوکھنے" شامل ہیں۔ نیپے واہرت کا مطالعہ پھیلا ہوا "اور مشاہدہ مکر ہے۔" ترمیم کی سیاست پر اس کی نظر ایسی ہے کہ کئی غیر محلی تو کیا، کئی بڑے بڑے محلی مورخ بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہرتے۔

"جناح آف پاکستان کا مصنف واہرت ترمیم کی شخصیات کے قسماں اور سیاسی پارٹیوں کی حیثیت کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے اس سلسلے کے تمام مراحل کی ترمیم کے بعد واضح کرتا ہے کہ کامیابی اور جناح کا مقصد مکر اور اس طرح قومی بلکہ بین الاقوامی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

محمد علی جناح کی ذہنی اور سیاسی صارت کو ثابت و کھل انداز میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے مصنف، جناح کی بعض خصوصیات مثلاً اپنے نقطہ نظر کو کمال ذہانت سے پیش کرنے کی عصبیت، ذاتی کوشش سے فریقِ مخالف کو پاکستان کے قیام کا قائل کرنے کی صلاحیت اور مسلم قوم کی صحیح راہنمائی کرنے پر "امیں اور دی ہے۔ محمد علی جناح کی زندگی کا آخری خطرہ عثمانی اور عالم سے پڑھا، واہرت اس کا بھی پوری طرح جائزہ لیتا ہے۔

یہ کتاب پوری دنیا میں تھلک لگا چکی ہے "اس کا اردو ترجمہ پہلی بار قومی ڈائجسٹ پیش کر رہا ہے۔ پاکستان کے ممتاز حرمِ آقا اور دی اس خوبصورت ترجمے کے لئے مبارک باد کے مستحق ہیں۔



## یکساں منفرد شخصیت

روز تفریق سے اب تک ان محنت طویات کسم پستی پر ظاہر ہوئیں 'تاریخ کے صفحات پر اپنے کارناموں کے اصف نقش پر شہ کے اور نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ اگر ہم صرف زمانہ جدید کی تاریخ کا سرسری جائزہ لیں تو ہمیں ایسے اولوالعزم انسانوں کی ایک طویل فہرست ملتی ہے جن کے عظیم الشان کارناموں سے اقوام عالم کی یہ کہانی روشن و مزین ہے۔ تاہم ایسے افراد کے نام انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جنہوں نے واقعات عالم کا رخ موڑ دیا۔ پھر ایسی ہستیاں تو بہت سی تھوڑی ہیں جنہوں نے اپنے عزم بالجہم سے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اگر ایک قدم اور آگے بڑھا کر ایسے افراد کی جستجو کریں۔ جنہوں نے اپنی مضبوط قوت ارادی اور اعلیٰ قوت فیصلہ کے بل پر ایک قومی ریاست قائم کر کے دنیا سے اپنی قیادت کا لوہا منوا لیا تو ہمیں ایک اور صرف ایک نام ملتا ہے۔ یہ امر از نظر بانی پاکستان محمد علی جناح کے حصہ میں آیا۔ جنہوں نے ایک وقت یہ یقین کاروائے انجام دے کر تاریخ عالم میں منفرد یکساں مقام حاصل کیا۔

"قائد اعظم" کے محبوب لقب سے پکارے جانے والے اس عظیم سیاسی رہنما اور پاکستان کے اولین گورنر جنرل کو مسلمان ہند کے لئے ایک جداگانہ قومی وطن قائم کرنے کی کوشش میں جو بے مثال کامیابی حاصل ہوئی۔ اس میں ان کی بے پناہ قوت ارادی اور ناقابل شکست عزم و استقلال کا بڑا دخل تھا۔ اگرچہ انہوں نے اپنا سیاسی کیریئر کانگریس کے کارکن کی حیثیت سے شروع کیا اور وہ پہلی عالمگیر جنگ کے اختتام تک ہندو مسلم اتحاد کے زبردست داعی و سرپرست رہے "تاہم جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ ہندو سیاست دان مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دینے پر آمادہ نہیں اور آزادی ملنے کی صورت میں وہ ہندوستان کے اقتدار پر بلا شرکت غیرت قبضہ جمانا چاہتے ہیں تو ان کی فطرت و بصیرت نے کانگریز کے اخراج ہند کے بعد ہندو کی تباہی کا بوجھ اپنے سے الگ کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی سیاسی تنظیم -- مسلم لیگ کے قیام کو مدد میں نئی روح پھونکی۔ لیگ کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی قوم کو متحد و منظم کیا اور ایک جلیل سیادت میں پاکستان حاصل کر کے نائنن کو نکلن کا دوا دیا۔ دنیا کی تاریخ ہی نہیں مغربی تاریخ بھی بدل گیا۔ ہماری یہ کاوش محنت خدا اور پاکستان کے اس عظیم معمار اور دور جدید کی بے مثال و منفرد شخصیت کے دلچسپ 'خیرات' انگیز اور سبق آموز واقعات زندگی کا ایک مرتع ہے۔

## پہلا باب — کراچی میں پیدائش اور عہد طفولیت

گنگوہان میں میٹری سے داخل ہونے اور باہر نکلنے والے طلباء "دکانہ اور چٹپڑا دانہ آف گورنمنٹ کی مجلس مختلف کے اراکین" اس آنکھ پر شنگ پر شادی نظر آتے ہیں جو وہ لڑکی ۱۹۰۵ء سے ان کے گریڈ ہائی اور لندن کی لائبریری کے دروازہ پر آویں ہیں۔ وہ لوگ حضور کو دیکھ کر حیرت سے کہہ سکتے ہیں "پاکستان کے بانی اور پہلے گورنر جنرل ایم اے جناح کا دادا بچا اور غیر جسم چودا ان کی طرف کیوں تھوڑ رہا ہے؟ طویل قامت، نحیف و نازک جسم، چہرے پر یک چشمی ٹیک لگائے اور سر پر استرغالی ٹوپی پہنے اس پر رشتہ کے بچے لکھا ہے "پیدائش ۲۵ ستمبر ۱۸۸۶ء اور وفات ۹ جنوری ۱۹۴۸ء"۔ جناح کی زندگی کے حقائق اس کے علاوہ اور کچھ درج نہیں۔ یہ معلوم آراستہ



نے ان کے ریاستہ دارانہ اور نہ نیکے والے جذبہ کی عکاسی کے ساتھ ساتھ لباس کے بے عیب ذوق کو اجاگر کرنے پر بھی پوری توجہ دی ہے۔ اس کے باوجود مسٹر جناح کا چہرہ ایک مصرعہ کی مانند ہے۔ یہ سادہ و سادہ ہے۔ تصویر میں پوری طرح کھلی ہوئی آنکھیں نظر کو بڑا متاثر کرتی ہیں۔ مضبوطی سے بند ہوئی ناقابل تفسیر جگتے ہیں۔ اسے دیکھ کر آدمی یہ قیاس کر سکتا ہے کہ وہ بہت کم گونچے، لیکن انہیں آسانی سے جھٹلایا جاسکتا دیتا ممکن نہ تھا۔ تاہم سوال یہ ہے کہ ان کے اس پورٹریٹ کو برطانوی اصول قانون کی عظیم الشان دوسری گامہ کی مقدس دیوار پر ایسی اجازت دیکھ کیوں دی گئی ہے؟

چھری ان پر سیدہ بیٹھیوں کے آدھار جو ٹکے و ٹکڑے اور ان کے اس وفد کے ارکان کے پورٹریٹ کو اٹھائے ہوئے ہیں، جو اس موقع کی یاد دلاتا ہے جب تک موصوفہ ۱۸۳۵ء میں گریٹ ہال اور لاہور کی عوام کے لئے وقت کرنے آئی تھیں۔ ان دو انگریزوں کے پورٹریٹ ہیں جو بظاہر اس کے متعلق ہیں۔ ان میں سے ایک سرسری اول کا مجسمہ ہے جو خزانے کا چیرن (ٹراپ کا خطاب یافتہ) بذراست عائد کی عدالت کا جج پنڈو رائو آف کورٹ کی مجلس منتظرہ کارکن اور ان ہمارا مسروں میں سے ایک تھا جو "لنگرہان" کا نظم و نسق چلانے کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ دوسرا صاحب تصویر لارڈ آف قریاب بلاس ۱۸۵۵ء میں داخلہ اپنے ہند کی کابینہ میں وزیر قانون وہ چکا تھا۔ اسی سال وزیر اعظم نمن ڈورڈائی نے ٹکے و ٹکڑے کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ "ٹکے ہند" کا خطاب بھی اختیار کریں۔ دوسری طرف تنگ سر کے دو نیم جھٹوں نے مسٹر جناح کے پورٹریٹ کو یوں گھیر رکھا ہے جیسے گھڑ سوار کانٹوں کا دست ان کی حفاظت پر مامور ہو۔ وہ ٹکے نہ جھپٹنے والی آنکھ سے آگے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اس باہل میں وہ خوب بچتے ہیں۔ ان میں سے ایک مجسمہ لارڈ سیک نامکھن کا ہے۔ جو لارڈ آف ایل ان آرمڈ فزلی ہونے کے علاوہ پنڈو اور خزانچی بھی تھا۔ دوسرے مجسمہ نے سر فرانسس جری گونڈ متھ کو زندہ چاہیے کر دیا ہے۔ وہ پہلا نمونہ ہے جس پر مسٹر پنڈو اور پارلیمنٹ کا ممبر تھا۔ تاہم یہ بات واضح ہے کہ قائد اعظم لنگرہان میں کسی منصب پر فائز نہیں رہے تھے نہ وہ بھی برطانوی پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہونے نہ ہی انہیں برطانیہ کی کسی عدالت کا صدر نشین جج مقرر کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے کسی داخلہ اپنے ہند کی کابینہ میں بھی کام نہیں کیا تھا۔

## سب سے بڑا وکیل

بائیں ہر ایک قانون دان کی حیثیت سے قائد اعظم کی بے نظیر کامیابی کی تاریخ ایک لاجعل مصرعہ ہی مٹی تھی۔ شاید وہ ہندوستان پر انگریزی راج کی پوری مدت کے سب سے بڑے "مٹائی" ایڈووکیٹ تھے۔ اس لئے یہ پورٹریٹ بجا طور پر اس فیض الحقیقت تک کا شوق ہے جو اسے دی گئی ہے۔ اس حقیقت سے تو کسی کو انکار نہیں کہ وہ اپنی زندگی کے آخری عشرہ میں برٹش ایمپائر کے اچھے ترین ترین قانون دان تھے، وہ جیتا آئی عوام کے مالک تھے۔ انہیں برطانیہ میں جنم لینے والے اسی قدر وکیلوں سے ٹکر لینی پڑی جس قدر ہندوستانی وکٹوریوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انہوں نے پاکستان کے لئے تھاذاہن سے سوچے ہوئے دلائل کے بل پر سب کو شکست دی۔ ان کی ساری زندگی ایک اور صرف ایک مقصد کے حصول میں گزر گئی۔ آفریں ہے ان کی زبردست قوت استدلال پر کہ اپنا مقصد

جیت کر انہوں نے جنوبی ایشیا کا نقشہ اور تہذیب کے دھارے کا رخ بدل دیا۔

## اسلاف کی ہند میں آمد

جناح مہلی زبان کا لفظ ہے جس کے تہذیبی معنی پر غور کا ”پریا نوج کا بارو“ کے ہیں۔ یہی لفظ گڑا کر گہرائی زبان میں ”جینا“ بن گیا۔ جس سے بچا ٹھنسا مرنا لیا جاتا ہے۔ قائد اعظم اپنی ہسپتلی سائنس کے اعتبار سے بجا طور پر اس لقب کے مستحق تھے۔ چنانچہ عمر علی کے ساتھ جناح کا لفظ اب اس کے نام کا زور لاینگ بنگ شناخت بن گیا ہے اور اکثر و بیشتر اہل قلم ان کے اصل نام پر اس خانہ دانی لقب کو ترجیح دیتے ہیں۔ مسٹر جناح ایک شیعہ مسلمان تھوچ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ یہ خوبے اسامی لکھاتے ہیں اور آغا خان کے جد ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد دوسریں سے سولہویں صدی عیسوی کے درمیان کے پر آشوب حالات سے گھبرا کر ہندوستان کے مغربی علاقوں اور دیگر خطوں میں پھلے اور پھر ہمیں کے ہو رہے۔ قائد اعظم کے اسلاف نے کس زمانے میں ایران سے ترک سکونت کر کے ہندوستان کو اپنا مسکن بنایا؟ اس کی قطعی تاریخ معلوم نہیں۔ تاہم اسلامی فرقوں میں ایک پیمو کا تفرقہ اور نور ہندوستان میں معمولی مذہبی اقلیت ہونے کے باوجود جنوبی ایشیا کے لوگوں نے اپنا جدا گانہ تشخص اور طائفی شناخت برقرار رکھی۔ شاید یہی جی مسٹر جناح کی ”سکیم تہذیبی“ اور ”لا حلقی“ کا موجب بنی۔ جس کا ان کے گروا کے حوالے سے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ دنیا کی دیگر تجارت پیشہ اقوام کی طرح خوبے سیر سفر کے حامی“ نئے افکار و نظریات سے جلد مانوس ہو جانے والے اور اجنبی ماحول میں جلدی آسانی سے رجحان جس جاننے والے لوگ ہیں۔ انہوں نے آسانی سمارت اور اپنی روح کی ثابت کو خوب ترقی دی ہے۔ جس کی بدولت طوب سرمایہ کھاتے اور قاتل دھک دہکی گزرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ہی کافی خانہ ان ”لوگوں سے گہری مماثلت رکھتا تھا“ قائد اعظم کے والدین کی جائے سکونت سے ٹھنسا میں میل کے فاصلے پر شمال کی طرف ریاست راجپوت میں رہتا تھا۔ گویا پاکستان اور بھارت۔ دونوں کے بلوائے قوم ایک ہی مادری زبان گہرائی بولتے تھے۔ اگرچہ اس زبان نے ان کے ذہن اور ذہن رک انتھاف کو قریب لانے میں کوئی مدد نہیں کی۔

## والدین

قائد اعظم کے والد جناح پر بھیا (تاریخ پیدائش ۱۸۵۰ء) نے جو تین بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اپنی ہی برادری کی ایک غریب صورت ”دیشیو“ ”مٹی پانی“ کے ساتھ شادی کی تھی۔ وہ بھائی کے دونوں میں سندھ کی تہذیب سے پہچانی ہوئی ہندو گاہ کراچی منتقل ہو گئے۔ ۱۸۶۹ء میں خروجر کی تکمیل کے بعد کراچی نے برصغیر سے ہندوستان کی قریب ترین جدید ہندو گاہ کے طور پر خوب ترقی پائی۔ سلا گھنٹوں سے اس کا فاصلہ صرف ۵۹۹ فٹری کوں تھا جو بمبئی سے فہتا دو سو میل کم جاتا تھا۔ ان دونوں اس کی آبادی بھاس ہزار نفوس پر مشتمل تھی جو آج کی اسی“ نوے لاکھ آبادی کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑی تھی۔ سر جمال جناح بھائی پر بھیا اور مٹی پانی جیسے مٹی پلے لوگوں اس شہر کے تہذیبی مرکز میں جو بھاری ندی کے دونوں طرف دور تک پھیلا ہوا تھا گروہ در گروہ آکر بیٹھے تھے۔ جناح بھائی نے تین منزلہ دار پیمیشن (اٹھ دواہرہ قبیر کر کے قوی یادگار اور عجائب گھر کی حیثیت دے دی گئی ہے)۔

کی دوسری منزل پر ایک کمرہ کرایہ پر لیا۔ یہ سینٹین نو ٹیم روڈ کی کانن مارکیٹ میں واقع ہے جہاں اب بھی کپاس کی گاٹوں سے لدے ہوئے اونٹوں کے شور میں کان چڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔

## اصل تاریخ پیدائش

محمد علی جناح نے اسی مکان میں ۱۸۷۶ء کی دہائی کے دوران کسی وقت طحی ہائی کے بطن سے جنم لیا۔ وہ اپنے سات بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ ۱۸۷۹ء سے نقل کراچی میں سٹیٹل کی طرف سے پیدائش و اسوات کے سرٹیفکیٹ جاری نہیں کئے جاتے تھے۔ اگرچہ کانراظم نے ۵ دسمبر ۱۸۷۵ء کے اپنے صحیح تاریخ پیدائش ہونے پر اصرار کیا ہے اور اسی تاریخ کو سرکاری طور پر ان کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے۔ تاہم اس کے دوست ہونے میں شک کی گنجائش موجود ہے۔ دولت و مشیت میں ہندوؤں کے ہم جلد مسلمانوں میں تاریخ پیدائش کو عام طور سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ بعد علم نجوم کے تقاضوں کے تحت پچھ کی پیدائش کا وہی ہی نہیں وقت بھی نوٹ کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ مسلمان بچوں کے والدین سکول میں داخلہ سے پچھوان کی تاریخ پیدائش کا ریکارڈ نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ ایسے سکول کے مکتوفا کردہ ریکارڈ میں جہاں مسٹر جناح کو پہلی بار داخل کرایا گیا ان کی تاریخ پیدائش ۱۰ اکتوبر ۱۸۷۵ء درج ہے۔

پیدائش کے وقت وہ بہت چھوٹے اور کمزور تھے۔ ان کی دوفا شعارہ جان نثار بہن فاطمہ جناح کا چاچا ہے۔ ان کی کمزوری نے عیس پریشان کر دیا کیونکہ ان کا وزن بارہل بچوں کے وزن سے کلی کم تھا تھا۔ ان کی ۶ برس تھی جب ان کی تعلیم کے لئے ایک پرائیویٹ ٹیوٹر کی خدمات حاصل کی گئیں۔ مگر اس فائدہ پر مناہدہ تحقیقی گفتہ سمجھا جاتے۔ لیکن بچے نے پڑھائی کی طرف سے ہر م دلچسپی اور محاسب سے توفی حقیقت "فرت" اعداد کیا۔ وہ ٹیوٹر کے آنے سے پہلے ہی گھر سے اٹھ جاتا تھا۔ گھر پر نئی ٹیوٹر کا پڑھانا ظاہر کرتا ہے کہ ان دون جناح پر نیا کاروبار خاص ترقی پر تھا۔ یعنی سے آمد کے بعد دس ہی برسوں میں ان کی تجارت کی سالانہ اہلیت دینی ہو کر مہ مہینہ دوپے تک پہنچ گئی تھی۔ وہ ہر قسم کی پیدائشی جسم شمول روٹی "اون گھاسیں" محل کے بیج اور لہلہ خرید کر برآمد کرتے تھے۔ جبکہ در آمدی اشیاء میں مانچسٹر کا یا ہوا گیر "دھات کا سلان اور چینی منگاتے تھے۔ ان کے کاروبار میں کئی اضافہ ہو گیا اور ہر ایک وقت ایسا بھی آیا جب وہ اپنے گاہکوں کے لئے "بنکار" اور ادھار دینے والے "ساہوکار" بن گئے۔

## بیمبئی کا پسلا سفر

اواخر ۱۸۸۷ء میں جناح پر لہا کی انکوائری میں "من بانی" جن کے شوہر جی بھائی بھیمبھی کا سیاب ناہر تھے اپنے بھائی سے ملنے کراچی آئیں۔ بھونے جناح کو اپنی بھو بھی کی عرافت "زندہ دلی و طوٹ حواقی بہت تھی اور وہ جلد ہی ان سے مانوس ہو گیا۔ دوسری طرف انھیں بھی اپنے ہوشیار ذہن و سورت اور ہوشیار سمجھے سے محبت ہو گئی۔ فاطمہ جناح کا کہنا ہے کہ وہ عیس بر رات انوں بھوتوں کے اڑنے والے قاتلوں اور بچوں کی محبت و

غریب کمایاں بنائی تھیں۔ وہ نئے جناح کو بٹلا پھلا کر اپنے ساتھ پہنچی لے گئیں اور اسے اس عظیم ضرر سے روشناس کرایا۔ بعد ازاں ان کی فوجیائی کا زیادہ عرصہ ہندوستان کے اسی مذہب و ملت شریں میں رہا۔ صوبائی سطح کا شریں جانے کے بعد وہ کراچی اس کے علاقے میں ایک چھوٹا سا قصبہ لکھ "گلاں" لگ گیا تھا۔

## ابتدائی تعلیم

پہنچی میں ان کی پہلی بار "مد" قیام اور تعلیم و تربیت کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ ان کا بچہ ضرور پڑھا ہے کہ چھوٹی کی بچہ اس قیام کے دوران انہیں سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ کیا یہ مسلم و انہیں اسلامیہ کالج میں تھا یا کوئل داس چچ پر انہیں سکول "مطلب" میں سید کے انتقال اس کی پہنچی صراحت نہیں ملتی۔ شاید انہوں نے ان دونوں سکولوں میں تعلیم پائی۔ پہلے اول اذ کر میں داخلہ لیا اور اسے چھوڑ کر آخر اذ کر میں آ گئے۔

پہنچی بھائی کے لئے نئے جناح میں صبر کیا، زیادہ نہیں تھا۔ اسے گھر چھ کر چڑوں کے نام دے کر کھولی شوق نہ تھا۔ یہ قصہ کرنا مشکل نہیں کہ ایک مخصوص طرز کے پر انہیں سکول کے کہ نہایت میں پر جوش و خروش میں طرح بہت کرتا ہو گا۔ خصوصاً پہنچی میں جو ہندوستان کی سب سے خوبصورت، بھر گاہ تھی۔ جس کے حسن کو سفید چٹیلے دھت کے ساحلوں اور ان کے اوپر ملتا ہے سمجھو کے، درختوں نے چار چاند لگا دئے ہیں۔ خلق ایک کے عموماً ساکس اور چھوٹے پانڈوں میں جا بجا کادی فصل سے شاداب ہزارے لگے ہیں۔ پختے ہوئے دھت، بھاری، مثال کے طور پر کافور مارکیٹ میں کھجور، موہنی، بھگت کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ نئی ہوئی قیمتی اشیاء دے درمیان محنت کرتے نظر آتے۔ کسین جناح میڈن اور اول "بائی" کو رٹ اور بھاری کے ارد گرد کو تو یہ عہد کی نئی ہوئی عظیم الشان عمارتوں اور ان سب چیزوں کو قیفا میرت سے دیکھتا ہو گا کہ انگریزی راج کے دوران صنعتی ترقی کے نتیجہ میں ہندوستان کو حاصل ہو گئی۔ انٹرنیشنل سرنکل "ماڈن ہال" "امپیریل" "بک" "میسر آف کامرس کی میر کے لئے اس کی چھوٹی اسے بار بار لے جاتی ہوگی۔ اگر پہنچی جانے سے پہلے وہ ایک شہر مزید کراچی میں رہتا تو میں ممکن تھا کہ اسے اپ کے عقلی قدم پر چلے ہوئے تجارتی دنیا سے دل لگانے پر آمادہ کر لیا جاتا اور وہ "جناح" نہایت کہنی لپٹ" کے ترقی پر کاروبار کا وارث بننے پر قاضی کر لیتا۔ لیکن پہنچی کو دیکھنے کے بعد اسے بھانا آسان نہ تھا کہ وہ صرف چھ مہینے بعد واپس کراچی آ گیا۔ تاہم اس کا سب سے بڑا دل سے اس کی انکسرت تھی "ورنہ وہ پہنچی کی پر کشش لطافت سے ہرگز مت نہ موڑتا۔

فاطمہ جناح اپنی یادداشتوں میں "ان دنوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔ "اپنے چارے بیٹے کے بغیر اس کی میں انتہائی اداس اور غمزدہ رہتی تھی"۔ "۳۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کو اسے سندھ میں داخل کرا دیا گیا۔ چند سال بعد اس کا نام طویل غیر حاضری کی بنا پر رینجرز سے لٹ دیا گیا۔ وہ ریاضی کی مشقیں کرنے کے بجائے اپنے باپ کے چھاتی عملی افسانہ نگاروں پر سواری سے دل بٹاتا تھا۔ وہ اور اس کا دوست کریم قاسم "کلاس" سے لڑنا کتب رہتے تھے۔ قریب کے ریلوے پٹر علاقوں میں گھوڑے دوڑانا ان کا محبوب مشغلہ تھا "یہ انہیں سکول سے باہر ہو جانے پر اکساتا تھا۔ گھوڑوں "بیٹا" اور عموں سے اس بچہ کو قدرتی افس تھا۔ اس زمانے میں اس نے شاعری

بھی پڑھی۔ لیکن کسی استاد کے اسباق منسوبہ کے تحت اور اس کی ہدایت کے مطابق نہیں، محض اپنی خواہش اور شوق سے۔ پھولی عمر میں بھی مسٹر جناح کسی کے رعب داب میں نہیں آتے تھے۔ انہیں کنٹرول کرنا آسان بات نہ تھی۔ پھر اس بچہ کو لارنس رڈ کے کیمپن مشن ہائی سکول میں جو گھر کے قریب تھا داخل کرادیا گیا۔ والدین کو قرضہ تھی کہ شاید یہاں اس کے بے تاب ذہن کے لئے زیادہ موافق ماحول میسر آجائے گا۔ لیکن اس سکول میں بھی اس کی پڑھائی کی مدت پندرہ ماہ سے زیادہ نہیں رہی۔ البتہ اس سکول کا ایک اہم درجہ یہ تھا کہ وہ ۵۵ مارچ ۱۸۹۵ء کو صبا نیوں کا سب سے بڑا حقار (اس) میں دلچسپی لینے اور اس پر غیر معمولی توجہ دینے لگا۔

۱۸۹۵ء میں جناح پر نیا کی تہارت اسے عروج پر پہنچ گئی کہ انہوں نے کسی ۱۳ مصلیٰ "اور خوبصورت" "گلیاں" خریدیں۔ ان کی فرم کا ایک معمول برطانوی ایجنسی سولنگس گراہم اینڈ کمپنی کے ساتھ کرنا اشتراک تھا جس کا جنرل منیجر سر فریڈرک کرافٹ تھا "اسے کمپنی کی جنرل منیجر نوالی کے ساتھ درافت میں ملی تھی۔ انہوں نے اس مسئلے میں زیادہ مصلحت و منافع نہیں ہو سکیں۔ کرافٹ اس وقت ۳۴ سال کا بچہ پھیل چکا تھا۔ بچہ بچہ تھا جس کے کونٹ کے کالج میں ہر صبح چمکے کھلنی رنگ کا پھول لگا ہوا تھا۔ وہ ایک گوشہ نشین اور عقلی مزاج شخص تھا۔ بچوں سے اسے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ تاہم اپنے پردوں میں آباد نئے جناح سے پیار کرنا تھا۔ جناح نے انہیں سے ہی کسی پھول کے بجائے یک چشمی ٹینک کو پسند کیا۔ اسی پائے کے انگریزی نمونوں میں سے ایک نمونہ تھا اور غالباً جوزف جیمز لین سے متاثر ہو کر اپنایا تھا۔ سر کرافٹ جناح کی صلاحیتوں کی بابت بڑی اچھی رائے رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے تجویز کیا کہ اس کو وہاں کو لندن بھیج دیا جائے "جہاں اسے میرے دفتر میں کام سکھایا جائے گا۔ جناح پر تمہارے اپنے دوست کی اس ایفانڈر ڈپلکس کو خوشی قبول کرتے ہوئے اپنے تحت بکر کو لندن بھیجے گا لیکن کر لیا۔ وہ اگلی کے وقت سر کرافٹ نے ایک سفارشی رقم دیا "جس نے مسٹر جناح کو گوشہ نشینی سے نکل کر برطانیہ کی شہریت کے اس وسیع دائرہ میں پہنچا دیا "جس تک رسائی ہندوستان کے بہت کم لوگوں کو میسر تھی۔ پھر کراچی مسٹر جناح کے کیریئر کی ابتداء کے لئے سمجھی سے کہیں بہتر ثابت ہوا کیونکہ وہاں جناح کی طرح (بڑا دلا نہیں تھا) بیگانوں زمین فرو کے موجود تھے۔ جن کے والدین چاہتے تھے کہ کرافٹ جیسے صاحب لوگوں سے سفارشی رقم حاصل کر کے ان کے بہتر مستقبل کو یقینی بنائیں "جبکہ کراچی میں صرف ایک ہی جناح تھا۔

## پہلی شادی

جب ماں کو اپنے بیٹے کے لئے ساری منصوبہ کا پتہ چلا تو اس نے اس پر گرام کے خلاف بہت شور مچایا۔ وہ اسے پھر بھی کے ساتھ پہنچ بھیج کر دیکھیں ہو گئی تھی "تب لندن کا نام سن کر اس کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ اتنا کتا سفر "وہ بھی تھا اور پھر وہاں دو سال بعد اس کے لئے یہ سب کچھ خارج امکان "ناممکن اور ناقابلِ مبادشت تھا۔ شاید اس کے ذہن میں اسے بتا دیا تھا کہ فوراً نظر لندن چلا گیا تو دوبارہ صورت دیکھنی نصیب نہیں ہوئی۔ وہ تو پہلے تک "اسو برائی" "شہر چھائی اور ماساتی دہلی دہلی رہی "جب کوئی شہر نہیں نہ ہوئی تو اس نے ایک شرط - بیٹے کی خدمت اور بہت دھرمی کے مقابلے میں بارمان لی۔ وہ اپنے خوبصورت اور غیر شاہی شہرہ جوان بیٹے کو لندن بھیجا مگر ہاک سمجھتی تھی۔ اسے یہ دسم تھا کہ کوئی انگریز فری کا ہم انکے لبتہ بکر کو اپنے دام الفت کا میرٹا

لے گی جو جناح پر نما خانہ ان کے لئے بہت بڑا سا گھر ہو گا۔ اس لئے ولایت جانے سے پہلے اس کی شاوی کردی جائے تو میں اسے بخوشی جانے کی اجازت دے دوں گی۔ نوہر ان نے پہلے تو اس کی اس انوکھی شرط پر احتجاج کیا۔ لیکن جب اس نے محسوس کر لیا کہ یہ بات میں کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہے تو سہارا دینے کے لئے اس طرح سر تسلیم خم کر دیا۔ میں نے پائیلی گاڑی کی خوش برآمدی میں چودہ سال کی ایک خوب لڑکی ”ایمی بائی“ کے والدین سے بات چیت کی اور معاملہ جلد ہی طے پا گیا۔ منگنی اور شادی کے مسئلہ اسور والدین اور رشتہ کرانے والوں نے خود طے کئے۔ مسٹر جناح کے مشورہ پر ارے کو کوئی دخل حاصل نہ تھا۔ ایسا ہی چند سال پہنچے نوہر ان کا نہ مرنے کے والدین نے کیا تھا۔ انیسویں صدی میں لڑکے اور لڑکیوں کی ۳۳ سے ۱۹ برس تک کی عمر میں شاوی کر دینے کا عام رواج تھا اور دوا دامن سے اس معاملے میں شاوی مشورہ کیا جاتا تھا۔

فاطمہ جناح کی ولایت ہے: ”مسٹر جناح اس وقت سولہ سال کے تھے۔ انہوں نے اپنی دامن کو بالکل نہیں دیکھا تھا۔ سر سے پاؤں تک پہلوں کے باروں میں لہے ہوئے وہ اپنے دلوں کے گھر سے باروت کا جلوس لے کر اپنی سرسرا گئے تو حیرت سے لگ رہے تھے۔ وہاں ایک چودہ سالہ لڑکی قیدی پر شاگ اپنے دامن کی ٹیٹی تھی۔ اس کے چمکدار زچہ دیکھنے میں بہت خوبصورت لگتے تھے۔ ہاتھوں میں مندی پھرے پر سنہری چیل اور مٹکی خوشبو نے اسے واقعی حسین اور پرکشش بنا دیا تھا۔ ”جناح اپنی عمر اور ناریہ دامن کے بارے میں کیا محسوس کر رہے تھے؟ شاید ان کے پاس ایسی باتوں کے لئے وقت ہی نہ تھا۔ شاوی کے صرف چند دن بعد وہ اپنی رفیقہ حیات کے سرزندگی سے لکل گئے اور دوبارہ نہیں ملے۔ ان کی وطن واپس سے بہت پہلے میں اور چوری دونوں فوت ہو چکی تھیں

## لندن میں آمد

جنوری ۱۹۰۳ء میں وہ انگلستان روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں نہ کوئی اتالیق لے کر ہوا تھا نہ خدام۔ البتہ ایک برادرا انگریز ان کی ولایت و معاشرہ الہی سے حاشا ہو کر دوست بن گیا اور انہیں اپنا چنا بنا لیا۔ مار سٹریٹ میں اترتے وقت وہ اس سم پر نوہر ان کو لندن میں اپنی قیام گاہ کا پتہ دے گیا۔ اگلے چار سالوں کے دوران وہ جب بھی ہندوستان سے لندن آتا مسٹر جناح کو بڑے غور سے اپنے پاس جاتا اور ان کی دعوت کرکے سلا مشین کی بندر گاہ پر اترنے کے بعد مسٹر جناح کشتی کے ڈریسٹ و کنوریہ اسٹیشن اور پھر اپنی منزل مقصود پر پہنچے۔ انہوں نے بعد میں بتایا کہ کئی مہینے تک انگریز لکھے حیرت سا ملک دکھا اور بڑا اچھا ماحول محسوس ہوا۔ میں وہاں کسی اسی غم کو نہیں جانتا تھا۔ لندن کی دھندلک اور شدید سردی نے انگ ناگ میں دم کر دیا۔ گراہم کینی کے دفتر میں وہ ایک بھونے سے پرانے ایک پر چڑھ جاتے ان کے چادروں طرف مصلابت کے رجسٹر بھرے ہوتے۔ ان کا کام یہ تھا کہ ان رجسٹروں میں سے رقوم کھنڈ کر کے چٹا چٹا معلوم کریں۔ بظاہر یہ ایک مشکل اور ان کی طبیعت کے خلاف کام تھا کیونکہ ریاضی کے ساتھ انہیں بھی لگا نہیں رہا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے ہر دے انگناک سے اپنا فرض ادا کیا۔ انجینیئرز کا دفتر ان کی تقریباً نڈال طریقہ کے قریب واقع تھا جو تاریخی گڈ ہال ”بنک آف انگریز“ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے پرانے صدر دفاتر سے تھوڑے سے فاصلے پر دوڑائے ٹیبل کے کنارے ایک پر تھا جبکہ کشتی۔ اس کے نزدیک ہی لیڈن ہال ٹریڈ تھی۔ جناح اپنے پاس نہ کوئی ڈائری رکھتے تھے نہ انہیں اپنی یادداشتیں تحریر

کرنے کا شوق تھا جیسا کہ گاندھی اور نہرو کرتے تھے۔ تاہم انہیں خود کو عظیم الشان ایجنڈہ کے لحاظ سے وطن سے بڑا وہاں ملے دور، کچھ کرنے کی تحریک دینے والے صدر مقام لندن میں یاد کرنا جہاں ان کے شعور نے آگے کھلی تھی، یقیناً حیرت ہوئی ہوگی۔ انہوں نے اپنے ایک دوست سے ذکر کیا۔ ”میں فوجوں تھا۔ گھر سے بہت دور اکیلا رہتا تھا۔ گرام کپتھی کے چند ملازمین کے علاوہ کسی سے میری شناسائی نہ تھی۔ لندن کی بے پناہ مسرت نے میری شناخت کی کوہستہ حاضری کیا۔ تاہم میں نے ہندی وہاں کی بودا باش اختیار کر لی اور لندن کو پسند کرنے لگا۔“

جنگ پر جانے ایک برقی بک میں بیچنے کے نام کھاتے میں ایک مستقل رقم جمع کرادی تھی تاکہ وہ تین سال تک اٹھینان کے ساتھ لندن میں قیام کر سکے۔ اس بات کا کوئی یقینی دیکھنا دستاویز نہیں کہ بینکنگ میں ۳۵۰۰ روپے ملے اور پھر واقعہ تین حوالہ سادے سے مکان میں منتقل ہونے سے پہلے جس پر آج کل گاڑی کو نسل کی طرف سے اس عمارت کی ایک پیٹنگ لگا دی گئی ہے کہ ”بانی پاکستان محمد علی جناح نے ۱۹۴۵ء میں یہاں قیام کیا تھا۔“ انہوں نے کتنے ہوٹلوں میں گھرے کرانے پر لئے اور کتنے مقامات پر چارہائی کی جگہ اور ناشتہ کے انتظام پر پیسے خرچ کئے، اس زمانے میں یہ مکان ملحقہ عمارتوں کے بوسیدہ بلاک میں باہل گیا تھا ہو گا۔ مسٹر جناح جس قیث میں رہتے تھے ”وہ ایک بودا عورت سزاہل“ اسی ”بیچا“ ایک کی ملکیت تھا ”وہ اپنی ایک جواں بچی کے ساتھ“ ”بو مسٹر جناح کی ہم عمر تھی“ ”راستی تھی“ فاطمہ جناح کی یادداشتوں کے مطابق ”وہ دیشیو میرے بھائی کو پسند کرتی تھی۔“ اپنے خدشات دور کرنے کی غرض سے زندگی بھر بھلا رہنے والی فاطمہ نے مزید لکھا ہے: ”تاہم وہ تقریباً“ محبت کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ دیشیو اپنی چوری کو خوشی کے باوجود ان کی کم انیسویں کو قطع نہیں کر سکی۔ بعض اوقات وہ اپنی ماں کے گھر میں قلمرو پارٹوں کا اہتمام کرتی تھی۔ اور وہ مختلف کمپلیوں میں سے ایک خاص کمپلی میں بودا جوئے شوق سے کھیتی تھی۔ ہارنے والا سزا کے طور پر جینے والے کو بوسہ دیتا تھا۔ انہوں نے خود کو اس بوسہ بازی سے بچاؤ الگ رکھا۔ مسٹر جناح نے یاد کر کے مجھے بتایا کہ ایک بار کرس کے موقع پر مس بیچا لڑیکہ نے اپنی ہاتھیں میری گردن میں سماں کر دیں۔ چونکہ میں آکاس تل (بوسے دین کی جھوٹ کا سامان) کے نیچے کھڑا تھا جس کی اہمیت اس وقت مجھے معلوم نہ تھی، اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا بوسہ ضرور لوں۔ میں نے اسے نرمی سے سمجھایا کہ ہمارے اپنے معاشرتی اصول ہیں جن میں آکاس تل کے نیچے بوسہ لینے کی گنجائش نہیں۔ اس نے مجھے بھڑکا دیا اور پھر بھی ایسی حرکت نہیں کی۔“ اس بے ضرر سے واقعہ میں سب سے حیران کن بات شاید یہ ہے کہ مس فاطمہ جناح نے اس کی اپنی تفصیل بیان کیا کیوں ضروری سمجھا۔ کیا ہم اسے زیب داستان کے لئے تاریخی دیکھنا اور پھر حاشیہ آرٹ کی کو خوش سمجھیں جس سے اپنے عظیم بھائی کے بیچ کو باہل صاف اور بے دماغ ثابت کیا مقصود ہے؟

## مغربی بودا باش

لندن میں دوران قیام انہوں نے اپنے بھادی بھر کم نام ”محمد علی جناح بھائی آف کراچی“ کو پھر ذکر انگریزی طرز پر مختصر نام ”تاہم اسے جناح“ کو اختیار کر لیا۔ یہ نام پہلی بار انہوں نے ایک چپک پر دھکا کرتے ہوئے استعمال کیا پھر راکھی تک ان کا تھ لیڈ سے پیسے لکھانے کے لئے لگا دیا تھا۔ کچھ عرصہ وہ اپنا زور رنگ کاروباری

لہا سندھی کوٹ یمن کر شاہک کو جاتے رہے۔ آہستہ آہستہ اسے بھی پہننا چھوڑ دیا اور پورا مغربی لباس استعمال کرنے لگے۔ ان کا لہا اور دہلا بنانا بدن لندن کے بہترین فیشن کی تلاش کے لئے انتخابی موزوں تھا۔ وہ آئندہ زندگی بھر زیور کے لئے خاصات کا نمونہ بنے رہے۔ وہ اپنے سوٹ ہاتھ سے ملواتے اور ان کے لئے سب سے موزوں کمرس قیمت کیڑا خریدتے۔ ان کا یہ چلان آخری دم تک برقرار رہا۔ ہر طرح کی حیثیت سے ان کے نزدیک یہ بات قابل فخر تھی کہ ایک دفعہ استعمال شدہ ریشمی جلی کو دوبارہ کام میں نہ لایا جائے۔ خوش پوشاکی کا انداز انہوں نے لے کر یونوں کی نو تک منفرد قلم بست کم انگریز لباس کے معاملے میں جی دیکھیں لیتے ہوں گے جیسی کہ مسٹر جناح۔ وہ اپنے حرف گیری سے پاک اور شائستہ طور طریقوں اور خوش پوشاکی کی بدولت اس قابل بن گئے تھے کہ لندن کے پر شکوہ مملکت "عالی شان کوٹھوں دور کہوں میں سے جس میں چاہیں داخل ہو جائیں۔ انھیں اپنی اور دیگر کتب دیکھ سکی طبع وہ بھی دنیا بھر میں فیشن کا سہل بن گئے تھے۔ مغربی ایشیا کے ہم عصر لہروں میں سے نظر مورتی لال سہوان کا مقابلہ کر سکتے تھے۔

## لنگرستان میں داخلہ

مسٹر جناح نے گرامر سکول میں نو آموزی کا سلسلہ ختم کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ وہ فروری ۱۸۸۳ء میں لندن میں وارد ہوئے اور وہاں بعد ۵ مئی ۱۸۸۳ء کو "لنگرستان" میں داخلے کی درخواست دے دی۔ داخلے کے ابتدائی ٹیسٹ میں انھیں "لاٹینی حصہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔ لندن کی کشش نے گرامر اسکول کے فرسٹ ایک سے جلد ہی ان کی جان پھرا دی۔ وہ ویسٹ منسٹر کے کلاس کی طرف سے طبیعت جڑیٹ چانسلر لین اور اوتھ ٹیمبل سے گزر کر "لنگرستان" کے وسیع میدانوں میں داخل ہو گئے جو عظیم سوئی کے دھمت ان دنوں دیر ان پڑے تھے۔ اگرچہ کچھ عرصہ بعد وہاں دوتھی ہو جانے کا قوی امکان تھا۔

## ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس کے پچاس سال بعد گرامر بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے اپنے داخلے کی بابت بتایا: "میں نے "لنگرستان" میں اس لئے داخلہ لیا کہ اس کے بڑے گیٹ پر دنیا کے بڑے قانون سازوں کے جو نام لکھے ہوئے ہیں ان میں رسول اکرمؐ کا اسم گرامی بھی شامل تھا"۔ یہ تذکرہ سامعین کو اپنا گرویدہ بنانے کی ایک تھہر جی ہو انھوں نے آزمائی۔ کیونکہ "لنگرستان" کے صدر دروازے یا کسی دوسرے پر قانون سازوں کی کسی فرست کا سرے سے کوئی درجہ نہیں "نہ اس وقت کوئی فرست کندہ تھی۔ ہر طور پر لگتا ہے کہ وہ اردوں پر ہی "ایف" دولت کی تھائی کو دیکھ کر انھیں ایسا خیال آیا۔ دراصل لنگرستان کے جسے ہاں میں دینا کے عظیم قانون سازوں کی تصویریں نقش تھیں۔ جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہامی کے دیگر روحانی محسنوں میں پیغمبر اسلامؐ کی تصویر بھی شامل تھی۔ لندن کے کسی گائیڈ یا اترتف کو رت کے کسی گارڈ نے جو ان جناح کے سامنے رسول اکرمؐ کی تصویر کے وہاں ہونے کا ذکر کیا ہو گا۔ شاید اس سے حشر ہو کر



انہوں نے قانونی تعلیم کی دیگر درسگاہوں پر فکٹرمان کو ترجیح دی ہو۔ سر حال سکھ (سنی) مسلمانوں کے نزدیک کسی نئی کی اسلامی شیعہ بنانا حرام ہے۔ تصویر سازی کے خلاف اسلام کی رو سے ایسی بدعت کا ذکر پاکستان کے نو جوان سنی دیکھ کر برکت کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ ان کے سامنے یہ اعتراف کیے کر سکتے تھے کہ شروع زندگی میں رسول کریم کی شیعہ نے انہیں متاثر کیا تھا۔ لگتا ہے انہوں نے شعوری طور پر اپنی یادداشت سے رسول کریم کی شیعہ کو محو کر دیا اور اس کے بجائے "فکٹرمان" کے صدر دروازے پر رسول اکرم کے نام لٹائی کا نقش ہونا یاد رکھ لیا۔

دیباچہ سیاست کی رٹیلیوں اور جو قصوں نے نو جوان جناب کو جلد ہی اپنی طرف کھینچ لیا "چند چودہ دوا و عوام کی مصافحوں کی ٹکڑی میں زیادہ سے زیادہ دیر تک بیٹھ کر پارلیمنٹ کی کارروائی سننے لگے۔ لارڈ کراس کے کونسلر ایکٹ ۱۹۸۲ء پر جو گرامر بحث ہوئی، وہ سنی۔ اسی ایکٹ نے کو بلا واسطہ طور پر ہی سنی برطانوی ہند کے دستور میں پہلی بار انتخاب کے اصول کو متعارف کرایا۔ گویا ناکندہ حکومت کے قیام میں یہ ایکٹ اہم تاریخی پید کر نے والا ایک تاریخی قدم ثابت ہوا۔ جس نے سرکاری طور پر پورے ہندوستان میں کونسل جیمیز قائم کرنے کی راہ ہموار کی۔ اس کے نتیجے میں خود جناب بھی مرکزی مجلس دستور ساز (نکلت) کے لئے بمبئی کے ناکندہ کی حیثیت سے منتخب ہوئے اور پھر کی مشورہ تک نئی دہلی کی توسیع شدہ اسمبلی میں کام کرنے کا موقع ملا۔ جہاں انہوں نے اہم پارلیمانی کردار ادا کیا۔

## سیاست سے لگاؤ کی ابتداء

۱۹۸۲ء میں لیبل پارٹی کی کامیابی کے سیلاب نے جہاں ایک طرف دہلیم جیمز سنون کو تیسری بار وزارت عظمیٰ پر لاٹھایا، وہیں بمبئی کے ایک پارسی دارا بھائی نور دینی کو بھی پارلیمنٹ کا ممبر بنا دیا۔ دارا بھائی ہندوستان کے ایک روشن دماغ سیاست دان اور ناچر تھے۔ انہوں نے ۱۹۵۵ء سے لندن اور پور پول میں ایک فرم کھول دی تھی۔ ۱۹۸۲ء میں انہوں نے سنل قش بری کے عقد سے لیبل پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب لڑا۔ برطانیہ کے سابق وزیر اعظم اورا سائرس بری نے ایک موقع پر انہیں "کلا توئی" کہہ دیا جو سائرس بری کی طرف سے نفلی قصب کا بدترین انکسار تھا۔ وہ دنگ روپ کے لحاظ سے دارا بھائی کسی طرح سائرس بری سے کم نہ تھے۔ اس واقعہ نے یورپ کے ہندوستانی طلبہ میں اشتعال پیدا کر دیا۔ لندن کے ہندوستانی طلبہ کیمپن میں مسٹر جناب اور سی آر "اس" بھی شامل تھے۔ انکس مشم میں دن رات کام کیا اور دارا بھائی اس معرکہ میں سرخرو ہو گئے۔ ان کی کامیابی محض ۳ دنوں کے فرق سے ہوئی تھی۔ اس لئے ان کے رفقاء "ازادہ ذاق انہیں" مسٹر جناب "کہہ کر پکارے تھے۔ ہندوستانی نو جوانوں کے لئے وہ ایک فرانت ہڈی تھے اور پھر قوت کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے سیاسی و صحافتی مکتوں میں انہیں بجا طور پر "جیمز سنون" کہا جاتا تھا۔ دارا بھائی نے ۱۹۸۶ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے دوسرے اجلاس کی صدارت کی۔ اس موقع پر انہوں نے یہ زور تیلیوں کی گونج میں مطالبہ کیا: "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ وہ کانس قانون ساز ہوں یا لا ز میں" جب تک پارلیمنٹ بیل کر کے صواب قوانین میں ترامیم نہیں کرتی، کسی چیز کی اصطلاح نہیں ہو سکتی، پارلیمنٹ میں کوئی ایک بھی صحیح ہندوستانی ناکندہ موجود نہیں جو کم از کم یہ جان سکے کہ کسی مسئلہ پر مقامی لوگوں کا انداز گھر کیا ہے۔"

”اگر دلا بھائی کا لے لے تو میں اس سے زیادہ کالا تھا۔ جناح نے اپنی بہن کو بتایا اور اگر انگریز سیاست دانوں کی یہی روایت ہے تو ہمیں اس سے ہرگز روایت دارانہ سلوک کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ اس روز سے میں رنگ اور فصل کی بنیاد پر لکائی جانے والی ہر قسم کی پانڈیوں کا سخت خلاف ہو گیا ہوں۔ جناح نے ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم کی مجلس میں دلا بھائی کی پہلی تقریر سنائی اور جذبات سے لہجہ ہو گیا کہ عظیم پوڑھے نے ”آزادی اعلان کرانے“ کی حمایت میں تحریکوں کے پلے بانچہ دینے تھے ”جیسا کہ مسٹر جناح نے نوٹ کیا۔“ پارلیمنٹ میں وہ انکیلا ہندوستانی قاضی الہ کی طرف سے پہلے لکھا تھا اور اپنے ہم وطنوں کے لئے اصرار کر سکتا تھا۔“ آزادی تقریر کے بغیر کوئی قوم ”مسٹر جناح نے اچھی طرح سمجھ لیا۔“ اس طرح وہ جانتی ہے جیسے اس کی نشوونما رک گئی ہو یا گلاب کے اس چوڑے کی طرح مرصا کیا ہو ”تھے ایسی جگہ لگایا گیا ہو“ جہاں نہ سورج کی روشنی ہو اور نہ ہوا۔ دلا بھائی کی حوصلہ افزائی کرنے والی مثال کی بدولت جناح سیاست میں ایک معقول قوم پرست کی حیثیت سے داخل ہوئے اور ہندوستان واپس آئے بعد چلے گئے کانگریس کے رنگ بن گئے۔

ترجیم وزم اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے وہاں داخلہ لیا مگر دونوں میں سے کسی ایک نے بھی کورس مکمل نہیں کیا۔ ۱۹۸۳ء میں جب مسٹر جناح داخل ہوئے "جان مارلے" (۱۹۳۸ء تا ۱۹۳۹ء) کو ہر ۳۱ سال پہلے کنکڑی عمارت میں داخل ہوا تھا "قانونی کونسل کی مجلس انتظامیہ کارکن منتخب کر لیا گیا۔ "ON COMPROMISE" کا مصنف "جان سٹوارٹ مل" کا سب سے اہم شاگرد تھیڈ اسٹون کنٹرینڈ کی ہوم رول تحریک کا سیکرٹری اور لیبل پارٹی میں اس کا معاون ہو ٹیسٹ جان (بعد میں لارڈ) مارلے "جس نے سب سے اہم دور میں (۱۹۶۶ء تا ۱۹۷۰ء) بحیثیت سیکرٹری آف ٹیٹ فار انڈیا پانچ سال تک کام کیا۔ وہ بھی اس سے آگے تھا۔ برطانیہ کے لائق ترجیم لیبل لیڈروں میں سے مارلے "جناح کی پندرہ شخصیات میں سے ایک بن گیا۔ اس کی کتاب ON COMPROMISE اسموں پر مبنی پرچش انداز جان فیلے کی طرح جناح کے بارغ میں جست ہو گئی "جس نے ان کے عقیدے کو ایسے دلائل کے ساتھ روشن کر دیا کہ وہ اسموں کا انتخاب کرتے وقت "سچائی" کو سرفہرست رکھنے پر اصرار کرتے گئے۔ جناح نے بعد کی زندگی میں طلبہ سے خطاب کرتے وقت مارلے کے حوالے دیتے اور انہوں نے ذاتی طور پر ان دوا دارانہ خیالات سے وابستہ رہنے کی کوشش کی جو انہوں نے کنکڑی کے اس عظیم قانون دان سے اقتد کئے تھے۔

مسٹر جناح کی قانونی تعلیم زمانہ وسطی کے گڈام تھس شپ طریق کار میں تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ مکمل ہوئی۔ مذکورہ طریق کار کنکڑی میں کے قیام سے چار آ رہا تھا۔ کنکڑی میں کاپر ہام بارشاد کے سار جنت آف ہولڈن "تھس ڈی کنکڑی کے نام پر جو وہیں صدی کے نصف چالی میں رکھا گیا تھا۔ اپنا انتظام ٹپ چلانے والی اس کونسل کے جلسوں کی کارروائی اور معاملات کا رویہ ۱۹۳۳ء سے کنکڑی میں لاہوری میں "بلک بکس" کے ذمہ نمون محفوظ ہے "بلک طلبہ کونسل کی تاریک چاروج لوی کے اندر رہا کرتے تھے۔ داخلہ لینے والے طلبہ کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی کہ انہیں اندر جگہ دینا ناممکن ہو گیا تو باطل کی روایت کو عطا موی طور پر اس طرح قائم رکھا گیا کہ پندرہ سنی میں داخل ہونے والے جملہ طالب علم کم از کم تین ڈگری گریٹ ہال میں کھاتے تھے اور جن کے نام باقاعدہ رجسٹر میں درج نہیں ہوتے تھے "ہیسا کہ مسٹر جناح کا معاملہ تھا" وہ چھ ڈگری کھاتے تھے۔ ان کھانوں کے مجلسی احوال کو جن میں دکھا۔ قانون دان طلبہ کے ساتھ جنہ کر انہیں گھنگھو "بحث یا مباحثہ میں مصروف رکھتے تھے" قانونی تربیت کا ایک اہم جز سمجھا جاتا تھا۔ فوجدانوں کے لئے اپنی ذہانت کو تنہ کر کے اور بدعاطی عمارت کو ترقی دینے کے لئے اپنے پیش کے پردوں کے ساتھ بحث کرنے سے بہرہ ور کیا صورت ہو سکتی تھی؟ "مگر یہ ان سے بد چہ کر گھنگھو کرنا "کھٹے کھانا چنا" دوستی یا جہلی غریب کا قصہ اور یہ غنا تھا اگر کوئی فوجدان اپنی شہر اور شہر دار ہر اتوار دکھا وہ صحبت میں جلد جان لیتا کہ بہترین بات کیسے کہنی ہے اور کوئی بات ان کی جھوڑتی ہے۔

بہر طور گریٹ ہال صرف کھانے کے لئے استعمال نہیں ہوتا تھا بلکہ وہاں قانونی اور سیاسی چیلے بھی ہوتے تھے "جن میں چیلہ دکھا۔ قانونی مباحثہ پر بحث کرتے تھے بعد میں طلبہ ان کی پیروی کرتے ہوئے معاملات کو ذمہ بحث لاتے تھے۔ مسٹر جناح کی قانونی تعلیم کا بہترین حصہ دو سالہ تھس شپ کے دور میں "پڑھائی کا دور تھا جو انہوں نے ایک ہر طر کے تجربے میں گزارا "وہ تجربے کے باہر لیبل کورٹ کی حکام گردش سے لے کر ہول پارلی کی جتنی ہوئی پیلریوں تک ہر جگہ اپنے استاد کے پیش دارانہ نقش قدم پر چلتے تھے۔ تھوڑی سی مباحثہ آزمائی کے

ساتھ کیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی ذہین طالب علم نہ کوہ ہلا کے ساتھ ساتھ قانون عام پر ولیم بلیک سٹون کی کنٹری  
 نہ لیتا تو اسے اپنی معلومات حاصل ہو جائیں کہ ان کے دل پر بار میں داخلہ لینے سے پہلے۔ آسانی کا نکل اٹھان  
 میں پاس ہو جائے۔ مسٹر جناح کی صداقت ابھی تک راجہ انوں کے اسی پرانے کتب سے نقل کر رکھی تھی جسے قانونی  
 پیش کے لئے بہت ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ بشرطیکہ وہ اس پیش کی اصطلاحات کو سمجھتا ہوتا ہے مگر طریقے سے لباس  
 پہننا اور دوست برعزوں میں کھانا کھانے کا طریقہ آتا ہو۔

جیبر میں مسلمان یا گریٹ ہال میں ڈانکھالے سے جو دلت چلتا "اس کا زیادہ حصہ وہ لندن میں محکمہ ہمارے  
 گزارتے۔ کبھی برٹش میوزیم کے ریفنگ روم میں "جہاں جانے کی خواہش ہر اسٹار کو ہوتی ہے" میٹھے کرنا اور قانونی  
 کتب و رسائل کا مطالعہ کرتے۔ انوار کے روز "جب وہ بند ہوتا تو بعض اوقات ہائیڈ پارک چلے جاتے" جہاں کھلی  
 فضا میں کسی کی غلطی سے لٹک اٹھتا ہوتا ہے جو کبھی پرکڑے ہو کر کسی بھی موضوع پر اپنے دل کا غبار نکال کر پھینک  
 اگر اس میں بولنے کی بہت ہوتی۔ اکثرش ہوم روم ان دنوں ملتا ہوا مسئلہ تھا۔ اکثرش پارلیمانی پارٹی کے ممبر  
 پارلیمنٹ الفریڈ ویب کو جس کی تقریریں مسٹر جناح نے ریٹ فیکٹری میں بیٹھ کر سنی تھیں "مسلمانوں کے کانگرس  
 کے دہر اس سیشن کی صدارت کے لئے چنا گیا تھا۔" میں علم و استفسار سے "وہ جہاں بھی پایا جائے" غفلت کرتا  
 ہوں "خصوصاً اگر میری حکومت کی طرف سے اس کا ارتکاب کیا جائے" کیونکہ اس صورت میں خود بھی ایک  
 ٹکٹ خواہد ہوں۔" ویب نے کانگرس کے اجلاس کے سامعین کو تیار اور مضرب تک انٹریٹ کا مسئلہ حل نہیں ہو  
 جاتا "انڈیا" اپنی برٹش اسپانز کی طرح نقصان اٹھاتا رہے گا۔ یہ ٹکٹ پارلیمنٹ منسوخ ہو چکی ہے۔ "ہالاکو لوگوں کے  
 معاملات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔" وزارتیں انٹریٹ کے سوال پر جتنی اور کھینچی رہتی ہیں۔ اہم شایع ملاقات کی  
 وجہ سے ایسا نہیں ہو تا۔ مسٹر جناح کے لئے یہ ایک سچی قہار جس کے شعور پر وہ لندن کے ان تمام ایام میں  
 گردیدہ ہو گئے کہ ایک چھوٹی سی اقلیت اور اس کے مسلسل مطالبات کس طرح ایک عظیم سلطنت کو منسوخ بنا  
 سکتے ہیں۔ انور نے برطانوی گورنر کی جملہ کمزوریوں اور طاقتور عوام کی جانچ پڑتال کرنا سیکھا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ  
 آیا انہوں نے خود بھی ہائیڈ پارک میں کھڑے ہو کر کوئی تقریر کی یا نہیں۔ بہر حال وہیں سے انہوں نے محفل  
 دو سروں کو سن کر بحث مباحث اور مقدمات کو دلچسپی میں الجھنے کی بہت سی مفید چالیں ضرور دیکھیں۔

وہ ہر انوار لندن میں نہیں گزارتے تھے۔ کم از کم ایک بار ضرور دو سٹوں کے ساتھ آکسفورڈ چلے جاتے۔ ہند  
 میں پریس کے ساتھ اپنی پہلی جنرل کو جو آکسفورڈ میں سالانہ بوت رہیں کے دور میں ہوئی یاد کرتے ہوئے انہوں نے  
 بتایا "میں دو سٹوں کے ساتھ تھا۔ ہمیں انڈز گریجویٹس کے ایک گروم نے گھیر لیا۔ ہم نے ساتھ کی گلی میں ایک  
 نقل گاڑی کھڑی دیکھی۔ ہم ایک دوسرے کو سڑک کے ساتھ ساتھ بیٹھے اور کھینچتے رہے۔ یہاں تک کہ گر فائر کر  
 کے پوئیس اسٹیشن پہنچا دیئے گئے اور ایک تھیسیر کے ساتھ وہاں عمل میں آئی۔" یہ پہلا موقع تھا جب قانون کی  
 غیر معمولی طور پر پابندی کرنے والے اس ہندوستانی کو عوامات میں بند کیا گیا۔ یہ ایک اور نمایاں فرق ہے جو اسے  
 خود اور گاندھی نیز دوسرے بہت سے قوم پرست لیڈروں سے ممتاز کرتا ہے جنہوں نے سالہا سال برطانوی شیل  
 کی کوٹھڑیوں میں گزارا ہے۔



## سنج سے دلچسپی

لندن میں قیام کے دوران نوجوان جیلر فیض کو بہت زیادہ پسند کرنے لگا۔ اس کی فطرت آزدہ اس نے بعد میں اعتراف کیا۔ پرانے سنج پر رومج کا کردار ادا کرنے کی تھی۔ اس نے لوکارا بننے کے بارے میں کب سے خواب دیکھا شروع کیا؟ یہ واضح نہیں ہے۔ بظاہر یہ مرحلہ قانون کی تعلیم سے شروع ہونے کے بعد ہی پیش آیا۔ شاید ابتدا میں قانون نے اسے یاد کیا یا شاید وکلاء کی کارکردگی دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا۔ اکثر بڑے بڑے وکلاء اپنی لوکارا کی سے سامعین کو مسحور کر دیتے تھے۔ اس سچے سنج کی طرف جانے کے شوق کو سمیٹ لیا۔ ہرمال یہ کوئی عارضی ترنگ یا گزرا ہوا خیال نہیں تھا بلکہ ایسا معاملہ تھا جو زندگی کے آخری برسوں تک قائم رہا۔ فاطمہ جیلر کا بیان ہے "انتہائی مصروف سیاسی زندگی کے دنوں میں بھی جب وہ تھکا مائدہ رات گئے گھر لوٹتا تو بڑے اشتیاق سے ٹیکسیز کا مطالعہ کرتا۔ اس کی آواز کو یاد رہتی تھی۔" بعد وقت ساتھ رہنے والی ایک ہنسی بینک بعد میں کہتا تھا کہ الٹ میں ان کے سب سے بڑے سارے کے طور پر ساتھ رہی اور جنہوں نے اس کی ذرا مالی جرح اور ٹھکانہ انواز میں نہ دو سری طرف پھیر کر بات کرنے کا انداز دیکھا تھا "فراہ وہ بچوں کے ساتھ ہوتی یا بیجوری کے ساتھ "ان کا تبصرہ اکثر یہ ہوتا کہ وہ پیدائشی لوکارا ہے۔ ہرمال اس کے بہت سے سیاسی حریفوں نے یہ یاد کر کے فہرست قلمی کی کہ مسٹر جیلر "مصل لوکارا کی کر رہا ہے۔" حالانکہ وہ اپنے دلائل میں انتہائی سنجیدہ ہوتا تھا۔ مگر جون ۱۹۹۵ء کو مسٹر جیلر نے اپنی ۱۳۸ ہینڈ کا ایک چیک لکھا جس کے درپے بار میں داخلہ کے بدلے واجبات ادا کیے۔ اس نے اپنے باپ کے ان خطوط کو نظر انداز کر دیا۔ جن میں بدعت کی مٹی تھی کہ تیزی سے بگڑتے ہوئے کاروبار کو سنبھال دینے کے لئے فوراً گمراہاؤ۔ اس نے ہار کے تمام افراجات پہلے ہی ادا کر دیے تاکہ اس رقم میں سے کسی دو سری مد میں خرچ کرنے پر آمادہ نہ ہونا پڑے۔ مسز سنج ڈارک کے ہاں دوران قیام انصاف کا پائڈل ماہور کرایہ مکان اور کھانے کا نصف خرچہ دینا پڑتا تھا۔ پیر کے معاملہ میں وہ بہت محتاط تھا۔ لندن کے ابتدائی برسوں میں اسے کھیت شعاری کی جو عادت چڑھ گئی تھی وہ ہمیشہ قائم رہی۔ اس نے اس رقم میں سے بھی بد ابتدا میں والد نے دی تھی "لندن جیسے شہر کے وسط میں رہتے ہوئے ان دنوں دوڑنے زمین پر سب سے زیادہ ترجیح دینے والا مقام تھا جس پاؤں سے زیادہ کی رقم پس انداز کر لی۔ اگرچہ وہ لندن میں رہنے اور لوکارا چنے کے خواب دیکھتا رہتا تھا۔

## فیض سے وابستگی

"ذمہ داری کے بعد ہم دوست تھے فیض پرکل کہنے کے خیور کے پاس لے گئے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں سنج پر جا کر فیض کے بعض اجراء پر محو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کی دیکھ اور وہ بہت محفوظ ہونے اور نورا مجھ کام کرنے کی دیکھ کی۔ میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی اور میں نے اپنے والدین کو دیکھا کہ میری کامیابی کتنے دھاکریں۔ میں نے انہیں بتایا کہ قانون بہت زیادہ وقت لینے والا پیش ہے جس میں کامیابی غیر یقینی ہے بلکہ سنج پر لوکارا ہی بہت ہی بڑے اور اس میں مجھے اچھا آغاز مل گیا ہے اور یہ کہ اب میں خود مکمل ہو چکا ہوں گا اور دوسرے پیر کے معاملہ میں انہیں بالکل ٹھیک نہیں لگتا گا۔ میرے دھوڑنے جواب میں طویل محبت

بند بیکھا جس میں میری تجربہ کو سختی سے رد کر دیا۔ بعد ازاں نے مراصلے میں ایک فقہ ایسا تھا جس نے مجھے بے حد متاثر کیا اور اپنے فیصلے میں تبدیلی کرنے پر مجبور کر دیا۔ آپ خدا ان سے خدا ہی نہ کہہ۔ میں اپنے آجر کے پاس گیا اور اسے دو نوک الفاظ میں بتا دیا کہ آج سے بعد میں اپنی زندگی کرے گا کوئی اور نہیں دیکھتا۔ وہ بے حیران ہوا۔ اس نے مجھے کام جاری رکھنے پر آمادہ کرنے کی ہمت و قوت کی تمام میرا ارادہ اٹھل تھا۔ میں نے جس معاملہ پر احتیاط کئے تھے اس کی شرانگہ کے مطابق مجھے کام بند کرنے کے لئے تین ماہ کا باضابطہ نوٹس دینا تھا۔ لیکن وہ امریز تھا اس لئے فیصلہ کن انداز میں ہوا "ٹھیک ہے جب تمہیں اسٹیج سے کوئی ناکہ نہیں تو تمہاری خواہش کے برعکس تمہیں کیوں رکھا جائے۔"

دعوت شدہ معاملہ ظاہر کرتا ہے کہ لندن کے اسٹیج اور ادارہ کوئی سے مسٹر جناح کی دلچسپی سختی پختہ تھی۔ ظاہر یہ اس کا اولین اعتماد تھا۔ باپ کے "طویل خط" میں ایسی دلچسپی سے باز رہنے پر زور دیا گیا تھا جس نے انہیں ایک اہم معاملہ میں اپنا ذہن دہلے پر مجبور کر دیا۔ لیکن وہ آخری موقع تھا جب انہوں نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔ خدا ان سے ہمدردی کے الزام نے ان کے ضمیر کو بری طرح بھینسا ڈالا۔ ان کا دل زخمی ہو گیا۔ گتا ہے اسی خط کے ذریعے انہیں اپنی شفقت میں کامیاب سر سے اٹھ جائے کی خبر ملی۔ عکس ہے شریک حیات کے دلفریب طبع کی عین ایسی ہی اس سے ملی ہو کر کہ جس کام کا آغاز کرنے پر انہیں بے پناہ خوشی ہوئی تھی اور اس میں کامیابی کے لئے والدین سے دعا کرنے کی التجا کی تھی اسے آسانی سے چھوڑنا ممکن نہ تھا۔ یہ صرف باپ کے اس بلا کا کرشمہ ہو سکتا تھا جو ہر ناکہ جنہوں نے نصیحتوں اور ہدایات سے پر تھا۔ اس مراصلے کے معاملہ سے انہیں کتنا صدمہ ہوا ۱۹۱۷ء لندن میں ان کے قیام کے آخری ہفتے جس بے کیف عالم اور بد مزگی میں گزرے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

## وکالت کی سند

ہر مئی ۱۸۸۶ء کو مسٹر جناح نے انگلستان کی مجلس انتظامیہ سے وکالت کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی استدعا کی تاکہ اس "تصویب" کو وکالت کے برطانوی ہند کی کسی بھی عدالت میں بطور وکیل پیش ہو سکیں۔ اب وہ وطن لوٹنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ تمام کراچی جا رہے پر تلاء نہیں تھے۔ کراچی میں اب ان کے لئے کوئی کشش باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ لندن سے روانگی سے قبل ۱۸۸۶ء کو انہوں نے اپنے کما کی باقی ماندہ رقم بیکل بینک آف انڈیا لینڈ بکنی میں اپنے نام سے کھولے گئے بے کما میں منتقل کر دی۔ اگلے دن وہ بی ایف لوڈ کنز کے ذریعے برائے کراچی پہنچی اور وہاں ہو گئے جہاں مستقل طور پر رہنا چاہتے تھے۔ باپ کے دل نے انہیں تمام تر دھرم کے باوجود لندن کے جال میں پھنسنے سے بچا لیا تھا۔ تمام انڈیا کی تقسیم سے کم کسی چیز پر وہ کراچی جانے پر آمادہ نہیں ہوئے اور وہ بھی فتنے سے غور وائنات سے متاثر ہوا جس نے ان کے لئے امریکہ سے پشاور تک کی قوم کی قبر کے لئے کراچی میں مہم رہے۔

## دوسرا باب۔ بمبئی۔ وکالت اور آغاز سیاست

۳۱ اگست ۱۸۸۶ء کو مسٹر جناح ۲۶ء بمبئی وکالت میں داخلہ کر لیا۔ یہ قابل ذکر واقعہ اس

کے ایک دس سال بعد وقوع پذیر ہوا۔" سب کراچی کا ایک دیہاتی لڑکا قانون کے اس وکٹوریائی عمل کے قریب سے گزرا تھا۔ اس نے لندن میں طرح طرح کے نو تجربات حاصل کئے تھے اور مختصر وطن واپسی کے دوران میں جو نظم نگے تھے انہوں نے ان تجربات کو مزید بڑھ کر کے اسے صحیح معنوں میں آدھی بنا دیا۔ وہ ماں کی شفقت اور چوری کی محبت سے محروم ہو چکا تھا۔ کراچی کے ساتھ اس کے مضبوط ترین رشتے عمل جبرانی کے ذریعے قطعی طور پر ختم ہو چکے تھے۔ ایم اے جٹان اسکوائر نے اگلے چند ماہ چینی ماہ سی اور تکلیف میں گزارے اور پھر اپنی منہل کی طرف دوں دوں ہو گیا۔

بھٹی کے لئے اور مسٹر جناح کے لئے ذاتی طور پر شدید عداوت کا زمانہ تھا۔ جین سے لگتی وار پیگ (عالموں) ۱۹۱۹ء کے موسم خزاں میں دور آہ ہو کر بھٹی کی مصروف ترین بندر گاہ میں پھیل چکی تھی۔ مصدق دیا کا جس سے احمد مشنوں کے دو دن ہندوستان کے لاکھوں انسان قدر اعلیٰ بنے "بھٹی" پر نا اور آہ آہ کے بارہنق بازاروں اور آبادی والے شہروں میں کم از کم اس وقت تک چار زور رہا جب تک کہ ۱۹۱۹ء میں اختراع ہندو فاکٹر ولبو "ایم" یا کن نے پیگ کا نیک ایہلا نہیں کیا۔ مسٹر جناح کی صفائی "تھرائی" پر اتنی غیر معمولی توجہ کہ وہ دن میں کئی بار اپنے ہاتھ مل کر دھوئے تھے شاید یا کن کی ایہلا سے پہلے دور میں شہر میں شہر ہوئی تھیں اس زمانے میں مسکن ہائی اور مکان میں سفیدی کرانے کو اس دیا کا تریاق سمجھا جاتا تھا۔ صاف شہرے اور سبے دماغ لہاس نیز اپنی ذاتی صحت کا خصوصی خیال اور کم آہری کے متعلق عمر بھر ان کے دماغ پر جو قبضہ سوار رہا اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں۔ وہ اس دور میں وہاں کے زور اور صفائی کے ناقص انتظام "بھٹی" کی مرطوب گرمی "تھرائی" کو دور پیش نظرات کے پس منظر میں درست ہی لگتا ہے۔ کچھ عرصے بعد انہوں نے چرٹی رول پر واقع پائلو ہوگی میں ایک اچھا سا کمرہ کرانے پر لئے لیا جو باغیچہ روت کے سمت ہی نزدیک تھا۔ یہاں ان کے سمت سے ایام دوسرے دکھا دی کار کردگی کا عذاب اور اپنے پہلے سوکل کے انتھار میں بسر ہوئے۔

## پریذیڈنسی مجسٹریٹ

حقیقت یہ ہے کہ مسٹر جناح کی وکالت کے پہلے تین برسوں کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں۔ بہر حال ۱۹۰۰ء کا سال ان کے لئے خواہشوں اور اٹھکوں کا بیچام لایا۔ اس سال ان کے ایک اختتامی "درس" نے ان کے پیشہ ورانہ شکاف کو دھت کی شہرے دیکھا۔ یہی وہ "درس" تھا جس نے اس کا تعارف بھٹی کے قائم مقام ایڈووکیٹ جنرل جان سوٹر دو تھ بیکنز سے کرادیا۔ آخر انڈیا کے مسٹر جناح کے بارے میں فوری طور پر اعتبار ہندوئی کی گرتے ہوئے اسے اپنے دفتر میں کام کرنے کی دعوت دی۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی پیشکش تھی جو بیکنز کی طرف سے "کسی ہندوستانی" کو کی گئی۔ یہ بات مسٹر جناح کے اختتامی دماغ "دستوں میں سے ایک سونچنی پائیلر" (۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۹ء) نے اپنی یادداشتوں میں لکھی ہے۔ بیکنز کا اعتماد اور امداد اور مسٹر جناح کے لئے اس کی ابتدائی ہمدردی کے نازک دور میں "جس سے وہ گزور ہاتھ" امید کی کرن ثابت ہوئی۔ بے شک اس کی پھر بھی منہائی اس کے علاوہ ہی بھائی اور علقہ اعصاب نے معاشرتی طور پر اس کی امداد کی اور انگیزہ ملنے سے

کامیاب ہو کر آئے پر اسے ضروری معاونت فراہم کی تاکہ میکلفنسن نے جناح کے قانونی کیریئر کے لئے وہی ہلکا کیا ہو کر اٹھنے لے اس کی زندگی کے لئے کیا تھا۔ میکلفنسن کے جیبر میں کام کرنے کی بنا پر جناح کو ان سطوات تک بہت پہلے رسائی ہو جاتی تھی جو گورنر کی نیم تاریک نظام گردش میں سے گزر کر کئی دن بعد دوسرے وکلاء تک پہنچتی تھیں۔ میکلفنسن کے باقت کام کرتے ہوئے چند ماہ گزرے تھے جب اسے پتہ چل گیا کہ بمبئی کے چار مجلسوں میں ایک کی جگہ خالی ہوئے والی ہے۔ یہ قیمتی اطلاع موصول ہونے پر اس کا زمین فوراً حرکت میں آیا۔۔۔ انڈیو گیت جنرل کے دفتر میں "کفری" سے باہر جمانگے ہوئے اور سکار پچے ہوئے "اس نے آہستہ سے گزرتی ہوئی ایک کنڈریا گاڑی دیکھی۔ وہ باہر کی طرف دوڑا اور اس میں سوار ہو کر سر چارلس کوئی وینٹ کے دفتر میں پہنچ گیا۔ سر چارلس اس دنوں صوبائی حکومت بمبئی کے قانونی ممبر تھے۔ انہوں نے میکلفنسن کے خوب صورت پر عزم فوج میں معاون کو اتکا سنا کر کہنے والا پایا کہ اسے "عامرضی" پر پانچ فیسی مجلسوں کے طور پر کام کرنے کے لئے جنن لیا۔

مسٹر جناح نے چھ ماہ تک اس منصب پر خدمات انجام دیں اور ہر قسم کے پھولے سونے فوجداری مقدمات کی سماعت کی جن میں امرہ سے تعلق رکھنے والے دو افیوں خود مسلمانوں کی حقہ بھی قتلہ افیوں کو اپنی بچڑوں میں پھپکا کر رکھنے کے باوجود پکڑے گئے تھے، نکت کے بغیر سزا کرنے والے مسافروں کے خلاف تلخ دلی سے کی شکایاں لے کر جینی ماحول کے خلاف اثرات کہ انہوں نے بندرگاہ میں تقریر اور اجازتوں پر کام کرنے سے انکار کر دیا ہے، کچھ مقدمات قائل ذکر ہیں۔ مسٹر جناح نے ایک ریاستہ اور خراج کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتے۔ تاہم اس نے محسوس کیا کہ بار کے مقابلہ میں بچاؤ پیشہ ورانہ کشش کے بہت کم امکانات رکھتا ہے۔ کیا یہ جوانی کی زراں ہندی تھی جس نے ولایت کو اس کے لئے زیادہ دلچسپ بنا دیا تھا یا زیادہ نفع بخش افیوںات کی دلکشی؟ بلاشبہ بڑے وکیلوں کے جبر میں شہرت اور دولت دونوں آتی ہیں اور جناح ان دونوں کے خواہش مند تھے۔ اس لئے جب ۱۹۱۱ء میں سر چارلس نے انہیں چائیں ایک مستقل جگہ کی دلچسپی کی جس کی ابتدا اپنی پندرہ سو روپے ماہوار تنخواہ ان دنوں جی مستقل بھی جاتی تھی تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے مضرت کر لیا: "میں جلد ہی اس قتل ہو چاؤں گا کہ پندرہ سو روپے روزانہ کما سکوں"۔ چنانچہ انہوں نے بہت تھوڑے دنوں میں ایسا کر دکھایا۔

## کامیابی قدم چومتی ہے

انڈیا ریٹیم ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۲ء کے دور حکومت نے "ہو اتفاق سے" چوبیسویں صدی کی ابتدا کے ساتھ ہی شروع ہوا، مسٹر جناح کو ان کے پہلے چھ کیریئر میں مضبوطی سے استوار پایا۔ وہ خاصی بڑھ چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک نیا دفتر کرائے پر لیا اور اس بار قار اور پر کشش جیبر کی آرائش و زیبائش میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ جناح بمبائی پر عوامی صحت کاردار میں مدعا آجائے کے ساتھ ہی غراب ہو گئی تھی اس لئے وہ اپنے بچے بچوں کو لے کر کراچی سے بمبئی آ گئے۔ وہاں کھابک کے فوج علاقے میں ایک پھر عوامی مکان کرائے پر لے کر رہنے لگے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ میانی زمانے میں مسٹر جناح اپنے باپ کی زیادہ خدمت فیس کر سکے۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۳ء میں جناح



بھائی بھائی کے رشتہ گیری ماحول پر غفلت ہو گئے 'جہاں انہوں نے زندگی کے آخری ایام تھائی اور کسمپرسی کے عالم میں گزرا۔ سات بہن بھائیوں میں سے جناح نے انکی قاطعہ کے ساتھ قریبی اور پائیدار تعلق قائم کیا 'میں نے بھائی کی گرفتار مدد کی جدت پائیدار کاتھنٹ سکول میں بورڈنگ طالبہ کی حیثیت سے داخلہ لے لیا تھا۔ اس دنوں ہندوستان بھر میں مشن اسکول پر انگری اور غازی تعلیم کے بہترین مراکز تھے۔ شاہد اور ابتدائی تعلیم کی بنا پر قاطعہ کو نکلنے پر چند مئی جیسے انتہائی سخت مقابلے والے تعلیمی لوازم میں داخلہ مل گیا 'جہاں انہوں نے داخلہ سکول میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی۔

جناح انوار کے اہلکار اپنی پیاری بہن سے ملنے جاتے۔ اسے کبھی میں کھانا کبھی کے اور گرد کی ہیر کرانے 'جو بھائی کی طرح اس کا بھی پسندیدہ مشغلہ تھا۔ بھائی کی طرح لہذا اور پھر انجم 'وضع قطع میں وہ ہوسو ستر جناح کی دلکش تصویر لکھی۔ 'اسی کی طرح شریقات 'بلند پوشانی 'کمال کی ہڈیاں اسی طرح ابھری ہوئیں 'اسی طرح چمکدار بڑی بڑی اور گہری آنکھیں 'اور بال جو ابتداء میں برسے گرم اور کالے سیاہ تھے بعد میں سرمہ سی سے بالکل سفید ہو گئے تھے۔

مذہب نے جناح کی زندگی میں کبھی بھی اہم کردار ادا نہیں کیا 'اگرچہ اس کی سیاسی اہمیت اپنی جگہ تھی۔ انہوں نے آقا خان کی سات اہلسوں کو ماننے والی خواہ برادری سے بلوفت کے مرحلے میں ترک تعلق کر لیا تھا اور بارہ اہلسوں کے چوکرا اٹھ عطری فرقہ میں شامل ہو گئے 'جو کسی ذمہ دار کے قائل نہیں۔ 'بھائی میں جناح کے پسندیدہ دوستوں میں سے ایک ہنس بدھوین طیب بی مسلمانوں میں سے ہانگہ روٹ کے پہلے چار اور کانگرس کے تیسرے صدر 'اٹھ عطری تھے 'طیب بی 'جناح کی طرح سیکولر لیبل بدھوین پند تھے 'جنہوں نے بعد اس کانگرس کے اہلس میں صدر مرقی خطبہ دیتے ہوئے کہا 'میں یہ بات سمجھنے سے قطعاً سہم ہوں کہ مسلمان 'دوسری نسلوں اور مذہبوں سے تعلق رکھنے والے ہم وطنوں کے ساتھ سب کی بھائی کے لئے شہد بچانہ کیوں کام نہیں کر سکتے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جس پر ہم بھائی پہنچنے کی میں پیش سے مل جاتا ہیں۔ 'جناح کے 'دوسرے قریب قریب دوست پارسی 'ہندو اور عیسائی تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اپنے مذہب کے ساتھ اپنا عجیبہ نہیں تھا 'جتنا کہ انگریزی قانون اور ہندوستانی قوم چستی پر یقین رکھتا تھا۔

## علی گڑھ تحریک

برطانوی ہند کی ایک پرتھالی آبادی کے اکثر ہندو اسلام کے پیروکار تھے 'یہ اکثر بنیاد پرست (سنی) تھے مگر قرآن اور سنت نبوی کو اپنے صحیح دردمو طرز عمل کے 'دائم پابند سمجھتے تھے 'یہ سید احمد خاں کے مدت پسند چر تھے 'جو کانگرس کے اس دعویٰ کو کہ وہ متحدہ ہندوستان کی قومی تحریک ہے 'انتہائی سخت سے رد کرتے تھے 'جنہی شہوتہ 'ملا کے مصوم من 'القاء ہونے کے خلاف تھے۔ '۱۹۰۵ء میں یعنی کانگرس کے قیام سے ۱۲ سال پہلے 'سر سید نے 'علی گڑھ جو دہلی سے قریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر جنوب مشرق میں واقع ہے 'اپنے اثر آفریں مہزون ایننگ اور شکل کالج کی بنیاد رکھی 'جسے 'اسٹورڈ کے 'دہانگی اور نئے نوریل کالجی نمونے پر چلایا گیا۔ یہاں حصول مسلمان کمرانوں کے بچوں کو تعلیمی سائنس 'فلسفہ اور اخلاقیات کے علاوہ برطانوی سامراج اور اسلام دونوں سے

وکار داری کا دور ہی دیا جاتا تھا۔

یہاں کرکٹ کے میدانوں اور سٹادیوں کا دور بھی شروع ہوا۔ جس نے بعد میں مسلم لیگ کی تشکیل و تعمیر میں نمایاں حصہ لیا۔ سر سید کو ۱۸۵۰ء میں شاہ انگلستان کی طرف سے "نائب" کا خطاب دیا گیا۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی برطانوی ایماں کی خدمت میں گزاری۔ وائسرائے نے انہیں امپیریل یونیورسٹی میں نامزد کیا۔ سر سید نے اس منصوبہ پیش قدمی سے ۱۸۵۳ء میں سادہ اور غیر مقلد اصول انتخاب رائے کرنے کی طاقت کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان جیسے ملک کے سیاسی نظام میں 'جہاں ذات پات کے امتیازات زوروں پر ہیں' جہاں مختلف نسلوں کو ایک نہیں بنایا جاسکتا، جہاں مذہبی اختلافات تشدد کی تیز چوٹی ہیں، ایسا اصول کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایک مقررے بعد انہوں نے کانگریس کے انراض و مقاصد کو تاریخ اور زمانہ حال کے حقائق سے بے غرضی پر مبنی قرار دیتے ہوئے لکھا کہ وہ اس بات کو مد نظر نہیں رکھتے کہ ہندوستان میں بہت سی قومیں آباد ہیں۔ انہوں نے پہلے ہی فرض کر لیا کہ مسلمانوں کے ساتھ عربوں، یہودیوں اور کھنڈیوں کی طرح یکساں معاملہ کیا جاسکتا ہے اور وہ سب ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا یہ دو قومی نظریہ کی جڑیں وہیں پھیل چکی تھیں جو آگے چل کر تحریک پاکستان کی نظریاتی اساس بنی۔

## وکالت کے میدان میں نمایاں کردار

بہشتی کاغذ خزانہ ایم۔ اے۔ جہاں ایسے انکار و خیالات سے بھی اسی طرح الگ تھلک دور کو سوں دور رہا، جس طرح وہ ایسے استدلال کا کامل نہیں تھا کہ ۱۸۸۳ء تک جب سر سید احمد خاں نے پہلی بار ہندوؤں اور مسلمانوں کو دو الگ الگ قومیں قرار دیا، وہ لندن میں قیام پذیر تھا۔ ان دنوں وہ قانون کو پڑھتے، لکھتے اور اس کی تعمیر و ترمیم کرنے میں مشغول تھا۔ قانون ہی اس کا اوزار تھا۔ اگرچہ ایک وکیل کے طور پر اس کی مشغول کامیابی میں اداکارانہ صلاحیتوں کا کوئی دخل نہ تھا۔ حقیقت میں "مسٹر جہاں وی" کو تھے جو کہ قدرت نے انہیں بنایا تھا۔

بہشتی ہائی کورٹ میں پریکٹس کرنے والے ان کے ایک ساتھی کا کہنا ہے: "وہ ایک عظیم قانون دان تھے، قدرت نے انہیں پچھلی مس بجٹی تھی، وہ اپنے کردار میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ ہمیں ان کی صلاحیتیں پوری طرح ابھار کر دینی تھیں۔ وہ اختلافی مسائل سمجھنے کی طاقت رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے دلائل کا رخ وکیل کی ترقی کی طرف پھیر دیا۔ ایسے دلائل جن کا انتخاب انہوں نے سوچ بچار کے بعد کیا تھا وہ انہیں بہت آہستہ آہستہ لفظ کر کے ادا کرتے تھے۔" ایک اور ہم عصر رقم طراز ہے: "جب وہ عدالت میں کھڑے ہوتے، دیر بہ دیر، جی بی طرف دیکھتے جاتے، اپنی پہنچی ہوئی بات کا تے وقت دلائل پیش کرتے تھے، سب کسی اور کار سے اس کی توجہ کر سکتے ہیں، وہ سب سے طاقتور بن گئے۔ ہاں ہاں، ان کے بارے میں یہی لفظ سوزاں ہے سب سے طاقتور۔" جو اہم آواز کا کہنا ہے: "وہ کردار عدالت پر چڑھ کر دیتے تھے، سرانکل سید عار کتے جو بدترین حالات میں بھی سکون دیتا۔ وہ ہم میں سے چمک ترین وکیل تھے۔" جہاں کے سب سے زیادہ مشہور قانونی شاگرد ایم۔ سی۔ چھاگر نے ہندوستان کے پہلے مسلمان جو بہشتی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بنے، لکھا: "ان کا مقصد عدالت کی کامیابی

اداکاری سے کسی طرح کم نہیں ہو آقا۔

سیاحیات میں جناح کی پندرہ شخصیات میں دارا بھائی نورونی اور پارسی برادری کے ایک اور ذہین و فطین لیڈر سر فیروز شاہ متہ شامل تھے۔ متہ کے مجریہ میں انہوں نے درسیاتی عرصے میں کچھ دیر کام کیا تھا۔ متہ نے ۱۹۸۰ء میں کانگریس سیشن کے صدر کی حیثیت سے تقریر کرتے ہوئے زور دیا کہ ہندوستان کی قومی تعمیر کے عمل میں تمام اگلیوں کو اپنا اپنا کردار ادا کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ انہوں نے کہا تھا: ”میرے نزدیک ایک پارسی اپنے اس وطن سے جس نے اسے جنم دیا، جتنی زیادہ محبت کرتا ہے وہ اتنا ہی بھڑ اور فطس تر ہے۔ جتنا کوئی ہندو یا مسلمان بحیثیت ہندو یا مسلمان زیادہ بھڑ اور فطس تر ہے۔“ انہوں نے اس بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا: ”کیا یہ تصور کرنا فطس ہے کہ دارا بھائی نورونی، مثال کے طور پر جیسے کہ وہ بچے پارسی ہیں، ایک ہندوستانی کے علاوہ کچھ اور ہیں؟ کیا کسی کو شک ہو گا اگر میں ایک اور مثال پیش کروں؟ یہ کہ سر سید احمد خاں اس وقت زیادہ عظیم اور زیادہ حالی مرتبہ تھے جب انہوں نے اپنی جملہ خدمات ادا کرنا تھیں اور ملا جلیں اور امتیاز سب ہندوستان کی بھلائی کے لئے وقف کر دی تھیں یا اس وقت جب وہ آخر میں خود غرضی اور علیحدگی کے مسلک کا پرچار کرنے لگے تھے؟۔“

متہ ہندوستان کے پہلے پارسی وکیل تھے جنہوں نے ۱۹۶۸ء میں انگلستان سے بیرونی پاسبان کی اور بمبئی میں نیل کرم ریجن میں ۳۶ برس تک کام کیا اور چار مرتبہ اس کے صدر بنے۔ وہ ایک خوش وضع، چالاکانہ، شان رکھنے والے اور گرم مزاج وکیل تھے جنہیں بمبئی کا ”بے تاج بادشاہ“ کہا جاتا تھا۔ وہ جناح کے ابتدائی زبانہ وکالت میں دارا بھائی نورونی سے زیادہ کربھی کا نمونہ تھے۔ ۱۹۸۰ء میں انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین ”غرضی و کثرت“ کو توجہ دینے اور اصلاحات کو لانے کے ایک سوزوں حربے سے تعمیر کیا۔ نو جوان جناح بھی اپنی خطوط پر سوچتے تھے۔

## کانگریس میں شمولیت

کانگریس کے جس پہلے سیشن میں جناح نے شرکت کی، وہ اس کا تیسواں سالانہ اجلاس تھا اور دسمبر ۱۹۰۳ء میں بمبئی کے مقام پر منعقد ہوا۔ سر فیروز شاہ، متہ مجلس استقبالیہ کے صدر تھے۔ انہوں نے اپنے غیر مقتدی کلمات میں دو سر برہمنی کانن کے صدارتی خطبہ سے بھی غور کیا تھا۔ کانگریس کے اندر اپنی تقابلی حیثیت اور شخصیات و طاقت سے بھرپور اسلوب کا اعتماد کیا۔ واضح رہے ہندو لارڈ کرزن کی اس مہماندہ نصیحت کا جواب دیتے ہوئے کہا: ”مجھے خیال میں ہندوستان کی جماعت سیاست میں تلاش نہیں کی جا سکتی۔“ متہ نے سوال کیا ”یہ انگلیں اور نرلوہیں ہندوستان بھی کیسے پار ہی ہو سکتی ہیں؟“ تب تک ہمیں سیاست کے میدان میں ایک معمولی اور اعتدال پر جی کرار بھی ادا کرنے کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔

برطانوی ہند کی ”تشیہ اور غیر اسرارہ پروردگرسی“ کے ہوتے ہوئے یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا۔ متہ نے دائرہ جج ہات کے اس قول سے کہ ”پارسی پروردگرسی معیار کے لحاظ سے بہت کمزور مقدار کے نقطہ نظر سے غیر معمولی خطاوں پر عمل کرانے کا ارتکان رکھتی ہے“ مکمل اتفاق اور اس کی تائید کی۔ آخر میں اس نے تہج ویش کی کہ

آئندہ سال بھٹی سے ان کے دو سترہ تاجین کو کانگریس کے مندوبین کی حیثیت سے لندن بھیجا جائے جو سیاسی مبصرین کی اس پیش گوئی کو کامیابی سے منسلک کرنے میں مدد سے سکیں کہ ویسٹ منسٹر اور وائنٹ ہال میں لیبر پارٹی کی حکومت ہوگی۔ اس قدر اہم کام کے لئے مہتر نے جن دو ساتھیوں کا انتخاب کیا ان میں سے ایک گرہال کرشن کو کھیلے اور دوسرے مسٹر جنرل تھے۔ گو کھیلے کو اگلے سال کانگریس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرنی تھی۔ ان کا انتخاب ہر ایک کو سوزوں اور حسب حال محسوس ہوا لیکن مسٹر جنرل سے ابھی تک کانگریس کے زیادہ تر مندوبین نا آشنا تھے علاوہ ان میں اس وفد پر اٹھنے والے اغراجات جمع کرنے کی پابست سے سوال اٹھانے گئے۔ اگلے سال تو برہم یہ وفد نہیں بھیجا گیا تاہم آٹھ سال بعد مسٹر جنرل گو کھیلے کی معیت میں بقیہ لندن گئے۔ جب ان دونوں کو ایک ہی رائل کیشن میں نامزد کیا گیا تھا۔ ۱۹۸۳ء کے اجلاس میں مسٹر جنرل گو کھیلے سے پہلی مرتبہ ملے تھے۔ تاہم اس کے قدر معاملہ تھی زیادہ تر امریکی اور اتحادی پسندی سے اسے متاثر ہوئے کہ ایک بار گو کھیلے کو کھیلے دل سے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ سیاست میں ”مسلم کو کھیلے“ بننا چاہتے ہیں۔

کانگریسی سیاست میں مسٹر جنرل کی شمولیت بھٹی میں ان کے قریبی پذیر قانونی پیچے اور معاشرتی زندگی کی ضمنی پیداوار کا ایک لازمی جز تھا کیونکہ دادا بھائی کے ساتھ ان کا پہلا تعلق لندن میں قائم ہوا تھا۔ لارڈ کرزن کے عرصہ صدارت حکومت میں ہندوستان کے ان تعلیم یافتہ لوہاروں میں سیاسی بے جتنی کے امتداد کو حقیت ملی۔ جو آزادی کے ساتھ محبت کا جذبہ پیدا کرنے والے انگریزی لڑکچہ کے انداز سے بہت زیادہ متاثر تھے لیکن جب وہ اپنے گرد پیش پہنچی ہوئی بے روزگاری، سیاسی غلامی اور بے لارہی کی فہرست و فدا کرتے کو دیکھتے تھے تو کچھ محسوس کر رہ جاتے تھے۔ ویسے بھی ۱۹۵۵ء کا سال بہت سی عالمی تبدیلیوں کا سال تھا۔ جاپان نے دوس کے درجہ بیکر بحری بیڑے پر بحالی کی سی سرعت کے ساتھ بحری اسی سال پائل۔ پیئرز برگ کا انتخاب جس نے زار کو ایک نفاذہ پارلیمنٹ (ڈان) مقرر کرنے پر مجبور کر دیا۔ اسی برس وقوع پذیر ہوا۔ چینین کی طرف سے انگریزی مال کا کافی بندر گاہوں میں پانچواں اور برطانیہ کے تسلط خیز قومی انتخابات جنہوں نے آئندہ عشرے کے دور اندیشوں میں لیبر پارٹی کی حکومت قائم ہونے کی پیش گوئی کر دی۔ جیسے واقعات نے چوسہ برصغیر میں جوش و خروش کی زبردست لہر دوڑادی۔ اندرونی طور پر لارڈ کرزن کے دور کا سب سے زیادہ ذرا لائی اور دور رس اثرات کا حامل قدم ہندوستان کے سب سے بڑے صوبے بنگال کی تقسیم کا فیصلہ تھا۔

## تقسیم بنگال

سازش آٹھ گزرنے والے آبادی کے صوبے کا انتظامی لحاظ سے کنٹرول کرنا واقعی مشکل تھا لیکن اس کی تقسیم کے لئے جو خط کھینچا گیا اس نے اس صوبے کی بنگال ہونے والی ”قوم“ کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ ہندو اور کی اکثریت والا مغربی علاقہ ایک طرف چلا گیا جبکہ زیادہ تر قریب مسلمانوں پر مشتمل مشرقی حصہ دوسری طرف۔ مشرقی بنگال اور آسام کو کہہ کر مسلم اکثریت کا ایک نیا صوبہ قائم کیا گیا جس کا دار الحکومت ڈھاکہ قرار پایا۔ مغربی بنگال میں جس کا مرکز کلکتہ ہی رہا۔۔۔ ہندوؤں کی برتری بدستور قائم رہی۔ تاہم اس میں بنگال ہونے والے

مباروں اور لودوں ہو گئے۔ انہوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اس میں بنگالی ہو گئے والے ہندوؤں کی اکثریت نہ رہی۔  
 نکلنے کے سرکردہ بنگالی ہندوؤں نے جو ۱۹۰۲ء سے کرزن کے زیرِ دست تھے، انہی "نادر وطن" کی اس  
 تقسیم کو برطانیہ کی "سودا" اور حکومت "نر" کی مشورہ پالیسی کا انتہائی حربہ قرار دیا۔ تقسیم کے خلاف ہر ہندو  
 مظاہروں کا سلسلہ جو نکلنے کے ہر کام بازوں اور نکلے گئے اس میں قومی احتجاج اور باہر سے  
 آنے والے انگریزی مال کے پانچات کی خوفناک مرنے بہت جلد پہنچی "ہم نا" اور اس اور لاہور کو بھی اپنی لیٹ میں  
 لے لیا۔ انہوں ہندوستانی جن کا بظاہر سیاسی مطالبات سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا، بنگال کے "نادر وطن" سے  
 متاثر ہو کر "ہو بازوں کی تعداد میں انگریزی اسکولوں کو چھوڑ کر نکلنے کی سڑکوں پر کاگرس کا اپنا قومی ترانہ "ہندو  
 ماترم" (اور وطن کو سلام) گاتے ہوئے مارچ کرتے اور حکومت کے خلاف جو شبلی تقریریں کر کے جذبات میں  
 آگ لگا دیتے تھے، مضبوطی سے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر سیاست کے میدان میں کود پڑے۔

جناح نے بنگال کی اس تقسیم کے خلاف ذاتی طور پر کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا، حالانکہ اس دھماکہ خیز اقدام  
 کے سیاسی اثرات نے نہ صرف اس کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا بلکہ ہندوستان کا نقشہ ہی بدل ڈالا۔ ایک  
 عقل مند انگریز دوست اور بدھ کی حیثیت سے شاید وہ صدور کو کھیلے کے اس ردِ عمل سے متفق ہو گئے ہوں کہ یہ  
 تقسیم "ایک خالص غلطی" موجود ہو کر شای نظام کی بدترین خصوصیت "رائے عامر کی انقلابی چوہن" اور "دماغی کی  
 بات اس کے بھونے والی آوازوں کے عزیز ترین جذبات سے غیر متاثر ہے انتہائی کا تحمل مظاہرہ ہے۔"

بہرحال پہنچنے کے ایک مسلمان کی حیثیت سے جناح ہندوستانی قوم پرستوں کے تمام ذہنی کردہوں کے باہمی فم  
 و فصر اور بے وفائی کے جذبات سے قریباً بالکل الگ تھلک رہے جس میں بہت سے بنگالی ہندو شامل ہو گئے تھے۔  
 بہرحال وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انگریزوں کا سیاسی اقدام کس قدر دانشمندانہ ہے، جس سے بنگالی مسلمان کو  
 نکلنے کے جاگیرداروں، سرمایہ داروں نیز ہندوؤں کی سیاسی قیادت سے ہونے والا ملے کہچے اور پھونے سے پر سکون  
 دھماکہ کو نکلنے (پہنچی اور ہندو اس جیسی صوبائی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے۔ تقسیم بنگال نے ہمارے ہر صیغہ کے مسلم  
 شعور کو بیدار کر دیا، جس کی بدولت ۱۹۰۶ء میں دھماکہ کے مقام پر مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔

کرزن کا بائیس لاکھ منو بھی فوری پارٹی سے تھا۔ وہ برطانیہ کے ان عام انتخابات سے تھوڑے دن پہلے  
 نکلنے وارد ہوا، جس کے نتیجے میں اس کی جماعت آئندہ دس برس کے لئے لندن میں اقدام سے محروم ہو گئی۔  
 متاثر نفس طور پر پہلی پارٹی کے ٹیکرڈی آف شیفٹ برائے ہند جان مارنے نے اس ایسا کر کو "جس میں وہ ۱۹۰۶ء سے  
 ۱۹۰۸ء تک شریک اقدام رہا" ٹھوٹے ٹھوٹے کرنے میں اتنی ہی کردار ادا کیا، جتنا طور منہ نے۔ اس نے وائٹ ہال  
 (برطانوی حکومت کا صدر دفتر) کی ڈاک سمجھانے ہی انتہائی بے ضرر دعوای کی بنا پر ہندوستان میں آئینی  
 اصلاحات رائج کرنے کا وعدہ لیا۔ مارنے کی کونسل نے جو اصلاحات تجویز کیں، بظاہر ان کا مقصد ہندوستان بھر  
 میں یکساں ناخندہ حکومت کی بنیاد کو مزید وسعت دینا اور اس پر ناخندہ سب سے پابندیوں کو ختم کرنا تھا، لیکن اس  
 اقدام سے برطانوی ہند کے زیرِ قدامین دستور میں مذہبی اختلافات کے گہرے جڑ ہو گئے۔

**شملہ وفد**

۱۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو برطانوی ہند کے ہر صوبے اور کئی ریاستوں سے پہنچنے والے شریف "اکال ٹرول" اور صاحب

قوت مسلمانوں پر مشتمل ایک وفد آتا تھا جس کے زیر قیادت شملہ کے دانشور ایمل ایچ میں داخل ہوا۔ منتر کا چہرہ تھا  
 امیر، شہسوار کی کا دلدادہ تھے عرف عام میں "مسٹر دانی" کہا جاتا تھا ٹھیک گیارہ بجے پاں میں داخل ہوا۔ آتا خان  
 نے ہماری ہماری اپنے ساتھیوں کا دانشور اسے سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد لاہور منتر نے ہاتھ باندھ دیا۔ ساتھ  
 چہرہ منتر کے چہرے سے چار شدہ ایک ہار ایک بھلی پر لکھا ہوا تھا "اور اس کے پیکر ٹری ہے آرا منتر  
 کو پہلے سے موصول ہو چکا تھا۔ اس ساتھ میں یہ تہنیت شملہ تھی کہ:

"مسلمان ہند نے بیٹھ جذبہ راوری اور رعایا سے مساوی منسلک ہو کر ان کے حکمرانوں کا اقتدار  
 دیکھ رہا ہے مکمل بھروسہ کیا ہے اور اس کے نتیجے میں اپنے مطالبات پر ایسے طریقوں سے زور دینے سے احتراز  
 کیا ہے جو خوف و ہراس پھیلانے کا موجب ثابت ہوں۔ لیکن ہم غلطیوں سے بچنے ہیں کہ مسلمان ہند کو  
 آئندہ اس شکار اور قدیم روایت سے آغراف نہیں کرنا چاہئے۔ حالیہ واقعات نے جذبات کو برسرِ تھپا ہے۔  
 خصوصاً مسلمانوں کی قوم ان نسل کو "شوہر" بعض حالات میں اور بعض ہنگامی ضروریات کے تحت معتدل منظور  
 اور مجید و چٹائی کی حد سے آسانی کے ساتھ باہر جا سکتی ہے۔"

اور اس تہنیت کے بڑے مضمرات سے دانشور اس کے محفل میں سے کسی پر بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔  
 "ہمیں امید ہے کہ حضور دلا ہمیں شہسوار ہی میں یہ عرض کرنے پر معاف فرمائیں گے کہ ہر دلی طرز کے  
 نمائندہ اور اپنے اہل ہند کے لئے تھے ہیں۔ حقیقت میں ہماری برادری کے بہت سے صاحب فکر نمبر سوچتے ہیں کہ  
 اگر انہیں ہندوستان کے معاشرتی "نہ بھی اور سیاسی حالات کے مطابق کامیابی سے ادا ہے تو انتہائی توجہ "وش  
 جی اور احتیاط سے کام لیتا ضروری ہو گا۔ اور یہ کہ دلی توجہ اور احتیاط کے ساتھ انہیں اپنا گیا تو یہ حد ہے کہ  
 اس سے دوسری برائیاں کے علاوہ ہمارے قومی مفادات ایک غیر ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر چاہیں گے۔"

ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے برطانوی حکمرانوں کی خدمت میں "غیر ہندو" ہندو اکثریت کے خلاف  
 ادا کی درخواست پیش کرتے وقت "قومی مفادات" کے الفاظ پہلی بار استعمال کئے گئے تھے۔ ساتھ میں  
 سرکاری ملازمت کے خیر خواہ طبقہ میں زیادہ مواقع فراہم کرنے کے لئے مسئلہ توقعات کا اظہار کرتے ہوئے مزید  
 عرض کیا گیا تھا۔ "ہم مسلمان ایک جداگانہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے کچھ انتہائی مفادات ہیں جن  
 میں دوسری برادریاں شریک نہیں۔ اور ان کو بلا ہر اس حقیقت سے قصاص پہنچا ہے کہ انہیں معتدل نمائندگی  
 نہیں دی گئی ہے۔ اس لئے ہم استدعا کرتے ہیں کہ حکومت برطانوی فائز ہندوستان کے تمام صوبوں کی گورنمنٹ  
 و ماتحت خیر و ذراستی سوسائٹیز مسلمانوں کیلئے ایک مناسب حد کا اہتمام کرے۔ تعلیم کے مواقع دینے کی وجہ  
 سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ تمام مسلم ماہرین تعلیم کی ہر تعلیمی تحریک شوق سے کرتے  
 وقت یہ کوشش دیتی ہے کہ کراہ کو برسرِ تھپا جائے اور ہم یہ سوچنے کی ضرورت لیتے ہیں کہ یہ کچھ کسی شخص کو  
 ایک اچھا گورنمنٹ ملازم بنانے کے لئے صرف ذہنی مستوی سے کیس زیادہ اہم ہے؟ "آخر میں مسلمانوں کے  
 لئے مرکزی اور صوبائی کونسلوں "پالی کورس" کے "بند بانی" اور دلائل و جہانوں کے اہل ان ہائے ہذا  
 وزیروں میں علیحدہ نشستیں مخصوص کرنے کی گزارش کی گئی تھی۔

منتر نے اس وفد کا ہر پاک خیر مقدم کیا۔ اس نے علی گڑھ اور اس کے علماء کے کراہ کو سراہتے ہوئے

انہیں "اپنے مذہبی عقائد میں بدعت، بدعادت اور حب الوطنی کے اصولوں میں حکم" قرار دیا۔ اس نے وفد کو اس دہاداری، سوج بوج اور مضبوط استقلال پر مبارکباد دی جس کا اعتقاد سیاستداروں میں فراوانی سے کیا گیا تھا۔ اس نے مشرقی بنگال اور آسام کے مسلمانوں کا اس بات پر شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے تقسیم کے دوران بری احوال پسندی اور ضبط و عقل کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ انگریز ان کے ساتھ بیٹھ اٹھیں اور مساوی سلوک کریں گے۔ چونکہ وہ عمری بنیاد پر استوار لیبل پارٹی کے جمہوری اصولوں پر یقین نہیں رکھتا تھا اور بذات خود ایک رجعت پسند وسیعہ اور تھا "اس نے" امراء کے وفد کو یقین دہانی کرائی کہ میں مشرقی نسلوں کی سرحدی جہلت اور دوامیت کے باہین مغربی دنیا کی سیاسی مشینری کا ہرگز خیر مقدم نہیں کروں گا۔

آخر میں منو نے اعلان کیا کہ "ہندوستان میں کسی ایسے طریقہ انتخاب کو شرانگیز ناکامی تصور کیا جائے گا جس کا مقصد برصغیر کی تہذیب کے اہم سے ترکیبوں میں شامل برادریوں کے عقائد و روایات سے قطع نظر منصف حق رائے دہی کو تسلیم کرنا ہو۔ مسلمان برادری کو مطمئن رہنا چاہئے کہ ایک برادری کے طور پر ان کے سیاسی حقوق اور مفادات کا اس نے انتظامیہ اوصاف میں تحفظ کیا جائے گا جس سے میرا تعلق ہے۔" وفد نے اس یقین دہانی پر اعتبار اطمینان و مسرت کے ساتھ واکس رائے کا شکریہ ادا کیا۔ دوسرے روز ان ٹی پارٹی میں وفد نے تہذیب و سنو کو یقین دلایا کہ آپ ہم محسوس کرتے ہیں کہ واکس رائے ہمارے خیر خواہ ہیں۔

منو اور اہل غلبہ منو نے اس اہم ترین کامیابی سے تعبیر کیا اور پھر آکر لڈ کر کے اسی شام اپنی حکمت کو بتایا کہ میرے خیال میں اس طرح ۳ طبقوں کو باہمی اہم و غفلت کی صفوں میں شامل ہونے سے روک لیا گیا ہے۔ نکلنے کے مشہور قوم پرست اخبار "مریت بازار پٹنہ" نے وفد اور اس کے استقبال کے بارے میں یوں تبصرہ کیا۔ "یہ ایک بے شمار کرنے کا معاملہ تھا جس کی بحال منصوبہ بندی مفاد پرست حکام نے اپنے کرداروں پر پانی بھرنے کے لئے کی تھی۔ حکام چند باہنیت سادہ لوح لوگوں سے اپنے طرز عمل کی تصدیق چاہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہندو ایسا نہیں کریں گے" اس لئے انہوں نے مسلمانوں کے رجعت پسند طبقات سے اس کام کا آغاز کیا۔" یہ دونوں اندازے سہارے ہی تھے۔ بلاشبہ وفد کے ساتھ "مسلمانوں کے لئے بدامانہ انتخاب کا۔۔۔ جو شاہراہ پاکستان کی طرف ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے" وعدہ کیا گیا "آہم شرط وفد کی کوششوں کا اصل لب لباب مسلم لیگ کی تشکیل تھی جس کا قیام سال ختم ہونے سے پہلے عمل میں آگیا۔ جنرل کو بر انجی دونوں آغا خان کے اہم میل فرقہ سے طبع ہونے تھے "مسلم وفد یا اوصاک میں ہونے والے مسلمانوں کے اجلاس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"

## مسلم لیگ کی تشکیل

نومبر میں اوصاک کے نمائندوں کا گروہ مسلم وفد خان نے جنہیں ان کی وسیع اہلاک و جاگیر کی بنا پر "نواب" کا خطاب حاصل تھا، علی گڑھ کی میونسپلٹی کا فرنس کو دعوت دی کہ وہ اپنا سالانہ اجلاس اوصاک میں منعقد کریں۔ اس کے ساتھ ہی تجویز کیا گیا کہ "مسلم آل انڈیا کانفرنس" بھی اسی شہر میں ہونی چاہئے۔ وفد وفد وفد کے دونوں میں "صاحب فرائض" تھے "آہم اوصاک کے شاہ بازار میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھنے کے لئے ۳۰ دسمبر

۱۹۹۰ء کو جو جلسہ منعقد ہوا اس کی مجلس استقبالیہ کی چیئر مین انی کے حصہ میں آئی۔ اس اجلاس نے غاموشی اور ہر سکون و صفا کو بوجھل ایشیاء کے مسلمانوں کی سیاست کا مرکز بنادیا جہاں ملک کے کوٹے سے آئے ہوئے ۵۸ مسلم مندوبین کی بڑی نمایاں سی تہ تراضی کی گئی۔

مسلم لیگ کے پہلے صدر نواب وقار الملک حلقہ حلقہ حسین (میدر آباد) نے اس طرف توجہ دلائی کہ ”مسلمان ملک کی مجموعی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ واضح رہے کہ اگر کسی بہت بڑے کے مقابلے پر ہندوستان میں انگریزی حکومت نے دی تو ملک کا اقتدار اس قوم کے ہاتھوں میں چلا جائے گا تو ہم سے قریباً چار گنا بڑی ہے۔ حضرات! اب ہم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہئے کہ اگر ہندوستان میں ایسی صورت حال پیدا ہو گئی تو ہماری پوزیشن کیا ہو گی اس وقت ہماری جان ’مال‘ عزت و آئندہ اور مذہب سب غلطو میں پڑ جائیں گے۔ اس وقت بھی جبکہ ایک مضبوط انگریز انتظامیہ اپنے شیعریں کا تحفظ کر رہی ہے ہمیں اپنے ہمسایوں کے غاصبانہ ہاتھوں سے اپنے مفادات کی حفاظت کرنے میں شدید دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ اگر تم بکھ نہ کر سکتے تو ایسا وقت آسکتا ہے کہ تم اپنے ہمسایوں کے غلام بن جاؤ۔ اور ہمسایوں کی اس خرافات کی تکمیل کو روکنے کی مسلمانوں کے پاس اس سے بڑھ کر اور کچھ کوئی تدبیر نہیں کہ وہ برطانیہ صحتی کے جھنڈے تلے خمد ہو جائیں اور اپنی جائیں اور مال اس کے تحفظ کے لئے وقف کر دیں۔“

گورنر امت پند اور ایسے وقار مسلم امراء کی بجائی ہوئی مسلم لیگ جو بڑی بے تکلفی سے اعتراف کرتے تھے کہ محض ان کی جاء کے لئے نہیں بلکہ علاج و بہود کے لئے بھی انگریزی حکومت کی طرف سے فراہم کردہ حفاظت و نگہ ر ہے قوم پرستانہ اسکولوں کا انحصار کئے بغیر وجود میں آئی۔ ”ہمیں اپنی جانوں ’اپنے اسوال‘ اپنی عزت و آئندہ اور مذہب کا خیال ہے تو ہمیں حکومت کا وقار دینا ہو گا۔ ہماری طر فوٹائی ہندوستان میں برطانوی راج سے ہماری وقاداری کے ساتھ مشروط و محصور ہے۔“ صدر حلقہ حسین نے کھل کر اعتراف کیا۔ وہ نظام میدر آباد کے ہاں ملازمت کر چکے تھے جہاں نہ سیاسی احتجاج کی اجازت تھی نہ اختلاف رائے کو برداشت کیا جاتا تھا۔

”مجھے یہ اعلان کرنے میں کوئی باک نہیں کہ جب تک کانگریس کے رہنما انگریزی حکومت اور انگریزوں کے خلاف نفرت ختم کرنے کی یہ کھلت کھنڈ کو شش نہیں کرتے تو جو بکھ اس وقت کسا جا رہا ہے اور کیا جا رہا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ سرکشی و فافرائی عام ہو جائے گی اور مسلمان ہند سے کسا جائے گا کہ وہ اس باغیانہ جذبے کی سرکشی کے لئے محض ذہنی تیج فرج کرنے کے بجائے برطانوی حکومت کے ساتھ مل کر سوشل طور پر اپنا ضروری فرض ادا کریں۔“

نواب سلیم اللہ خان نے اس اجلاس میں چار قراردادیں پیش کیں جو سب کی سب مختلف طور پر قبول کر لی گئیں ان کے نتیجے میں مسلم لیگ کی تخلیق ہوئی۔ مسلم لیگ جس کے مقصد میں مسلم ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی تنظیم اور چالیس سال سے بھی کم مدت میں پاکستان کے لئے تحریک کا طےوار بننا کھٹا ’مسلمان ہند کے سیاسی حقوق اور مفادات کے تحفظ اور ترقی نیز اپنی ضروریات اور گزارشات صوبانہ طور سے حکومت کے گوش گزار کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔ نواب آف وحا کہ نے اسے اس راستہ کا ایک موثر ادارہ۔ باہر سرسید احمد خان نے اس سال پختونخواں انگریزیشن کا غرض کی بنیاد رکھ کر مسلمانوں کے لئے مخصوص کیا تھا۔



آغا خان کو مسلم لیگ کا پہلا اعزازی صدر منتخب کیا گیا اگرچہ وہ ڈاکٹر کے انتظامی اجلاس میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے بعد میں لکھا کہ ”یہ بات وہم کی حد تک خرابی تھی کہ ۱۹۵۶ء میں ہمارے چابک تریب مخالف جناح تھے انہوں نے ہر اس کام کی ناک کے مخالفت کی جو میں نے اور میرے دوستوں نے کیا تھا“ کیا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ معروف مسلمانوں میں سے ایسا طرز عمل اختیار کرنے والے دی ایچ تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ بد اگرچہ انتخاب کا ہمارا اصول عہدے خود قوم کو تقسیم کر رہا ہے۔“

جناح ۱۹۵۶ء کے کانگریسی سیشن میں ۲۴ مسلمانوں اور قریباً ۱۵۰ ہندو پارسی اور عیسائی مسلمانوں کے ساتھ شرکت کر چکے تھے۔ اس اجلاس کی صدارت دارا بھائی نوروتی نے کی جبکہ جناح نے ان کے ٹیکڑی کے طور پر کام کیا۔ محمد سیدہ نوروتی اسے نکوڑ ہو چکے تھے کہ وہ خود صدارتی طبقہ نہیں چڑھ سکے ’’مختصہ خطہ‘‘ میں لانے میں جناح نے ہاتھ دیا۔ اس نے ان کی جگہ کو کھلنے والے وہ طبقہ چڑھا جس کے شروع میں متعدد سوال تھے۔ ایک سال میں لبرل وزیر اعظم کیلین ڈیئرین سے حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا گیا تھا۔ ’’مجھے حکومت عوام کی اپنی حکومت کا ہرگز قہار نہیں ہو سکتی۔‘‘ اس منزل کے عملی حصول کی بابت طبقہ میں ’’بڑی نیاز مندی‘‘ سے درخواست کی گئی تھی کہ ملازمتوں کے ہر شعبہ میں زیادہ سے زیادہ ہندوستانیوں کو مواقع دینے جائیں تاکہ بہت سے انگریز افسروں کو ہندوستان پر لانے کی غلطی کی گئی ہے اس کا سدباب ہو سکے۔

اس اقدام نے ہمیں دولت روزگار اور محل و شعور مختصر یہ کہ زندگی رہنے کے لئے درکار ہر اہم شے سے محروم کر دیا ہے۔ یار بھائی کی عہدہ ہندوستانی کو سرسبز میں لگا دیا اس سارے علاقے میں سب سے اہم ہے۔ ہائی تھانوں سے تعلیم کو لوگوں میں ختمی کے ساتھ بھلا نا ضروری ہے یہ انگریز تعلیم مفت اور لازمی ہونی چاہئے۔ نیز ہر قسم کی مفت اعلیٰ تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔ ایک طرف تعلیم ’’دوسری طرف انتظامی امور کی عملی تربیت اتنی تیزی سے حکومت خود اختیاری کے قیام کو یابہ تکمیل تک پہنچا دے گی کہ بہت سے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔‘‘

دارا بھائی کی تقریر جس میں مارلے کا بار بار حوالہ دیا گیا تھا ’’مفت‘‘ کے مقدس لفظ کے مساوی ’’سب سے بے ضرر‘‘ ایک جو کسی انسان کے سینے کو گرم رکھ سکتی ہے۔‘‘ کے الفاظ درج تھے۔ مسٹر جناح نے جس وقت انہیں پینٹل کانگریس کے پلیٹ فارم سے اپنی تیسویں سالگرہ منائی تو ان کے دل میں مذکورہ بالا نوعیت کی انگلیں اور خیالات موجزن تھے۔ اس تقریر میں مختصر یہ نکال کو ’’گلیڈ کی ناش صافقت‘‘ قرار دیا گیا تھا۔ تاہم دارا بھائی اس پر دیکھتے تھے کہ انتخاب کے ذریعے اس کی بھی کرائی جا سکتی ہے۔ تقسیم کے بعد مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین برہمن ہونے واسطے کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ۔

’’جملہ مذہبوں اور طبقات کے ہندوستانیوں کے مابین مضبوط سیاسی اتحاد ہونا چاہئے۔ میں اس کے لئے ہندوستان کے لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ یہ ان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ان میں ملاصورت ہے۔ قوت ہے اور کچھ وجہ ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ اور زندگی کے تمام شعبوں میں اپنا جائز حصہ حاصل کر سکیں۔ سرکاری ملازمتیں ان کا حصہ ایک اپنی حصہ ہیں۔ سرکاری ملازمتیں سب جگہ نہیں۔ ایک بار حکومت خود اختیار مل جائے تو سب کے لئے خاص طور پر عملی ہو گی اس سے پہلے نہیں۔ اس لئے اپنی بہات کے لئے تمام لوگوں کا مضبوط اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ انہیں اکٹھے ڈرنا چاہیو ہے۔ انکے بغیر تمام کوششیں بیکار ہونگی۔‘‘

## خوبصورت قلمی خاک

مشرع جی اس عرصے کے دور میں جس قدر سیاسی جلسوں میں شریک ہوئے۔ وہاں قومی اتحاد کے لئے آواز اٹھاتا بلکہ جس کی بناء پر انھیں "ہندو مسلم اتحاد کا سچا سفیر" کہا جانے لگا۔

مشہور شاعر سید جنتی ٹانڈو سے جنھیں ان کی خوش آواز کے سبب "بلبل ہند" کہا جاتا تھا، مشرعی کی پہلی ملاقات ٹکٹ کے اسی سیشن میں ہوئی۔ جب وہ ایک ابھرتے ہوئے وکیل اور مستقبل کے سیاست دان شمار ہونے لگے تھے۔ ٹانڈو کے بھیل وہ جذبہ حب الوطنی سے پوری طرح سرشار تھے۔ ہندوؤں کی مسودہ کن وضع قطع اور کیا پروجیکٹ ہزاروں سے بہت حادث ہو گئیں۔ انہوں نے نوچ ان جناح کا ایک بہت سی بصیرت افزا دھمکی خاک ہوں کہنا ہے۔

"طویل جست اور پرواز، تمام انتہائی دہلا چکا، عادت کے لحاظ سے بہت سے رفتار اور پیش پند، "ٹھہری جناح کی لیفٹ قبضیت پر غیر معمولی قوت حیات اور برداشت کا مظاہرہ تھیں وہ چاہو اسے۔ ایک حد تک قاعدے قانون کا پابند، "نازک مزاج" اندوے تھائی پند اور ٹھکانہ انداز کا ناک وہ غامض شخصیت اور کم آمیزی کا خوراکر ہے لیکن جو اسے جانتا ہو اس کے لئے یہ سب مصنوعی غلب ہیں۔ وہ ایک کھرا اور سرگرم انسان، "تیز و جان کا حامل اور صورت کی طرح نرم و نازک"، زیادہ دل و خوش طبع اور بچے کی مانند دلکش، "داخلی معنی کے اعلیٰ ترین معیار پر پرواز کرنے والا اور باعمل انسان"، اندازہ لگانے اور زندگی کو تسلیم کرنے میں ہوشیار و غیر جانبدار، اس کے باوجود قدر کی ظاہری حالت سوشل طور سے شریکی اور شاندار اصول پرستی کو چھپانے ہوئے ہے۔ "نئے انسانیت کا اصل ہو کر نکلتا ہے۔"

## ہندو مسلم اتحاد کے لئے مساعی

جناح ٹکٹ سے ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دینے کے مطن میں کامیابی کی بہت سی توقعات لے کر لوٹے آئے چند ہم عصروں کی طرح انھیں بھی احساس ہو گیا تھا کہ سوداچ کی اس حوال تک پہنچنے کے لئے جسے کانگریس نے اپنا لیا ہے، "ایسا اتحاد کس قدر ناگزیر ہے بلاشبہ وہ اس بات کو سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ کہ اس کے ورا بھائی "فیروز شاہ اور گوٹھلے جیسے اتحادی پند سر سوتوں اور دوستوں کی کانگریس کے لیڈروں کی حیثیت سے کامیابی کا واحد انحصار ہو کر دستوری قوی اہل پر ہے، "دوہری اقلیتی حیثیت کے ذریعے اس کا حصول ممکن نہیں۔ وہ ہر قسم کی شک نظری اور علاقائی تعصبات سے بالا تر ہو گئے تھے جدید لباس میں ایسا ٹیکسٹریٹ پیرو بھی گئے جس کے ذہن میں برک، "مل خود مارنے کے بلکہ ترجیح خیالات کو بچنے رہنے اور دل کو گمانے رہتے تھے۔ کانگریس کا قومی سیاسی پلیٹ فارم اب ان کے لئے ناچار اعلیٰ انتخابی بن گیا تھا۔ جو بھٹی کے ہاتھ لوٹ سے "عظیم تر امور زیادہ دل دلائے والا تھا۔ لندن سے واپس آنے کے بعد دس سال کی محنت میں وہ "محکم بنی بنی" خصوصی حکومت کے ظاہری وارث کی حیثیت اختیار کر گئے۔ جو کانگریس کی بہت رفتار سیاسی نقل گاڑی کو بانک کر تواری کی سوجھ بھڑ میں تک لے گیا۔

کانگریس کے اندر ایک اور زیادہ سرگرم آنکھیں گرپ نے جس کی قیادت سدا اشکر کے لوگابہ پالی محکا دم  
 ٹک اور نکال کے آتش مزاج جیسے چند پال کے ہاتھ میں تھی 'سرمحال ہندوستان کی سب سے بڑی قوم پرست  
 عظیم پرستندہ حاصل کرنے کے لئے استعمال پسند بڑے کانٹوں سے گرلی۔ اگرچہ گوگلے اور ٹک دونوں نے  
 پونا میں اسٹے تنظیم حاصل کی اور قوی خدمت میں بھی ایک ساتھ کام کر چکے تھے 'تاہم ان میں کئی لحاظ سے  
 خصوصاً سیاسی حروں اور فلسفے کے لحاظ سے بہت اختلاف پایا جاتا تھا لوگابہ اور اس کی نئی جماعت مارے کی  
 موجودہ اصلاحات پر یقین نہیں رکھتی تھی یہ لوگ کسی کام کے لئے انگریزوں کی دفتری حکومت کے سامنے  
 "خدا رات یا گزادشات" پیش کرنے کے خلاف تھے۔ پانکٹ ان کا سب سے بڑا اعتبار تھا۔ وہ پہلے مشعلی کپڑے  
 اور بنی ہوئی دوسری دکانی اشیاء بعد ازاں قلم برطانوی لوازموں بشمول اسکولوں 'بھارتیوں اور کونسلوں کے  
 پانکٹ پر زور دیتے تھے۔ ان کے پانکٹ کی دوسری اقتصادی شق کا مقصد عملی صنعت خصوصاً سوئی کپڑے کو جسے  
 ہاتھ سے بنا اور مشین کے ذریعے تیار کیا جاتا تھا "تزیں دیا تھا۔ انہوں نے سودا (حکومت خزانہ) کو اپنی  
 محل قرار دیا 'لیکن جس قسم کا سودا وہ دیکھتے تھے وہ انگریز شہریوں کا وہم بدل نہیں 'بلکہ ہندوستانوں کو عمل  
 طور پر آواز کرنے کا مطالبہ تھا۔ ٹک نے لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کے لئے جن میں زیادہ تر ان پڑھ کسان اور  
 شہروں کے مزدور تھے 'جن مطالبوں کو قبول دیا کر اپنی تحریک کو آگے بڑھایا وہ ہندو ازم کے مذہبی محرکات اور  
 ملاقاتی باستانوں سے ملوث تھیں اور عام طور سے مسلمانوں اور دیگر برادریوں سے پریشانی کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ  
 صرف ہندو جیروں کو خوش کرنے کے لئے استعمال کی جاتی تھیں۔ سوچ 'موجودہ انگریز حکام نے اس المیہ کوئی  
 اپوزیشن کی آواز دہانے کے لئے اندامی ذمہ دار آنا نہیں جو بیکار ثابت ہوئیں 'جدارے قوم پرستی سے ٹکے کے  
 اس طریقے کو "زنگوں کے لئے گولیاں" دینے سے تعبیر کرتا تھا۔ زیادہ تر لیڈروں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال  
 دیا گیا۔ جن میں منجانب کے ایک سے 'مجاہد' کار لا بہت رانے بھی شامل تھے۔ انہیں ۱۹۰۷ء کے موسم بہار میں  
 برقی گرفتار کیا گیا 'وہ قوی جیروں بن گئے خدا رات سے زور کو حکومت نے برقی جہاز میں سوار کرا کے انہیں  
 ہانڈے (بٹا) بھیج دیا جی ہاں نے کانگریس کے بے صدر کے لئے کار لا بہت رانے کا نام تجویز کیا جبکہ فیروز شاہ  
 اور گوگلے دوسرے امیدوار ڈاکٹر دیش بھاری گھوش کے حق میں تھے جو ٹکے کے آدمیانی طبقے سے تعلق رکھتے  
 رانے ایک مسلم تھے۔

یہ گھوڑ پندی جس نے کانگریس کو آٹھ دس سال تک دو گھروں میں بانٹ رکھا '۱۹۰۷ء کے سورت سیشن  
 میں دھماکہ کی شکل اختیار کر گئی۔ یعنی کے بعد کانگریس کا میزبان بننے والا سر سورت استعمال پسند قیادت کی طاقت  
 کا سب سے مضبوط گڑھ اور گہرائی کی تہارتی دولت کا مرکز تھا۔ سرفراز شاہ کو یقین تھا کہ وہ سورت کے اجلاس  
 میں امن قائم رکھ سکیں گے۔ اور کوئی کڑی نہیں ہوگی۔ سرمحال انہوں نے ٹک اور اس کے جیروں کے جذبات  
 کا فائدہ اٹھا دیا تھا۔ دوش بھاری گھوش جو نئی صدارتی خطبہ پڑھنے کے لئے کانگریس کے پڑاں سے دوسرے کی  
 طرف بڑھے 'ٹک نے چلا کر کہا۔ "پراکٹ آف آرور" اس نے کار لا بہت رانے کا نام بطور امیدوار پیش کرنے کی  
 بہت اپنے ارادے کا اظہار پہلے ہی کر دیا تھا۔ تاہم پلیٹ فارم پر سے کسی نے اس کی بات نہ سنی۔ اس کے باوجود  
 ٹک باز نہیں آیا۔ وہ خود پلیٹ فارم پر چڑھ گیا اور دوسرے کی طرف رخ کیا۔ کانگریس کے نوجوان رضا کاروں نے

اسے روکنا چاہا تاہم کوئٹے اپنے پرانے ساحلی کے دفاع میں تیزی سے آگے آگیا اور حاکمی نظام کے طور پر ملک کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ زیادہ تر متحدین اٹھ کھڑے ہوئے اور بیچ لیتے تھے اور طرح طرح کے اشارے کر رہے تھے۔ کئی مہینے تک ایک اکڑا ہوا سپر زور سے اسٹیج کی طرف پھینکا ہوا فیوز شاہ اور بنگال کے مسز اور ہر دلعزیز و ہنسا سرید و ناتھ جی رہتی کو لگا۔ اس سے ہر طرف ایک لہلہاٹ مچی گئی اور غل ملہاڑا ہونے لگا۔ مجبوراً پولیس کو طاقت کے شامیانہ خالی کرنا پڑا۔ کانگریس اگلے سال تک باہر بکھری ہوئی تھی اور پندرہ سالہ انقلابی گردہاں میں غل مچی رہی۔ جن میں سے ہر ایک دعوئی کرتا تھا کہ ہندوستان کی قومی تحریک کی واحد اور جائز وارث وہی ہے۔

سورت کی گروہ بندی کے بعد اٹھکھیروں کی طرف سے دہشت گردانہ سرگرمیاں اور سرکار کی طرف سے اندولوں کا رد و نیاں بہت زیادہ ہو گئیں۔ ملک کو ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں گرفتار کر لیا گیا اس پر پتا ہے شائع ہونے والے اس کے اپنے مقبول عام اخبار "کیرنی" کے ادارتی کالموں میں "بائیانہ تقریریں" شائع کرنے کا الزام لگایا گیا۔ ملک نے اپنا مقصد لانے کے لئے جہاں کو اپنا دیکھ لیا۔ جہاں نے کمال جرات و ہمتی سے دھاک چل چلی تھی تاہم یہ سب بیکار ثابت ہوئے کیونکہ انگریز بیچ ملک کے بارے میں مقدمے کی حمایت شہرہاں ہونے سے پہلے ہی اپنا ذہن بند کر چکا تھا اگرچہ جہاں کے دھاک کے اس کے کاتوں پر جوں تک نہ رہ سکی۔ لیکن اس نے ہمیشہ قانونی دہان جہاں کی ذہانت اور قوی لیڈر بننے کی صلاحیت کا اعتراف کیا۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو ایک ایسی سیاسی پارٹی کے لیڈر کا جو اس کی جماعت کے خلاف بھی مقدمہ لانے سے کسی ہمانے انکار نہ کرتا۔ لیکن جہاں نے نہ صرف اس بزرگ موضوع پر ملک کا ساتھ دیا بلکہ ۱۹۴۹ء میں بغاوت کے ایک اور الزام کے تحت چلنے والے مقدمے میں بھی اس کی وکالت کی اور کامیاب رہے۔ یوں انہوں نے ہندوؤں کے اس عظیم رجعت پسند دھماکوں کو نہ صرف اپنا کمون انسان بنایا۔ بلکہ اس سے بہت بھری حتمیں و حقائق بھی حاصل کی۔

## مرکزی مجلس دستور سازی رکھت

مجلس دستور ساز کے لئے ہارے اور منتوی تجویز کردہ اصلاحات میں ایذا و افسرانے کی توسیع شدہ امپیریل کونسل (کابینہ) میں ہدایتان طرز پر منتخب ہونے والے چار مسلمانوں کو نامزد کی دینے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ لیکن ۱۹۴۸ء میں جب اس بل کو قلعی شکل دی گئی تو ساتھ اور انہیں کی مرکزی مجلس دستور ساز میں مسلمانوں کے لئے چھ نشستیں رکھی گئیں۔ کونسل کے نصف سے زائد ممبر انگریز تھے "طاہر ازیں منٹو نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ مسلمانوں میں سے کم از کم ۱۰ اضافی ممبر اپنی مرضی سے مقرر کرے گا۔ اگر انہیں مخصوص طبقے ہائے نیاہٹ ظلم زمینداروں اور بلدیاتی اداروں سے منتخب نہ کیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں کو وائسرائے کونسل میں ۲۸ میں سے ۸ نشستیں مل جائیں گی جو چار دسے ملک میں ان کی آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ ہوگی۔ ۱۹۴۹ء تک خود منٹو "مسلمانوں کو دی گئی زیادہ نمائندگی" کی شکایت کرتا تھا۔ ہارے جواب میں کہتا تھا۔ "یہ آپ کے مسلمانوں کے قاتلو و ملامی کے بارے میں وہ بدلی تقریر تھی جس نے انہیں ایسا کرنے پر اکسایا۔" تب سیکرٹری آف سٹیٹ بھی اس امر کا قائل ہو گیا کہ یہ بات کچھ میں آنے والی ہے کہ ہمیں ایسے منصوبے بنانے چاہئیں جتنے درجے

مسلمانوں کو ناراض کئے بغیر ہندوؤں کو خوش کیا جائے۔ اگر ہم دونوں کو ناراض کرنے سے بچ جائیں تو بڑے خوش قسمت ہوں گے۔"

جب کانگڑا انتخاب کا کار سولا جسے شروع شروع میں مسٹر جناح نے قومی مصلحت کے تحت مسترد کر دیا تھا بعد ازاں مسلمانوں کو علیحدہ نشیہ کے متعلق ان کے ذاتی شعور و ادراک کو ترقی دینے کا سہجہ بن گیا۔ مسٹر جناح ان پہلے چار مسلمان ممبروں میں سے ایک تھے جن کا انتخاب خصوصی بنیاد پر عمل میں آیا تھا وہ ۱۹۴۰ء میں بمبئی کی مخصوص مسلم نشست سے مرکزی مجلس دستور ساز کے رکن منتخب ہوئے۔ پچیس سال کی عمر میں آغا جہا قوی اعزاز پانے والے وہ سب سے کم عمر ممبر تھے انہوں نے مسلم لیگ میں اس کے تین سال بعد شمولیت اختیار کی۔ ان کے انتخاب کی داستان بڑی پر لطف اور دلچسپ ہے۔ مرکزی کونسل کی اس نشست کے لئے بمبئی کے دو مسلمان امیدوار تھے۔ دونوں سرکاری خطابات اور دینی دولت سے مالا مال۔ ہر ایک کو نسل میں جانے کا خواہش مند لیکن دوسرے کے سرکار و دیاد میں اثر و رسوخ سے خائف۔ بڑے غور و فکر کے بعد دونوں نے طے کیا کہ ان میں سے کوئی بھی انتخاب نہ کرے اور ایسے شخص کو کرا لیا جائے جس کے ذریعہ معاملہ قومی "اصابت" رائے اور سیاست دانوں کو ہمارے ہوں۔ یوں قمر علی مسٹر جناح کے نام لکھا اور وہ بلا مقابلہ منتخب قرار پائے۔

یہ خفیہ کامیابی جناح کو گونگھلے گروپ میں لے گئی۔ اس گروپ کی بمبئی سے "جنرل سیٹ" پہلے فہرست شدہ کے پاس ہوئی تھی۔ اس طرح ہندوستانی حکومت کے دستور پر کار مرکز پہلے نکلے اور شملہ میں دیا بھڑا ملی آیا۔ جناح کے اہم ترین اور سب سے طاقتور انجیلوں میں سے ایک بن گیا۔

## لیگ کے منشور میں تبدیلی

مارلے اصطلاحات کی بدولت طاقتور انتظامی کونسلوں وائٹ ہال اور نکلے شملہ دونوں جگہ ہندوستانیوں کو لڑائی کی لئے لگی۔ پہلی بار ۱۹۴۰ء میں نیکریری آف نیشنل برائے ہند کی کونسل (وائٹ ہال) میں دو ممبر مقرر کئے گئے۔ ان میں سے پہلے ہندوستانی ممبر لارڈ اٹکس بی سنا تھے۔ انہوں نے ۱۹۴۱ء میں یہ منصب سنبھالا۔ وہ ہندو انکس کے لحاظ سے برہمن اور جناح کی طرح ہر سٹریٹز کانگریس کے اعتدال پسند لیڈر تھے۔ ۱۹۴۰ء میں ان کی پچیس برسے ندیوں پر تھی۔ اس لئے شروع میں وہ مذکورہ منصب قبول کرنے پر تیار نہیں تھے کیونکہ اس طرح ان کی سالانہ آمدنی میں ہزار ڈالر کم ہو جاتی۔ تاہم جناح اور گونگھلے نے انہیں ملک و قوم کے لئے اتنی بڑی مالی قربانی اپنے پر راضی کر لیا۔ اس معاملے میں جناح نے ہر کردار لڑا کیا وہ بھی ان کی اس اصول کے ساتھ مضبوط وابستگی کی دلیل ہے کہ ہر کام کے لئے صلاحیت کے لحاظ سے معجزہ امیدوار تلاش کیا جائے خواہ وہ کسی نسل، ذات اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ مسلم قائدین نے ایک ہم مذہب قانون دان کے لئے صم چٹائی تھی ۱۹۴۸ء کے لئے مسلم لیگ کے اہم ترین پیشی کے صدر سید علی امام خود بھی لندن سے فارغ ہر سٹریٹ۔ انہوں نے ۱۹۴۸ء میں لارڈ سنا کے مستحق ہونے کے بعد ان کی جگہ لی۔ اس طرح تمام انتظامی تقرریوں میں ہندو مسلم متبادل امیدواروں کی باہمی اور بعد ازاں فرقہ وارانہ مساوات کی روانہ قائم ہو گئی۔ مسلم لیگ ابتداء میں مسلمانوں کے سب سے

اہم مسئلہ۔ بد امکانہ انتخاب۔ سے الگ تھلک۔ تمام حیثیوں کے ساتھ اپنے اس بنیادی اصول پر بھی رہی کہ ہر اہم سرکاری اساسی کے لئے مسلمان امیدوار کا نام تجویز کیا جائے دو سری طرف کانگریس نے اس اصول کو بیحد قوی اور جمہوری مقاصد کے خلاف سمجھا۔ جیسا کہ مارنے جیسے انتقال پسند انگریزوں کی رائے بھی یہی تھی کہ مذہبی بنیاد پر اندراج خواہ کوئی مسلمان ہو یکمیتوں کو یا کالونی فٹ ہو 'بصر حال ایک جدید سکولر قوم کی مساوی بنیادوں کے لئے خطرناک طور پر نقصان دہ ہے۔' ہر مضر جناح اس بات پر اسی قدر یقین رکھتے تھے جتنا کہ مارنے اس کا قائل تھا۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۰۶ء میں کانگریس کے الہ آباد سیشن میں ایک قرارداد کی تائید کی جس میں کہا گیا تھا۔ "یہ اجلاس سے نپیل کمیٹیوں "اسٹریٹکٹ بورڈز یا دیگر مقامی اداروں کے لئے بد امکانہ کیوں قابل انتخاب کے اصول میں توسیع یا الحاق کو سخت مایوس کرتا ہے۔"

مقتضی طور پر جناح نے منزل کو نسل کا مہر بننے کے پہلے سال سب سے آخر میں تقریری۔

## تیسرا باب۔ کلکتہ — سرگرم سیاست (۱۹۰۵-۱۹۰۶ء)

۵ مارچ جنوری ۱۹۰۵ء کو آرمیبل مسٹر ایم اے جناح نے ۳۰ ممبران پر مشتمل مجلس دستور ساز میں "بھینٹی کے مسلمان رکن" کی حیثیت سے طلب کیا جس کا اجلاس برطانوی ہند کے دار الحکومت کلکتہ میں منعقد ہوا تھا۔ لارڈ ولنگٹن کے ایک مدعی سے دائرہ عرصہ قبل فیروز کردہ عمل میں واقع مجلس کے پرانے مجبور کو اس تاریخی اجلاس کے لئے گمازہ گمازہ چکایا گیا تھا۔ لارڈ منٹو وائسرائے ہند نے اپنی حکومت کے منتخب مشیران کو جن میں گوگلے، موٹی لال سہو، سر پھر ناتھ، جی جی اور ایم اے جناح شامل تھے خطاب کیا تو ان پیش قیامت پر شاگوں میں لباس اور ہوا ہوا پتے ہوئے مسلمانوں سے چوری طرح بھرا ہوا تھا۔ منٹو نے اپنے انتخابی خطاب میں قریح ظاہری کہ "مجھے یہ باور کر کے چلی سرت ہو رہی ہے کہ توسیع شدہ کونسل — ہندوستانی عوام کو ان اقدامات کے نفوس ہونے کی بات یقین دلانے میں پیش قدمی کرے گی جنہیں شروع کرنا ہم مناسب سمجھیں گے۔"

## منٹو سے جھڑپ

منٹو کی ان مصمم واقعات پر جلد ہی پانی بھر گیا جس کا تعلق معاہدہ کے تحت ہندوستانی مزدوروں کی جنوبی افریقہ کو برآمد کے قوی حائل سے تھا 'جناح افسانہ خیال کرنے کے لئے پہلی مرتبہ کھڑے ہوئے اور وائسرائے سے ایلہ پڑے پچھلے سال فرانسواں میں گاندھی جی کی زیر قیادت چنے والی تہ گرو (ہندو تھانوں) تحریک کو پھیلنے کے لئے یہ تھک دوا کر گیا تھا "اس نے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک قومیت کی سرور ڈاوی تھی۔ اس سطح میں کانگریس نے ایک قرارداد منظور کی 'جس میں حکومت پر زور دیا گیا تھا کہ جنوبی افریقہ کے کسی علاقے کے لئے فیصلے پر ہندوستانی مزدوروں کی بھرتی پر پابندی لگائی جائے اور وہیں کے حکام کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے' جیسا کہ ہندوستانی مذاہات سے کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ کونسل میں ۲۵ فروری کو زیر فور آیا۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "یہ سب سے زیادہ دردناک مسئلہ ہے۔۔۔ ایسا مسئلہ جس نے اس بدسلوکی اور ظلم و ستم کی بناء پر جو جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں پر ادا کیا جاتا ہے 'تمام طبقات کے لوگوں کی برہمن

اور خوف و رعب کے جذبات کو احتمالی درجے پر پہنچا دیا ہے۔" ملو نے "خلعانہ سلوک" کے الفاظ استعمال کرنے پر مسٹر جناح کو نوکتے ہوئے کہا کہ "یہ الفاظ اتنے سخت ہیں کہ ان کی کونسل میں برقی ایپارٹ کے ایک دوست ملک کے خلاف استعمال نہیں کیے جاسکتے۔"

"مالی لاؤ" میں اس سے زیادہ سخت زبان استعمال کرنے کی توقع رہا ہوں۔ تاہم میں اس کونسل کے دستور سے بخوبی آگاہ ہوں اور ایک لمحے کے لئے بھی اس سے انحراف نہیں کرنا چاہتا۔ پھر بھی میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہندوستان کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ سخت ترین ہے اور اس راسخے پر پورا ملک حائل ہے۔"

فقروں کا یہ مختصر ماحولہ جناح کے کمرہء الت نیز کونسل کے چیمبر میں بحث کے اسلوب کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ بحث اپنی اعتدال سے الفاظ پہنچنے اور ایک دھکے کے ہوئے الفاظ ہرگز نہیں دہراتے تھے۔ ان پر تنقید کرنے والے کو خواہ وہ جیتوتا "واٹر اسے ہوتا یا چنڈت" اپنے کسی بھی لمحے کے جواب میں عموماً فرسودہ کرنے والی زبان میں کوڑے سینے چڑھتے۔ وہ بالکل ہی سرزنش پر بھی خاموش نہیں رہتے تھے۔ وہ اپنے اسرارے کی مانند تجر دماغ اور الفاظ کو دلیل اور قسم و فرست کے اس کٹھن چھبیا دلوں پر دگڑنے جنسین ناقدین کے خلاف ہونے کارانا محصور ہوتا۔

مسٹر جناح کے اس جواب سے لاؤ ملو غور و فکر ہو گئے اور ان سے کوئی جواب بن نہ چا۔ اسی سال "مسٹر ملو" واپس چلے گئے۔ ایک اور لیبل دار سر چارلس بارڈنگ اس کا جانشین بنا۔ وہ جناح کے سب سے بڑے سرکاری مددگاروں میں سے ایک بن گیا۔ تربیت کے لحاظ سے ملو ملو بارڈنگ کی مخالفت آمیز اور اہانت نے ٹھٹھ کی کونسل میں شائستگی اور ذہنی داری کا نیا انداز قائم کیا۔ اسے ہندوستان کے لئے جان مارنے کے چنا تھا۔ لاؤ گچر نے ان دونوں انڈین آری کا سپہ سالار ملو تھا "واٹر اسے بننے کے لئے زیروست مہم چلا رہا تھا" تاہم مئی ۱۹۳۰ء میں انڈیا ورڈ ایلم کی موت نے اسے ایک انتہائی طاقتور حلیف سے محروم کر دیا۔ مارلے نے شامی تدفین کے موقع پر بارڈنگ کو ہندوستان کا واٹر اسے بننے کی پیشکش کی تھی۔ ملو واٹر اسے نے ٹھٹھ پہنچے ہی جلد محسوس کر لیا کہ بنگال کی تقسیم اس کی مصلحت کے بعد سیاست میں ضعف و ذہنی پیداکرنے کا موجب بنی ہوئی ہے۔ وائٹ ہال میں مارلے کے جانشین لاؤ کرسو سے اس کی پہلی اہم پالیسی ملو شہر پر تھی کہ بنگال کو متحد کر دیا جائے اور اس کے ساتھ جماد اور انڈیا کے جداگانہ صوبے قائم کئے جائیں۔

## او قاف مل

عام مارچ ۱۹۳۱ء کو جناح نے قانون سازی کے لئے اولین اقدام کے طور پر مسلم او قاف کے جواز کا مل پیش کیا جو دو سال بعد ہندوستان کی تاریخ میں غیر سرکاری تحریک پر منظور ہونے والے سب سے پہلے قانون کی شکل میں سامنے آیا۔ لندن کی پریسی کونسل نے دفعہ کی ہوئی ہائیڈرو میں سے ہر کے متعلق وصیت کو ناجائز قرار دے دیا تھا اور آخر کار ۱۹۳۱ء میں مذہبی تفریق او قاف کی دلائل کا قانون بن گیا۔ جناح نے اس فیصلے کو قانونی طور پر بدلنے کا مطالبہ کیا اور اسے اسلامی شریعت کے بنیادی اصولوں کے مطابق قرار دیا۔ قانون وصیت جناح کے لئے سب سے زیادہ محنت بھری نظم اور قانونی دلچسپی کا خصوصی گوش بن گیا جس کے وہ کم از کم ۱۹۳۱ء تک مسلم اشریت ماہر رہے۔ جس کی تصدیق پہلے کی جلدوں میں مکتوبات ۱۸۸۸ء تا ۱۹۳۱ء تک "وصیت کا مذہبی قانون"

کے زیر عنوان عرب کہہ رہے تھے جو ان کے پہلی گھراؤ پر میٹن کراچی کا بھری میں اب بھی موجود ہیں۔ وصیت کے مسئلہ میں ان کے سوگھوں میں ہندوستان کے امیر قریب خواب شامل تھے جن میں نظام حیدر آباد خواب، بھوپال اور رامپور آف محمود آباد کے نام قابل ذکر ہیں۔

جس طرح تقسیم بنگال مسلم لیگ کی تخلیق کا ایک اہم سبب بنی تھی اسی طرح دسمبر ۱۹۰۵ء میں دوبارہ دلی کے موقع پر اس کی تئیںج کے اعلان نے زور دار جھٹکا کر اس جماعت کو اپنی طوکیٹ ہندی کی پختہ حالت ترک کرنے پر مجبور کر دیا۔ خواب آف دھاکہ نے برطانیہ کی طرف سے اس تئیںج کو حکومت ہندی کا ٹھہری "مٹا ہری" کے سامنے سیر اندازی پر محول کیا اور اس اقدام سے تمام ہندوستان کو یہ نیا پیغام ملا کہ "ہم نہیں تو کوئی نوازش نہیں"۔ تقسیم کو منسوخ کرنے کے ساتھ ہی خارجہ ٹیم نے برطانوی ہند کے لئے ٹکٹ کے بجائے دلی کے تاریخی مقام کو دار الحکومت قرار دینے کا اعلان بھی کیا جہاں ایک نیا شہر تعمیر کیا جائے والا تھا۔ دلی مسلم سٹوڈنٹس اور مسلم عکرموں کا پایہ تخت رہ چکا تھا جنہوں نے لوائل تیرہویں صدی سے ہندوستان کے اکثر ویشتر حصوں پر حکومت کی۔ یہ شہر شاہی ہندی مسلم آبادی کا ادارہ تئیںج لواردوں کا مرکز اور تاریخی یادگاروں کا گہوارہ اور "آگرہ" دلیہ ہند "علی گڑھ اور ٹھٹھہ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو جب لاہور بارانگ باغی پر سوار ایک شانی جلوس کے ساتھ چاندنی چوک سے گزر رہے تھے تو دلی ان کا قبرستان بننے بننے رو ٹیک ان کے ہورہ میں ایک بم آکر پٹا جس سے ان کا ایک ٹانغا ہلاک ہو گیا اور بم کے ایک ٹکڑے نے دائرے کی پشت چر ڈالی اور ان کے کندھے کا پٹا صاف غر آنے لگا۔ ہندوستان کے قبول ترین دائرے لواردوں میں سے ایک کے ہونے والے قاتل کا بھی سراغ نہیں ملا۔

## مسلم لیگ میں شرکت

بنارس نے دسمبر ۱۹۰۵ء کا ٹھہری کے سالانہ اور مسلم لیگ کے کونسل اجلاس میں شرکت کی۔ یہ دونوں ایک پر کے مقام پر منعقد ہوئے تھے۔ اگرچہ ابھی تک انہوں نے مسلم لیگ میں باقاعدہ شمولیت اختیار نہیں کی تھی تاہم انہیں اس جماعت کی کونسل کے اجلاس میں ایک قرار دوا کی حمایت میں بولنے کی اجازت دے دی گئی جس کی رو سے لیگ کے تمام میں ایک سے متحد "حکومت خود اختیاری کے ایسے تمام کا حصول جو مسلمانوں کے لئے سودوں ہو" دستور دارائج سے ہونے کا لایا جائے گا۔ موجد انتظام حکومت میں بتدریج اصلاحات کی چائیں گی۔ اعلیٰ ہند کے درمیان قومی اتحاد کو ٹھہری اور اسی جذبہ کو ترقی دی جائے گی۔ نیز دیگر اقوام سے اشتراک و تعاون کیا جائے گا۔ کو شامل کرنا مقصود تھا۔ چند ماہ بعد وہ ٹھٹھہ گئے اور سرسواتی ناٹھو کے ساتھ لیگ کے بڑے اجلاس میں بحیثیت مصلح خصوصی شرکت کی۔ اس اجلاس میں لیگ کے لئے زیادہ معتدل مشورہ حکور کیا گیا۔ اس موقع پر صدر جلسہ میاں محمد قنچ نے نیا دستور پیش کرتے ہوئے کہا تھا: "ہم یہ خیال کرنے میں اپنے آئینہ دوست مسٹر محمد علی جناح سے پوری طرح متفق ہوں کہ کونسل کے تجویز کہ طریق کار کے علاوہ کسی اور طریق کار کو اپنا ادارہ نشندی نہیں ہوگی"۔



لیگ کی پہلی قرارداد کے ذریعے مسلم اوقاف کے گھونہ قانون کو مرکزی مجلس دستور ساز سے منظور کروانے پر مہاراجہ دی گئی تھی۔ ایسے پرچاک خیر مقدم کو دیکھ کر جٹان ان ایلیں کو رو نہ کر سکے جو ان سے مسلم لیگ میں شمولیت کی خاطر بار بار کی جارہی تھیں۔ اس سلسلے میں لیگ کے سیکرٹری سید وزیر حسن اور پان اسلام ازم تحریک کے سرگرم لیڈر نیز دو زماں "کامیو" کے ایڈیٹر مولانا محمد علی جوہر نے اسی سال لندن میں ان سے ملاقات کی اور قوی مقاصد کے جلد حصول کے لئے لیگ میں شامل ہونے پر زور دیا تھا۔ چنانچہ مسز جٹان نے ۱۹۳۳ء میں لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔ تاہم بدلتی اس شرٹ کا اعلان کیا: "مسلم لیگ اور مسلم مقاصد سے میری وفاداری کسی طرح اور کسی وقت اس بڑے قومی مقصد سے بڑھ کر کسی کامیو نہیں بنے گی جس کے لئے میری زندگی وقف ہے۔"

## سفر انگلستان

اپریل ۱۹۳۳ء میں مسز جٹان اور گوگٹلے بمبئی سے لورڈ ہل کے لئے روانہ ہوئے تاکہ وہاں بارزا مسٹنگس "ایڈر سیکرٹری فار ٹیٹل و چیئرمین رائل پبلک سروس کمیشن جس کا ایک رکن راجسے میکڈونلڈ بھی تھا" سے ملاقات کر کے بعد ستائش کے مطالبات سے آگاہ کر سکیں۔ ان کا یہ تقریبی دورہ ان کے دو مہینہ دارم تعلق میں ملاقات کا طویل ترین وقفہ ثابت ہوا۔ لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی ان موضوعات کا کوئی رپکارڈ نہیں رکھا جس پر ان کی بحث ہوئی۔ تاہم ان میں کمیشن کا ایجنڈا "ہیزل کونسل کی اصلاحات اور ہندو مسلم اتحاد حاصل کرنے کے ذرائع بیان شامل ہوں گے۔ گوگٹلے نے بعد میں سوچنی کو جوہر کے پاس سوشل آف انڈیا سوسائٹی (دہلی) کے دفتر میں اکڑ آتی رہتی تھیں بتایا تھا کہ "جٹان میں سچا جوہر موجود ہے اور وہ ہر قسم کے فرقہ وارانہ تفرقات سے پاک ہے۔" یہ چیز اسے ہندو مسلم اتحاد کا بہترین سفیر بنانے کی۔ حیرت ہے کہ یہ جھگڑائی کس طرح درست ثابت ہوئی۔ تاہم ایسا لگتا ہے کہ عمر کے چالیسویں برس میں داخل ہوتے وقت مسز جٹان نے افسرانہ طور پر پیکر دینے والے فرقہ وارانہ اتحاد کے اس جذبہ کو گلے سے لگایا تھا۔

جٹان خبر ۱۹۳۳ء میں ہندوستان لوٹے اور لاہور میں کے کراچی سیشن میں شرکت کی جو ان کی ۵۳ ویں سالگرہ کے دو دن بعد منعقد ہوا تھا۔ وہ گزشتہ سترہ سال سے کراچی نہیں گئے تھے۔ وہاں بچپن کے بہت سے دوستوں سے مل کر انہیں بے پناہ خوشی ہوئی۔ اجلاس میں انہوں نے ایک قرارداد خود مرتب کر کے پیش کی جو کونسل آف انڈیا کی تشکیل نو کے بارے میں تھی اور اس میں سب سے پہلے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ سیکرٹری آف ٹیٹل اور ان کے ایگنڈ میں واضح گلے کے ملازمین کی تحویلیں ہندوستان کے بجٹ میں سے نہیں بلکہ وہاں کے بجٹ میں سے ادا کی جائیں۔ جس کا مقصد ٹیکس دہندگان کو دانت ہال کے چورے گلے پر اٹھنے والے مصارف کے مالی بوجھ سے بھانا تھا جٹان نے یہ مطالبہ بھی پیش کیا کہ نئی کونسل میں ۹ سے زیادہ ممبر نہیں ہونے چاہئیں جن کی ایک تہائی تعداد غیر سرکاری ہندوستان میں باشندے ہوں۔ جن کا انتخاب مرکزی وصوبائی کونسلوں کے اراکان کو کرنا چاہئے۔ جٹان غور کر کے نصف ممبران عوامی نمائندے ہوں۔ جنہیں ان کی صلاحیت و قابلیت کی بناء پر چنا جائے اور ہندوستانی امور سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔ اپنی نصف ممبران ریٹائرڈ مقام سے لئے جائیں جو کم از کم دس سال ہندوستان میں کام کر چکے ہوں۔ یہ کونسل انتظامی کے بجائے خالص مشاورتی ہوگی اور اس کی صلاح کار ۵ برس پہلے چاہئے اس قراردادوں

کام کرنے لود لاگتیں کے اندر ان کے ابھرتے ہوئے قاعدہ گروہ کی بدولت انہیں ۱۹۹۳ء میں اٹکھینڈ جانے والے ایک کانگریسی وفد کا سربراہ منتخب کر لیا گیا۔ اس دورے کا مقصد لارڈ کریک کی تجویز کردہ کونسل آف انڈیا مل کے بارے میں اراکین پارلیمنٹ اور وائٹ ہال کو اپنا جہز دینا تھا۔ مسز جناح نے اس اجلاس میں ایک قرار داد کی تائید بھی کی جس کے ذریعے مسلم لیگ کو برٹش ایمپائر کے اندر رہتے ہوئے حکومت خود اختیاری کا تصور اپنانے پر مبارکباد دی گئی تھی۔ مسلم لیگ کے اس جہیز کے ساتھ عمل افغانی کا اعلان کیا گیا تھا کہ ملک کے متحدہ مستقبل کا انحصار ملک کی مختلف قوموں کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون پر ہے۔

مسز جناح کراچی سے بذریعہ ٹرین آگرہ پہنچے جہاں ۳۱-۳۰ ستمبر ۱۹۴۳ء کو مسلم لیگ کا اجلاس ہونے والا تھا۔ ان دنوں وہ دونوں اہم سیاسی تحلیلوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کے فارمولے پر کام کر رہے تھے۔ ان کی پوزیشن بڑی منفرد تھی۔ وہ نہ صرف کانگریس اور مسلم لیگ سے تعلق رکھتے تھے بلکہ حکومت کے ریکس سے بھی۔ لندن اور ٹکٹہ دونوں جگہ ان کا پایا تھا۔ گوئیلے اور سرنیزورڈ شہر جیسے آرمیڈڈ کار سیٹوں میں بھی اس پوزیشن میں نہ تھے کہ ہندوستان کے سیاسی مستقبل پر اثر انداز ہونے والے اہم مسائل پر تمام مذاکرات سن سکیں۔ لیگ کے آگرہ سیشن میں مسز جناح نے تجویز پیش کی کہ ”فرقہ وارانہ نہایت“ کے اصول کی از سر نو توثیق کو اگلے سال تک ملتوی کر دیا جائے۔ انہوں نے اپنے ہم جہیزوں پر واضح کیا کہ ایسی مخصوص لٹا سمی کی کاتجہ صرف یہ نکلے گا کہ دوپہن روک خانوں میں بٹ جائے گا۔ کانگریس نے اس مسئلے پر کارروائی ملتوی کر دی ہے اور اس بات پر زور دیتے کی مست سے دیگر وجوہات بھی ہیں جنہیں سرعام بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آخر کار اسے شاید ان کی مراد کو سمجھنے سے بھری ہمارے اور لندن میں وہی دین لود کانگریس کی برطانوی سمیٹی کے ممبران پارلیمنٹ کے ساتھ مذاکرات تھے بہر حال۔۔۔ وہ اس قسم کے مشترک پلیٹ فارم کے لئے کوشاں تھے جیسا کہ انہوں نے ۱۹۳۹ء کے بیناق ٹکٹہ کے لئے اکٹھا اجلاس منعقد کرنے میں مدد دی تھی ”تاہم ان کی یہ پہلی تجویز مسلم لیگ نے رائے شماری کے ذریعے مسترد کر دی اور کہا کہ جداگانہ انتخاب کا اصول مسلم لیگ کی ہٹا کے لئے مست ضروری ہے۔ یہ ایسا مسئلہ تھا جس پر لیگ کے ممبران کی اکثریت جے جے سے تک مسز جناح کے ختم خلاف رہی۔

## انگلستان کا دورہ سراسر

اپریل ۱۹۴۴ء میں دورہ دوبارہ ایک وفد نے کر لینا چکے جس میں کانگریس کے منتخب بنگالی رہنما بھوپن دتھ اور لالہ بہت رائے شامل تھے۔ ہارڈ کرپ نے وفد کے ساتھ اس کی آمد کے فوراً بعد ملاقات کی اور جناح کو اس گروپ کا بھروسہ ہونے والا قرار دیا۔ اگرچہ اس نے مسز جناح کو ”ہلاک“ سمجھا لیکن وہ اس نے کہا تھا کہ انہیں خوشی ہو گی اگر میری کونسل میں ہونے والے اختلاف رائے کو دیکھا کر لیا جائے۔ اور کسی ممبر کی تحریک پر پارلیمنٹ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

## گانگہ جی سے پہلی ملاقات

تاریخی اتفاق کی بدولت مسز جناح اور ایم کے گانگہ جی ”پہلی جنگ عظیم کے تنازعہ میں تھیں۔

ہر سال ہی مسجد میں ایک ہندوستانی مسلم تہوار کی کھلی کے لئے کام کرنے کی غرض سے نکال گئے تھے اور وہیں  
 تین سال سے زیادہ عرصے کے دوران قیام تیار کر کے (سپاہی کے لئے برت رکھنا) کا اصول وضع کیا اور ذرا سوال نیز  
 نکال میں سے مسجد سے مسجد تک ہم بکھرا اور ہم قتلوں کے نئے آڑا کر دیکھنے رہے۔ جنگ چلنے کے باعث ان  
 کے جہاز کا رخ بھیج کے بجائے لندن کی طرف موڑ دیا گیا۔ لندن پہنچے، انہوں نے دنیا کو جو سلا پیغام دیا "اس  
 میں ہندوستانوں سے پہلی کی کئی قسمی کو وہ فوجی خدمات کے لئے رضا کارانہ طور پر آگے آئیں اور "غیر جانبداری  
 سے سوچیں۔"

جنگ نے گاندھی کے اعزاز میں دینے گئے اس شاندار استقبال سے جس کا اہتمام لندن کے سبیل ہوئی  
 میں کیا گیا تھا "ظفر کت کی۔ تاہم نہ تو وہ فرنگ میں بھرتی ہوئے نہ ماسٹری کا کام کر کے فیلڈ امیبر لیس فرنگ کو کے  
 رکھتے تھے۔ ان کا اپنا مشن بری طرح نامکام ہو گیا تھا۔ تمام انگریزوں کے دل دنیا بھر پر جنگ مسلط تھی اور  
 کسی کو ہندوستان کے لئے اصلاحات پر غور کرنے کی فرصت نہ تھی۔ اسٹیکلین کیشن کا کام بھی اسی بے اعتنائی کی  
 غور ہو گیا جس نے کوئل تک اندھا میں ہونے والی تبدیلی کو معرض النوا میں ڈال دیا تھا۔ مارلے نے اس بات پر  
 ناراض اور دل برداشتہ ہو کر وہاں سے علیحدگی اختیار کر لی کہ اس کے فوجی ان لیبل دفعتے کارلائڈ جارج  
 انڈیا ورسے اور ولسن جرجیل کی قیادت میں "مسٹر کرجن داگل" کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ ہر  
 جوش طریقے سے جنگ پر آگے والے "تھوٹی فروش" عظمت اور وقار کے خوابوں میں ٹھوٹے ہوئے وہ سب  
 ایک آسان اور جلد فتح کی توقع رکھتے تھے۔ اکیسے گھنٹے سے دفتر جنگ کا اہلکار چلا گیا "ایٹلی میس سوچوں کے  
 ساتھ جو قیصر کے جیٹس کی پٹی کی طرح تھیں، خود کو بڑی طاقتوں کی ایک طویل اور طویل انجام جنگ میں گھر  
 ہو پایا جس کے فریق افروزی قوت اور واسطے میں تقریباً بڑی کر کے تھے۔ ابتدا میں ہندوستان سرگرم حمایتی اور  
 سرانجام دہار میں گیا۔ اتحادیوں کے لئے شکر گندم "سبایہ اور اہم مسلمان جنگ جس میں ہلاکت کی اشیاء "دو دریاں  
 اور دیکھی گوا شامل ہو آ تھا "دور میں جنگ مغرب کو جانا رہا۔"

ہر حال نومبر ۱۹۴۵ء میں جب عثمانی غلیف (ترکی) نے اتحادیوں کے ساتھ شامل ہونے کے بجائے جنوں نے  
 اس سے جدا کی تھی "محمودی طاقتوں سے رابطہ جو لڑا تو ہندوستانی مسلمانوں کی وفاداریوں کو زبردست پہنچ لا حق  
 ہو گیا "محمود کے اسلامی دنیا کے قائد اور "خلیفہ" یعنی سلطان ترکی کو عثمانی ایمپائر کی حدود کے باہر بھی دور دور  
 تک واجب الاحرام سمجھا جاتا تھا۔ انگریز انتہی جس نے حدیث محسوس کیا کہ نظام آف حیدر آباد ہندوستان کا  
 نمایاں ترین نمونہ جلد ہی ترکی رائلٹیں طرہ پا پاتا ہے جو جنوبی ایشیا کی "پان۔ اسلامک بھارت" میں استعمال کی  
 جائیں گی۔ ایسی افواہیں حقیقت میں بالکل بے بنیاد ثابت ہوئیں۔ اگرچہ اگلے سال شکار پر میں چند مسلمان  
 پانوں کو بغیر مسلح کر دیا گیا "تاہم حقیقت یہ ہے کہ برطانوی ہند کے ہر مسلمان فوجی نے حق تک خوب لڑا کیا اور  
 شمال مغربی سرحدی صوبے کے پٹان "نیز پنجاب کے مسلمان بھی تھکوں اور کورکوں کے ساتھ "ہندوستانی  
 فوج میں دیکھ کی بڑی کی حقیقت رکھتے تھے "شریک جنگ رہے۔ بلکہ مسلمان بونوں نے خود کسی سرگرمی کے بغیر  
 عراق کے علاوہ مصر اور مغربی یورپی ممالکوں پر دھماکت دی۔ اس دوران مسلم لیگ کانگریس میں ہوا "ممبر  
 مان۔ ممبر ۱۹۴۵ء میں اس کی طرف سے یہ اثر دیا گیا کہ اس کے لیڈروں کے خیالات پان اسلامک نیز برطانیہ کے

خلاف انھار جذبات کے لئے خیر ارادی طور پر پلیٹ مارم مہیا کرنے کے سلسلے میں بری طرح حشر ہیں۔

## گاندھی کانسی تعصب

جنوری ۱۹۵۵ء تک جناح وطن واپس آ گئے۔ کجرات کی گوجر بھانے جس کے سربراہ مسٹر جناح تھے مسافرا گاندھی کی بعدوستان واپس پر ایک استقبال دیا۔ مسافرا کی ایسوسی ایشن کو اسے بانی کے بغیر کیونکہ ایسی لندن میں پانچ سا اصفائی دورہ چ گیا تھا "فرانس چلی گئی تھی" اس لئے انہوں نے وطن واپس آنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہوں ان کی زندگی قریباً تین عشرے اور چھ گئی۔ گاندھی کی طرف سے مسٹر جناح کے اس مذہب خیر مقدم کا جواب ہوں دیا گیا "مجھے یہ دلچسپی ہوئی ہے کہ ایک "مکھن" نہ صرف سبھ علاقے کی بھائی شامل ہے بلکہ اس کی صدارت کر رہا ہے۔" اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ صاف دل ہونے کے بجائے کینہ پرور تھے۔ گاندھی اپنے عقیدے کی اس سے زیادہ ہوشیاری کے ساتھ سر پرستی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے مسٹر جناح کی قوانین پر عمل کی بلکہ ہر ایک کو اس امر سے آگاہ کر دیا کہ وہ ایک اعلیٰ فرستے سے تعلق رکھتے ہیں۔

## گاندھی کی متضاد شخصیت

اس کی چہرے رکھنے والے غصے کے متعلق رائے زنی کے لئے کوئی انوکھی حقیقت کو چننا چاہئے جس کے لباس "رد" "تقریر اور طور طریق" اس کی مذہبی وابستگی کے مابین کوئی یکسانیت اور مطابقت نہیں تھی۔ جناح نے صحیحاً انگریزوں کے خلاف گاندھی کی غاہری وضع قطع اور سیکر سوچ اور فراست دیکھ کر یہ توقع قائم کی تھی کہ بعدو اکثیت کے رشتے کار اور بھڑوں کو قائل کر سکیں گے کہ وہ ان کی کسی بھی عوامی تنظیم کی گھٹیلے دینا اور ان یاد دہانی کی طرح قیادت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود عوام کے سامنے پہلی تقریر میں انہوں نے جناح کے متعلق جو افکار کئے "ان سے ہر ایک کو بے چارہ چل گیا کہ وہ "مکھن" ہیں۔ گاندھی کی اس پہلی تقریر سے ان کے تعلقات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ وہ ہمیشہ ایک "دوسرے سے گہری گھٹیلے اور بے اعتمادی کے ساتھ اختلاف کرتے رہے۔ اس پر مسعودی خوش خلق کا قول چرچا لیتے تھے۔ ان کے رویہ پر گز دو حجاز اور خوش گوام نہیں رہے۔ وہ ہمیشہ ایک "دوسرے پر دستوں کے بغیر کہ بازی کرتے دکھائی دیتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے لاشعوری طور پر قوی اقتدار "قبولیت عامہ اور اپنے سامعین پر خواہ وہ قوم زبے ہوتے یا بہت زیادہ مکر آفریں کشمور حاصل کرنے کی جنگ میں ایک "دوسرے کو اپنا "غریب دشمن" اور رقیب سمجھ لیا تھا۔

سر فرید شاہ کی موت کے چند ماہ بعد فروری ۱۹۵۵ء میں گونگے بھی فوت ہو گیا۔ اس طرح جناح بستی کی امتداد اپنے کانگریس کی سربراہی کے لئے اکیلے رہ گئے (دو ماہ بعد نے اپنی زندگی کے آخری دو سال لندن میں گزارے) جون ۱۹۵۳ء میں برما کی نیل سے رہائی کے بعد ملک "نئی کانگریس پارٹی" کا غیر متنازعہ لیڈر اور قوی بعدو بن چکا تھا۔ اس کی قبولیت کو پہنچ کرنے والا کوئی نہیں تھا "نامہ اس کی عمر ساتھ اس سے تھوڑا کر بچی تھی اور وہ چار دہائی تھا" اس لئے اس نے آخری پانچ سالوں میں انشکابی احتجاج کے بجائے قانونی چارہ جو نبھوں پر

بھروسہ کیا۔ ان میں سے بعض مسز جن کے سپرد تھیں۔ ہندوستان کی قومی قیادت کے بھرپور میں ایک نئی نیا، شخصیت سزائی ویسٹ کی تھی جو تھیں سو فیمل سوسائٹی جس کی بنیاد ان کی گروہ دارم بلو انکس نے رکھی تھی ان کی صدارت کرنے پر اس آئی تھیں، لیکن "تہ اڈیا" کی ادارت قبول کر کے وہیں تک نہیں اور ۱۹۵۵ء میں "ہوم روم لیگ" کے نام سے اپنی جماعت قائم کی۔ اس کی تھیں میں اگلے سال تک نے بھی پوتا میں ایک ہوم روم لیگ بنائی۔ سزائی ویسٹ اپنا تشریح مزاج "خوش چاہی خطابت اور انکھ کو ششیں ۵۵۔ ۱۹۵۴ء میں کانگریس کے دونوں دھڑوں کو شیعہ فکر کرنے کے لئے وقف کر دیں۔ مسز جن نے ان کی بھرپور مدد کی۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ اور کانگریس کے مابین صحیح جاننے کی جدوجہد بھی کرتے رہے تاکہ وہ اپنے اسکند اہلاس سمیٹی میں منصفہ کر سکیں۔

دسمبر ۱۹۵۵ء میں سمیٹی کے مقام پر لیگ اور کانگریس کے اہلاس تھوڑے سے قاصط پر منصفہ ہونے تاکہ ہندو مسلم اتحاد کو ترقی دینے اور ایک قومی پلیٹ فارم بنانے کے خواہاں ممبران دونوں جماعتوں کے اہلاس میں شریک ہو سکیں۔ سینڈو سنا، جنہوں نے کانگریس کے سیشن کی صدارت کی، ابھی وائٹ ہال میں انڈر ٹیکر ٹری مقرر نہیں ہوئے تھے، انہوں نے مسز جن کے ساتھ مل کر ایک ایسا فارمولہ وضع کرنے کی کو شش کی جو تمام سیاسی گروہوں اور قومیتوں کے لئے قابل قبول ہو۔ کانگریس کی اصلاحات کے لئے عام جلسے ملاقات کو دہراتے ہوئے گارڈ سنا نے تین مخصوص ملاقات کو توجہ کا مرکز بنایا جن کے متعلق انہوں نے لوگوں میں رائے کا اصلی اطلاق دیکھا تھا۔ ایک یہ کہ تعلیم یافتہ ہندوستانوں کو فوج میں کیشن اور عام لوگوں کو فوجی تربیت دی جائے۔ دوسرے مقامی خود اختیاری میں توسیع کی جائے اور تیسرے صنعت و تجارت بشمول زراعت کو ترقی دی جائے۔

## لیگ و حصول میں بٹ جی

مسلم لیگ کے سیشن کی صدارت بنگال کے ہر مسز مقرر الحق نے کی۔ وہ کانگریس کے ایک اہل ہند لیڈر ہونے کے علاوہ ایسے مشترک پلیٹ فارم کی تلاش میں تھے جو ہر دو فرقوں کو قابل قبول ہو۔ لیگ کے متحدہ قائدین نے اس سال اہلاس منصفہ کرنے کی کلفت کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ شاید یہ اقدام بنگ میں ابھی ہوئی حکومت کو برائیاں کرنے کا سوجھ بوجھ کا ایک نیا صدر جلسہ کا استدلال یہ تھا:

"ان خطوط پر ہماری خاصوشی کی نقطہ اور شرائط تھیں کی جاسکتی ہے۔ دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں جو ایک حالت پر کوئی رہتی ہو، یا تو ہمیں آگے قدم بڑھانا ہو گا یا پیچھے کی طرف چلنا ہو گا۔ کیا جاتا ہے کہ کانگریس کے ساتھ ایک ہی شر اور ایک ہی وقت میں مسلم لیگ کا جلسہ کرنا مسلم لیگ کی آزادی پر ضرب لگانے اور اس کی افواہات کو کانگریس میں ضم کرنے کے حریف ہے۔ صدارت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ برادریاں بھی افروا کی طرح اپنی افواہات سے محبت کرتی اور اسے فروغ دیتی ہیں۔ جب اختلاف میں سے اتفاق پر امن چڑھتا ہے، قوم بھی صحیح اور دیرپا ترقی سے ہندو ہوتی ہے۔"

اس کے باوجود مسلم لیگ کے دست سے ممبران ————— مناصب کے زبردست خلاف تھے۔ سبلی

طبیعت کے مالک مولانا حسرت موہانی کی زیر قیادت اختلاف کرنے والوں نے اس سیشن کے دو سرے اجلاس کو جو ۳۱ دسمبر ۱۹۵۵ء کو منعقد ہوا، ملتوی کرانے کی قرارداد پیش کی۔ مسٹر جناح نے ابھی کرسی صدارت سنبھالی ہی تھی کہ مولانا حسرت موہانی اپنی جگہ سے اٹھے، سنجے کی طرف بڑھے اور چلا کر کہا: ”مہمان آف انور“ صدر نے علم دیا: ”برادر کرم بیٹہ جانئے“۔ اس سے پہلے کہ مسٹر جناح اصلاحات کی انجیم کا مسودہ مرتب کرنے کے لئے غصہ منی کینٹی کی تشکیل کے لئے قرارداد پیش کرتے ”اردو میں خود بازی کرتے ہوئے سیکڑوں ماسٹروں کی انوار کی تحریک کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ٹھہرے میں پھرتے ہوئے بعض مولویوں نے خطرناک حق پر توازنے کئے شہرہ کر دینے“ مسلمان ہو تو مسلمانوں کی سی شکل جائے۔ قرآن میں حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کا سالہاں پنو۔ نصیب لانا اردو بولنی چاہئے۔ تم مسلمان لیڈر بننے کی کوشش کرتے ہو، لیکن تم مسلمانوں کے لیڈر نہیں بن سکتے۔“

مغربی تہذیب کے خلاف اسی قسم کے جذبات سے مسٹر جناح کو ہر مہرہ واسطہ چڑا اور ”قاہل اعظم“ کا قابل احترام لقب ملنے کے بعد بھی ان کے خلاف ایسی جان بازی ہوتی رہی۔ ڈاکٹروں والے کئی پٹھان ٹھہرے میں چبھتے چلاتے ڈانٹس کی طرف لپکے۔ حسرت موہانی کہہ رہے تھے: ”اردو ہی وہ واحد صحیح زبان ہے جس میں مسلم لیگ کی کارروائی ہونی چاہئے۔“ ہزاروں کے اجتماع میں ہر ایک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، ان میں سے بعض ٹوبہ لگا رہے تھے اور بعض وحشیانہ انداز میں اپنے اپنے ہتھیار ہرا رہے تھے جس وقت مسٹر جناح طوائف کو جلسہ گاہ سے نکلوانے میں مدد دے رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ بجتی کے پولیس کسٹروائیڈ وڈز شامیانے کے قریب کمال ہے اعتدالی سے سارا اجتماع کچھ رہے ہیں اور اس کے آوی بھی آرام کر رہے ہیں۔ جناح نے کسٹرو کو بتایا کہ شامیانے میں غم اٹکا ہے گاؤ ہو گیا ہے کہ جلسے کی کارروائی جاری رکھنا ممکن نہیں رہا اور یہ کہ ہنگامہ کرنے والے عام ”مہمان“ ہیں جو خلاف ضابطہ اور ٹکٹ کے بغیر جلسہ گاہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے کسٹرو سے مہبران کے علاوہ لوگوں کو نکالنے اور یہ دخلکش کرنے کے لئے مدد مانگی کہ اگر کسی نے پیسے دے کر ٹکٹ خریدا ہو تو وہ قاتلے ”اسے فوراً ٹکٹ کی رقم واپس کر دی جائے گی۔ ایڈورڈز نے وہ مستقل خدمت بجالانے سے انکار کر دیا اور اس بات پر اصرار کیا کہ میں اپنی فورس شامیانے کو مکمل طور پر خالی کرانے کے لئے استعمال میں لادوں گا۔ تاہم مسٹر جناح نے مقررہ سیشن سے کہہ کر اجلاس ملتوی کر دیا اور بعد میں لگی کانفرنس سے ملے تاکہ اگلے دن کے سیشن کے لئے منصوبہ بندی کی جا سکے۔

نیم جنوری ۱۹۶۶ء کو بجتی کے عظیم الشان تاج محل ہوٹل میں لیگ کا اگلا سیشن منعقد ہوا جس کی حاضری صرف باقاعدہ دارائیں اور پریس کے نمائندوں تک محدود تھی۔ ٹھیک دس بجے کارروائی شروع ہوئی۔ صدر جلسہ (مسٹر ملحق) نے گزشتہ بدھ کی رات ۱۱ بجے کی تقریر پر روشنی ڈالی اور پھر مسٹر جناح کو خطاب کی دعوت دی۔ ان کا استقبال ڈور دار تالیوں سے کیا گیا۔ بجتی مسلم سٹوڈنٹس یونین کے صدر کی حیثیت سے وہ فوجیوں کا تہذیبی طور بجتی کے بے تاج بادشاہ رہ چکے تھے۔ کالے سیاہ بالوں اور کھنڈ کی طرح بھری ہوئی مونچھوں کے ساتھ میں اور پتلی حواری مانند دھڑلے پٹے ”ان کی گواہ روزانہ کو لیس کی طرح تھی اور لباس انسانی ایسا پتلی ہی نظر میں آتا جو غریبوں کی گردنوں پر ہوتا تھا“ ان کی طرف سے یا ان پر دھک کرتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے سامعین کو ————— ایڈورڈز کے ایمانیہ طرز عمل سے آگاہ کیا۔ ہر طرف سے ”مہم“ ”مہم“ کی آوازیں آنے

لگیں۔ بعد ازاں اتفاق رائے سے منظور کردہ قرارداد پیش کی جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ اصطلاحات کی تنظیم مرتب وعدہ کرنے کے لئے ایک خصوصی کمیٹی قائم کی جائے جو اس مسئلے میں دیگر سیاسی تنظیموں کا انگریزوں کے دونوں گروہوں سے صلاح مشورہ کرے گی جو انہیں "متحدہ ہندوستان" کے نام پر اصطلاحات کے واحد پلیٹ فارم کا مطالبہ کرنے کی اجازت دے گی۔ اس قرارداد کا پرچہ پیش کیا گیا۔ یہ علاقوی ہندو کے ہر صوبہ کی نمائندگی کرنے والے تھے۔ تاہم یہ مشترکہ کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا سربراہ مسٹر جتاجی کے قریبی دوست اور موکل سر علی محمد خاں بیلارو 'راجہ تھن' محمود آباد کو چنا گیا۔ سمیٹی سے کمیٹی کے ممبران میں سر آغا خاں اور مسٹر جتاجی، جبکہ پنجاب سے میاں سر محمد فتحعلی، میاں سر فضل حسین اور بنگال کے ممبران میں سے اے۔ کے فضل الحق کا نام قابل ذکر ہے۔ تاج محل ہوٹل کے اجلاس سے پہلے مسٹر مظفر الحق نے مسٹر جتاجی کی مسلم لیگ کے لئے خدمات کو سراہتے ہوئے کہا تھا "ہندوستان کی مسلم آبادی مسٹر جتاجی کی مدد سے مومن ہے، کیونکہ ان کی سیاسی کے بغیر ہم سمیٹی میں اجلاس نہیں کر سکتے تھے۔" یہ کہتے ہوئے وہ جتاجی کی طرف حوجہ ہونے اور کہنے لگے: "مسٹر جتاجی، ہم مسلمان ہندو آپ کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔" یہ مسلم لیگ کی طرف سے پیش کیا جانے والا اپنی قسم کا پہلا خارجہ فیصلہ تھا، تاہم اسے آخری فیصلہ کہا جاسکتا۔

## چوتھا باب۔ لکھنؤ تا بمبئی — ہندو مسلم اتحاد کی سفارت (۱۸۹۱-۱۸۹۲ء)

جتاجی کے لئے ۱۸۹۱ء کا سال شہرت و خوش قسمتی کا سال تھا۔ مسلم لیگ کو بمبئی میں انتخاب سے چلانے میں مدد دینے کے بعد اس جماعت کو لکھنؤ پر کسی زمانے میں اوروہ کے محل نماہوں کا ادارہ حکومت وہ چکا تھا، "میں توقع کی تھی جلدیوں سے ہٹکار کرنے کے لئے اس کا صدور بن لیا گیا۔ جن دنوں یورپ کو ذہنی تھکس سے بھرے ہوئے مسلمان ملازمہ ٹھکے ٹھکے کر رہا تھا۔ ہندوستان نے جتاجی کی پرورش قیادت میں ایسے سیاسی افواج کی طرف پیش قدمی کی جو سر کڑی آزادی کی ستری صبح سے نگاہیں دکھائی دے رہا تھا۔

جتاجی بمبئی کی مسلم نشست سے مشعل مجلس دستور سازی کی دوسری مدت کے لئے پھر سے منتخب ہو گئے۔ انہوں نے اس فورم کو ایک اچھے مقصد کے لئے استعمال کرتے ہوئے کانگریس۔ مسلم لیگ جماعت سے حلقہ جہاز کو "یو پیٹلے سے مرتب شدہ" تھیں "کانگریس کی مقرر کردہ کمیٹی کو" جس کے سربراہ سوبھائی لال نسوتھے "اور سال کر دیا۔ انہوں نے ارکان کمیٹی کا ایک اجلاس اپریل میں اپنے محل فرائڈ آباد والے گھر میں طلب کر لیا۔ سوبھائی لال نے ایک وکیل کی حیثیت سے جو دولت کلائی تھی۔ اس کا ایک حصہ کانگریس اور مسز افواجی جیشٹ کی ہوم روم دل لیگ کی مصلحت نوازی اور فرائڈ لال اور پر غریب کر دیتے تھے۔ وہ مسٹر جتاجی کے مدد تھے اور ان دنوں اپنے دوستوں سے ان کا تعارف اس طرح کرتے تھے: "ہم سے مسلمانوں کے برعکس" وہ اسٹریٹ کے قوم پرست ہیں جنہم میں سے کوئی ایک۔ وہ اپنی قوم کو ہندو مسلم اتحاد کی راہ دکھا رہے ہیں۔"

عامے عرصے تک وہ مشعل بیسٹون کو نسل میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہے، "جسکی تیسری دہائی کے آخری برسوں میں دونوں میں زبردست ٹھن گئی۔ سوبھائی لال "جو کہ ایک سخت مزاحیہ شخصیت اور ہم کر مقابلہ کرنے

والے پہلوان تھے، قوی تحریک آزادی کی قیادت خود کرنا چاہتے تھے یا کم از کم اسے اپنے فرزند ہوا بہر حال کو دینا چاہتے تھے بہم پہنچا کہ کنکڑوں سے فارغ التحصیل تھے، محض ایک عطا قابل پلٹنے کی مدد کرنے پر کیسے قیامت کر سکتے تھے، خواہ مال و دولت کے لحاظ سے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

لڑائی میں کانگریس اور مسلم لیگ نے "یشاق آزادی" کے زیر عنوان تجاویز مرتب کر لیں جن پر حکومت میں مرشد حقیت قبیلہ ہونی تھی۔ ایسٹ کے موقع پر انڈین میں زبردست شورش برپا ہوئی، جسے ہندی فرنچ نے بدلی بے رحمی سے فرو کیا اور ڈبل میں مارشل لا لگا دیا گیا۔ جنگ کی ہولناک تباہ کاریاں تیزی سے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھیں۔ امپیریل کانفرنس میں حکومت خود اختیاری کے ساتھ براہ راست نمائندگی کے مطالبات بند ہو گئے۔ انڈیا آفس میں حتیٰ سے کراچی کی جگہ آفسن چیئر لین نے سنبھال لی۔ ہارڈنگ نے مباحثات میں عظیم تر کردار کی بابت ہندوستانی مطالبات کو نظر انداز کرنا ناممکن سمجھا اور اس بات سے اتفاق کر لیا کہ جملہ شاہی کانفرنسوں میں نمائندگی کی بابت ہندوستان کا دعویٰ برحق ہے۔ ہر حال کڑی اور ہارڈ کے سامنے جواب بھی کابینہ پر چھانے ہوئے تھے، اس کی ایک نہ پٹی۔ وسط ۱۹۴۸ء میں ہارڈنگ کو واپس بلا لیا گیا اور اس کی جگہ رسل کے ایک دھیمے مزاج کے کپٹن لارڈ جیمز وڈ نے واکس اسٹرو کا نایا منصب سنبھالا۔

## رتی کے ساتھ پیار کی پیشکشیں

اگر آباد کے اجلاس سے فارغ ہو کر جناح دار بینک چلے گئے تاکہ شدید گرمی کے اگلے دو مہینے بھٹی کے بجائے اپنے دوست اور موکل سرانٹاٹک جی ڈیٹ کے سرانی محل میں گزار سکیں۔ ڈیٹ بھٹی کے متحمل ترین پارسی خاندانوں میں سے ایک تھا۔ وہ سوئی کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ اس خاندان کی امارت دلاسنہ کی کی پیار مرٹاٹک کے عظیم کم جو دارانے دیکھی جو ۱۹۵۷ء میں سورت سے بھٹی آئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں بطور فینک کلرک ملازم ہو گئے۔ وہ دو بیٹے (دو زبانون کا ترجمانی) کے طور پر بھی کام کرتے تھے۔ فرانسیسی تاجروں نے "جنیس اس بھولنے سے ذہین و فطین پارسی کلرک سے واسطہ پڑا تھا اس کا نام "لی ڈیٹ پارسی" (Le Petit Persi) رکھ دیا۔ یہی عرف اس کے اختلاف کا لقب بن گیا۔ اس کے بیٹے تاک جی ڈیٹ نے بھٹی کی پہلی فائن لی قائم کی جو پھیل کر تاک لی مل کالمپیکس ایڈموراچ کی شکل اختیار کر گئی۔ پہلے جیویند مرٹاٹک کی سربراہی میں بھٹی کی مضبوط مل مالکان ایسوی اینٹن ۱۹۵۸ء میں قائم ہوئی۔ وہ ۱۹۵۹ء تک اس کے چیئرمین رہے۔ گویا انیسویں صدی کے اختتام تک ڈیٹ خاندان نہ صرف امیر ترین خاندانوں میں سے ایک تھا بلکہ دفاعی کاموں میں بھی سب سے بڑھ کر حصہ لینے والا اور اپنے ملک کی سب سے زیادہ خدمت کرنے والا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں پہلے مرٹاٹک کی وفات پر اس کی ساری شہرت "دولت" مذہبی فرائض "دھانک اور اے داریاں اس کے بیٹے تاک جی کے حصے میں آئیں۔ اس کے پاس انکوئی بیٹی رتن ہائی نے ۱۹۶۲ فروری ۱۹۶۰ء کو جنم لیا تھا۔ رتی جیسا کہ اسے کہا جاتا تھا "بچپن سے ہی احتمالی دھنسل غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں سے مالا مال "ہر خوبی سے بہرہ ور اور ہر لحاظ سے خوبصورت تھی۔ وہ ہر نئی عنوان شباب میں داخل ہوئی، اس کی تمام صلاحیتیں "خوبیاں اور حسن و رعایتی میں اسنے خوش کن اور فطری انداز میں اضافہ ہوا کہ وہ "ہر خوبی کی فطری" صحیحاً بہت ہی پیاری اور



ہست ہی نازک نظر آئے تھے۔ اس کا ذہن پوری طرح مستحضر اس کی ذہانت پر وقت بیکار اور جنس انجیز تھی۔ وہ دودھائی شامی میں بھی اسی دلچسپی کے ساتھ مصروف تھی جتنے شوق سے میدان سیاست میں 'پنچ ۱۹۸۶' کے دوران اس نے بجٹی میں منتقل ہونے والے ہر جملہ میں اصرار کے ساتھ شرکت کی۔ وہ پیش پیکل نظام میں تھیں۔ اس کی کوریج اور معاشرتی بہبود کی دلدلہ میں ناما بانی بیٹھ اس کے ہمراہ تھی۔

اسی سال گرما میں جبکہ دہلی کی مرحولہ برس اور مسٹر جناح کم از کم چالیس سال کے تھے 'ڈار وینک' میں فتح زمین سے ۳۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع مائنٹ ایچ دست دے میں دونوں کے مابین پیار و محبت کے رشتے استوار ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۸۶ میں جناح نے احمد آباد میں جو کہ کجروائی پکٹا نکل دولت اور قوت کا مرکز تھا 'بجٹی پر اوٹھل کانفرنس کی صدارت کی۔ اس موقع پر انہوں نے تجویز پیش کی کہ صوبائی حکومتوں کو چاہیے کہ بجٹی کی حکومت تھی 'ایسی خود مختار انتظامیہ میں تبدیل کیا جائے جو عوام کے منتخب نمائندوں کے دودھ بڑا دے ہو۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کو 'جہاں کہیں بھی وہ اقلیت میں ہوں مسودوں کا لٹی اور موثر نمائندگی دی جائے۔ جہاں تک خطی اور بلدیاتی حکومتوں کا تعلق ہے 'جناح نے برہنہ و مارنے جیسے لیبل دہنڈاؤں کے دلائل دہراتے ہوئے اس بات پر اصرار کیا کہ وہ مکمل طور پر منتخب ہونے چاہئیں۔ موجودہ سرکاری کنٹرول جسے کلکٹر اور کسٹروڈین ہوتے کارہائے ہیں 'ختم کیا جائے۔' جیڑمین کا انتخاب پورا ڈاکو کرنا چاہئے اور محلا منصب صدر کی نامزدگی موقوف کی جائے۔ ایکٹائر کوئی یا کوئی قانونی جینی حصہ ان اداوں کو دیا جائے تاکہ ان کو اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے مقول وسائل میسر آسکیں۔ اس کا مطلب اس کے ساتھ کہ نہیں تھا کہ سب سے زیادہ طاقتور سال سروس کو دودھ کار زمین میں تبدیل کر دیا جائے جو ہندوستانی رائے عامہ کے سامنے بڑا دے ہو۔ ہر حال تہذیب کے لئے جناح کی انقلابی جملہ کا سلسلہ ہمیں فتح نہیں ہوا۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ہندوستان میں قانون اسطر کا اطلاق ختم کیا جائے 'جس کا یہ دہلی باشعور اس سے مستثنیٰ ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ پریس ایکٹ اور مارشل لاہ کی کٹر صورتوں کو انجینئر ایکٹ کو منسوخ کیا جائے۔ انہوں نے اس قانون کے حالیہ اطلاق کو بطور خاص تنقید کا نشانہ بنایا 'جس کے تحت مسز اچ بیٹھ کے بجٹی میں داخلے پر پابندی لگائی گئی تھی۔ نخر صفت اور لابی اتھرائی تعلیم کے لئے فوری قانون سازی پر بھی زور دیا۔ انہوں نے یہ مطالبہ جملہ ہر دیا کہ بری اور بحری فوج میں ہندوستانیوں کو بھی رائل کمیشن ملنا چاہئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ہندوستانی سپاہیوں اور عام کوسوں کی حیثیت سے لڑنے میں ہمت اچھے ہیں تو وہ انہوں کے منصب پر فائز ہونے کے اہل کیوں نہیں۔ جناح نے اپنا خطاب سب سے زیادہ جالب نظر مسئلہ 'ہندو مسلم اتحاد پر اتحاد خیال کرتے ہوئے ختم کیا۔

"مجھے یقین ہے کہ تمام صاحب فکر حضرات اس کے دل سے قائل ہیں کہ ہماری اصل قوتی کارہزار ایک ہی سرزمین سے تعلق رکھنے والی قوموں کے مابین غیر ملکی 'میکل جمل اور تعداد میں مضمر ہے۔ قوتی کا اصل نقطہ اس کے اتحاد اور اشتراک کے درمیان واقع ہے۔ تمام اس کا مل مشکل نہیں ہے۔"

جناح پوری مسلم قوم کے وکیل کی حیثیت سے خطاب کر رہے تھے۔ وہ اپنا سیاسی نقطہ یا ذاتی تجربے بیان نہیں کر رہے تھے۔ ان کی دیکھ تھی کہ قریانی اکثریتی قوم کو روٹی ہوگی۔ انہیں اس کا صلہ بھی حسب حال ملے گا۔

اس لئے میں اپنے ہندو دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ فراخ دلی اور اعتدال پسندی سے کام لیں اور مسلمانوں کی دیگر سرگرمیوں کا خیر مقدم اور ان کی حوصلہ افزائی کریں، خواہ انہیں بدگمانہ انتخاب کے معاملے میں یکم قربانی کیوں نہ ملتی ہو۔

”یہ اعتبارات کی ضرورت کسی سے جھوٹی نہ تھی۔ جسوری غاصبوں کو مشکل کا مسئلہ ہے۔ آئیے ہم وقتی طور پر اپنی تمام تر توجہ اور قوت محض اس ایک سال پر مرکوز کریں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہئے اور اس اعتدال اعتبارات کو بحالت ٹکڑے موڑ جانے کے لئے ہر آہنجی اور جائز وسیلہ بروئے کار لانا چاہئے۔ ہم ایک سیدھی راہ پر ہیں۔ ارض موجودہ (درست مطلق مقام) بھاری ٹکاہوں کے سامنے ہے۔ فوجی ہندوستان کا نصب العین اور اس کے لئے کھلا راستہ یہی ہے کہ قدم آگے بڑھاؤ۔“

## اہم قومی مطالبات

جناح زیادہ پر امید کبھی نہیں رہے۔ انہیں ہندوستان کا مستقبل اسی قدر تباہک ”زنگی“ انگ اور روشنی سے آگاہی پر مبنی رہا تھا جتنا کہ دلی کے ساتھ اپنا مستقبل درمیان نظر آ رہا تھا۔ دونوں نے مختلف براہروں میں آنکھ کھلی تھی۔ اس کے باوجود محبت نے ہر ہندی کو متاثر کیا اور تمام رکاوٹیں دور کر دی تھیں۔ اس لئے انہیں اپنی حقیقی اور سیاسی قوتوں کی انتہائی بلندی پر کم از کم یہ بات یقینی نظر آتی تھی کہ گھنٹہ کو جانے والی شاہراہ پر وہ یقیناً کاساپنی سے بہکتا رہیں گے۔

پہلے وہ ٹکڑے ٹکڑے جہاں مرکزی دستور کا اجلاس ہوا جاری تھا۔ نئی دلی کی تعمیر کا کام انتہائی سست رفتاری سے چل رہا تھا کہ وہاں مرکزی کونسل کے اجلاس کا انعقاد ۱۹۴۰ء کی دہائی کے آخر میں بھی مشکل نظر آتا تھا۔ اکتوبر کے اختتام سے قبل انہوں نے مرکزی دستور کے بارے میں گھبراہٹ کو ”انہیں کی یادداشت“ پر دیکھا کرنے پر آمادہ کر لیا۔

اس کے بعد وہ یادداشت دائرہ اسے کوچن کی گئی اور آخر میں وائٹ ہال کو ارسال کر دی گئی۔ اس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ دستور ساز مجلس کے منتخب ممبران کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ تمام ہندوستانی اراکین کا انتخاب کریں جو اتحاد انتظامی کونسلوں میں جا کر کام کریں۔ علاوہ انہیں مجلس دستور ساز میں منتخب نمائندوں کی خاصی اکثریت ہونی چاہئے اور رائے دہی کے اصول کو مسلمانوں اور ہندوؤں کی جہاں کہیں بھی وہ اقلیت میں ہوں مناسب اور مستقل نمائندگی کے ساتھ وسعت دی جائے۔ کم از کم ۱۵۰ ممبران پر مشتمل ایک سپریم کونسل اور ۶۰ تا ۸۰ اراکین پر مشتمل صوبائی کونسلوں کی سفارش کی گئی تھی۔ ان کونسلوں کو زیادہ ذمہ داریاں اور پارلیمانی کمزوریاں دی جانی تھیں اور سیکرٹری آف سٹیٹ کا مددہ ختم کر کے اس کی جگہ دو ایگزیکٹوز ”جن میں سے ایک ہندوستانی ہو“ کا تصور ہونا تھا اور ان سب کے واجبات برطانوی بجٹ سے اوار کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ فیڈرل انجمن انجمن کی طرح سٹیٹ دی جائے۔ صوبائی حکومتیں خود مختار ہونی چاہئیں۔ نیز حکومت خود اختیاری کے عمل قانون کا مطالبہ بھی اس میں شامل تھا۔ ہندوستانیوں کو ہتھیار لے کر بٹے کا ویرانی حق ہونا چاہئے جیسا

کہ ہر مہینہ کو حاصل ہے۔" آخر میں استاد کا مٹی قصبہ کہ ہندوستانی نوجوانوں کو بھی مسلح افواج میں انگریزوں کی طرح رائل کمیشن لاءل شمار کیا جائے۔

اس بارداشت میں انہیں دو بینکوں کے لئے دستوری ڈیپازٹ بھی فراہم کیا گیا تھا۔ یہ گورنر وائس چانسلر کا قیام گوالہ آباد تجربہ کی منظوری کی صورت میں جنگ عظیم اول کے بعد برٹش لائسنس و سٹاکس کے اندر رچے ہوئے عمل میں آتا تھا۔ ابھی تک جنگ ختم ہونے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ہندوستانی دستوں کو عراق، عرب میں جو بہریت انتظامی پڑ رہی تھی اس کی عمل رپورٹ ابھی منظر عام پر نہیں آئی تھی۔ انگریزوں کا ہندوستان کی ہرجے بے سے اندازہ لگتا جا رہا تھا۔ روس میں رونما ہونے والے انقلاب نے اتحادیوں کو ان کے مشرقی ہاتھ سے محروم کر دیا۔ برطانیہ کی جنگی کابینہ میں حمزہ ہندوستان کے پہلے ہوئے ہاتھ پر توجہ مرکوز کرنے کے لئے بھارت کی انسداد کھساک طور پر رکھی تھی یا اس میں ایسی خواہش نہ تھی یا قوت سے محروم تھی۔ ۱۹۱۶ء کے سرکاری برطانیہ عقلی نڈر انڈیا کو آکر بیچ کے شائد بار مروج میں سے ایک مروج فراہم کیا تھا۔ جب ایک لبرل سوار ہو کر خوش آمدید کہنے والے ساحل تک پہنچا لیکن قاتل اور اسے ضائع کرنے کی صورت میں ان لوگوں کے سہول کو قاتلانہ اثر کے ساتھ پہاڑوں کا تھا۔ جو بہت زیادہ مصروف، بددلی یا تیزی سے بدلتے ہوئے حالات سے بدلتے قائم و دائمی کے لئے ابھی طبع جا رہا تھا۔

جنس نے اپنی ساری توجہ ایک ایسے فارمولہ پر مرکوز کر دی جو ان کے قانونی دلائل کے صاف دلی کے ساتھ وضع کیا تھا اور جسے وسط توہمیں کا گرس کے صدر دانے سی سو ہزار سے لگژت میں دو روزہ ملاقات کے بعد منظور کرایا تھا۔ ان کے ہائیں ٹھنڈے سجادہ کی کھمبائی کا راز ہر مجلس قانون ساز کے لئے متروکہ مسلم ممبران کی بعد "تھو" مرکز اور سمیٹی کی نشستوں کا ایک شبلی "چناب میں نصف" بجائ میں ۳۰ لیفٹ "بی بی میں ۳۰ لیفٹ" ہمار "ایسیر میں ۲۵ لیفٹ" سی بی اور ہر اس میں ہا فیلڈ پر اختلافی رائے پر "عشر تھا۔ بجائ اور چناب کو چھوڑ کر جس مسلم نمائندگی ان کی آبادی سے قدرے کم تھی "اعلیٰ بی برادری کو اس کی آبادی کے مقابلے میں زیادہ نمائندگی حاصل ہو گی۔ جنہیں یہ خوش لاق تھا کہ مشعل کے "ہندو راج" میں ان کی اسلامی شناخت ختم ہو جائے گی" انہیں یقین دہانے کے لئے ایک بہت اہم خط کا اہتمام اس طرح کیا گیا تھا:

”کسی بل، اس کی کسی فتح، کسی غیر سرکاری ممبر کی پیش کردہ قراردادوں، جس سے ایک دوسری قوم حائل ہوتی ہو، جس کے مسئلہ کا تھیں مختلف عمل دستور ساز میں اس قوم کے ممبران کو کرنا ہوگا کارروائی نہیں کی جائے گی، اگر کسی خاص کو نسل میں، طواغوت مرکزی ہو یا صوبائی اس قوم کے تھیں، چوتھائی ممبران اس بل، اس کی شجہ یا قرارداد کے خلاف ہوں گے اس پر بھی کارروائی نہیں ہوگی۔“

کنکھڑ کے اجلاس سے خطاب

جناب نے جس کھجور کا سوراخ مرتب کیا اس میں کوئی حلقہ نہیں رہے دیا۔ - سرد و صبر ۱۹۹۹ء کو مسلم لیگ کے رہنماؤں سے بحیثیت صدر انہوں نے اعلان کیا:

”میر جی، عظیم ہے اور لوگوں کے مشترکہ مسائل کی طرف توجہ دیتی ہے، جس کے لئے سب سے اچھے اور

سب سے زیادہ ہمدرد انسانوں نے زندگی گزار دی اور کام کیا۔ تمام لوہار اور ہر قسم کے موسمی حالات میں تکیہ نہیں اٹھائیں۔ وہ انڈیا کو اس کی بہتیمیں سے باہر لاری ہے۔

پورا ملک اپنی خلی کی طرف سموت کے لئے پیدا ہے اور محتاکان امید کے ساتھ نئے اتفاق کی طرف غور سے دلچسپ رہا ہے۔ ملک میں غلوس "اٹھارہ پانچ موسم کا پانچہ عام ہے۔ تمام اطراف میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ مسلمان ہند اپنے آپ کو نور الہی گزشتہ روایات کو بھلا نہیں کے "اگر انہوں نے نئی توقع پر ماری کرنے میں ہمارے ہمدرد نہ کیا۔ جو آج حب وطن ہمدردان کے فرزندوں کو حرکت دے رہی ہے۔ اگر وہ اپنے ملک کی پکار کا جواب دینے میں ناکام رہے "اگر ان کی نظر اپنے ہمدردان کی طرح مستقبل پر بھی ہوئی ہوتی تو وہ مستقبل سے پیچھے رہ جائیں گے۔ لیکن اہل انڈیا مسلم ملک کے حضرات کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت تیسری قوم اور پورے ملک کی نگاہیں تم پر مگی ہوئی ہیں۔ جو فیصلے آپ اس تاریخی بل اور تاریخی سیشن میں کریں گے "اپنی پوری قوت اور وزن کے ساتھ رنگ لائیں گے۔ ہر کوڑ مسلمانوں کے عقب لیڈر اور نمائندے بجا طور پر اس کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ان فیصلوں کی نوعیت پر ہی بڑی حد تک ہمدردان کے مستقبل "اتحاد اور دستوری آزادی کے لئے ہمارے مشترک افکار اور اسگوں کا انحصار ہے۔"

جہان نے کسی پبلک پلیٹ فارم سے ایسے پر جوش انداز میں دوبارہ ہر گز تخریب نہیں کی۔ انہوں نے جو دھمکیاں کے اشارے پر چلے والے برطانیہ کو کم ظرف "دو ٹھکانہ سیاسی اصولوں سے باخس کرنے والا قرار دیا جو حب وطن ہمدردانوں کے منہ پر انکسار طاعت کرتے ہوئے اس قسم کی بائیں کرتا ہے کہ کوئی چیز اپنی پیکار اور فرسودہ نہیں "جتنا کہ ہمدردان اپنے آپ پر حکمت کرنے کے باطل ہیں "اور یہ کہ جسوری ادارے مشرقی کی فضا میں ترقی نہیں کر سکتے۔ وہ سارے ہمدردانوں کو دہلی اور اہملی کے "فرسودہ کر دیتے ہیں۔

انہوں نے حب الوطنی اور قومی خود آگاہی کے زندہ توانا پانچہ کو سراہتے ہوئے کہا: "یہ جذبہ بے لوث سوچ اور توانائی کو ہر دامن چڑھاتا ہے۔ یہ جذبہ ہمدردانوں کی روح میں سوچن ہے۔" انہوں نے کہا کہ اس جذبہ کا سب سے اہم اور امید افزا پہلو یہ ہے کہ اسے قومی اتحاد کی سمت قوموں اور تحریک سے نمونی ہے جس نے ہندوئیں اور مسلمانوں کو اکٹھا کر کے مشترک مقصد کے لئے ہر اور انداز طور پر خدمت میں لگا دیا ہے۔ ان کے خطاب کا یہ اہم جزو مسلم ملک کے مقصد کے لئے افکار پریشان کن سمجھا گیا کہ ہند میں سرکاری طور پر جو کتا پچہ شاخ ہوا "اسے اس میں سے خارج کر دیا گیا اور تحریک پاکستان کے دکاء میں سے کسی نے اسے نقل نہیں کیا۔ ہر حال اس قسم کی سفسر شبہ پتیا نگراء کئے جانے اور بھٹکا جانے کا نتیجہ نہیں "مئی ۱۹۴۶ء میں ہندو مسلم اتحاد کے ساتھ جہان کے زہدست جذبہ کی وابستگی کو نظر انداز کر کے ہندو ازم انہوں نے خود کو حصول پاکستان کے مقابلہ سے جس مضبوطی و استحکام کے ساتھ وابستہ کر دیا "پوری طرح اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جہان ابھی طرح چلن گئے تھے کہ ہندوستان برطانوی حکومت سے آزاد "مضبوط اور ایک قومی وطن کے طور پر صرف اس صورت میں منضر شودہ "آسکتا ہے جب پہلے فرقہ وارانہ شکوک و شبہات اور دیگر خدشات کو دور کر لیا جائے۔ انہوں نے کانگریس میں روتے ہوئے وہاں اپنے لہلاں قومی اہمیت کے حامل وقتائے کار کو اس بات پر اندازہ کر لیا کہ عقب چامس دستور سازی سیشن کا جھکاؤ مسلمانوں کو دے دیا جائے تاکہ مسلم ملک کو قائل کیا جاسکے کہ مطالبات کی ایک قومی

فہرست حرب کرنے میں کانگریس حلقوں کا ساتھ دینا خود اس کے اپنے بہترین فرقہ وارانہ مفاد میں ہے۔ یوں مسادہ کے ساتھ بات چیت کے ذریعے جو معاہدہ طے پایا اس سے ان کی قابل تحریف قانونی صلاحیتوں کی اس طرح تصدیق ہو گئی جیسے کہ قوم پرستی کے ساتھ ان کے یہ جوش لگاؤ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

پراسید اور محرمک جناح نے یہ پیش گوئی کر دی کہ ہم نے کم از کم آدھی آنکلی جنگ پہلے ہی ہیت لی ہے۔ متحدہ ہندوستان کا مطالبہ جو ملک کی حقیقی ضروریات پر مبنی ہو اور وقت نذر حالات کو پروری طرح ٹھہرا رکھتے ہوئے وضع کیا گیا ہو اسے حقیقہاً قابل مزاحمت ثابت ہونا چاہئے۔ بحالی امن کے ساتھ ساتھ ہندوستانی مسئلہ جرات مندانہ اور فراخ اندازانہ خطوط پر طے کرنا ہو گا اور ہندوستان کو برقی ایسٹریکٹ کے ایک آزاد قوم دار اور مسلوی المرتبہ نمبر کی حیثیت سے اس کا پیدا وقتی حق دینا ہو گا۔ اس وقت یہ سب کچھ بالکل واضح آسمان اور عقل کے مبینہ مطابق لگتا تھا کہ کانگریس "لیگ منصوبہ" نے جسے "لکھنؤ پیکٹ" کہا جاتا ہے "آزاد ہندوستان کے دستور کے لئے سونے سونے اصولوں پر مبنی لاکھ عمل ثابت ہوا۔ بحری حال امنوں نے اپنی انتہیم کو دستوری حقیقت میں منتقل کرنے کے لئے ہر قدم کا عمل سوچ لیا تھا۔

"اصلاحات کی انتہیم اپنانے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ مسلم لیگ اور کانگریس آنکلی ماہرین سے ایک بل کا مسودہ حرب کرنے کے لئے نفوس اقتدارات کریں گی جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کا ترمیمی بل کھائے گا۔ اس کے متن میں تارے ملک کا موجودہ دستور شامل ہو گا۔ دیباہی تیار ہونے پر کانگریس اور لیگ کو اختیار کرنا ہو گا۔ دونوں جماعتوں کو اپنے اپنے سرکردہ نمائندہ افراد کا ایک وفد مقرر کرنا چاہئے جو اس بات کا نہالہ رخصت گے کہ اس بل کو برطانوی پارلیمنٹ میں پیش اور منظور کرایا جائے۔ اس مقصد کے لئے ہمیں اس قدر زیادہ سرمایہ جمع کرنا چاہئے جتنا کہ ممکن ہو تاکہ جدوجہد کے لئے ضروری وسائل بروئے کار لائے جا سکیں جب تک کہ ہمارا مقصد پورا نہ ہو۔"

## لکھنؤ پیکٹ رومی کی نوکری میں

ان کا مارچ اپنے اکثر انگریز اور ہندوستانی ہم عصروں سے کئی سال پہلے سوچا تھا۔ یہ قسمی سے لکھنؤ پیکٹ پر بھی عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ تاہم اس کی منظوری ہندوستان کے قومی اتحاد کا اہم لکھ ثابت ہوئی اور اس نے ہندی ایشیا کے اس برصغیر حکومت کے لئے ایک ایسا مستقل اور مستقل آنکلی اچانچ فراہم کر دیا جیسا کہ بعد کا کوئی منصوبہ جو سالہا سال کی محنت سے بنا ہوا اثرات اور بہت قیمتی خون ریزی کے تیار کیا گیا۔ بحری حال انگریز حکمران اپنی ہندوستانی سلطنت پر دھم کے اصول خود ارادیت کا اطلاق کرنے کو ہرگز تیار نہ تھے۔

کانگریس کا اجلاس "مسلم لیگ کے قیصر مارچ (لکھنؤ) میں منعقدہ تاریخی سیشن سے چند دن پہلے منعقد ہوا۔ ۱۹۴۰ء میں سورت کے مقام پر گروپ بندی کے بعد سے یہ اس کا پہلا متحدہ اجلاس تھا جس میں ۲۳۰۰ سے زائد مندوبین شریک ہوئے۔ کانگریس کے صدر ایم سی مودھار نے ملک اور اس کی جماعت کا کانگریس سے وابستہ ہر غیر متقدم گروپ کو "صلح کرانے والے بہت مقدس چیزیں"۔ ہندو مسلم اتحاد کی طرف آتے ہوئے مودھار

نے اعلان کیا:

”یہ معاملے طے پاچکا ہے اور ہندو مسلم دونوں اپنی حکومت کے لئے مشترکہ مطالبہ پیش کرنے پر حلق ہو گئے ہیں۔ کانگریس کی کینٹی اور مسلم لیگ کے نمائندوں نے کلکتہ میں دو روزہ مذاکرات کے بعد ایک آواز ہو کر ملک میں لاپتہ حکومت کے لئے ایک مشترکہ مطالبہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“ ملک نے حقیقت پسند سیاستدان کی حیثیت سے اعداد خیال کرتے ہوئے کہا: ”مجموعہ لوگوں کے کسی بھی گروپ کے ساتھ ایک مشترکہ مفید طبعیت کرنے پر تیار ہیں۔ میں یہود و کسبی کی طرف سے بھی اپنا دست تعاون دالیں نہیں سمجھوں گا۔ اگر وہ کوئی ایسی اسکیم پیش کریں جس کا مقصد ہماری قومی تلاح و بہود کو ترقی دینا ہو۔“

## ڈنشا ہیٹ کو کلکتہ فاش اور دوسری شادی

جناح کی کامیابی ناقابل شکست تھی۔ انہوں نے معاہدے کا جو سورا مرتب کیا تھا، دونوں پارٹیوں نے اسے جوں کا توں قبول کر لیا۔ اب وہ اسے ذاتی الملاقات کے سطح نیٹ کے لئے پیش کرنے کو تیار تھے۔ انہوں نے دونوں قوموں کو متحد کرنے کا ایک طریقہ سہا ہوا ان کے ذہن کے مطابق اعلیٰ ترین تمام دہا ہر ایک وجہ سے سوال لے کر سرانٹا ہیٹ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ چاہا، مختلف اقوام کے ایسی شادیوں کے حلق آپ کا کیا خیال ہے؟ رتی کے باپ نے جو اس سوال پر ہکا بکا نہ گئے تھے، اس کی حمایت میں اپنی بہ دود رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا: ”اس سے قوی بیچنی کو خاصی تفریق ملے گی اور ممکن ہے آخر کار مختلف قوموں کے دو مہان پائے جانے والے اختلافات کا آخری حل ثابت ہو۔“

جناح اس سے بہتر جواب کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے بحث پر مزید الملاقات ضائع کے بغیر اپنے بوڑھے دوست سے دو ٹوک الملاقات کیا: ”میں آپ کی سائنز لوی سے شادی کا خواہشمند ہوں۔“ سر ڈنشا مشہور رہ گئے، جیسا کہ جنس چھاگلہ نے ”جو ان دونوں مصلوں کے طور پر جناح کے مجبور میں کام کر رہے تھے“ اس واقعے کو یاد کرتے ہوئے بتایا: ”انہیں خیال تک نہ تھا کہ اس کے بعد کس ایسے ذاتی مضمرات کے حامل ہوں گے۔ وہ بہت زیادہ برہم ہوئے اور ایسے کسی خیال کی حمایت کرنے سے جو ان کے نزدیک مستحکم خیرو اور افواکہ تھا، صاف انکار کر دیا۔ جناح نے اپنی خوش حالی اور زبردست دلائل کے ساتھ بحث کی، بتا کر وہ اگلے کر سکتے تھے لیکن وہ فطریاں ثابت ہوئی۔ پہلے ہی احتجاج میں ان کا فرقہ دار انداز ہم آہنگی اور پیاد بھرے اٹھو کر فطریاں دینے کا خواب بڑا، طرح پریشان ہو گیا۔ سر ڈنشا بھی حلق نہ ہوئے، یہاں تک کہ ایسی جگہ اور شکست تھیں جھنگو کے بعد، جس کا ان کے علاوہ بھتی کے ہر شخص کو علم تھا، ان کے ساتھ کبھی بات نہیں کی۔ نہ ہی وہ کسی بھی صورت میں ایسی شادی کی اجازت دینے پر تیار ہوئے۔ لیکن قدم کے طور پر انہوں نے رتی پر پابندی لگا دی کہ جب تک وہ مالغ کی حیثیت سے ان کے شانہ و رکھ سر کے محل میں قیام پذیر ہے، جناح سے ہرگز نہ ملے۔ اس کے بعد انہوں نے قانونی چارہ جوئی کرتے ہوئے پارسی سمجھ ایکٹ کی بنیاد پر علم امتیازی کی درخواست دے دی کہ جب تک میری بیٹی مالغ نہ ہو، شادی کی اجازت نہ دی جائے۔ لیکن ایک ایسے وکیل نے انہیں چاروں شانہ چھٹ گرا دیا جس نے اپنی زندگی میں شاید ہی کوئی مقدمہ ہارا تھا اور اس معاملے میں بھی وہ خوشی سے مالغ کا داغ چنے پر لے کر مبرا نہیں

چاہتا تھا۔

’اور مردی نے بھی اپنی ہند کے ہونے والے شوہر کے لئے پرورش علوم کا اہتمام کیا۔ اپنے باپ کی ہمت دھری کے باعث وہ دوبارہ اس سے بھی نہیں ملی۔ جو لیت کی طرح کوئی نصب و تدبیر کی ترغیب اسے اس کے ارنوے سے باز نہ رکھ سکی۔ سرافشا کو اپنے مقابلے کے ہمت دھرم گوی کے ساتھ عرصہ سے سمجھے ہوئے اس نوجوان جوڑے کی دامن کشی کے سیکے پر دوبارہ واسطہ چڑا۔ اس دونوں نے غامضی سے ’مہو سکون سے لیکن اشتیاق کے عالم میں انتظار کے دن گزارے۔ یہاں تک کہ دہائی اٹھارہ سال چرے کر کے چارونچا پل ہو گئی اور چارونچا پل جب جناح کی ناقص تصویر کو رت دوم کی نگار نے آخری قانونی رکھوت کے پہلے اڑا دیا تو دونوں رشتہ ازدواج میں شلک ہو گئے۔

پرسن اور ترک فوجیں دہائی کے باپ سے کہیں زیادہ سخت جان اور باجوس کن حد تک مشکل ثابت ہوئیں۔ عراق میں چلی ’ہٹلر ڈوار‘ جیسا کہ ہندوستانی دستوں کو عراق کے صحرا میں پیش آنے والے ہولناک الیہ کو کہا جاتا تھا، برطانوی پارلیمنٹ میں ہمت سے متحد میجر سولوں کا سہم بنی اور طویل تحقیقات کی جلی ’جس سے پتہ چلا کہ ہندوستانی ہندو گاہوں سے علی فارس کو جو طبی اور دوسرا اہم سامان بھیجا گیا، وہ انتہائی ناقص تھا۔ سیکرٹری آف میٹٹ میجر لین نے ساری ذمہ داری قبول کر لی، اگرچہ وہ اس میں قصور وار نہ تھا اور وسط ۱۹۴۷ء میں اڈرا آفس کی کتاب سے اسٹیفنی دے دیا۔ اس کی قربانی کے نتیجے میں لہلہ پادری کے لینڈن ہاسٹیکو کا سہم ہند کا انہارج بنا دیا گیا۔ اس نے ۷ اگست ۱۹۴۷ء کو دارالعلوم میں اعلان کیا کہ برطانوی حکومت کی نئی حوصلہ بخش پالیسی ’جس پر حکومت ہند کو عمل اتھاق ہے‘ یہ جنگ کے انتظام کے ہر شعبہ میں ہندوستان کی شرکت میں اضافہ کیا جائے اور حکومت خود اختیاری کے اداروں کو ترقی دی جائے تاکہ ہندوستان میں برقی ایمپائر کے ایک لازمی جز کے طور پر ذمہ دار حکومت کی راہ ہموار ہو سکے۔ اس طرح آخر کار برطانیہ کو ذمہ دینیتیں ملتیں کا وعدہ کرنا پڑا۔ جس کا انتظار ملک بھر کے سیاسی رہنما جنگ کے آغاز سے ہی کر رہے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے سرمای لینڈن ہاسٹیکو نے پہلے سیکرٹری آف میٹٹ برائے ہند کی حیثیت سے ہندوستان کا دورہ کیا۔

ہندوستان کی قدیم وحید و صورت حال ایک آوی کا نئی صدوں پر قائم ہونے اور ناقص نے ہاسٹیکو کو بری طرح متاثر کیا۔ جیسا کہ ہند میں دورہ کرنے والوں کا حال ہوا، حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی ۱۹۳۷ء میں ہندوستان کا دورہ کر چکا تھا۔ ایک میسوری کی حیثیت سے وہ خود کو ’مشرقی‘ سمجھتا تھا۔ اس سے پہلے اس نے اپنی شخص آبادی اور دولت و شرکت کی آنکھیں خیر کر دینے والی خاتون کے درمیان اتنی زیادہ فروت ہرگز نہیں دیکھی تھی۔ ہندوستان نے اسے اس قدر خوفزدہ کر دیا کہ اپنے دورہ کے اختتام پر وہ بالکل سنبھل ’باجی کا شمار اور عرصہ و مدت سے ملتا ہوا چکا تھا۔ دراصل چھارے فکھیں ہاسٹیکو نے ہندوستان کے مہرج کر دیا تھا۔ اپنے پرورش استقبال سے اسے اتنی خوشی ہوئی کہ یہاں کے بے پناہ مسائل اور حالت زار دیکھ کر اسے دھکا لگا اور ٹھکانوں کی طرف سے ہر سرکاری سلوک کیا گیا اس نے متذہب میں ڈال دیا۔



## ماہنامہ کاخراج تقسین

ہندوستان کے جن سیاسی رہنماؤں سے انجیلر نے بات چیت کی، ان سب میں جناح نے اسے سب سے زیادہ حاشہ کر دیا۔ انجیلر نے اپنی وزٹری میں نوٹ کیا: "جسٹ اور مسٹر 'اعلاوات' والہار کے لحاظ سے کامل" دیکھنے میں حاشہ کرنے والا دلائی سے پوری طرح یس اور اپنی پوری انجیم پر مصر (ڈاکٹر رائے) و مسٹر وڈ نے اس کے ساتھ بحث کرنا چاہی، لیکن اہلہ کر دیا گیا۔ جناح بہت چالاک آدمی ہے اور بلاشبہ یہ بات اہلہرناک ہے کہ ایسے شخص کو اپنے ملک کے معاملات چلانے کا موقع نہ دیا جائے۔ ہندوستان کا دورہ کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں اور کوئی بد اقدام اٹھانا چاہتے ہیں۔ میں دلائی و وطن نہیں جاسکتا اور کوئی بد اقدام نہیں کر سکتا بلکہ دلائی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس قدم سے دلائی نے دور کا آغاز ہونا چاہئے اسے دلائی سے دو چار ہونا چاہئے۔ اسے ہندوستان کی آئندہ تاریخ کا بنیادی سوال بننا چاہئے۔ آرام میں کچھ کی نہیں کر سکتی۔ میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ بلکہ اس قسم کی چیز کو فہم کر سکتوں۔ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے یہ غراہش کی ہے کہ میں کرنل کی طرح ہند کیا جاؤں۔ لایڈز جناح یہاں ہو گئے۔ کاش پوری برطانوی کابینہ یہاں آئی۔ کاش اسکتہ یہاں ہو گئے۔ یہ ہندوستان کی بدقسمتیاں میں سے ایک ہے کہ میں یہاں تھا۔ بالکل تنہا ہوں۔ وہ شخص جسے یہ کام پاپر جھیل تک پہنچانا اپنی جسٹ نے، جسے اس کی طرف سے وزیر داخلہ کے نام مسٹر جناح کی ذاتی انکیل پر عملی میں ذیل سے رہائی ملی تھی، انجیلر کو دعوت دی کہ وہ کانگریس کے ٹکٹ اجلاس میں شرکت کرے، جس کی صدارت خود وہ کرنے والی تھیں۔ اس پر اس نے اپنی وزٹری میں لکھا: "آہ اگر لایڈز جناح اس کام کا اہتمام کر دے تو ہندو بلاشبہ کانگریس سے ٹکر لیتا اور ان کے لئے فخر کرے۔ مجھے ایسا کرنے سے روک دیا گیا ہے" شاید یہ ساری صورت حال کو بچا لے۔ تاہم کانگریس نے ہمارے لئے خوب سوچی ہے تاکہ ہم اس وقت تک نہیں ہوں جب ہندوستان کی اس حقیقی تحریک کا اجلاس ٹکٹ میں ہو رہا ہو۔" مسٹر جسٹ وہ پہلی خاتون "واحد انگریز خاتون تھیں، جنہیں کانگریس کا صدر چنا گیا۔ یہ ان خاتون کا سلسلہ تھا جو انہوں نے سال کے وسط میں اپنی "بالیانہ صحافت" کی پاداش میں قد و بند کی صورت میں جھیل تھیں۔ مسٹر جناح نے صدر ہونے والا کو مسٹر وڈ کی نظربندی کے فوراً بعد ان کی جماعت ہوم بدل لیگ کی بجٹری رائج کا جناح شہناں لیا۔ دتی مسٹر جسٹ کے سرگرم دعووں میں سے ایک تھی۔ کانگریس کے ٹکٹ اجلاس میں کم و بیش مسٹر مسٹر وڈ اور ان سے کہیں زیادہ سامعین نے شرکت کی۔ مسٹر جناح نے اس موقع پر ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا کہ مسٹر وڈ کی اصلاحات پر مملد کو کیا جائے جسے زبردست چاہر ملی حاصل ہوئی۔ چند دن بعد انہوں نے وہی قرارداد مسٹر وڈ کے جلسہ میں پیش کی، جس میں کہا گیا تھا: "یہ اجلاس پر زور مطالبہ کرنا ہے کہ حکومت بلا تاخیر ایک مل اسٹیبل میں پیش کرے جس میں دسمبر ۱۹۳۱ء کی کانگریس "لیگ انجیم میں منظور کردہ اصلاحات شامل ہوں۔ یہ لانا کہ حکومت کے اعتراف کی جانب بد اقدام ہو گا۔ ہوں ہوں لانا کہ حکومت کے روشن امکانات قہر آئے گئے" بہت سے مسلم لیگی رہنما کی یہ تشویش بد قسمتی تھی کہ ہند اکثریت ان کے مقدمات کو پس پشت ڈال دے گی۔ مسٹر جناح انہیں قہین دلاتے تھے کہ ایسا نہیں ہو گا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ اگر سلطنت کو دو سلطان کی قانون کو منظور نہیں کرتے، جسے جلیت داس کے ذریعے پس کرنا



ہو گا تو آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ پاس ہو سکتا ہے اور اسے اس ملک میں نافذ کیا جاسکتا ہے؟ مسلمانوں کو اس تشویش میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ ہندو جو اکثریت میں ہیں کوئی قانون پاس کر سکتے ہیں۔ انہوں نے ایسا کیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ وہ مسلم لیگ کے ارکان کو زور دے کر نصیحت کرتے تھے کہ اپنے ”دھرموں“ سے نہ ڈرو، ہندوؤں کے ساتھ تعاون کرنے سے نہ کھڑا کیونکہ حکومت خود اختیاری کے لئے یہ احتمالی ضروری ہے۔

## علی برادران کی خدمات

مسلم لیگ کے تختہ سونے کی سربازیت کے لئے مولانا علی شریعتی بیٹے تھے۔ بہتم پورے تیش کے دوران ان کی کمری خالی رہی کیونکہ انہیں اور ان کے برادر بزرگ مولانا شریعتی جی و سرسید نے نظر بند کر دیا گیا تھا۔ علی برادران کو حکومت نے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۱ء تک ایوانی اختیارات کے تحت قید کر رکھا تھا۔ مولانا علی علی اور امت میں شائع ہونے والے اخبار ”کامریہ“ (انگریزی) اور ”تھردو“ (اردو) میں عثمانی خلیفہ عبدالحمید کی پُر زور واکمل کے ساتھ حمایت کی جاتی رہی اور انگریج حکام نے دو سال تک ان دونوں بھائیوں کی گرفتاری کے حتمی فیصلے دھڑاتے تاہر کرنے کے سلسلے میں پراسرار خاموشی اختیار رکھے رکھی یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں مسٹر جناح نے سنبھل کھین دستور سازی میں سوال اٹھایا تو جواب میں بتایا گیا ”انہیں اس لئے نظر بند کیا گیا ہے کہ وہ شاہ (برطانیہ) کے دھرموں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے۔“ علی برادران نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں کے لئے بھی اتحاد کی علامت بن گئے اور مسلمانانہ کامی نے برٹش راج کی مخالفت میں اپنے اولین عظیم قومی مسجد کے لئے انہیں بنایا۔

گاندھی نے ایک طرف علی برادران کی جدوجہد میں خود کو شامل کر کے مسلمانوں کی زبردست ہمدردی و حمایت حاصل کر لی، اس کے ساتھ ہی انہوں نے تمام ہندوستانوں سے برطانوی فوج میں بھرتی ہونے کی اپیل کر کے سرکار کا اصرار بھی جیت لیا۔ یہ دونوں پوزیشنیں ان ہیروؤں کو متضاد لگتی تھیں، جنہوں نے مسلمان کے بارے میں کہی یہ سچا بھی نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں سے یا حالات جنگ سے خوش ہیں۔ اس کے باوجود ۱۹۴۷ء کے آخر اور ۱۹۴۸ء کے دوران ان دونوں اسباب نے گاندھی کی سیاسی قوت کے لئے بہت اہم سازوں کا کام دیا۔

اس ناؤک مرحلے پر مسٹر جناح نے برطانیہ کی توسیع شدہ بھرتی مہم پر جی بے جا کی تھی۔ وہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ ہندوستانوں کو جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دینے سے پہلے انہیں وہی حیثیت ملنی چاہئے اور برطانیہ کے یورپی باشندوں کو حاصل ہے۔ انہوں نے بطور خاص مطالبہ کیا کہ ہندوستانوں کو بھی مسیح افواج میں داخل کیٹھن ملنا چاہئے۔ جسٹس فورڈ نے ترقی سے ڈانٹتے ہوئے اس پوزیشن کو ”سودا بازی“ قرار دیا۔ اس پر مسٹر جناح نے عقل کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”کیا یہ سودا بازی ہے۔ اگر میں اپنے ملک میں بادشاہ کے مساوی المرتبہ شہدہ کی حیثیت سے خودداری کے ساتھ اپنی حکومت سے مسلسل اس پابندی کو ہٹانے کا مطالبہ کروں؟ بالی دارا“ ”نایہ سودا بازی ہے“ اگر میں یہ کہوں کہ مجھے میرے ملک میں وہی حیثیت دی جائے جو یورپی باشندوں کو حاصل ہے؟ کیا اسے سودا بازی کہتے ہیں؟“۔ بہر حال مسٹر جناح کو کوشل کے ایک عجب وکیل کی حیثیت سے اس ”جنگ نفرتوں“ میں شرکت کی دعوت دی گئی جو اسی سال اپریل میں، نظام دہلی و افسرانے کی زیر صدارت ہونے والی

تھی۔ لیکن پہلے انہیں پہنچنی تھی اس سے کہیں انہم کام میں شریک ہو سکتا۔

دہلی کے ساتھ شادی کی رسم پھر اپریل ۱۸۵۸ء کو مسز جناح کے مکان "سائڈنگ کوٹ" "ایڈنٹ پلیرنٹ روڈ" بار بارلی بھیجی میں انہم پہنچی۔ دہلی نے تین دن پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اگرچہ وہ عمر بھر غیر فرقہ وارانہ رہ گئی تھی۔ دہلی کے کسی رشتہ دار نے شادی میں شرکت نہیں کی۔ وہ اپنے باپ کے محل نمازیں گھر سے "جو مسز جناح کے مکان سے ایک میل سے بھی کم فاصلے پر واقع تھا" انھوں سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھاگ آئی تھی۔ مسز جناح نے اس وقت تک اس طرح سوگ منایا جیسے وہ مر گئی ہے "جب تک کہ مسز جناح اور اس کے ماہی دس برس سے بھی کم مدت میں پہنچی نہ ہو گی۔" راجہ محمود آباد کے علاوہ مسز جناح کے انتہائی قریبی چند دوست شادی کی خاموش تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ راجہ محمود آباد کے صاحبزادے اور جانشین کا بیان ہے کہ مسز جناح نے شادی کے موقع پر اپنی دہلی کو جو انگریزی پسند تھی "وہ میرے والد نے بطور تحفہ دی تھی۔ اپنی سون بھی انھوں نے ہمارے نئی مال دالے بلکہ میں منایا تھا۔ نئی مال بالکل دار چیلنگ کی طرح نہیں ہے "نامم صلح سمندر سے ایکٹ میل کی بلندی پر واقع پناہی مقام ہے" جسے سو جانوں کے افراد اور راجہ محمود آباد بھی بہت پسند کرتے تھے۔ دہلی اور جناح نے یہاں سمندر کے کچے جنگلات میں خوب گھوڑ سواری کی اور پارو میت کے جذبات کو ابھی طرح پروان چڑھایا۔

حکیم بدست علی سون منانے کے بعد فرہان جو ڈاڈرید سوڑ دہلی پہنچا اور وہیں نال قلعہ کے قریب ملازم ہو کر میں قیام کیا۔ یہ شادی اور ہو گئی منجھہ طرز کے ہفتے کے لئے شرکت دیکھا ہے۔ محل طرز کا یہ ہو کر ہنس کے محبوب ترین ہو گئیں میں سے تھا اور وہ جب بھی دہلی آتے "اسی میں ٹھہرتے۔ دہلی کی لمبی راتوں میں کچھ آواز پھول سکتے رہتے۔ نس آباد ضریح لیلے یا پنگ رنگ کے دہلی پارکات میں اس کا پورا پگوار اور طائر ہونے دیکھنے والے کی نظر میں کب جاتا تھا۔ وہ میرے ہر اہرات اور سوجن سے سراسر حیرت انگیز پہنچتی تھی اور بڑے دھنک انداز میں انگریزی شہرت میں تھی۔ مسز جناح اپنی گھنی کالی سونچیں اور چند پگوار آنکھوں کے ساتھ ایسے چست لباس میں بیٹوس رہتے جیسا بچھم کے اندر رہتے والا کوئی "ہوئی کارڈ۔ وہ اپنی دہلی کے ہر لڑکے سے مکمل ماسخ تھکتے تھے۔ وہ دہلی کی جوڑی دیکھنے والوں کو بلا حجاب کرتی تھی۔ انھوں کے موسم بہار میں "دہلی بے حد مسرور و شادان تھی۔ اس آواز کے ساتھ جو "انتہائی شہرہ ورت تھا" وہ جیتا اپنی توقع کر سکتے تھے کہ مستقبل اگر داخلی قسمت نہیں تو مسلسل خوشیوں سے ضرور بھر پور رہے گا۔

دہلی کی بار بار "پائرس" وہ پہلا میدان جنگ تھا جس میں مسز جناح نے اس شخص سے ٹکرائی جو قوی شہرت اور سیاسی قوت میں ان کا سب سے بڑا حریف بننے والا تھا۔ ابھی ان کا اپنی سون بھی مکمل نہیں ہوا تھا اس لئے شاید ان پر یہ الزام عائد نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے اس حقیقت کا صحیح انداز نہیں لگایا تھا کہ ان کے خلاف کئی زبردست طاقتیں جمع ہو چکی ہیں جو واقفانے کانفرنس میں آدھے نکلے ہونے کے ساتھ شریک تھی۔ گاندھی نے تقریباً دس سال بعد اپنی کتاب EXPERIMENTS WITH TRUTH میں جس سے دنیا بھر میں لاکھوں کروڑوں بددستانی نوجوانوں اور طالب علموں کو روشنی ملی "اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: میں "دست ہار کے جواب میں دہلی گیا تھا۔ خوشامد اور چالاسی کر کے اپنی طواری قیام کر کے کسی کو طوفانی کتا میری عادت

نہیں تھی۔" بلاشبہ وہ اس بات کو فراموش نہیں کر سکا کہ میں کیا کر بیٹھا ہوں، نہ ہی اس جھگڑے کو اپنے ذہن سے کھینچ سکا۔ اس کے باوجود وہ اپنی عقلی کس طرح چل کر رہا ہے۔ "میں واقفانے کے سامنے مسلمانوں کا کہیں بڑھ کر نہ کرنا چاہتا تھا۔" دیکھتا تھا۔ میں نے ایسی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے، جس سے علی برادران کو زیادہ جتنی خارج کر دیا گیا تھا، اپنے اصولوں پر جتنی اعتراضات پر اصرار کیا۔ چنانچہ دہلی پہنچ کر میں نے واقفانے کو کانفرنس میں شرکت سے متعلق اپنے تامل سے تھری طور پر مطلع کیا۔ جسٹس فورڈ نے مجھے ملاقات کی دعوت دی تاکہ مل جینے کر معاملہ پر گفتگو کر سکیں۔ واقفانے اور اس کے ذاتی سیکرٹری مسٹر ہائے کے ساتھ طویل بحث ہوئی، آخر میں شرکت پر آمادہ ہو گیا۔ سر مال اس میں گامدھی کا کردار ہندوستان کی فوج میں بھرتی سے متعلق کلیدی قرارداد کی تائید کرنے تک محدود تھا۔ جہاں تک مسلمانوں کے مطالبات کا متعلق تھا، اس بارے میں طے پایا تھا کہ گامدھی بھرتی میں واقفانے کو خدا کی قسم کہ جسٹس فورڈ کی شرائط تسلیم کرنے پر گامدھی کے خیریت سے اس قدر جھجھکاؤ کہ اس نے پکارا کہ میں یہ تائید غصے سے غصہ الفاظ میں کر دوں گا۔ اس کی تائید صرف اس مختصر سے فقرہ پر مشتمل تھی:

"مجھے پورے احساس اور داری کے ساتھ اس قرارداد کی تائید کرنا ہوں۔" اس نے یہ فقرہ پہلے ہندی میں ادا کیا اور پھر خود ہی اس کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا۔ بعد ازاں اپنی خود نوشت میں گامدھی نے اس زبان کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا جو اس نے ابتدا میں استعمال کی تھی۔ لہذا کہہ سکتا ہوں کہ اس نے اس کا ترجمہ کو مکمل کر لیا، جس سے جنگی معاملہ اور برطانیہ کی جنگی مشین کو زیادہ سے تھری ملی تھی۔

"سمت سے لوگوں نے مجھے ہندوستانی بولنے پر مبارکباد دی۔ ان کا کہنا تھا جہاں تک ہماری یادداشت کام کرتی ہے، کسی ایسے اجلاس میں ہندوستانی بولنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ مبارکباد کے بیانات اور اس انکشاف نے کہ واقفانے کی میٹنگ میں ہندوستانی بولنے والا میں پہلا شخص تھا، میرے قومی خاتر کو بخیر کر دیا۔ میں اپنے آپ میں سوچ رہا تھا کہ یہ کیا الہ ہے کہ ملک کی زبان کو ملک سے متعلق تعلیم کی بابت اجلاسوں میں ممنوع قرار دیا جائے اور وہاں مجھے جیسے بھگتے شخص کا ہندوستانی زبان میں تقریر کرنا قابلِ تحسین سمجھا جائے۔ اس طرح کے واقعات ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ہمیں کتنی پست سطح پر گرا دیا گیا ہے۔"

وہ یہ اعتراف نہیں کر سکا کہ اسے سمت سارے شاہ پرستوں کی طرف سے واقفانے کی حمایت حاصل کرنے کے لئے ہم تھوڑا سا اصول ترک کرنے پر جو مبارکبادیں موصول ہوئیں، ان سے اسے افسوس ہوا۔ اس نے اپنے سچے جذبات کا اظہار "ایک بھگتے ہوئے شخص" کی صورت میں کیا۔ جس کا "قومی خاتر" مجموعہ ہو گیا تھا۔ لیکن جذبات کو اپنے حافظہ اور دماغ کے لئے حاصل قومی زبان کی وہ بات کے باعث جان بوجھ کر حقیقت میں ہندوستانی زبان بولنے پر ایسی کوئی پابندی نہیں تھی جسے گامدھی کے شرم سے سکڑنے کا موجب قرار دیا جاسکے۔ تاہم جنگ کے لئے قومی بھرتی کے ساتھ اس کی وابستگی نے واقعی اسے اس کے اختتام سے نکل ہی نہیں سکا۔ جس میں جھکا کر دیا۔ لیکن دار کانفرنس میں گامدھی کا وہ کردار نہ کہ وہاں جہاں کے حکومت کے خلاف موقف کے لئے جہاں کہ ثابت ہوا اور دہلی کی ہندی قوم پرست قیادت کو ہم کو دماغ کا افکار کر دیا۔

جہاں نے ایک قابلِ قوم پرست قیادت کو ہم کو دماغ کا افکار کر دیا۔

قرار دے کر مسترد کر دیا۔ جسٹسوں کے ہم ایک بار میں انہوں نے بڑی بے باکی سے اس موقف پر اصرار کیا کہ ہم اپنے فرائضوں کو ایسے اصولوں کی خاطر چھوڑنے کے لئے نہیں کہہ سکتے جن پر ان کے اپنے ملک میں عمل نہیں کیا جاتا۔ کوئی حکومت قوم و مملکت کے لئے اس بے جگری اور توانائی کے ساتھ نہیں لڑ سکتی جیسا کہ کوئی آزاد قوم اپنی اور دوسروں کی آزادی کے لئے معرکہ آرائی کر سکتی ہے۔ اگر ہندوستان کو برٹش ایمپائر کے دفاع کی خاطر تسلیم کرنا پڑتا ہے تو اسے ایمپائر کے ایک شریک کاری حیثیت سے ایسا کرنا ہو گا کہ ایک حکومت کے طور پر نہیں۔ اسے یہ احساس دلانے کے لئے اپنی آزادی نیز تاج برطانیہ کے ماتحت آزاد اقوام کی دولت مشترکہ کے لئے لڑ رہا ہے۔ ایسی صورت میں وہ آخر تک برطانیہ کا ساتھ دینے کے لئے اپنی پہلی کاؤر لگا دے گا۔ پہلے اقدام کے طور پر ہندوستان میں کانگریس ایک اسٹیم سے ہم آہنگ قانون کے ذریعے پوری طرح ذمہ دار حکومت کے قیام کی قلمی مدت کا تقاضا کیا جائے اور اس سلسلے میں مسودہ قانون بلا تاجیر پارلیمنٹ میں پیش ہونا چاہئے۔ اگر ۱۹۳۸ء میں دہلی دار کاغز فرس کے موقع پر کانگریس جماعت کی قیادت میں متحد ہو جائے اور مسٹر جناح ایک سال سے بھی کم مدت میں اس سے بد عمل نہ ہو جاتے تو وہ دولت مشترکہ ہو کر شاید برطانیہ کو اس بات پر آمادہ توفیق کر سکتے کہ ہندوستان کو دفاعی طاقت آزادی دے دے، تاہم وہ انتظامی اعتبارات کے عمل کو یقیناً تیز کر سکتے تھے۔ شاید انہیں تقسیم ہند کے مرحلے سے بھی نہ گزرنا پڑتا۔

ملک اور اپنی سینٹ مسٹر جناح کے قدم بطور چل رہے تھے۔ سمجھتی کے گورنر لارڈ وائٹن نے ماحول کے ایک خط میں ان تینوں کو اس خط پر براہ راست کہا کہ اس نازک وقت میں وہ ایمپائر کے پیچھے ہیں، اپنے فرض کا احساس نہیں کر رہے ہیں۔ چند ماہ بعد جسٹسوں نے مسٹر جناح اور مرکزی کونسل میں ان کے کئی قوم پرست ساتھیوں کے خلاف اپنے ٹیکرٹی کے مزید کان بھرے اور ان پر الزام لگایا کہ وہ سخت مخالف ہیں۔ ان کے بارے میں یہ سوچنا کہ ہم کچھ کر سکتے ہیں، بیکار محض ہے۔ ان میں پائی جانے والی گتھی کا سدباب نہیں کیا جاسکتا اور میں اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کو تیار نہیں ہوں۔

گورنر وائٹن نے اپنی صوبائی دار کاغز فرس ۱۹۳۸ء کو جڑوں ہال سمجھتی میں منعقد کی۔ مسٹر جناح اس میں شریک ہوئے اور انہیں اس وقت یقیناً غصہ آیا جب وائٹن نے یہ کہا کہ میں ایک ایسے معزرت مسودہ میں کہ ان میں سے بعض کا عوام پر خاص اثر و رسوخ ہے۔ ان میں سے بہت سے ہوم ورلڈ لیگ نامی سیاسی پارٹی کے ممبر ہیں جن کی سرگرمیاں گزشتہ سالوں میں ایسی رہی ہیں کہ میں ان کی حمایت کے اظہار پر جی ہونے کے بارے میں ایمپائر سے مجبور نہیں کر سکتا۔ ملک نے وائٹن کی مجبور قرار دلوں میں یہ ترسیم پیش کرنے کی کو محض کی کہ حکومت خود اختیاری کے بغیر ملک کا دفاع نہیں ہو سکتا لیکن اسے حکم کاغز فرس سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد مسٹر جناح خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا:

”آج کے بیٹے سے کل میں اپنی اس گتھی اتارنے کا اہتمام کرنا چاہتا ہوں، ہذا کیس میں ہوم ورلڈ لیگ کے رہنماؤں کے اظہار اور صداقت کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مجھے اس طرز کلام اور طرز عمل پر بہت افسوس ہے اور ہذا کیس میں ایسی کے ہم دے احترام کے بارے میں غایت شدت کے ساتھ اس پر احتجاج کر رہا ہوں۔ ہم اپنے ملک اور ایمپائر کے دفاع کے لئے دو ممالک سے بد کہہ جین ہیں، فرق صرف طریق کار کا ہے۔

حکومت کے طریقوں کو پہچان بدل ایک ہندو نہیں کہتا۔ میں صرف نسیم کی بھڑی کے لئے حجاز بھیج کر رہا ہوں۔ حکومت کی اپنی نسیم ہے۔ یعنی وہ "سباہیوں" کی بھرتی کرتی ہے۔ جو میں خطرے سے بچنے کے لئے محض اس قدر کہتا ہوں۔ ہم ایک قوی فوج یا انتظامیہ کرشموں پر مشتمل فوج کی تشکیل دیتے ہیں۔ محض کرایہ کی فوج سے کام نہیں لے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ ہم سے مدد چاہتے ہیں تو آپ تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ احساس پیدا کریں کہ وہ ایساڑ کے شہری اور بادشاہ کی مسلولی المرتبہ دے دیا جائے۔ لیکن حکومت ایسا نہیں کر رہی۔ آپ کہتے ہیں ہم پر بھروسہ کیا جائے گا اور ہمیں ایساڑ میں حقیقی شریک کار بنایا جائے گا؟ لیکن کب؟ ہمیں محض انتظام نہیں چاہیے؟ ہم نہیں چاہتے کہ اس مسئلے پر غور و فکر فرمایا جائے کہ اسے لے کر دیا جائے۔ ہم محض چاہتے ہیں اور فوری اقدام کے طلبگار ہیں۔"

دھنگن کے ساتھ مکمل کھلم کھلا سرگرمی کوئی سے پیدا ہونے والی تھی نے ان کے ملاتی دھماکا کو بھی حاشا کیا۔ جی میں سے دھنگن کے بعد جلد ہی مسز جناح کو گورنمنٹ ہاؤس بمبئی کے ایک دفتر میں دھوکا دیا گیا۔ وہی نے جس کا جانا ہوا کہنے لگے گا کہ میں دھنگن کے لئے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ اگر مسز جناح کو سرکاری لگ رہی ہے تو ان کے لئے شمال لاؤ۔ مسز جناح نے ملازم کی راہی کا انتقاد کئے بغیر اپنی میزبان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "جب مسز جناح کو سرکاری لگے گی تو وہ خود کو دیں گی اور اپنے لئے شمال مانگ لیں گی۔" یہ کہتے ہوئے وہاں جی رہی دونوں لڑنے اور کھڑے سے نکل آئے۔ اس کے بعد اس وقت تک گورنمنٹ ہاؤس کے اندر قدم نہیں دھکا جب تک کہ دھنگن بمبئی سے چلا نہیں گیا۔

صوبائی دار کا لائسنس کے انتقاد کو ایک جھنڈ بھی نہیں ہوا تھا کہ جناح کی پادری نے ہمارے مل ۱۹۳۸ء کو بمبئی میں محکمہ ہوم رول متناہا۔ اس موقع پر زبردست دہلی سے خطاب کرتے ہوئے مسز جناح نے کہا:

"ہمارا دھنگن کہتے ہیں کہ ہوم رول ایک نیکو کار ہے۔ ساتھ ساتھ جلدی کر رہی ہے۔ میرا جواب یہ ہے کہ آپ کا طریق کار اور پالیسی سب کچھ غلط ہے۔ میں جہیں نہیں کر سکتا کہ کوئی جو دھنگن بھی اتنا اندھا ہو سکتا ہے کہ اسے یہ نظر نہ آئے۔ انہیں ہم پر اعتماد نہیں اس لئے ہمیں اپنے وطن اور ایساڑ کا دفاع کرنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں۔ وہ اسی تنظیم کو قائم رکھنا چاہتے ہیں جس کی حیثیت سباہیوں کی فوج کے ساتھ ہوگی نہیں۔ اس کے باوجود ہم سے گھر کرتے ہیں کہ ہم ان کی مدد نہیں کر رہے۔ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو مسز جلیو نے "میسریم لیمیا ریم" کی بابت کہا تھا: "حکومت ہند خطرے میں نہیں نظر مٹانے کے لئے بالکل بیکار"۔ یہ زیادہ مثالوں میں بکری ہوئی اور انتہائی وقیفانوسی ہے۔"

کم و بیش ایک ماہ بعد گاندھی نے مسز جناح پر زور دیتے ہوئے انہیں کہا کہ وہ فوجی بھرتی کے حلقے ایک پر زور اعلان جاری کریں گے گا۔ گاندھی کی دلیل یہ تھی:

"میں آپ دیکھ نہیں سکتے کہ اگر ہوم رول ایک کارہیوں کی ایک مضبوط ایجنسی بن جائے اور اس کے ساتھ ساتھ آپنی حقوق کے لئے جدوجہد بھی کر رہے۔ تو گاندھی ایک نسیم جیٹا منظور ہو جائے گی؟ پہلے بھرتی کا دفتر تلاش کریں اس کے بعد آپ کو ہر چیز مہیا کر دی جائے گی۔"

یہ گاندھی کے عجیب ترین خطوط میں سے ایک خط تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ مسز جناح کو یہ خط نہ دیا گیا۔

ہوا کہ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب گاندھی نے بھرتی کے مسئلے میں گھبرات کا دورہ شروع کیا اور معمول کی آواز کے ساتھ — گلوں گاؤں کے پھر گانے قوت سے بھرتی کے معاملے میں مسز جلیج کی مدد سے سوچ کا اعتراف کرنا پڑا۔ چنانچہ اس نے تسلیم کیا:

”جو کسی میں نے اپنا کام شروع کیا، میری آنکس کھل گئیں۔ میری رجائیت کو زبردست دھچکا لگا۔ ہم جن کہیں گئے وہاں چلے منتھ گئے۔ لوگ ان باتوں میں آئے تھے جن پر ہنگل ایک یا دو افراد اپنے آپ کو فوجی بھرتی کے لئے پیش کرتے۔ آپ انہما کے حامی ہیں؟ آپ ہم سے جنگ میں شریک ہونے کو کیسے کہہ سکتے ہیں؟ حکومت نے ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہے کہ ہم اس کی مدد کریں؟ یہ اور اسی قسم کے سوال ہر جگہ ہمارا سامنا کرتے تھے۔“

دست میں گاندھی نے اسے (دافٹر رائے کا پرائیویٹ سیکرٹری) کو اس سے بھی سخت سوالات پر مشتمل خط لکھا: مختلف ہم جو کہ اپنے اندر غور و خیر کی گود کھینے کا حوصلہ نہیں رکھتے اور جنہوں نے بھی ہتھیاروں کا چھوا تک نہیں، اپنے اندر اہمک فوج میں بھرتی ہونے کی ہمت کیسے پیدا کر لیں؟ جبر کے اختتام سے عمل ہی گاندھی کی صحت نے جواب دے دیا۔ یوں اسے اس احتمالی مشکل اور ناخوشگوار کام کو ترک کرنے کا موقع مل گیا۔

”فوجی بھرتی کی رسم کے دوران میں اپنے دستور کی چٹی کے کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ حالات ضرور طویل پکڑے گی اور شاید طاقت خیز ثابت ہو۔ جب میں بمطرحات پر دردت گرا رہا تھا تو لکھ بھٹی ٹیل نے آکر خبر سنا لی کہ جرسی کو عمل طور پر شکست ہو گئی ہے اور کشن نے پیغام بھیجا ہے کہ مزید بھرتی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس خبر سے مجھے بڑا سکون ملا۔ ٹیل کے ساتھ ڈاکٹر کو کا بھی لیا تھا۔ اس نے میری نہیں دیکھی اور بتایا: ”تپ کی نہیں بالکل ٹھیک ہے۔ مجھے بالکل کوئی غلطو نظر نہیں آتا۔ یہ بہت زیادہ کمزوری کے باعث امصالی سمجھاؤ ہے۔“ میں نے پوری رات جاگ کر گزاری۔ صبح طلوع ہوئی، ٹائم سوٹ ڈا آئی۔ اگرچہ میں اس خیال سے بھٹکا رہا نہیں یا سکا کہ خاتمہ قریب ہے۔“

ہندوستان کے لئے دستوری اصلاحات پر باغیچہ کی رچ رٹ جولائی ۱۹۸۸ء میں مطہر رام پر آئی جس میں سلاش کی جگہ تھی کہ صوبوں میں انتظامیہ کا جزوی کنٹرول کا اس دستور ساز کو سوچ دیا جائے اور ہندوستانی حکومت میں انتظامیہ پر مشورہ کے اثر و رسوخ میں اضافہ کیا جائے۔ نیز جہاں تک ممکن ہو مقامی اداروں کو عملی اختیارات دینے کا جائز۔ جناح نے ابتدائی رچ رٹ کا بنیاد مطالعہ کرنے کے بعد ۲۳ جولائی ۱۹۸۸ء کو درج ذیل اخباری بیان جاری کیا:

”یہ تجاویز فارسیوں اور دیہیوں کے قوانین کی طرح نہیں ہیں، جنم مزید بحث کے ذریعے ان میں ترامیم کی جا سکتی ہیں۔ مسئلہ کو سلجھانے کی بہت زیادہ کوشش کی گئی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ہندوستان میں مسز باغیچہ کی راہ میں بہت زیادہ دیکھ بھال کی گئی اور انہیں احتمالی ناؤک اور جھجھک مسائل میں سے ایک مسئلہ حل کرنے کو کہا گیا تھا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دہشت انگیزی پھیلانے والے گروہ نے ان پر ناجائز دباؤ ڈالا ہے، جس کے نتیجے میں عوام کو وہی جگہ حرامات پر بہت زیادہ پابندیاں لگا دی گئی ہیں۔ کوئی بھی اصلاحی قدم بیکار ہو گا، جب تک جیسے صوبوں، مختلف سمجھتی میں تمام گھٹوں کو سامنے پرپس اور انصاف کے ”تبدیل“ نہ کیا جائے۔ میں اسے مزید







اب فریڈی جتھ کو مذکورہ فیصلہ میں پیش کیا گیا تو سبز جٹ کا پہلا رد عمل یہ تھا کہ جو کچھ بھی براہم کے لئے غلط طرزِ توجہ کیا گیا ہے۔ عدلیہ کی جگہ انتظامیہ نے لے لی تو ان کے لئے وسیع اختیارات کے حلقہ استعمل کی رقم کھل جائے گی۔ کسی مذہب ملک کی قانونی تدبیر میں ایسے قوانین کے غلطی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس قانون کے لئے یہ سوچ بدترین ہے کیونکہ لوگوں نے مالیہ اطلاعات سے بنی بلز تقاضا دہشت کر رکھی ہیں۔ اگر یہ قوانین منظور کر لئے گئے تو ان سے بہت زیادہ بے چینی، اضطراب اور احتجاج جنم لے گا اور حکومت و عوام کے مابین تعلقات پر اختیائی خراب اثرات مرتب ہوں گے۔

تیم اس نتیجہ کا حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ جسٹسزورڈ دولت اور دوسرے مرکزی کونسل کے رکن ۲۲ دھندستانی لیبران کی مشترکہ مخالفت کے باوجود اپنا کام جاری رکھنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ کونسل کے ۳۳ سرکاری لیبران اس سیاہ قانون کے معاملہ میں ۲۷ مارچ ۱۹۸۹ء میں منظور ہوا عمل رد کی سرپرست ہوئے۔ لی کی منظوری کے فوراً بعد سبز جٹ نے بستی پنج کرنا پارلی سے جسٹسزورڈ کے نام ایک خط لکھا جس میں کہا گیا تھا۔

”دولت ایکٹ کو منظور کر کے آپ کی حکومت نے ہر اس قیمتی دہائی کی سرگرمی سے غفلت کر دی ہے۔ پھر اس نے ایک سال قبل اس وقت کرائی تھی“ (جب) ”ڈار کا فرسٹ“ کے سوچ پر دھندستانی سے مدد کی اپیل کی تھی۔ ان تمام اصولوں کو بے رحمی سے پامال کر دیا گیا ہے جن کے لئے برطانیہ عقلی نے انتظامیہ طور پر جنگ لڑی تھی۔ ایسے سوچ پر جبکہ ملک کو کوئی حقیقی خلافت واقع نہیں ہے نہ خود اور نہ مالی انتظامیہ نے جو نہ تو لوگوں کے سامنے جوابدہ ہے نہ ہی رائے عامہ سے رابطہ رکھتی ہے انتظام کے بنیادی اصول ہیں۔ مثلاً، دینے ہیں اور عوام کے دستور حلق سے انحراف کیا ہے۔ خدا میں آپ کے اس فیصلہ اور آپ کی حکومت کی اس رویہ سے خدا۔ احتجاج اور انکار برقی کے طور پر ابھرنے لگی کی میری سے استعفیاء دے رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اندر میں حالات نہ تو میں لوگوں کی خدمت کر سکتا ہوں نہ ہی یہ میری خودماری کے مطابق ہے کہ ایسی حکومت کے ساتھ تعاون کیا جائے جو کونسل میں عوام کے نمائندوں کی رائے کو ایسی بد روی سے ٹھکراتی ہے۔ میری رائے میں جو حکومت ایسے قانون کو لٹا رہی اس میں منظور کرنی یا اس کی توثیق کرنی ہے وہ مذہب حکومت کھلانے کے حق سے محروم ہو جاتی ہے۔ مجھے آپ بھی توقع ہے کہ بیکرڈی آف ٹیٹ برائے ہر سبز جٹ کو ہر جگہ، ہر جگہ، ہر جگہ کو باوجود کرنے کا مشورہ دیں گے۔“

اس استعفیاء نے سبز جٹ کی دھماکہ توڑ۔ نہایت کی ایک بار پھر توثیق کر دی۔ تیم جسٹسزورڈ اٹلس سے مس نہ ہوا جبکہ عدلیہ میں دھماکہ کا اثر روز بروز گھٹنے لگا۔ جٹ کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ انہوں نے کتنے کو۔ دار سبز جٹ آف ایٹلس کے ساتھ دھندستن کے مستقبل کی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ اس لئے انہوں نے عدلیہ جانے کا فیصلہ کیا تاکہ وہاں اپنے خدو مذہب دوست کو حکومت ہر کے حضور

کہہ دی کہ مسٹر کرنے کی ترقیب دے سکیں۔ ان دنوں رتی امید سے قحی اور عین کی وہ پہلی سی مہمی صبت  
باقی نہیں رہی قحی کیونکہ جنگ کے بعد کا زمانہ پیا پیاس کن ثابت ہوا۔ دنوں کو مستحق انکا سہا نظر نہیں  
آ رہا تھا جتنا کہ ۱۹۹۹ کے اوائل میں تھا۔

## لیگ وفد کی قیادت

مسلم لیگ کی طرف سے جناح کو اس وفد کا سربراہ مقرر کیا گیا جو اس سال دہرہ اعظم لاہور جا رہی کی  
خدمت میں اس نے سمجھا گیا تھا کہ حکومت برطانیہ کو پھر میں منصف ہونے والی صلح کانفرنس میں کم از کم  
ایک مسلمان مندوب شامل کرنے پر آمادہ کر سیکے۔ مسلم لیگ کے صدر "اے کے" فضل الحق کے ہتھل  
بعد حلقہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت جس کو کرشن جین کے آپ مسلم لیگ نیپال کی انوکھ سی  
ملاقاتوں پر جھڑپا تھا، خواہ اعلیٰ کا ٹکڑا نہیں گئے۔ حالانکہ ان قوموں نے بڑے ہتھ قولی و اقرا رکھے تھے کہ  
یہ جنگ عظیم پہنچی اور غیر محفوظ آئیں۔ کے حقوق کی حفاظت کے لئے لڑی جا رہی ہے۔ سر چندر پتی خواہ  
اور ساراچہ آف بیکانیر کو ۱۹۹۹ کو امپریل وار کانفرنس میں بہت مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔  
چونکہ ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہ تھا، اس لئے مسلم لیگ کو یہ ملوہ محسوس ہوا۔ دیگر مسلمانوں کے مذاکرات  
کو گتھا کر پیش کیا جائے گا یا نظر انداز کر دیا جائے گا۔ ملی برادران اور دہلی کے صاحب علم دس  
ابو الکلام آزاد سمیت "تحریک خلافت کے بعد سے متقبل عام رجسٹرا" ابھی تک برائے کی صراحت کے بغیر  
جیلوں میں بند تھے۔ مسلمانوں پر برطانوی حکومت کے تحت دوسرے دوسرے کے شہری ہونے کا احساس بری  
طرح غالب تھا۔ خلافتی رجسٹرا ان خدشات کا اعتبار کر رہے تھے کہ برطانیہ نے دوران جنگ مسلمانوں  
کے مقدس مقامات کے حفظ کے بارے میں جو وعدے اور عہد رکھے تھے، ان کی پاسداری نہیں کی جائے گی۔  
ترکی کی حیثیت "ایک ٹھکے خوروہ دشمن طاقت کی قحی" قانع میانی اقوام نے اسے پیش پیش کے لئے  
دہانے کا عزم کر لیا تھا۔

جناح اعلیٰ المیرہ کے عہد میں میں لندن پہنچے اور دیکھتے پارک کے نزدیک ایک مکان کرایہ پر لے کر اس  
میں قیام کیا۔ ان کے دوست جن میں بھیجی کے دیوان بہن لال بھی شامل تھے۔ ان سے ملے وہیں آئے۔  
بہن لال نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ "مسٹر جناح ذرا قیہ کافی شائے دہت پر انوکھی اتفاق یا مددانی  
حقیقت پر مبنی ہوتی قحی "کھسکا کر بٹھتے تھے۔ دس اگست کی ایک شام کو جناح رتی کو فیلو رکھانے لے گئے  
جہاں انہیں جلدیڈ فیلو باکس سے واپس آکا چلا ان کی انوکھی مبنی جس کا نام دیا تھا ۱۹۴۰ اور ۱۹۴۱  
کی درمیانی رات کو نصف شب کے بعد وہ پڑا ہوئی۔ جب افغان ہے کہ اس کے ٹھیک ۲۸ سال بعد  
اسی دن اور اسی وقت جناح کی دوسری عقلیت پاکستان نے جنم لیا۔

لیگ کے بارے میں جناح کا ملین زیادہ کامیاب ثابت نہیں ہوا مگر چہ انہوں نے لاہور جا رہی کے  
ساتھ مسلمانوں کا کس پی جرات کے ساتھ پیش کیا انہیں دہرہ اعظم کی طرف سے کوئی اطمینان ملتا

عرب نہیں بلکہ باغی اور سادہ پیکار کرنے والی جماعتوں کی نمائندگی کی، جہاں برطانیہ اور فرانس نے دیکھ کر حیرت و حلقہ شکنی کا شکار ہوئے۔ "شرق اوسط" نامی اداروں نے "شام اور لبنان" کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا اور سلطنت عثمانیہ کے عہد میں بٹ گئی۔ جنگ نے عیسائی تفریق کی ہوئی کہ انہیں مسیح کا فرشتہ میں شرکت کی دعوت دی جائے گی۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ وہ اپنی دود سے آئے تھے اور مسلم ملک کے "مستعرب" تھے۔ تاہم ان کے ہارے میں مسیحیوں، کٹھن اور ہندوستانی مسود کے دیگر ماہرین نے حال ہی میں جس بدامنی "تک و شبہ اور نفرت کا اظہار کیا تھا وہ برطانوی کانگریس کو ان سے بدعینہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس مرتبہ دوسرے دوا سے بھی ان کے لئے بد رہے۔ "بھگت" کے بے گورنر جانر کانگریس نے جنگ کے خلاف باغیوں کے کھن بھرنے کی پوری کوشش کی اور ایک معاملہ میں لکھا کہ "جنگ اگرچہ تقریر میں کھرا ہے لیکن دل کا کھرا ہے" حقیقت میں ناقابلِ صلحت اور سب احتجاجیوں سے بچ کر خلاف وہ واحد شخص ہے جو مسلسل ایک بات کہتا ہے "راہ راست ہے مگر روکتا ہے لیکن اس کے برعکس کرتا ہے۔ انسان کی جن ہوشمند فضیلت سے انہوں نے طاقت کی" وہ لوگ بھی بہت کم تھے۔ چٹائی سے پیش آئے کیونکہ انہوں نے اپنی "آزادی" بھری سے استغنیٰ دے دیا تھا اور اپنی بات کی حوصلہ افزائی کیا بھر نہیں تھا۔

## سانحہ جیلانوالہ پانگ

ایرلینڈ سے دولت انگلٹ اور جیلانوالہ پانگ (اس وقت) میں انگریزوں کے ہاتھوں قتل عام کے بعد ہارے ہندوستان میں ہرم قتلین اور شہداء کی لڑ جہادی تھی۔ گاندھی نے سیاہ قوانین کے خلاف احتجاج کے لئے ایرلینڈ کا دورہ سفر کیا اور اپنی کی کہ اس روز تک بھر میں پرنٹل کی جائے، اس نے اپنے دوستوں کو یہ پابندی بھی کی کہ شہداء انوار میں سرکاری انتظام کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیں۔ وہ ان عمل طور پر ہرم قتل کا دورہ تھا تاہم ایک ہفتہ بعد یعنی ستمبر ایرلینڈ کو سکھوں کا مقدس مقام "غوب آکھاپ" سے تھوڑی دیر قبل "پہلے قومی یادگار شہداء" میں تبدیل ہو گیا۔ گاندھی کے مانعین میں سے وہ کو چند دن پہلے گرفتار کر کے شہداء کر دیا گیا تھا۔ اس پر لوگوں کے پڑھش ہرم نے پھاڑی میں واقع کشن کے بگڑے کی طرف احتجاجی مارچ شروع کر دیا۔ چند چاروں نے خوف تھا ہو کر ہٹ کر کھل دیا، جس کے نتیجے میں کئی افراد ہارے گئے۔ اس طرح ہرم ضلع میں بکھرے ہوئے اقدام میں چل گیا جو انتظام پر طاری ہوا تھا۔ ان لوگوں نے پڑھش میں انگریزی بیکوں کو ختم کرنے کی کڑی اور پھر انگریز اور قومی یزیدوں پر پہلے سے ایک انگریز جیل کو شہر میں اس واقعہ میں شامل کرنے کے لئے طلب کیا گیا۔ اس نے تمام عوامی جلسوں میں پابندی لگا دی۔ ستمبر ایرلینڈ کو جب اسے جیلانوالہ پانگ میں ایک احتجاج کی خبر ملی، جس میں ہزاروں لوگ شامل تھے، تو وہ اپنے دوست کے ساتھ فوراً وہیں پہنچا۔ جلد ہی عمل طور پر معاملہ سے گہری ہوئی تھی۔ جیل نے پڑھش کے جلد کو کوئی وارنٹ دینے بھر اپنے چاہیوں کو قاتل کھلنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے اس دن انوار تھا اور ہندوؤں کے ایک جیل کی وجہ سے سختی طور پر فضیل تھی۔ لوگوں کا بہت بڑا ہجم، جن میں زیادہ تر ہندو تھے، پہلے میں شرکت کرنے آیا ہوا تھا۔ قومی دستے نے کھانڈ کھانڈ کھانڈے والے کاسٹل سے غولوں انسانی اپوائٹ پر کھل

چلائی۔ لوگوں کو دہشت کے عالم میں بیچ بکھنے کی کوئی راہ نہیں لی۔ دس سٹ میں ۱۹۵۸ء رولوٹ فائر کئے گئے جس سے ۳۳۰ افراد ہلاک اور بارہ سو سے زیادہ زخمی ہوئے۔ جب سمر اپریل کا سورج 'ہندوستان کی برطانوی تاریخ کے بدترین قتل عام کے بعد' جسے بعد میں مسطور نے 'مقیاس کی گنتی' سے تعبیر کیا، غروب ہوا تو جہل اپنے سپاہیوں سمیت جانے واردات سے واپس چاہکا تھا۔

بنارہ نے وسط نومبر میں وطن واپس آنے کے بعد 'بھتیجی کرائیکل کو ایک اندر دے دیتے ہوئے اپنے ہم وطنوں کو نصیحت کی کہ انہیں اس نازک ترین موقع پر قتل مزاحی سے کام لینا چاہئے۔ جب تک کانگریس کے ساتھ اجلاس میں ہمارے کانگریز سوچ کچھ کر کوئی پروگرام وضع نہ کریں اور عوام اس کی منظوری نہ دیں' اگر ہم نے بھدو کی راہ اختیار کی تو اس سے ہمارے مقصد کو بہت زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بنارہ کو اب بھی یقین تھا کہ اچھیکر ہمیں ایس نہیں کرے گا۔ تاہم انہوں نے مسطور کی انتظامیہ کو 'ناگام' قرار دیا۔ اور مطالبہ کیا کہ جتنی جلدی اسے واپس بلا لیا جائے 'سب کے حق میں اتنا ہی بڑھ ہو گا۔ تری کے متعلق وزیر اعظم کے وعدوں کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ان کی حیثیت 'رہی کاغذ' کے ٹکڑوں سے زیادہ نہیں۔ 'انہوں نے کہا' مجھے یقین نہیں کہ اتحادی اقوام عرب ریاستوں کو حق خود ارادیت دینے پر آمادہ ہو جائیں گی۔ برہما وہ ہندوستان کے بارے میں خامے پر امید تھے اور تعلیمی، تہذیبی، صنعتی اور ٹیکنیکل ترقی۔۔۔ نیز قومی فنی پالیسی کے ذریعے 'صحیح شناخت دانی' کو محسوس کر رہے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ عوام کو کوئی پیغام دینا پسند کریں گے 'جبکہ کانگریس کا امر قریب اجلاس ہونے والا ہے' تو انہوں نے جواب دیا 'کانگریس کے روپے کا انحصار اصلاحات مل پر ہو گا' جو میرے خیال میں وسط دسمبر میں منظور کر لیا جائے گا۔ 'بنارہ نے جون میں لندن سے گاندھی کے نام اپنے مراسلے میں دریافت کیا تھا کہ وہ اچھیکر مل کی رہت 'جو ابھی پارلیمنٹ میں زیر غور ہے' کیا رائے رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں گاندھی نے لکھا تھا۔ 'اصلاحات مل کے حلقے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے ابھی تک چوری طرح مطالعہ بھی نہیں کیا۔ میں دولت ایکٹ کے مطالعے میں مصروف ہوں۔ اگر دولت ایکٹ کو ختم نہ کیا گیا۔ تو اصلاحات عملی طور پر بیکار ہوں گی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں حکومتی خواہش کی کوئی دوسری صورت نہیں' اسوائے سول نافرمانی کے 'جو خدا نے چاہا تو اگلے پختہ سے دوبارہ شروع کر دی جائے گی۔ میں نے بھدو کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی وہ جملہ استعمالی تدابیر سوچ لی ہیں جو انسان کے بس میں ہو سکتی ہیں۔'

## رتلی کی تھمائیاں

یہ ان دونوں کے سیاسی انداز فکر میں پائے جانے والے فرق کا لب لباب ہے۔ بنارہ اب بھی معتدل قانونی ترجمیم پر یقین رکھتے تھے جبکہ گاندھی سول نافرمانی کی چارواں کر رہا تھا۔ ان کے وسیع مختلف راستوں کے باہمی ماحول خطوط نے انہیں ایک دوسرے سے اور بھی دور کر دیا۔ بنارہ نے اپنے بھتیجی کرائیکل والے اندر میں تجویز پیش کی کہ اگر ہندوستان اپنے کم از کم چھ حقیقی نمائندے انگلستان بھیج دے 'جو بھلن میں جیل کر اپنے مسائل کا پریکٹکس کریں اور انہیں متحمل ملی امداد فراہم کی جائے اور رائے عامہ کی مانگیہ ان کی

پشت پر ہو قسمت کچھ کیا جا سکا ہے۔ تمام یہ کام مسلسل اور مستقل بنیاد پر قائم ایسا ادارہ انہماک دے سکتا ہے جس کے کارکن وہاں چھ ماہ کے لئے نہ جائیں بلکہ مستقل قیام کریں۔ کیا وہ اس تجربے کے دوسرے خود اپنے لئے موقع پیدا کرنا چاہتے تھے؟ اب وہ ایک بچی کے باپ بن چکے تھے اور انہیں اپنی بچی کے مستقبل کے ساتھ ساتھ اپنی جان تکم کے بارے میں بھی سوچنا تھا۔ ہندوستان ان دنوں ۱۹۵۷ء کی فرانک فرانک کے زمانے سے بھی زیادہ غیر محفوظ بن گیا تھا۔ ایسی غیر مومن جگہ میں خاندان کی پرورش قرین دانشمندی میں تھی۔ ۱۹۵۷ء سے اب تک لاکھوں انسان شہداء انقلاب کھڑا کی جیٹ چڑھ چکے تھے۔ نیز سرحدی شورشوں، پنجاب کی خنزیری اور باقی ملک کے کونے کونے میں سپہ گرد کا زہر سرایت کر چکا تھا۔ ان چیزوں نے مستقبل قریب کو تاریک اور بے یاس کن بنا دیا تھا۔ دلی کے باپ کے ختم دہنے میں کوئی لچک نہ آئی تھی۔ نواسی کی پیدائش کے باوجود وہ سانی طور پر دلی کو اپنی بچی تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھا۔ چنانچہ لندن کی کشش میں وہ انصاف پرستی کے اس کا مستقبل امتزاج کم معقول نظر آنے لگا۔ سمجھتی میں جناح کی پریکٹس ترقی پزیر تھی، مگر زیادہ وقت اور توجہ چاہتی تھی۔ شام کے اوقات پورے پورے دن بلکہ بعض اوقات رات کے ساتوں ایام اس میں گزر جاتے تھے۔ دلی کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ قانون ایک سخت گیر محبوب ہے۔ اس کے پاس جو تھوڑا بہت فاضل وقت چتا وہ سیاست کی نذر ہو جاتا۔ شریعہ، دھرم، پرورش و سرگرم 'بے چین' زمین و دھن اور خزان اور خزانہ دلی وقت گزارنے کے لئے ہر روز نئی تھوڑی سوجھی تھی لیکن پھر بھی تھوڑی قسم ہو جائیں اور وقت بچ جاتا تھا۔

## گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ

انگریز اصلاحات جن کا عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ بلاخر ۱۳ فروری ۱۹۴۷ء کو جو کہ خارجہ مہم کی تانچہ نشی کا دن تھا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی شکل میں منظور کی گئیں۔ اس روز تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کا اعلان کر دیا گیا۔ شاہی فوجوں میں کہا گیا کہ عوام اور حکمرانوں کے مابین کسی قسم کی فکری و تکنیکی باتی نہیں رہنے دی جائے گی۔ تمام نیا قانون اس اعتماد سے بہت کتر نکلا۔ اگر وہ قانون ایک سال پہلے نافذ ہوا ہوتا تو شاید جنگ سے پیدا شدہ تفرقات پر دی کرنے کے لئے کافی ہوتا۔ اگرچہ اس میں منتخب ہندوستانی نمائندوں کو تھوڑی بہت صوبائی ذمہ داری سونپنے کی غرض سے بعض نکلے اور ان کے حوالی مسائل کشمیر میں دے دیے گئے تھے لیکن زیادہ تر معاملات اب بھی سرکاری ہاتھوں میں دینے کے لئے مخصوص کر دیے گئے تھے۔ نصف در نصف حکمرانی کا یہ نیا وضع کردہ نظام 'نئے' دو عملی کہا جاتا تھا، برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو یکے بعد دیگرے متعدد مراحل کے ذریعے سیاسی اقتدار سپرد کرنے کا فارمولا تھا۔ مرکزی مجلس دستور ساز کو بنی حد تک وصیت دے کر وہ اپنی پھرٹی پارلیمنٹ میں تبدیل کر دیا گیا تھا، جس کا منتخب اراکین دوسری جس کا نام پریسیڈنٹ اسبلی رکھا گیا تھا، اکثریتی اراکین تھا۔ کانگریس اور لیگ کے مطالبہ پر سیکرٹری آف ٹیٹ پر رائے ہو اور اس کے مطابق کی حکومتوں اور دیگر اضرابات کا جوچ ہندوستانی نژاد سے اٹھا کر برطانوی پارلیمنٹ پر ڈال دیا گیا۔ ہندوستان میں ایک بلیک سوس کیٹن کا قیام عمل میں آنا تھا۔ جس کی بدولت

۱۹۴۳ء سے نئی دہلی اور لندن میں بیک وقت نواب محمد ناری خاڑن کی بھرتی شروع ہونے والی تھی۔ ایک کے آخر میں کامیاب تھا کہ نظام حکومت کی کارکردگی تعلیم کے فروغ اور لٹریچر اداروں کے بارے میں مزید قانونی تحقیقات کرائی جاسے کی تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ دو سال کے بعد وہ دار حکومت کے اصول کو بروئے کار لانے کی کس حد تک محتاج تھا ہے۔ اگر ان اصلاحات کا خدو بدو ایک اور امرتسر کے قتل عام (ملاوہ جلیانوالہ باغ) سے پہلے عمل میں آجاتا تو یقیناً اس کے نتیجے میں اثرات مثبت ہوتے اور ہندوستان بھر میں خیر مقدم کیا جاتا۔

## امرتسر میں ۱۹۱۹ء

۱۹۱۹ء میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے سالانہ اجلاس امرتسر میں منعقد ہوئے۔ مسلم لیگ نے ہندو مسلم اتحاد کو نہ صرف نئی تجویز اصلاحات کے لئے بلکہ اس ساری کارکردگی کے لئے "ہو ہندوستانوں نے اندرون و بیرون ملک انہماک دی تھی" کامیابی کا راز قرار دیا اور ۱۹۱۹ء کے کانگریس لیگ میٹنگ کے نتیجے میں ایسے اتحاد کی راہ میں حائل پڑی سیاسی رکاوٹ پر قابو پا لیا گیا۔ علی برادران لیگ کے امرتسر اجلاس میں شرکت کے لئے آئے تو لوگوں نے کڑے ہو کر ان کا پرہیز فحش نعروں سے استقبال کیا۔ (مولانا) محمد علی نے غرضی کے ساتھ اٹلک اللہاں سامعین کو یقین دلایا کہ "خدا کی حکومت کے سوا کسی کی بادشاہی نہیں چلے گی۔" جناح کو لیگ کے آنندہ اجلاس کا صدور منتخب کر لیا گیا۔ جناح نے اسی سال جنرل میں لکھنے کے مقام پر مسلم لیگ کا ایک خصوصی اجلاس طلب کیا۔ انہی دنوں کانگریس کا بھی اتحادیوں کی طرف سے اعلان کردہ شراناک مسلح سے پیدا ہونے والی سیاسی صورت حال "جلیانوالہ باغ کے قتل عام کے بعد برطانیہ کے سخت اور بے دروازہ رد عمل" نیز پنجاب بھر میں "فاکس و بے دردی کی پابست شائع شدہ خبروں پر غور کرنے کے لئے" غلغلہ میں ایک ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا۔ اس موقع پر لیگ سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا۔

"ہمارے یہاں قبح ہونے کا بنیادی مقصد اس صورت حال پر غور کرنا ہے جو حکومت کی طرف سے مسلح ہند پر دھماکا کرنے کے بعد سوچی سمجھی اور مسلسل اپنی ہوئی پالیسی کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ سب سے پہلے رد عمل مل آیا۔ اس کے ساتھ ہی پنجاب میں مظالم کا دور شروع ہو گیا۔ بر سرطانت عظمیٰ اور مخالفت پر دستِ ظلم صاف کیا گیا۔ ایک اقدام ہماری آزادی پر حملہ آور ہوا تو دوسرے نے ہمارے عقیدہ پر دھماکا کر دیا۔ ہر ملک کے سامنے دو اہم اور بڑے کام ہوتے ہیں۔ ایک بین الاقوامی پالیسی میں اپنی توازن بنانا اور دوسرے اندرونی طور پر انصاف اور انسانیت کے اخلاقی ترین معیار است کو برقرار رکھنا۔ لیکن ایک شخص کو یہ حق ہونا چاہئے کہ اس کا نظام حکومت اس کے اپنے ہاتھوں میں ہو۔ تاکہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق چلا سکے۔ جہاں تک بین الاقوامی معاملات میں ہماری پوزیشن کا تعلق ہے، مسلمانوں کی جھٹکے رائے کے باوجود وہ ہم اہم کے اقراء ہائے صالح سے الحواف کرتے ہوئے، تکی پر شجاعت و مہمائی کے خلاف اور شراناک شراناک عامہ کر دی گئی ہیں۔ اتحادیوں نے بینیت کے پردہ میں سلطنت عثمانیہ کو لوٹ مار کا نشانہ بنا کر اس کے جیسے غلبہ کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے اس جج نے باقاعز ہمیں یہ احساس دلایا ہے کہ اب ہم

بین الاقوامی معاملات میں ہندوستان کی نمائندگی کے لئے حکومت ہند "ہر کیمپنی کی گورنمنٹ اور غور شاہ انگلستان پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔

"اب ہمیں مطالبہ کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ سٹار جمیر میں بتایا گیا وہ قانون جسے بدنام زمانہ دولت کیمپنی کے چیئرمین کے نام پر دولت ایکٹ کا عنوان دیا گیا ہے "قارذ مجسٹریٹ کی حکومت نے مرتب کیا تھا۔ یہ ان "مصرف جرائم" کے ارتکاب کا موجب بنا جن کی تحقیق کو موبوں کے الفاظ یا رپورٹوں کے آئسو بھی ختم نہیں کر سکتے۔ وہ اسے "قوت فیصلہ کی غلطی" کہتے ہیں۔ اگر یہ حرف آخر ہے تو میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ قوت فیصلہ کی غلطی ہے اور انہیں آج نہیں تو کل ضرور اس کی سزا بخشتی ہوگی۔ یہاں ایک چیز ایسی ہے جس پر کوئی اختلاف نہیں "وہ یہ کہ اس حکومت کو لاقانون ختم ہونا چاہئے اور اس کی جگہ ایک عمل و فہم دار حکومت کو لینی چاہئے۔ کانگریس اور لیگ کے اجلاسوں سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، ہمیں نامنظوری کی قرار دادیں پاس کر کے سیکرٹری آف سٹیٹ پرانے ہند کو بھیجے کے بجائے کسی زیادہ موثر طریقے پر غور کرنا ہو گا اور ہم یقیناً کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیں گے، جیسا کہ فرانس اور اٹلی نے کیا اور نوسو اور مصر نے بھی یہی راستہ اپنایا ہے۔ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے "جب تک کہ ہمارے ملک کو مکمل سیاسی آزادی نہیں مل جاتی۔ مسئلہ گاندھی نے اپنا عدم تعاون کا پروگرام پیش کیا ہے جسے خلافت کانفرنس کی تائید حاصل ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ اس کے اصول اور اس کی تفصیلات کو منظور کرتے ہیں یا نہیں " اس انجیم کے اثرات آپ میں سے ہر ایک کو انفرادی طور پر متاثر کریں گے "اس لئے آپ کو کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے اپنی قوت کا اندازہ لگانا اور موافق و مخالف دلائل کو اچھی طرح جاننا ہو گا۔ لیکن ایک بار آپ نے تاریخ کا فیصلہ کر لیا تو ہر کسی حال میں بھی قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔

دلی جناح ان کے پیچھے پلیٹ فارم پر بیٹھیں تھیں۔ انہوں نے ذاتی حیثیت میں اس انتخابی قدم پر جو خطروں میں لیا تھا، رتنی نے وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ اگر وہ سید گروگرام کی توفیق کرتے تو ان سے بجا طور پر توقع کی جاتی کہ جب تک وہ پروگرام جاری رہتا "انہیں اپنی مختلف مجلس پر یکٹس پھوٹتی پڑتی "چنانچہ انہوں نے مذکورہ بالا پروگرام پر سدا نہیں کیا۔ اب انہوں نے اچھی طرح مہمان لیا تھا کہ ایک ابھرتی ہوئی سیاسی قوت کے طور پر انہیں نگہداشت میں جڑ گوار اور مقام ملا تھا "اب وہ تیزی سے دوبارہ زوال ہے۔ گاندھی کا ستارہ اتنی درخشندگی سے چمک رہا تھا کہ ہندوستان کے سیاسی افق پر دوسرے ستارے چمکے "تاہم جناح نے انگریزی حکومت کی عدم یگانگیوں کو بدلہ بخدینے کا کوئی بھی مقام حاصل کرنے کی کوشش کی جس پر وہ ایک سال قبل فائز تھے۔

## انگریزوں کی بدعہدی

جناح نے محسوس کیا کہ اہل پنجاب پر وحائے علم و حکم کی انکارانی کے لئے جو رائل کمیشن مقرر کیا گیا تھا "اس نے سربا نظریت جنرل ڈائز اور اس کے ساتھیوں کو بری الذمہ قرار دے کر "اس امر کی ایک

اور عسکری اور شرعیات میں قائم کر دی ہے کہ ایک انگریز اور ہندوستانی کے مابین تنازعہ کی صورت میں انصاف نہیں ہو سکتا۔ حکومت ہند نے اپنی تیز حس عکرافت اور مخصوص سادگی کے ساتھ جیکبزی آف ٹیلیٹ کے نام اپنے ذہنیچ میں ایک قرار دا بھیجی جس میں اس امر کے طرز عمل پر تبصرا کیا گیا تھا اور اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لی گئی تھیں کہ فیصلہ سنانے وقت وہ خود طرم کی حیثیت میں تھے۔

اب ہم فیصلہ کی فطرت کی طرف آتے ہیں جیسا کہ کاہنہ نے اپنے عدالتی فیصلہ میں کہا ہے "ہو جائے خود فطرتی سے کم نہیں۔ میں یہاں پارلیمنٹری بحث کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چارٹر ماگیو کے پاس ہندوستان کا کہیں ایوان کے دو بدو پیش کرنے کا وقت نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ذاتی وضاحتیں پیش کرنے میں عد سے زیادہ مصروف تھے۔ اس کے بعد انگلستان کے بے سفر فوری پارٹی والوں نے اپنی شاہانہ عقلیت کی خاطر لارڈ جتھ کی رسوائے عالم قرار دلو موقوف کر دی۔ وسکاؤنٹ فیلنے نے پاگل بریگیڈیئر جنرل آراہی "ڈائز کو کہتے ہاؤس آف لارڈز نے "موجودہ دور کا ہیرو" کے لقب سے نوازا ہے "اور اس دینے کی سفارش کی تھی۔ چنانچہ اسے ظہیر رقم اور ہیرے ہوا ہرات جڑی ہوئی ایک گوار" جس پر باجیاب کا نہایت دہندہ کے الفاظ کندہ تھے "ہندو انعام پیش کی گئی اور ۱۹۰۹ مہرمان نے اس قرار داد کے حق میں ووٹ دیے۔ جناح نے کہا:

"یہ منہ بولنے اخلاقی جرائم تھے۔ آج ہم ایک خطرناک اور انتہائی غراب صورت حال سے دوچار ہیں۔ اس کا مل آسمان نہیں اور راہ میں ہمت ی دشواریاں حاصل ہیں۔ لیکن میں لوگوں سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ بے در پے فطرتوں کے آگے ہتھیار ڈالنے جائیں۔ ہر بھی میں حکومت سے کہوں گا کہ لوگوں کو عام سی کی دلیل سے فکا جائے۔ ورنہ عوام کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہے گا کہ وہ ہم تعاون کی پالیسی شروع کر دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ مسلح گامی کے ہر گرام سے ہم آہنگ ہو۔"

اس طرح جناح "انگریزی انصاف اور برطانیہ تہذیب کے شریف ترین اصولوں پر ذاتی نہیں میں بد احتیاج کی آخری حد کو پہنچ گئے۔ ہر حال وہ آخری ہمت لگا کر اسے فطرتی طور پر مسترد نہیں کر سکے جیسا کہ گاندھی اور اس کے لاکھوں پیروکاروں نے کر دکھایا تھا کیونکہ ایسا کہنا خود اپنے آپ کو "جس مقصد کے لئے وہ لڑ رہے تھے اس کو" اور انہوں نے جو حیثیت حاصل کر رکھی تھی اس سب کچھ کو "بھٹکانے کے حراف ہو گا۔ جناح صاحبانہ فیصلہ مذہبی فیصلہ نہیں تھے اور جلدی سے اپنے شاندار قانونی مجاہدوں اور انہیں سے یکدوش ہو کر "نہایت پائیل خانہ کا مرغ اختیار نہیں کر سکتے تھے" جتنی جلدی گاندھی نے چرچہ کاٹا ہوا ذکر قوانین وصیت کی پر یکس شروع کر دی تھی۔ ان دونوں شخصیات کے نمونے اس وقت تک مختلف بنیادی وضاحتوں میں اس طرح داخل کیجئے تھے کہ شدید نقصان کے بغیر بدل نہیں سکتے تھے۔ ہر ایک قیادت کے ایک اسٹاک کا عمل اصل نمونہ بن گیا "ہر مختلف خطوں کے موافق حال تھا۔ یہ اعلیٰ مختلف زبانوں اور مقامات سے وابستہ ہو گیا اور مختلف دیناؤں کے مخصوص انداز میں داخل گیا۔ جناح برطانیہ رنگ میں رہتے ہوئے سری ہندوستان کا مالل بن گئے جو مثالی اور پرمیتی میں اپنی اختیا پر تھا۔ گاندھی ہندوستانی کسان کی محنت و اختصانی اور ایسی دھاتی زندگی کا نظریہ بن گئے "جس میں انکس کو سنے اور ہر قسم کی مشکلات برداشت کرنے کی بے پناہ صلاحیت ہوتی ہے۔



کانگریس کے ٹکڑے ابلاس میں گاندھی کو پہلی بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ اگرچہ ان کے عدم تعاون پر گرام کی سی "آر داس" اور پی "سی" پال جیسے سرکردہ بنگالی لیڈروں نے زبردست مخالفت کی اور وہ جتان کے جانی بن گئے۔ اپنی سینٹ کا جھکاؤ بھی اوجھری تھا۔ تاہم مہاتما نے ملی برادران اور موٹی مال سو کی مدد سے حکومت کے خلاف مارچ کرنے کی قرار دیا۔ سخت سے منظور کرائی "بھئی" کے مصروف تاجر میاں محمد پسر جانی نے "جو کہ گاندھی کے نمایاں حامیوں میں سے ایک تھا" کانگریس قائدین بھٹے کے لئے اپنے خرچہ سے خلافت کا تحریک کے ہزاروں متوجہین مہیا کر دیئے۔ جنہوں نے گاندھی کی حمایت میں دھت دیئے۔ اس طرح کانگریس حکیت جسور کی جانی جماعت بن گئی۔ اس چیز سے کانگریس کو ملی انداز دینے والے بین کمپ میں انقلابی تبدیلی واقع ہوئی اور دولت مند ہندو بار وائزوں نیز تاجر پیشہ اور صنعت کار مسلمانوں کی جگہ نچلے درجے کے عوام ابلاس نے لے لی۔ گاندھی نے جس دن اپنا تہہ گہ کا پود گرام قومی سطح پر پہلی بار شہر کا کیا (یعنی یکم اگست ۱۹۳۰ء) اسی دن نوکسانہ ملک انجمنی ہو گئے۔ نوکسانہ نے بھی گاندھی کی قیادت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ انکا کھڑے برہمن تھا کہ خلافت کے معنی کو قیوں کرنے پر ہرگز تیار نہیں ہوا۔ اپنی سینٹ جس نے گاندھی پر کبھی احترام نہیں کیا، ان کی تحریک کو "ملت کی راد" قرار دیتی تھی۔ جبکہ گاندھی کا استعمال ہندو چارٹیں اور سوشلسٹ آف انڈیا سوشلسٹ کا سربراہ وی "ان" سری نو اس شاستری مصافحا کو سراسر ہنس اور بھلا جلی سمجھتا تھا۔ فیروز شاہ مست "الستانی" راجست ہند شاکر اور پھیل بیل فیروز بھن کا ایک رہنما دیکھا "ای" "دانا" گاندھی کو پاگل اور خود ہند قرار دیتا تھا۔ باوجود ایک طویل عرصہ تک گاندھی کی "فیروز شاہ" سیاست "کو نہیں سمجھ سکا" اب شک کرنے کا تھا کہ شاید اس کا تہہ گہ "پود گرام" یا تحریک خلافت میں نمایاں سرگرمی دونوں بروی سازش کی کڑیاں تھیں۔ سیکرٹری آف سینٹ نے فیروز شاہ "کو اسی میں جس دن کہ گاندھی نے غلام میں بڑی کامیابی حاصل کی" اپنے حراسے میں نکھڑا "اشترانی" حکم مسلمانوں نے خلاف سخت دھڑکی میں مسلمانوں کی افلاکات کو استعمال کر رہے ہیں اور گاندھی جس چیز سے رکتے رہے وہ پان اسلام ازم کا وہ "تھک مل ہے" جس پر پہل کر وہ انقلاب ہند تحریک کو اپنے ہاتھوں میں لے رہا ہے۔"

## ہوم رول لیگ سے استغناء

جنان اور گاندھی ٹکڑے سے سیدھے "بھئی" گئے تاکہ وہاں حرا کتور کو ہونے والے ہوم رول لیگ دوران بھا کے جلسہ میں شرکت کر سکیں۔ گاندھی نے ابلاس کی صدارت کی اور اپنی سینٹ کی ساتھ تعلیم کے مشورہ میں ایسی قراریم تجویز کی "جنہیں ہونے والے سے وہ مشکور تہہ گہ صم کے موافق خطوط پر استوار ہو جاتا۔ جتان نے اس قرار دیا کی مخالفت کی۔ گاندھی نے "تاکہ کہ" نے اکثریت کا اہلہ قبول نہ ہو "وہ دوران بھا سے استغنی دینے میں آزاد ہے۔ اس ابلاس میں صرف "امباران" شریک ہونے جنہیں بہتے جھڑکوں پر بلایا گیا تھا۔ ان میں سے ایک کڑی سے بھی کہتے جتان "ساخا دیا۔ ان میں بھئی کے وہ مصروف پارسی رہنما داس اور فائن دوار "داس" شاف تھے۔ فلسفہ خورہ اقلیت ابلاس سے الگ کر چلی گئی اور ایک صیغہ پر "ہونے سے بھلائی جتان نے" "داس" انہوں کے ساتھ "اس" "دانی کی رکتیت سے استغنی

دے دیا جس کے وہ خود بھی سرور رہ چکے تھے۔ گاندھی نے انہیں بتانے کے لئے خط لکھا کہ ”آپ بھی اس نئی زندگی میں شریک ہوں جس کا دروازہ میں نے انہوں کے لئے کھول دیا ہے۔ اپنی رہنمائی نیز تجربے سے ملک کو فائدہ پہنچائیں۔“ اس واسطے کے جواب میں جنان نے دو خط لکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانگریس کے ناچکر سچن کے موقع پر وہ اس طریق کار کے بارے میں ”جس پر گاندھی کی کامیابی تھی“ مختلف برائے رکھتے تھے اور ان کی سوچ کسی قدر سخت مزاحی اور پہنچانی پر مبنی تھی۔

”اگر ”نئی زندگی“ سے آپ کی مراد آپ کا دیا ہوا طریق کار اور پروگرام ہے تو مجھے انہوں سے میں ہم پر صاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں ہندو تھیں۔ رکھتا ہوں کہ یہ چلی کی طرف لے جائے گا تاہم اصل نئی زندگی جو ملک کے سامنے رکھ دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عمار واسطہ ایک ایسی حکومت سے ہے جو عوام کی شکایات، محسوسات اور جذبات پر کوئی توجہ دینے کو تیار نہیں۔ نیز یہ کہ عوامی اہل وطن بے ہوش ہیں۔

احتمال ہندوستانی اب بھی غلط روش پر ہے اور یہ کہ آپ کے طریق کار نے ہر اور سے میں پھوٹ ڈال دی ہے اور لوگوں کو تقسیم کر دیا ہے۔ جہاں جہاں آپ گئے ہیں عوام لوگوں کا بھی یہ حال ہے کہ نہ صرف ہندو اور مسلمان میں تفریق پیدا ہو گئی ہے بلکہ ہندو ہندو اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے یہاں تک کہ جتنا باپ سے بدظن اور الگ ہو گیا ہے۔ ملک بھر کے لوگ عام طور سے باہم سے بدچلنے پر آمادہ ہیں اور ہندو ہندو پر دگرگام نے اکثر یا تجربے کار نوجوانوں اور ناواقف و باخبر لوگوں کی سوچنے کی صلاحیت کو مفلوج کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ عمل بد فہمی اور نفرتی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ میں اس کے قصور سے قاپ اٹھتا ہوں۔ تاہم اس ایک بات پر صراحتاً یقین ہے کہ اس کا بنیادی سبب حکومت کی سوجھ بوجھ ہے اور جب تک ملک کو دور نہ کیا جائے اس کا اثر جاری رہے گا اس سبب کو دور کرنے کی سب سے پہلی موثر توجہ ذات طاقت نہیں تاہم میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے اہل وطن کو تھکیت کر چاہی کے اس کارے پر پہنچا دیا جائے۔ جہاں انہیں آسانی پائی پائی گیا جائے۔“

کیا ۱۹۳۰ء میں مسٹر جنان نے ”کچی عمار کی دینے والا انڈیلڈ“ قوی قیادت اور اتحاد کے بارے میں ان کو طرابلس سے بے خبر کرنے والی پہلی صدا ہے جس قومی؟ یہ بات واضح ہے کہ انہیں گاندھی یا ان کی قوت فیصلہ پر بالکل اعتماد نہیں تھا کہ وہ ملک کو پاش پاش ہونے سے بچا سکیں گے۔ کیا اس کے دل میں پہلی بار پیدا ہونے والا یہ اندیشہ تقسیم ہند کا احساس نہیں تھا؟ جنان نے اپنے انکشاف طور خط میں خبردار کیا تھا۔

”قوم پرستوں کے لئے واحد چارہ دار یہ ہے کہ وہ حمد ہو کر اپنے پروگرام کے لئے کام کریں جو عمل دوسرے دار حکومت کے جلد حصول کے لئے سب کے لئے قابل قبول ہو“ ایسا پروگرام کوئی فرد واحد نہیں دے سکتا بلکہ اسے ملک کے جملہ سرکردہ لیڈروں کی تائید و حمایت حاصل ہونی چاہئے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مجھے یقین ہے کہ میں اور میرے رفقاء کا اپنا کام کرتے رہیں گے۔“

اس خط میں ایک طرف اپنی کھواری کا اعتراف کیا گیا ہے دوسری طرف انہوں نے مشہور اور ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے دوسرے دار حکومت کے حصول کی اس پرومیس کے ساتھ اپنی داہنگی کا اعلان کیا ہے جس کی بنا پر انہوں نے کھٹو جوت سے بہت پہلے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ ان کی بھروسہ خود بخود کو شاید

اس انتہائی ختمو میں زیادہ واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا تھا۔ "میرے پاس کوئی موثر آواز یا قوت نہیں۔" وسط ہند کے شہر ٹانکپور میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے باقاعدہ اجلاس کرسمس ۱۹۳۰ء کے بعد منعقد ہوئے۔ ہندو مذہبی جذبات کے اس پرانے اور سرگرم مرکز میں گاندھی کی انتہائی قیادت میں ایک نئی کانگریس نے جنم لیا۔ مہاتما نے پہلے ۸۰ ہندو ممبر کو سرپرست کھیتی کے اجلاس میں اپنی سابقہ قرار دہ پیش کی جس میں گاندھی کا کہ "مسودہ راج تمام جائز اور پر امن ذرائع کو بروئے کار لا کر حاصل کیا جائے گا۔" جناح نے فوراً مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ "آزادی کے لئے ہم دی تیار کیے بغیر براہ راستی حلقہ کو غنم کرنا ناقابل عمل اور خطرناک ہے۔" تاہم گاندھی کا استدلال تھا:

"میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تجویز کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ ہم برصورت اور غیر مشروط طور پر براہ راستی حلقہ غنم کرنا چاہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس عظیم لڑائی کے غنم ہونے سے پہلے جس میں ہم قدم رکھ چکے ہیں، غالباً ہمیں خون کے سمندر سے گزرنا ہو گا۔ تاہم ہمارے حلقے یہ کہنے کی گنجائش پیدا نہ ہونے دیں کہ ہم طور پری کے مجرم ہیں، بلکہ آنے والی طغیانی بھی ہمارے بارے میں یہ کہیں کہ ہم نے تفلینیں جھیلیں، 'یزید کہ ہم نے کسی دوسرے کا خون نہیں بہایا بلکہ آزادی کی راہ میں خود اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ اس لئے مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ میں ان لوگوں کے بارے میں زیادہ اطمینان بردہ دی نہیں کرنا چاہتا، جن کے سر پھاڑ دینے گئے ہیں یا جن کے حلقے کا جانا ہے کہ ان کی ہامیں خطرے میں ہیں، یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں۔"

### توپن آمیز برتاؤ

جناح نے کبھی میں اس قرار داد کی اپنی مخالفت کی جتنی ممکن تھی۔ جس میں انہیں بتایا گیا کہ ان کی مکرار کن جٹی جٹی میں "موسم کی کمی"۔ جب اگلے دن رائے شماری ہوئی تو نہ صرف ان کی مخالفت میں زیادہ ووٹ آئے بلکہ ان پر آوازے بھی کئے گئے۔ ہر نئی وہ نمونہ سال اپنے انجام کو پہنچا، گاندھی نے ۱۹۳۱ء سے زائد منعقدین "جو ٹانکپور میں منع ہونے اور کانگریس کے جلسہ کی روٹی جتنے اور قہر اور میں گزشتہ برس امرتسر میں منع ہونے والوں سے دوگنا سے بڑھ کر تھے" کے سامنے ایک نیا سیاسی نقطہ پیش کیا۔ مہاتما کی قرار داد کا طویل اور کانوں کے پردے چاڑھنے والی تاہم کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ لالہ لاجپت رائے نے ان کی تائید کی تو اس پر بھی دیر تک تاہمیں بحثی رہی۔ جناح اکیلے اٹھے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ مجھے قرار داد کی مخالفت میں ہونے کی اجازت دی جائے۔ انہیں موقع دے دیا گیا۔ تاہم آف انڈیا کی رپورٹ کہتی ہے "مسٹر جناح چہرے پر روایتی مسکراہٹ سے واپس پر آئے اور اثر آفریں خود اعتمادی اور مواد عقیم کامل کے ساتھ بدل "مدن اور واضح انداز میں کانگریس کے پرانے مسلک میں تبدیلی کی مخالفت کی۔" ان کی تقریر میں "عظیم شہم" اور "سیاسی لنگ" کے حقیر بہرہ نغوں اور لنگ خلاف آوازوں کے ساتھ مداخلت کی گئی۔ انہوں نے گاندھی کا ذکر "مسٹر" کہ کر کیا تو جیسے ہوئے سامعین نے شور مچایا کہ "مسٹر میں" مہاتما گاندھی "کہو۔" لیکن وہ مسز کی عکرا کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے تمہید کو چھوڑ کر ایک ایسی راہ نکالنے

کی کوٹھل کی جس سے پر عورت جذبات سے معمور فضا میں منتقلی استحال کی جگہ ہوا داخل کی جائے۔ انہوں نے بحث شروع کرتے ہوئے کہا: ”یہے موقع پر جبکہ ملک کی نظریہ دو آدمیوں کے ہاتھوں میں ہے اور ان میں سے ایک گاندھی ہے۔ اس پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر یہ جانتے ہوئے کہ انہیں اس انتشار میں اکثریت کی حمایت حاصل ہے“ میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ذرا توقف کریں۔ اپنے حامیوں کو جانوش رہتے ناظم دیں، مگر اس کے کہ مسئلہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔“

گاندھی نے جناح کی اپیل کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہر حال حمایت بھری توازن میں بیٹھیں اور شرارتوں نے آخر کار بیٹھنے کے خواہش کے خلاف ہوم رول لیگ کے سابق صدر اور بمبئی کانگریس کے سابق سربراہ کو پلیٹ فارم سے اتارنے پر مجبور کر دیا۔ جیسا کہ سی 'پی' کے مشترکہ فرانک سلی نے دو روز بعد ناگپور میں جلسہ کے بارے میں محسوسہ کو بالکل درست طور پر مطلع کیا کہ ”جناح کی تقریر بالکل بے اثر ثابت ہوئی۔“

یہ ان کی چمک زدگانہ میں ان کی خود داری کو سب سے زیادہ غلغلا انداز میں نچا دکھانے والا تجربہ تھا۔ وہ اعلیٰ ترین سے رتی کے ہمدرد ناگپور سے روانہ ہو گئے۔ ناگپور کے اجلاس میں انہیں جو نصیحت اعلیٰ پڑی ”اس کی یاد دہانی ان کے ذہن پر سوار رہی۔ انہوں نے قوی لہجہ بننے کے جو خواب دیکھے تھے“ اس دن سب پریشان ہو گئے۔ گاندھی نے سیاسی تبدیلی کی انتہائی بلندیوں کو چھو لیا۔ جناح پہلے سے بھی بگلی سب پر آگے“ جہاں خود ان کے مسلمان بھائیوں اور خلافت کے کامیاب نے مسلمان کے حوصلوں سے بھی زیادہ نصیحت عامت شروع کر دی۔ شرکت علی کو ان سے نفرت تھی اور جہاں کہیں بھی جاتے ”نکل کر اس کا اہتمام کرتے۔“

اگرچہ انہوں نے صرف جن دن اعلیٰ مسلم لیگ کے اجلاس کے عداوت کی تھی ”انہم انہوں نے ناگپور کے لیگ سیشن میں شرکت کی تکلیف تک گوارا نہیں کی۔ انہوں نے گاندھی کی خلافت تحریک کی بنیاد خلافت کے نتیجے کو ”لیگ طور پر سمجھ لیا تھا کہ وہ بھارتی ہوئی آواز میں غریبوں سے گرنے لے سکتے تھے۔ نہ ہی مزید گامیاں بننے کی تاب نہ لے سکتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو واضح طور پر ان کے جنگی منصوبے کے صحت ہونے سے آگاہ کر دیا تھا۔ سیاسی افق پر جو بحران آنے والا تھا“ اس سے ”روایتی اور کسمپاسب میں جنگی مسلح کر دیا تھا۔ لیکن ہر چہ وہی ”خلافت کانگریس“ سوانح سما ”کانگریس“ اور لیگ نے ان کے دل کی کو دھانوسی ”بھول پر مبنی اور لفظ قزاق دے کر لٹکرا دیا تھا۔ کوئی ایسی عدالت نہیں رہ گئی تھی ”جہاں وہ اپیل کر سکتے“ چنانچہ وہ خاموشی سے گھر چلے گئے“ سیاست کا میدان ان کے گریڈز کے لئے عقل کی صورت اختیار کر گیا“ ہر چند کہ ان کا سیاسی کیورز فٹ نہیں ہوا تھا۔

## چھٹا باب — بمبئی کو مراجعت (۲۳-۱۹۳۱ء)

۱۹۳۱ء میں سیاسی سچے پھوڑنے کے بعد جناح کویت وکالت میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے آئندہ پانچ برس کے شب و روز میں تمام قوانین اور صلاحیتیں قانون کے لئے وقف کر دیں۔ ان کے خاموشی جیمز اور بار نے انہیں چمک زدگانہ کے شروع غل اور کیچرز بحریہ میدان سے دور رکھنے میں دباؤوں کا کام دیا۔ شروع

شعب کی دنیا سے بھری ہٹ نکل آئے کے بعد انہوں نے محسوس کیا جیسے عوامی فحشہ و غضب اور سرکاری ظلم و ستم کے سیاہ دھندلے فضا میں امن و رستہ ہیں۔ سیاست میں ایک قوم پرست کی حیثیت سے ان کے کیریئر کی موت کے ساتھ ہی رتی کے ساتھ تعلقات میں بھی تبدیلی رونما ہوئی۔ اب ان کی زندگیوں کی ظاہری ہلک و پھل باندھ چکی تھی اور ان میں پہلا سا جوش و خروش باقی نہیں رہا تھا۔ جتنے اب چاہتے ہوئے سیاسی حیرت و حیرت تھے۔ وہ دن پیش کے لئے ہوئے ہو گئے، 'بب' وہ احتجاجی جلسوں کے کسی چھوٹے ہال میں کھس جاتے تھے یا ایسی گلیوں میں جن کے نام پورانی دہلیوں کے مبارک ناموں پر رکھے گئے تھے، عوامی اجتماعات سے خطاب کر لیتے تھے۔ واقعہ بالکل وہی کہ بعد وہ تیزی سے پورے دکانی دھندے گئے۔ ایسا محسوس ہونے لگا کہ ۲۰۰ سال کا آزاد منشی پانچا بھلا جوں "راتوں رات ایک عرصہ دیدہ ویر اور ۵۰ سال کی عمر کا مگر مگر مگر کیسا ہے" جسے اپنے فحش وقت میں سے جوان بچی کی لڑائیوں اور انگلیوں کی تسکین اور شیر خوار بچی کا دل بھلانے کی بالکل فرصت نہیں۔

رتی نے ان کی دلچسپی اور توجہ دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام فحش طویلیوں اور تزیین و تخریب سے کام لیا، تاہم وہ ان کے گھسٹوں کی دور عروج میں ان کی بچی بنی ہوئی عادات و عادات اور لاشعور و انکسائٹ کا سال تھا۔ وہ دور ایک دھندلے خواب کی طرح لندن میں ان کے بچے کیریئر کی باندھ ایک سراب بن کر دور جا چکا تھا۔ اس درمیانی مدت کے بارے میں جتنے کے ایک قانونی معاون کی روایت ہے: "سراج کے لمبا سے وہ ایک دوسرے کی ضد تھے۔ جتنے ہر روز اپنے مقدمات کی تیاری میں کھڑے رہتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک بار جیل میں کوئی کانفرنس کر رہے تھے۔ اس دوران رتی اندر تھیں۔ وہ اپنے طریقے سے جی ہوئی تھیں جسے جیلہ معیار کے لحاظ سے بھی بہت اچھے لگتا تھا۔ وہ جتنے کی میز پر بٹک لگی اور اپنے پاؤں پلانے اور بے چینی سے جتنے کی کانفرنس کے فحش ہونے کا انتظار کرنے لگی، تاکہ وہ اکٹھے کمرہ جاسکیں۔ جتنے نے اب تک نہیں کی، وہ بدستور اپنے کام میں مصروف رہے، جیسے وہ وہاں سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ اس نے ابھی تک بھوتوں کی دنیا میں رہنا نہیں سیکھا تھا۔ انتہائی مایوسی کے باوجود دھندلے لوگوں کے ساتھ دوستی و تعلق کی خواہش تھی۔ اس نے طوفان بگڑے ہوئے بچے کی حیثیت سے پرورش پائی تھی، کسی زمانے میں اپنے باپ کی کل کائنات کا مرکز و محور رہی تھی۔ اس دنیا سے نکالے جانے کے بعد شوہر سے اس کے مصائبات دیکھنے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے طبقے کی اکثر بددستالی اور قوت کے مقابلے میں جو عام طور پر اپنے والدین، بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور پہلے ہونے والوں کے دیگر بھائیوں سے تعلقات قائم رکھتی تھیں۔ خصوصاً اس بچے کے بعد انسانی دھار و دوستی کے لئے اپنے شوہر پر کسی نیا وہ بھروسہ کرنے پر مجبور تھی۔ رتی کا ایسا کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ سڑاٹھا نے دوبارہ بھی اس سے کام نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ شادی کے صرف دس سال بعد فوت ہو جانے پر جتنے میں بھی شریک نہیں ہوا۔ جسٹس جھاٹک نے رتی کے ساتھ جتنے کے تعلق کا فحش لکھنے ہوئے لکھا ہے: "کسی بھی عادی نے اپنی بچی کے ساتھ ایسا فحش نہ کرنا چاہیے کیا ہو گا۔ یہاں کہ سڑاٹھا کا ریکارڈ تھا۔ اس کے باوجود وہ کوئی کچھ نیک تھے کہ ان کا وقت مانگنے والی اور اس قدر خراب رہنے والی بچی وہاں کے حرافے سے نیا رہنے لے گئے تھے صرف فحش سے کام نہ لے رہے تھے۔"

پاکوہ کے بعد عام لوگوں سے جتن کا پہلا خطاب ہر فرد ری ۱۹۸۱ء کو پتا میں سروسز ٹف انڈیا سوسائٹی کے اجلاس میں ہوا۔ یہ پارٹی گونگیلے نے قائم کی تھی اور بری کے موقع پر ہر سال اس کے کسی ممتاز چھوٹا راکو تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا جاتا تھا۔ جن نے حکومت اور گاندھی کی تحریک عدم تعاون اور لوگوں کو خلافت میں لے جا رہی تھی کے باہیں مطلق کر دینے والی علامتوں کی تجویز پیش کیا۔ سیاست سے اڑھائی ماہ کی لاشعلی میں کی واپسی کے لئے مستحق وہ بن گئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو گاندھی کے پروگرام کی پیروی پر آمادہ نہ کر سکے۔ جسے وہ ایک مذہبی تحریک سمجھتے تھے اور جو ان کے خیال میں عام انسان کی فطرت کے خلاف اور چار کن طریقوں پر مبنی تھی۔ انہوں نے پبلک سٹیج پر دوبارہ آسنے کے لئے اپنی تلمذی ظاہر کرتے ہوئے لکھا: "میں صرف ایسی حقیقی سیاسی تحریک کی قیادت کے لئے میدان میں آسکتا ہوں جو صحیح سیاسی اصولوں پر استوار ہو۔" گاندھی پر ان کی کٹھ پتلی سخت ہونے کے باوجود کثرت مقلی نہیں تھی۔ انیس فوجیہ تھا کہ "شاہد گاندھی ایک بدستوری ہیں اور میں ان کا بیٹا احترام کرنا ہوں" شاہد بنی کوئی اور سراج احرام کرتا ہو۔ "انام مجھے ان کے پروگرام پر یقین نہیں اور میں اس کی حمایت نہیں کر سکتا۔" انہوں نے جرات کر کے کہا یہ "انیس" بھی پیش کر دیا کہ "اگر آج گونگیلے زندہ ہوتے تو وہ بھی اس پروگرام میں آتے نہ کرتے۔"

۲۔ تعاون اور باجیات کی صم گاندھی کی توقع سے بہت کم موثر ثابت ہوئی۔ انگریزی مدارس میں بدستور ۱۹۰۰ء جاری رہا۔ اگرچہ بعض بدستور تعلیم دکان لے کر پکس پھوڑ دی تھی۔ سکول اور کالج بھی بند رہے۔ زیادہ تر دیہی مقررہ وقت پر پہنچتے تھے۔ جیل خانے بھر گئے۔ پولیس نے کام کرنا ترک نہیں کیا تھا اور فوجی عمل طور پر انگریز حکمرانوں کی وفاداری قائم برقی رہی جو اسے شکار دیتے تھے۔ ۱۹۳۰ء کے موسم گرما میں تحریک ہجرت شروع ہوئی اور مسلمان قاضیوں کی صورت میں افغانستان جانے لگے تو ہندوؤں اور تحریک خلافت کے دو مہمان اتحاد کی دھار میں شکاف پڑ گیا۔ ۱۹۳۰ء کی دہائی کے پانی سالوں میں جلد جلد ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ "صرف خدا ہی جانتا ہے میں آخر کیسی غلطیاں کرتا ہوں۔" گاندھی نے وسط راستہ ۱۹۳۱ء میں اعتراف کرتے ہوئے لکھا: "جو لوگ مجھ پر مضموم امن اتحاد ہونے کی حسرت لگاتے ہیں وہ سب سے مجھے نہیں جانتے" زندگی برائیس کے خلاف جدوجہد سے عبادت ہے۔"

## نئے دائرے کی آمد

جیسے جیسے ۱۹۳۰ء دہائیوں دھڑلے، دانشمندی اسحاق مارکوئس آف ریٹنگلے امریکہ میں ۱۹۳۱ء کو ہندوستان پہنچا۔ وہ برطانیہ کا کارڈ پیٹ جنس رہ چکا تھا اور اس میں کیڑی کہیں جیسے جیسے سے زیادہ اپنے ساتھی وکلاء کیسے سنا جاتا کی ہی باتیں تھیں۔ ۱۹۳۱ء کے اختتام سے پہلے ہی اس نے سیاست دانوں سے رابطے قائم کرنے کے لئے جتن کی حد حاصل کر لی۔

جتن نے اس سال کانگریس کے احمد آباد میں ہونے والے اجلاس میں شرکت کی اور وہاں بھی نے اعتدال پناہ دینا ایم آر جیہ اور دوسرے متحدہ لیڈروں کے ساتھ مل کر اس امر کی کوشش کی کہ گاندھی

کو تیر گری پروگرام ختم کرنے پر آمادہ کیا جائے تاکہ انہیں "عملی موبائی خود مختاری" نیز مکمل میز کافرٹس کے حلقے نے واشرائے کے وعدہ کو پختے کا موقع مل سکے اور وہ مرکز کے دو عملی نظام میں متحدہ توسیع کی باہت بہت حیرت کر سکیں۔ گاندھی نے واشرائے کی اس نمایاں پیش کش پر "خاموشی سے گھرے خیال میں ڈوب کر" سوچا۔ جناح اور دیگر اس دوران انتظار کرتے رہے۔ آخر کار مسلمان اس بات پر راضی ہو گئے کہ لارڈ رائے ٹیک کو وعدے پر دے کرنے کا موقع دیا جائے۔ لیکن خود ہی ہی دیر بعد جب ان کے زیادہ تر اکا ناکیمن کی طرف سے دہڑا ڈالا گیا تو گاندھی نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ اگر وہ پہلے جواب پر قائم رہتے تو ممکن ہے برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو انقباض اقتدار کا عمل چندہ سال پہنچر شروع ہو جاتا۔ ہر حال گاندھی کو خدشہ تھا کہ رائے ٹیک انہیں "کنزور کرنے" کی کوشش کر رہا ہے۔ "مجھے افسوس ہے" میں نے لارڈ رائے ٹیک پر ایک ایسی سازش میں طوط ہونے کا شبہ کیا جس کا مقصد ہندوستان کو بیٹھ کے لئے ہے حوصلہ جٹا تھا۔" مسلمان نے اپنی نئی دائری میں ٹوٹ کیا۔ کیا پچاس سالہ مسلمان کا شبہ رنج و الم کی اس نازک گھڑی میں خود اپنی موبائی قوت پر سے اعتماد دھ رہا تھا؟ اس پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔

اس سال مسلم لیگ کا اجلاس بھی احمد آباد میں ہوا۔ جس کی صدارت مولانا عصرت موبائی نے کی۔ جناح انہیں سخت چہرہ کرتے تھے۔ لیگ کی تاریخ کا نقطہ زوال شروع ہو چکا تھا کیونکہ زیادہ تر مسلمانوں نے اپنی توانائیاں تحریک خلافت کے لئے وقت کر دی تھیں۔ جناح اور راجہ اکب محمود آباد کی طرح ہنگ کے بعد کی قیادت سے باز ہو کر لیگ کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ موبائی کو تسلیم کرنا پڑا کہ "مسلم لیگ کی موجودہ حالت واقعی بہت کنزور گئی ہے۔ لیگ میں اب ایک پرانے کیلڈر کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔"

جناح نے وسط جنوری ۱۹۳۲ء میں بمبئی میں ایک کل جماعتی کانفرنس بلائی تاکہ کوئی متبادل راہ نکالی جائے کیونکہ گاندھی کے شروع کردہ تیر گری پروگرام کے باعث جس میں ٹیکوں کی عدم لوائجی بھی شامل کر دی گئی تھی، صورت حال بگڑتی جا رہی تھی۔ ہندوستان کی بڑی بڑی جماعتوں کے گاندھی سمیت قریباً ۳۰۰ لیڈروں نے کانفرنس میں شرکت کی۔ گاندھی نے بعد میں "میں کو تپا" میں قیود رسمی طور پر عمل اس خیال سے کانفرنس میں شریک ہوا تھا کہ شاید اپنے معتدل ساتھیوں و مناسکوں۔ در اس کے سرعتر ان نازے ہو کانفرنس کے سابق صدر اور اب واشرائے کو قنصل کے راسخ تھے کانفرنس کی صدارت کی۔ انہوں نے جناح کو قرار دادیں پیش کرنے کو کہا۔ ان قرار دادوں کا آغاز حکومت کی استبدادی پالیسی کی سخت مذمت اور کانفرنس سے عدم تعاون ختم کرنے کے لئے زور مطالبہ سے ہوا۔ آخر کار ایک مصالحتی قرار داد پر اتفاق ہو گیا۔ جس میں حکومت اور کانفرنس و تحریک خلافت کے مابین اختلافات طے کرنے کے لئے ایک مکمل میز کانفرنس کے انعقاد کا مطالبہ کیا گیا۔ گاندھی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اصرار کیا کہ مکمل میز کانفرنس کے انعقاد سے پہلے حکومت کو ایک اعلان کے ذریعے اپنی کارروائی پر غلامت کے اعلان کے ساتھ ساتھ ایسے

اقدامات واپس لینے چاہئے جس سے حکومت کی تاکہ قلعی قرار دادوں کی جاری میں مدد ملے سکیں۔ مسلمان نے ۲۰ دہائی کے سیکس سیکل میں شرکت کی تاکہ قلعی قرار دادوں کی جاری میں مدد ملے سکیں۔ انہوں نے جناح کی تجویز میں خاصا رد بدل کر ڈالا تاکہ ان کے جن چہ نئی قرار دادیں پیش ہوں تو رجعت

پہنہ سرخساز کی صدارت پر موجود نہ ہوں۔ چنانچہ دوسرے روز سرایم دوشنبہ واریا سابق وزیر اعظم محمود کرمی صدارت پر محکم ہوئے۔ ساری قرار و اوس مختلف طور پر منظور ہو گئیں۔ تاہم گاندھی نے ابھی تک سول ٹاٹرنی کو تیز کرنے کی اپیل واپس نہیں لی تھی اور گول میز کانفرنس کے مقصد کو عمل سوارج کے لئے حکیم کی چادری کے لئے اذیت قرار دیا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ ہندوستان نے ابھی تک ناقابل تردید طور پر اپنی قوت ثابت نہیں کی ہے۔ ہر حال وہ ہفتے بعد یو پی کے قلعہ چوراچوری میں ایک بھوم نے قحانے پر حملہ کر کے ۲۲ ہندوستانی سپاہیوں کو زندہ جلا دیا۔ تو گاندھی جی کا کہنا ہو گئے کہ لوگ ابھی عدم تشدد کی تحریک کے لئے چار نہیں ہیں۔ چنانچہ اوائیل فروری ۱۹۴۲ء میں انہوں نے اجماعی حکم کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے اس موقع پر لکھا:

"تھو اقبال مجھ پر بہت زیادہ صبران دیا ہے۔ اس نے مجھے قیصری بار شہ کیا ہے کہ ہندوستان میں ابھی وہ بچی اور عدم تشدد کی لٹا موجود نہیں ہے جسے مذہب کہا جاسکے جس کے معنی شریف "سچ" عاجز "باخبر" خود سرچین پیارے "ہو مرکز مجرم اور ظلمت انگیز نہ ہوں" "افراد" "مشغل معاشروں میں" خدا نے چوراچوری کے درپے صاف طور پر مجھے اپنی ہدایت سے مطلع کر دیا۔"

گاندھی کے یوں پلٹا کیا جانے کے فوراً بعد جناح اور جتوہ نے ان سے ملاقات کی۔ آخر کار کر کے محسوس کیا کہ جناح "گاندھی کو ختم ہونے کے لئے نہیں کے درمیان ہونے والی بر ملاقات کے نتیجے میں حاصل ہوتا چلا گیا۔ چوراچوری کی ہر تشدد خیر کے پیچھے کے بعد جناح اور سربراہی دلاؤ کا گاندھی کے ساتھ بر گز انتہائی چٹانہ ہو گیا۔ ایک سال اور تھوڑا عرصہ بعد اب گاندھی جی کی باری تھی کہ وہ تحقیر و سبیل برداشت کریں۔ ہر حال اپنے سب سے اہم حریف کی ہزیمت میں جناح کے لئے سرت و اطمینان کا کوئی سامان نہ تھا۔ تہہ گرد کی ناکامی جس کی بابت انہوں نے پہلے ہی جنگلی کردی تھی تشدد اور ہندو مسلم اتحاد کا خاتمہ ان کے لئے ابھی خیر نہیں لایا۔ کیونکہ پیشانی کھٹو میں کے ماتھے سے قوی قیادت کا جو مراسم کے منظم ہونے سے گل ہی جہن جاتے کے بعد "ہو جگہ بچا" وہ محض راکھ کا ڈبر تھا۔ چوراچوری کی من بد نصیب جلی ہوئی لاشوں کی طرح "بستی ذاکرات میں صرف ہوئے واسے دھار پر سکون نجات اور نکلنے میں اعتبار سے واضح کردہ دستوری سیکسیں جن کی کھٹو میں قوتیں ہو جکی تھی ناگوار میں اٹھنے والے دم نہیں کی ہیمنت چھ گئیں۔ آخر کیوں؟ اب لارڈ ریفنگ کی بات پر آمادہ کرنے کا وقت بھی گزر چکا تھا جس پر چارہ پہلے وہ چار تھا۔ کوئی کج انداز و افسرانے تشدد کے واقعات اور ذلت آمیز لکھتے کے بعد ایک سٹے آئین کے لئے ذاکرات کیوں کرے؟ گاندھی کے ساتھ جناح کی کج خلقی اور ناٹا خلقی کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔

وسط ۱۹۴۲ء میں جناح نے ایک نئی امتدادی ہندو جماعت منظم کرنے کا فیصلہ کیا جس میں گاندھی کو سرے سے شامل ہی نہ کیا جائے تاکہ وہ گاندھی کے خلاف زیادہ طاقت کے ساتھ اعتماد خیال کر سکیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں جتوہ اور موتی لال صو سے تعاون کی درخواست کی "جلیں" وہ لوں نے مذمت کر لی۔ اس طرح جناح اپنے کانگرس کے ہندو ساتھیوں سے بالکل کٹ کے رہ گئے۔ پر اے "مغیر" نے فرق



دارانہ اتحاد کا جوہل قہر کیا تھا؟ وہ دھڑام سے گر پڑا۔ اس موقع پر جناح کی خدائی دیا جیسی میں اس وجہ سے بھی اضافہ ہوا کہ انہوں نے خود کو تحریک خلافت سے بالکل الگ تھک رکھا تھا۔ علی بریلور این لور مولانا اور انکلام آزاد انہیں حکومت کا ترجمان لور اپنے مشن کے لئے حقیقی "نہاد" سمجھتے تھے۔ ان کا واحد سیاسی دوست بریلوری کے زمانے کا ساتھی اور سندھ سے تعلق رکھنے والا پرائیڈ مسلم لیگی غلام محمد بریلوری رہ گیا تھا جو بستی میں اکثر ان کے پاس آتا رہتا تھا۔ وہ دونوں بلا بدلی کی چوٹی پر رات گئے تک سیاسیات پر بحث کرتے تھے۔ جناح کا سہیلہ بوم دول سیکرٹری جتنا داس، دار کا داس اور اس کا چھوٹا بھائی کافی بھی کھار اور آٹا نکلتا تھا۔ کافی جو رتی کا کراہو دست بن گیا تھا نکلتا ہے:

## رتی کی یورپ کو روانگی

"مئی ۱۹۳۲ء کی ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ رتی ایک خاص قسم کے پرانے فیٹن کے صوفے پر لیٹی ہوئی کہہ رہی ہے: "کافی" بھری ہو کر۔" صبح آتھ کھلی تو وہ خواب مجھے ابھی ملنے یاد تھا۔ لیکن میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ اگلی رات پر وہی خواب دکھائی دیا "جس میں رتی داکے لے کے پار رہی تھی۔ تیسرے دن شام پانچ بجے کے قریب دفتر سے واپسی پر اور خواب کو بھلانے کے بعد میں جناح کے مکان (سائڈنگ کورٹ) پر گیا۔ رتی کے ساتھ لے ہوئے مجھے کئی پختے ہو گئے تھے اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں پیش وقت لئے بغیر ان کی بائیکل پر جا پہنچا۔ میں کار سے اترا تو جناح کا کور کر لی گیا۔ اس نے بتایا کہ رتی چار ہے۔ میں نے اسے اپنا کارڈ دیا۔ وہ ایک منٹ بعد واپس آ گیا اور کہنے لگا: "رتی آپ کو بلا رہی ہے۔" پتا چلے مجھے پچھلے برآمدے میں لے جایا گیا۔ جہاں وہ لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے اسے صوفے پر لیٹے دیکھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے سات بجے جناح بھی اپنے پیچیر سے آ گئے۔ انہوں نے مجھے مشروب نوشی کی دعوت دی اور کاکا کو رات کا کھانا کھا کر ہاؤس۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں پانچ بجے سے آیا ہوا ہوں "ڈرنیک نہیں ٹھہر سکوں گا۔ انہوں نے میری بات سامنے ہوئے مجھے رخصت کی اجازت دے دی۔"

اسی سال جبر میں رتی اپنی بیٹی پائو جانوروں اور خرس کو ساتھ لے کر لندن روانہ ہو گئی۔ کافی نے ہمارے کے ایئر میں گزارا تو اسے ان کے لئے "ٹرمپسورٹ کھڑوں" کا ایک گھڑت بطور تحفہ بھیجا۔ رتی نے دور ان سڑکوں پہنچنے سے قبل ۲۵ جنوری ۱۹۳۲ء کو شکریہ کا خط لکھا جس میں دیگر باتوں کے علاوہ تحریر کیا تھا: "تپ کا خدا پاک مجھے بیٹھ خوشی ہو گی" اس لئے اگر تپ کو فارغ کلمات میرا آجائیں تو اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہنا اگر میں زندہ رہوں تو۔ پس ایک بات اور یاد آگئی۔ جناح کے پاس جائیں ان سے ملاقات کر کے مجھے نصیحتیں کہ وہ کیسے ہیں۔ ان میں اپنے آپ کو قصداً مد سے زیادہ مصروف دیکھنے کی عادت چمکی ہے۔ اب جبکہ انہیں پریشان کرنے اور ستانے کے لئے میں ان کے پاس نہیں ہوں گی ان کی حالت پختے سے بدتر ہو جائے گی۔" اس کے اس اور ایک کو کہ "میں قصداً خود کو مد سے زیادہ مصروف دیکھنے کی عادت چمکی ہے۔" سب سے بدی کی مشغول زبان میں پرکھا جائے تو اس سے ان کے درمیان بدگمانی ہوتی دوری ظاہر ہوتی ہے۔

جیسا کہ جہان کے اوقات میں اپنی مصلحت کے شریکے انداز میں ذکر سے بچ جاتا ہے۔ انہیں پہچان کرنے اور ستانے کے لئے۔ "اب سلیب بالوں کی ایک لٹ جہان کی خوشحالی کے وسط میں نمودار ہو گئی تھی جو اس امر کا معنی ثبوت تھا کہ وہ کتنی تیزی سے بوڑھے ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی گھٹتوں والی خوبصورت سونجھیں رکھی ہموڑ دی تھیں۔ اور اس دور کی تصویروں میں وہ کہیں منکراتے نظر نہیں آتے۔ لباس کے سچلے میں وہ بدستور نظر آتے رہے۔ وہ بیٹھ کر سیاہ یا لٹوئی بلورنگ کا پلاٹا دھاری دار کپڑا پہنتے تھے۔

## کونسل کی دوبارہ رکنیت

جبر ۱۹۴۳ء میں انہوں نے بمبئی کے مسلم رائے دہندگان کے نام ایک اپیل میں کہا کہ اس شہر سے جو دوئز مجلس دستور ساز کے انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ مسٹر ایم اے جہان کی برعاد ر حمایت کریں۔ یہ بات "بمبئی کرائنگل" کے ایک ایڈیٹر ڈیل فونٹ میں کہی گئی تھی جس کی مجلس ادارت کے چیئرمین وہ طور تھے۔ تاہم اس موقع پر دو دھڑوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک گروپ جس کی قیادت موٹی ایل سٹو اور سی آر اس کے ہاتھوں میں تھی کونسلوں میں داخلہ کا خلاف اور سورانج کا حامی تھا جبکہ عدم تعاون پر کاربند گردہ گاندھی کا وقار اور قہار سورانجیوں نے بمبئی کی منزل نشین کے لئے اپنے امیدواروں کا انتخاب کیا۔ جہان ایک آزاد مسلم امیدوار کی حیثیت سے میدان میں آئے۔ بمبئی میں ان کی مقبولیت اور اعزاز کا یہ عالم تھا کہ ان کے مقابلے میں کوئی امیدوار کھڑا نہ ہوا۔ اس طرح وہ سبھ فوہر ۱۹۴۳ء کو آسانی سے اس کونسل کے ممبر بن گئے جس سے انہوں نے دولت ایکٹ کی منکوری کے بعد استعفیٰ دے دیا تھا۔

جی نے جیون ملک سے واپسی کے بعد جہان پر زیادہ توجہ دینی شروع کی لیکن اس کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ مثال کے طور پر مذکورہ انتخابی صم کے دور میں ایک روز مسٹر جہان اور چھاگالچ کے بعد جانے والے تھے۔ ہم نے کار پیکار ہوئی میں جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ بمبئی کے اگلے ہفتوں میں سے ایک تھا۔ جہان نے دو کپ لٹائی اور ایک بیکٹ پمپنی کا غم دیا۔

حکومت و مشروبات کے مسئلے میں قائم اعلیٰ مسلمانوں کے سیاست و اضطراب کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے سیکور ہندوؤں پارسیوں یا دیگر ہندوستانوں کے ساتھ تعلقات بدستور قائم رکھے۔ ۱۹۴۵ء تک ان کا یہ حال تھا کہ ایک موقع پر ان کے توجہ میں دوست راجہ تھ محمد تھار نے جب یہ کہا: میں اپنے آپ کو پہلے مسلمان سمجھتا ہوں۔ تو انہوں نے فحشی سے سرزنش کرتے ہوئے کہا تھا: "تمہیں پہلے آپ ہندوستانی ہیں اور بعد میں مسلمان ہیں۔" لیکن اب وہ اپنے اسلامی شخص کی سیاسی اہمیت گھٹانے یا فراموش کرنے پر ہرگز تیار نہیں تھے۔ تاہم وہ کے بعد ان پر بحث سے دو درازے ہزار ہند کر دیتے تھے۔ ہر عام دن کی جو معمول کی گئی اور ان کی ذات کے اعتراف سے جس طرح انکار کیا گیا اس نے انہیں اپنی ذات سے خراب میں مزید گمراہی تک فرق کر دیا اور وہ اس برادری کے قریب تر ہو گئے جو اب بھی ان کے

منہورے کو اہمیت دینی تھی۔ اس چیز نے انہیں زیادہ مضبوط بننے میں مدد دی۔ اگرچہ مختلف طریقے سے سنی ان کی زندگی کا ایک یا سرط شعور ہو چکا تھا۔ ان کے لئے ایک اور راستے سے لوہ چڑھنے کا موقع پیدا ہو گیا۔ وہ بہت باندی پر بھتیجے گئے تھے، لیکن بڑی تیزی کے ساتھ گرنے لگے۔ ان کا حلقہ انتخاب کا سلسلہ نہ ہو تا تو شاید دوبارہ سیاست میں قدم نہ رکھتے۔ اس بار انہوں نے ہر رکاوٹ کو بڑی احتیاط سے دور کیا اور ہر اس چٹان کو پاش پاش کر دیا جس نے ان کی راہ روکنے کی کوشش کی۔

## ساتواں باب — نئی دہلی (۲۸-۱۹۴۳ء)

### آزاد ہلاک کی تشکیل

برطانوی ہند کی فوجیہ حکومت کا اسمبلی کا پہلا اجلاس ۱۹۴۳ء کو دہلی میں منعقد ہوا۔ جناح نے وقت ضائع کئے بغیر وائسرائے کے انتظامی خطاب کے بعد جیس کے جیس "آزاد" نمبران کو گفت و شنید کے لئے بل کر لیا۔ چونکہ وہ ایک عملی سیاستدان اور چابک دستی سے ذاکرات کرنے میں ماہر تھے، اس لئے وہ بنیادی اصلاحات کا ایک پروگرام وضع کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ اس کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ پرانے باقی اس کی حمایت کریں گے۔ اور وہ اسے کامیاب بنانے کے لئے کام کریں گے۔

اب وہ اس پوزیشن میں تھے کہ موٹی اہل نسوادی۔ آرمے داس کے پاس جا سکیں اور اپنے آزاد ساتھیوں پر مشتمل طاقتور ہلاک کے ووٹ سوراخ پارٹی کے ۳۲ نمبران میں ضم کرنے کی پیشکش کر سکیں۔ یہ سب مل کر ۳۱ سرکاری امور کان کے جتنے کو جب چاہے شکست دے سکتے تھے۔ اس طرح راتوں رات اسمبلی کے اندر ایک نئی نیٹلسٹ پارٹی وجود میں آگئی جس پر لاڈ وٹے تک کو قہر بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ منتخب نمائندوں کے اس طاقتور ہندوستانی ہلاک نے جلد از جلد نو مینٹ نیٹلسٹ اور چوری طرح خود مختار صوبائی حکومت کے قیام کی تاریخ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ اقدام اپنے اثر کے لحاظ سے بہت اہم تھا، تاہم سرکاری حلقے انہیں کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں تھے، اس لئے جناح نے نئی دہلی میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک بار پھر اسی طرح ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی جیسا کہ انہوں نے گھنٹہ میں کیا تھا۔ اس دفعہ کوئی چارہ گروں والا کاروبار کام میں نہیں لایا گیا، نہ ہی یہ اتفاق راستے زیادہ دیر تک قائم رہا۔

جناح نے اسمبلی میں جو حکمت عملی اختیار کی تھی، وہ فروری ۱۹۴۳ء میں اس وقت بار آور ہو گئی جب دستوری اصلاحات سے متعلق ایک قراردادوں میں یہ قراردادیں کی گئی کہ گول میز کانفرنس جلد بلائی جائے۔ اہم اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا پورا خیال رکھا جائے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ اس کی روشنی میں عمل درآمد حکومت کا قیام عمل میں آئے۔ وہ قراردادوں ۳۸ کے مطالبے میں ۶۷ ووٹوں سے منظور ہو گئی۔ اس کے نتیجے میں لاڈ وٹے تک نے وزیر داخلہ سرائیکونیر ہاروی میں کی سربراہی میں ایک رجسٹرار کو انہی کمیٹی مقرر کی۔ جناح نے چار دیگر ہندوستانی نمبرانوں کے ساتھ اس کمیٹی میں کام کیا۔ ان چاروں

کے نام اس طرح تھے: داس کے سرہانے۔ ایس۔ سیو اسوای آرمڈ فورسز لیبل فیڈریشن، پہاڑ کے مسلم ڈاکٹر اور۔ ٹی۔ پراپنٹی، ال۔ آباد کے سرچج بھادر پیر اور پنجاب کے سرچلیٹا لمبر حکومت ہونے۔ اسمبلی کے منتخب ممبران نے اسے جناح اسمبلی کے نام سے اپنا شہر شروع کر دیا۔ جناح نے سال کے اختتام سے قبل ہی انجینس کے قوی مطالبات پر مشعل رچ رٹ مرتب کر ڈالی، تاہم منتخب ممبران کی تھوڑا اکثریت سے سرکاری ملے خورہ ہو چکے تھے اور وہ مطالبات سے انکھیں چرانے لگے تھے۔ واقف اسے نے اس رچ رٹ پر بحث کی تجویز کو کئی بار دینا کر دیا۔ اس طرح جناح کی ساریشات کو ہمیں پشت ڈال دیا گیا۔

تحریک پاکستان اور ہندوستان کی جدید تاریخ پر اس کے منفرد اثر نے ہندوستان میں پارلیمانی حکومت کے ارتقاء کے لئے جناح کے مثبت کردار کو کسی قدر دھندلا دیا ہے۔ ان کے وقت اور ان کی صلاحیتوں کا بہت بڑا حصہ نئی قانون سازی کرنے، بجٹ کی مدت کے حق میں یا ان کے خلاف دلائل دینے اور سرکاری اہلکاروں کی زیر قوم پرست ساقیوں کو داخلی طور پر دبانڈ اور رکھنے میں صرف ہوا۔ مرکزی مجلس دستور ساز ٹھٹک میں جو مشیت کو کھلے کو حاصل تھی، اسمبلی میں دیسیا نمایاں مقام جناح نے حاصل کر لیا۔ وہ ذراں تر قرار دواں پر ہونے، ہر دستاویز کا بطور مطالعہ کرتے، ایک قانون دان کی سی احتیاط کے ساتھ رچ رٹ دینے اور کسی فریب کے بغیر اہتمام خیال کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک قرارداد کی صلیت میں، جس کا مقصد اسمبلی کو سرکاری مطالبات پر نظر ثانی کا اختیار دینا تھا اور دفتری حکومت اس کے تحت خلاف تھی، دلائل دینے ہوئے انہوں نے کہا: "اس میں انجمن کیا ہے؟ یہ محض ایک بیان ہے۔ دی رٹی رٹائی کمانی دیرانی جاری ہے۔ انکھام اس ایوان کے لئے سجدہ قومیت کی مصوفیات میں شامل ہو کر کھوج لگانے والی روشنی ضعیف بنا چاہتی۔ میں کہتا ہوں اس کا قلعی کوئی جواز نہیں ہے۔" اسی طرح ایک بل کی مخالفت کرتے ہوئے، جس کی فرض رعایت ہندوستان میں داخلے کے لئے پانچو رٹ کی شرط عائد کرنا تھا، انہوں نے دلیل دی: "جناپ والا، میرے خیال میں پانچو رٹ پر چھٹنے بھی ضابطے عائد ہوتے ہیں، وہ عوام کے لئے بہت بڑی تکلیف کا سبب ہیں، اس لئے جتنی جلد انہیں ختم کر دیا جائے، اتنی ہی بہتر ہے۔" فروری ۱۹۴۳ء میں انہوں نے ایک اہم قراردادوں میں کی جو اقتصادی آزادی کے لئے ہندوستان کی جدوجہد کا مرکزی نقطہ بنی گئی، جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ "حکومت ہند کو روپے کی صورت میں خیرہ داخل کر کے بیسے جتنی سٹورڈ خریدنے کی اجازت دی جائے، صرف لندن میں سڑک کی صورت میں نظام کی بولی دے کر مذکورہ سٹورڈ کی خریداری کا سلسلہ بند کیا جائے۔" ان کا کہنا تھا: "اگرچہ میری اس قرارداد سے ایوان کے ہر ممبر کو دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک بہت ہی مشکل موضوع ہے، تاہم مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب فاضل ممبران اس معاملے کو سمجھ لیں گے تو انہیں بتا دے گا کہ یہ مسئلہ ہندوستان کو بہت بڑی طرح متاثر کر رہا ہے۔" اس کے بعد انہوں نے گزشتہ دنے سال کی سرکاری خریداریوں کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا: "یہ پابندی ہندوستان کی معاشی ترقی کی راہ میں زبردست رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔" وہ آخر اس نتیجے پر پہنچے: "اس سے سوچنے پر مجبور ہو کر کارخانہ داروں کو بہت سی زیادہ فائدہ پہنچا ہے، وہ پہلے ہی مطلبات حاصل کر لیتے ہیں، نتیجے میں تمام عملی مقاصد کے لئے خرید کا یہ سلسلہ برطانیہ کی انگریزی فرموں کی طرف سے موصول ہونے والے فیڈرلنگ بھرد رہتا ہے۔" اس کا استدلال یہ بھی تھا: "اور ان جنگ بہت سے اسٹورڈوں کی ہندوستان میں خریداری، "انگریز"

ہو گئی تھی۔ ان کی یہ قرارداد منظور ہو گئی اور اس سے ہندوستان کی اقتصادی ترقی کو اتنی ترقیت ملی کہ آزادی سے نکلنا شاید ہی کسی دوسرے اقدام سے نصیب ہوئی ہوگی۔

بتلاج شہری آزادوں کے زبردست حامی رہے اور انفرادی حقوق اور مساوی انصاف کے دفاع میں بحث کھل کر کرتے تھے۔ بجٹی کرانیکل کے شہریدہ کدہ ایلینٹری۔ جی۔ ہارنی مین کو شہر میں دوبارہ واسطے کی اجازت دینے سے متعلق قرارداد پر اصرار کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"میں اس کی بے نیاید نفعت کہیں گا۔ میں نے آجی قانون کی محبت گمراہی میں اتر کر اس کا مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فرد کی آزادی کسی ملک کے آئین میں مزید ترجیح دے ہوئی ہے اور وہ اس انداز میں سلب نہیں کی جانی چاہئے۔ اگر آپ کا دعویٰ سچا ہے، اگر مسٹر ہارنی مین نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے تو اسے کسی قید خانہ کے سامنے پیش کریں۔ میں جوے احساس کے ساتھ بولتا ہوں کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ کسی شخص کو شہریدہ نہیں کیا جانا چاہئے اور ایسے فرضی الزام کے تحت تو یہ کارروائی بالکل نہیں ہونی چاہئے، جو میرے علم کے مطابق سراسر غلط ہے۔"

اسی سال جبر میں شملہ میں انہوں نے اس اصول پر اپنے پختہ یقین کو دہرایا: "کسی شخص کے مال و آزادی میں براہ راست مداخلت کے بغیر عدالت نہ کی جائے۔" اسی مدعا ایک اور جگہ پر بحث کرتے ہوئے بتلاج نے وزیر داخلہ کی تحریک پر اعتراض کیا: "میں یہاں محض ایسے شخص کے طور پر نہیں کھڑا ہوں جو حکومت پر اعتماد نہیں کرتا، بلکہ لوگوں کے مباحثے کی حیثیت سے کھڑا ہوں اور حکومت کو وہی کچھ کرنا ہو گا جو لوگوں کے بہترین مفاد میں ہو۔ وہ کچھ نہیں جو حکومت کی مرضی میں آئے۔"

اگلے سال مئی میں انہوں نے مسلم لیگ کے ایک خصوصی سیشن کی صدارت کی جو لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا "۱۹۴۳ء کے شرعیاتی سے یہ محسوس اور حلیم کر لیا گیا ہے کہ ہر طرف بینکات نظام ہو چکا ہے اور یہ کہ سول قانون کی تحریک مستقبل قریب میں کامیابی سے نہیں چلائی جاسکتی۔ کونسلوں کا مطالعہ جیسا کہ مسٹر گاندھی کی گزارش ہے مسودہ اور کار کو نہیں ہو سکتا۔ خلافت تحریک جو کہ ایک عرصے سے چل رہی ہے، کسی بہتر ذہن میں ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ہماری گزشتہ تین سالوں کی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ سوریج کے حصول کی اصطلاح تحریک چل چکی ہے۔ پوری دنیا کی اور مسلسل سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ہندوستان میں اسد دار حکومت کے جلد قیام کے لئے اقدامات کئے جائیں۔"

اپنے مقصد کی طرف آتے ہوئے انہوں نے دُور سے کرکٹ "۱۹۴۳ء میں پہلی بار مسلم لیگ میں شامل ہونے وقت میں نے خیبر کیا تھا کہ سوریج کے حصول کے لئے ایک لازمی شرط یہ ہوگی کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں سیاسی اتحاد قائم ہو۔ میں جیسے وقت سے کہتا ہوں کہ جس روز ہندو اور مسلمان متحد ہو جائیں گے ہندوستان کو اسی دن خود بخود عینیت حاصل ہو جائے گا۔ سوریج کی اصطلاح پوری حد تک ہندو مسلم اتحاد کے نام سے ہے۔"

مسلم لیگ نے اس اہم اجلاس میں طے کیا کہ وہ ایسے سوریج کے لئے جدوجہد کرے گی جس میں صوبوں کی دفاتی جو نہیں ماسوائے مرکزی حکومت کے ان چند امور کے جو "عمومی اور مشترک نوعیت کے ہوں" پوری طرح قرار بخار ہو۔ تمام اقدیموں کو مکمل ذہنی آزادی کی ضمانت دی جائے اور مسلمانوں کے لئے جداگانہ نظام انتخاب

قائم رکھا جائے۔ علحدہ انتخاب باہمی و نااخلاقی کا مروجہ ہی سکتا ہے۔ نیز سوڈن نامہ کی کاغذ حاصل کرنے کے لئے یہ بالکل باطلی طریقہ ہے۔ آئندہ کوئی ایسا بل یا قرارداد جس سے کوئی برادری مٹا رہی ہو "اگر اس برادری کے منتخب افراد کی تین چوتھائی تعداد اس کے خلاف ہو کسی بھی مجلس دستور ساز میں منظور کیا جائے۔ لیگ نے خارج کی سربراہی میں ایک خصوصی کمیٹی بھی مقرر کی جسے حکومت ہند کے لئے آئینی انیمیم تیار کرنے کا کام سونپا گیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین احساس کی افراتفری کو تشویش اور اضطراب سے دیکھتے ہوئے مسلم لیگ نے مزید طے کیا کہ ایسے "مصلحتی پروڈز" کے قیام میں تعاون کیا جائے گا جن میں تمام قوموں کے نمبروان شامل ہو کر باقاعدہ اجلاسوں میں فرقہ وارانہ اختلافات کو حل کرنے اور تفصیلات کے اسباب کو گھٹانے کی کوشش کریں گے۔" خارج نے مذکورہ بالا قرارداد کو علاوہ ایک اور قرارداد بھی پیش کی جس کے ذریعے زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمانوں میں باہمی جانے والی رسواکیں بد نظمی اور اشتکار پر غور کر کے دیکھ کا اعلان کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ "اس بد نظمی کے باعث نہ وہ مفید چارہ خیال کر سکتے ہیں نہ انہیں کے تعاون کو فروغ دے سکتے ہیں۔ لہذا یہ چار مسلمانوں کو شرقی اور حکومت خود اختیاری کے لئے قوی جدوجہد میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے سے بری طرح روکتی ہے۔" ایک کمیٹی مسلمانوں اور دوسرے قوموں کو داخلی جنگی کی ترتیب دینے کے لئے تشکیل دی گئی۔ ایک اور کمیٹی کو یہ فرض سونپا گیا کہ مشعل خلافت کمیٹی کے ساتھ مذاکرات کر کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کرے۔ اسی اجلاس میں آئندہ تین سالوں کے لئے پارٹی کا مستقل صدر چنا گیا تاکہ مسلم ہندوستان میں اپنے انتخابی منصوبے کو بروئے کار لانے کا موقع مل سکے۔ اگرچہ تین سال کی مدت کافی نہ تھی مگر حال اچھا کام کی سہولت اور کتنی تھی۔

ترکی کے صدر مصطفیٰ کمال اتاترک نے اکتوبر ۱۹۲۳ء میں خلافت کا خاتمہ کر کے تحریک خلافت کی بنیاد چار کر دی۔ اس سے پانچ اسلام کے تصور پر مبنی شریعت کی اور زندگی پر مبنی پھر چلی "چنانچہ بعد مسلم فتاویٰ میں تیزی اور شدت پیدا ہو گئی۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ کے بھانوں سے لے کر اہل ہند کے سوائے تک سب صوبہ فتاویٰ کی لپیٹ میں آ گئے۔ کشمیر سے ڈھاکہ تک ہندو اپنے مسائے حق رسیدہ مسلمانوں کے جو جنمیل ایشیا کے طویل و عرض میں سرحد تھے دشمن بن گئے۔ ہندوؤں نے پر جوش مذہبی جنگیں شفا مبارکباد شہمی (مسلمانوں کو زندہ جی ہندو بنانے والی) قائم کیں۔ عزم عسکری تنظیم سنگھوں کے اراکان بعد انکھیت کے شعبوں میں ذلیل اور مارا ج کرتے وقت خرب شور مچاتے جس سے مسجدوں میں نماز پڑھنے والے مسلمان بہت پریشان ہوتے تھے۔ یہ لوگ چمڑہ سازی کرنے والے گائے ذبح کرنے والے قصاوں کو بلا اعتبار و تفریق خود کا نشانہ بناتے تھے۔ بھانوں و شورش پیدا کرنے والا ہر واقعہ انتظامی حلقوں کی تعداد میں اضافہ کر دیتا تھا جس سے وسیع پیمانے پر فساد پھوٹ پڑا اور ہند کے دور ان بے شمار لوگ مارے جاتے یا قتل ہو جاتے اور اس طرح کئی کا زبر عام کھیل جانے لگا۔

۱۹۲۳ء میں سی۔ آر۔ داس شعبہ تیار ہو گئے۔ کانگریس میں سولی لال سہو سواران ہندو گروپ کے لیڈر کی حیثیت سے گاندھی سے ٹکرائے والے اکیلے رہ گئے تھے۔ اگست ۱۹۲۳ء میں سولی لال کے ہم ایک "انتظامی خطے" مراٹھے میں داس نے لکھا کہ میں اس بات پر تیار ہوں کہ کانگریس کی مشیغی کو آپ کی گرفت میں لانے کو آسان بنائیں۔ حقیقت میں آپ کی مدد کے لئے میں کسی صورت میں روٹ حاصل کرنے کے لئے فرق نہیں کرتا

گا۔ جیسا کہی چیز پر کوئی دعوئی نہیں ہوا۔ محض پر اس غصا کو فروغ دینے میں خدانوں کوں گا۔ مزید یہ کہ اگر آپ پر ہی مشینری کا کنٹرول سنبھالنے پر آمادہ نہیں تو میں اس کے لئے بھی پوری طرح تیار ہوں کہ ان صورتوں میں آپ کی گرفت مضبوط کرنے میں ہاتھ بٹاؤں جن کے حلق آپ کا خیال ہے کہ وہاں معاملات چلانے میں آپ کو کوئی وقت چوٹ نہیں آئے گی۔" ہر حال اسی خط کے آخر میں خیال کافی کے طور پر گاندھی جی نے ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جو ان پر کانگریس کا صدر بن جانے کے لئے دہلی داخل رہے تھے۔ وہ مراٹھ کے انتظام پر لکھتے ہیں: "اس معاملے پر اسرارو غور کرنے کے لئے میری صرف ایک شرط ہے" وہ یہ کہ آپ کی طرف سے بھی اس طرابلس کا اظہار کیا جائے کہ میں صدارت قبول کر لوں۔ کیا آپ براہ فہوش مسٹر داس، ٹیکٹر اور دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کر کے مجھے مطلع فرمائیں گے کہ کیا کرنا چاہئے۔"

گاندھی جی نے کونسلوں کا ہر سلسلہ بانٹنا کر دکھا تھا، اس سے دستور ساز اسمبلی اور کانگریس دونوں جگہ موٹی لال کی پوزیشن خراب ہو گئی تھی۔ گاندھی نے مئی کے دوران سوریج ہندوں سے "بنیادی اختلاف" پر مبنی ایک بیان شائع کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کونسلوں میں داخلہ ہر م خدانوں کے خلاف ہے اور میں ایسا ہی تصور کرتا ہوں۔ گویا وہ ۳۳ مئی ۱۹۳۰ء کو موٹی لال اس صورت حال سے دوچار تھے کہ باوجود جرح کے ساتھ اپنی اسمبلی پارٹی کا اعتماد برقرار رکھتے ہوئے گاندھی جی کے اہم سے محروم ہو جانے کا خطرہ مول لیں اور کانگریس میں اپنی پوزیشن خراب ہونے دیں یا دوسرا راستہ اختیار کریں۔ یہ کوئی آسان فیصلہ نہیں تھا۔ وہ پورے موسم گرما کے دوران چپہ آنکھائی کرتے رہے۔ انکسٹ میں انہوں نے سامنا گاندھی کو بمبئی میں اپنی رائل گھوڑا خانہ پر ہونے پر آنے کی دعوت دی اور انہیں اسمبلی کے اندر سوریج ہندوں کے قوی حقیر کے کام کے لئے اقلیت کا قائل کرنا چاہا۔ جو اہر لال نہو بھی جو اس سال کانگریس کے ٹیکٹری تھے "نڈا کرات" میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے، لیکن باپ جیٹا دونوں لی کر بھی گاندھی کو قائل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے، ان پر کوئی اثر ڈال سکے۔ ہندوستان کی جدید نگرانی میں سامنا گاندھی جی ضد اور بہت دھڑکی کا توڑ صرف جرح تھے۔ تمام تر وہ ستانہ بات چیت اور موربانہ فیصلہ جات کے پس پردہ نہو کے بتل "یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ دونوں میں کوئی مفاہمت نہ ہو سکی۔ میں بھی جو ہو سے مایوس ہونا چاہیے مگر گاندھی جی جیسا کہ ایک بھی شک دور نہیں کر سکے تھے جیسا کہ ان کا معمول ہے۔ انہوں نے مضطرب کے بارے میں سوچنے یا کوئی طویل المیعاد پروگرام وضع کرنے سے انکار کر دیا۔" نہو نے ان مذاکرات کو بہا طور پر اپنے باپ اور صافانہ کے درمیان "درست فکری" قرار دیا۔

گاندھی جی کی پوزیشن کو تسلیم کرنے کے بعد موٹی لال نے اپنے سوریج ہند ساتھیوں کو اس بات پر متفق کر لیا کہ ایسے تمام صدارت قانون کو مسترد کر دیا جائے جنہیں منظور کرنا کے بعد وہ کسی اپنے اختیارات کو مستحکم کرنا چاہتی ہے۔ یہ بات قابل فہم ہے کہ اس قسم کے چند اقدامات سے کوئی اچھا نتیجہ بھی انتہائی طور پر نکل سکتا تھا۔ موٹی لال نے اصرار کرتے ہوئے کہا "ہماری یہ واضح رائے ہے کہ ملک کے وسیع تر خدوں میں ایسے چھوٹے قاعدوں کو قربان کرنا بہتر ہے" نہوائے اس کے کہ چودو کسی کے اختیارات میں بالکل اضافہ نہ ہونے دیا جائے۔" اس بیان نے سوریج ہندوں کی قوی پارٹی کو موت کے خطرے سے دوچار کر دیا کیونکہ جرح اور ان کے آزار ساتھیوں نے اسمبلی کے اندر "رکاوٹ ڈالنے والے حراں" میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ وہ ہر

تحریک پر اس کے اختتام کے مطابق خود کریں گے۔ وہ کسی مل کی حمایت یا مخالفت میں صرف اس وقت دوث دیں گے جب انہیں یقین ہو گا کہ وہ مل ملک کی معاشی یا آبپاشی ترقی میں اضافے یا رکاوٹ کا سبب بنے والا ہے۔

## مجھے صافمانہ کہا جائے

کریں میں سمجھتی کے دوسرے کے دوران گاندھی جی نے "ایکٹیز صیغہ" میں "پارسی سرکل" کے ایک جلسے میں بھی تقریر کی جس کا مقصد ہندوؤں کے خطاب زدگان کے لئے چندہ جمع کرنا تھا۔ کانفی دوار کا واس اس اجلاس میں شریک ہوا اور ناچوہر میں جناح کی کارکردگی کی نقل کرتے ہوئے صافمانہ کو "مسٹر گاندھی" کہہ کر خطاب دیا۔ اس نے نوٹ کیا کہ "صافمانہ" کے پردے میں بہت سے "مٹھ" کام "کئے جاتے ہیں۔ سامعین کی طرف سے کانفی پر بلند آواز میں سوالات کی بوجھا کر دی گئی تاہم اس موقع پر گاندھی جی اپنے کتہہ جیس کا دفاع کرنے کے لئے اٹھے اور بولے:

"لفظ صافمانہ میرے فتنوں میں فتنہ پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جب کوئی شخص اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ ہر کوئی مجھے "صافمانہ" کے قلمی کہانت آتی ہے۔ مجھ میں ذمہ دہنے کی خواہش پاتی نہیں رہتی۔ اگر مجھے معلوم ہو گا کہ میں جس قدر "صافمانہ" کا لفظ استعمال نہ کرنے پر اصرار کروں گا "انسانی زیادہ استعمال کیا جائے گا تو میں یقیناً اس کے استعمال پر زور دیتا۔ آخر میں جہاں میں رہتا ہوں "ہر بھائی" نہیں اور سب کو یہ قسم ہے کہ وہ "صافمانہ" کا لفظ استعمال نہ کرے۔"

چار سال قبل ناچوہر میں جو کچھ دفن ہے نہ ہو چکا تھا جناح کے خیال میں گاندھی جی کی طرف سے یہ برسرعام مہذبت کا اظہار تھا۔ اسے لانا معلوم ہو گا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے "کانفی" حکیم اور مسٹر جناح کو یقیناً اس کی رپ رپ دے گا۔

## رتی کا تصوف کی طرف جھکاؤ

رتی نے ان دنوں کانفی کے ساتھ اتنی ہی ملاقاتیں کیں جتنی کہ اپنے مصوف خیر کے ساتھ کر چکی تھی اور اس کے ساتھ کھل کر اور زیادہ بے تکلفی سے "مراسلت" کرنے لگی۔ سکون کی حلقہ میں وہ تصوف کی طرف مائل ہو گئی تھی "اور اوروں سے باتیں" جاریہ کرنے اور خیالات کی تبدیلی جیسے اعمال میں کانفی اس کا دہریہ بن گیا۔ وہ کہتا ہے "رتی خیرامی دینا سے رابطہ قائم کرنے میں حدود و دیکھیں لینے لگی۔ اس نے اپنے عقائد اور عقیدہ کمال کی صداقت پر کھنے کے لئے بہت سے مشکل اور نفرتناک تجربے کئے۔ وہ براہ راست علم کی حلقہ تھی۔" یہ واضح نہیں ہے کہ اس کے خیالات کیسے "مشکل" اور "نفرتناک" تھے "تاہم ایسا لگتا ہے کہ اس نے گویاں کھانا شروع کر دی تھیں۔ شاید شروع شروع میں بے غلوئی و افشردگی پر قابو پانے کے لئے۔ غرض کہ رتی کی ہندو گاہ پر ایوان "اروین" شیشی اور کوئین آسانی سے دستیاب تھی۔ نومبر ۱۹۳۳ء میں اس نے کانفی کو گھلا:

"ایک معاملہ ایسا ہے جس کے حلقہ آپ سے بات کرنے کے لئے میں بہت بے چین ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس معاملے میں آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔ تھوڑے دنوں سے میں دوسرے سے نکل چلا کے مضمون میں



بہت زیادہ مسک ہو گئی ہوں۔ میں اس بارے میں زیادہ جاننے اور سچائی تک پہنچنے کے لئے بہت زیادہ چاہا ہوں۔ یہ ایک معاملے میں ڈالنے والا مضمون ہے۔ میں اس کے متعلق جتنا زیادہ سنی ہوں 'اتنی ہی زیادہ پریشان ہوئی ہوں۔ اگرچہ میں اب بھی سرگرمی سے اس میں دلچسپی لے رہی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ ہمارے شہر کے روحانی سطحوں سے ضرور روشناس ہوں گے۔ آوی ایسے جتنے کارکن بن سکتا ہے۔ میں کسی مسک سے وابستہ نہیں ہوں 'وہ ہی کسی عقیدے کی سوجھ بوجھ ہوں۔ اب میں اس معاملے میں اتنی زیادہ کوششیں کر رہی ہوں کہ کسی پچھاپہ سے بھری اسے ترک کرنا چاہتی ہوں 'کیونکہ میں خود کو دوسرے لوگوں کے تجربات پر قانع نہیں کر سکتی۔ میں اپنی ایسی شہادت کو ترجیح دوں گی کہ گناہم ہو جاؤں جبکہ آپ مجھے حائل کرتے پھریں۔ میں بچے دل سے قانع کرتی ہوں کہ آپ اس معاملے میں میری مدد کر سکیں گے۔"

رٹی نے ایک بار بعد اسے یاد دلانے کے لئے لکھا "میں جس چیز کے تعاقب میں ہوں وہ حاضرات کا حق ہے جس پر کسی تجربہ طریقے سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ چونکہ میں اس معاملے کا ذاتی تجربہ حاصل کرنے کے لئے چاہا ہوں 'جس پر میں بڑا پختہ عقین دیکھتی ہوں۔" اس کی عثمانی اور اطروگی کا لکھنا تھا کہ کوئی اس سے باتیں کرے اور اس سے اس بارے میں سوالات پوچھے جس میں وہ اتنی سرگرمی سے حصہ لے رہی تھی۔ "آپ ضرور آئیں اور مجھ سے جلد ملاقات کریں 'مگر ہم سب موضوع پر گفتگو کا سلسلہ پھر سے شروع کر سکیں۔"

آنکھ ابھل میں اس نے ایک اور خط میں لکھا "یارے لاشی 'ہاں میں خواب کے اندر چلنے کے بارے میں جانتی ہوں 'جس کا آپ نے ذکر کیا ہے 'لیکن میں ہمارے خواب چلتے پھرتے دیکھتی ہوں۔ آپ نے اپنے خط میں جس قسم کے تجربے کا احوال دیا ہے 'میرے نزدیک اس سے بڑھ کر خوشی کی کوئی بات نہیں ہو سکتی 'لیکن میری دوا میں گہری خند میں پھٹکارا دلانے والی کوئی خوبی نہیں ہوتی۔ پاؤں یا چھیننے کا عمل آرام جس میں ذہن تو سکون کی حالت میں ہو آئے۔ لیکن اس کے برعکس جسمانی طور پر بہت بے چینی لگتی ہے۔ خواب مجھے شادی دکھائی دیتے ہیں۔"

اب اس کی عمر ۲۵ برس کی ہو گئی تھی۔ "میری روح بالکل جام ہو کے رہ گئی ہے۔ اگرچہ میں بلند مزاجم رکھتی اور بعض چیزوں کی خواہش کرتی ہوں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ میری حقیقی تعینیت ہے نتیجہ کیوں رہی ہے؟ میرے مجھے میں پھول تو کھلا کھلے بھی نہیں آئے۔ میں انتہائی بے آرامی سے سوچ رہی ہوں اور جانتی ہوں کہ کوئی نفسیاتی قوتوں کا مالک میری مدد کرے۔"

اس نے فاکس جن کے کہ اس کا شوہر ایسی باتوں میں دلچسپی لے۔ اس نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اس بارے میں فاکس کو خبر دیتے ہوئے لکھتی ہے:

"میں آہستہ آہستہ لیکن جلدی طور پر جہان کی توجہ اس معاملے کی طرف مبذول کرادی ہوں اور بھی دھونس اور بھی بھلا بھلا کر اسے کتاب چڑھ کر جانی ہوں۔ جہان کی سطح پر بندہ دنیا کو یہ تسلیم کرنا چاہتا ہے کہ یہ غیر معمولی اور ناقابل تردید ہے۔ اس واقعہ کا متعلق عقل کا سراغ لگانے سے ہے۔ یہ کہانی ایک غریب باور جن کے گرد گھومتی ہے جسے اللہ سے پھانس کر بوسہ سب نے پایا کیا اور وہاں عقل کردیا گیا۔ اس جرم کی نصیحت پڑی ہونا کہ جرم۔ یہ جرم ضحوت پرستی کے قتل کیا گیا تھا۔ مجرم کی چالاکی وہ شہیاد نے پا لیس کو پتھر میں ڈال دیا تھا اور وہ

بدحواس ہو گئی تھی کیا آپ یقین کر سکتے ہیں کہ انہوں نے عقد حاضرات پر قابو پانے کی اجازت نہیں دی تھی؟  
بہر حال انہوں نے مطلوبہ سراغ لگا لیا "شہادت اس نوعیت کی تھی کہ بدقسمت شخص کو بچانی ہو گی۔ جناح اس  
کیس میں کوئی ستم نہیں پائے گئے۔"

کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ جناح ایسی کی دبیوی کے لئے بہت زیادہ وقت باوجود وقت کرتے تھے۔  
ان کی قانونی پرنسپل میں ہی بہت زیادہ وقت صرف ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ رتی لے اپنے ہر اپریل والے لمحہ  
میں مزہ لکھا "سبیا لکھا ہے کہ ہم کسی صورت میں بھی شکم نہیں جاسکیں گے" لیکن مسٹر جناح باڈا کے مقدور میں  
مصروف ہیں۔ "کافی اسے ہر قسم کی کتابیں" اپنے اپنی رسالے اور ڈرامے فراہم کرتا رہا۔ ۱۹۳۵ء میں سال بھر وہ  
مسلسل اس سے متا رہا۔ چلتے میں تین یا چار دفعہ۔ دینا اب چہ برس کی ہو گئی تھی۔ کافی نے چاہا کہ رتی اسے  
مدد اس کے اس اسکول میں داخل کروائے جو مسز ایلی وینسٹ کی قیود سوسائٹی کے ذریعہ انتظام چل رہا تھا  
لیکن جناح نے اس اقدام کی حراست کی۔ بلاشبہ انہوں نے محسوس کیا کہ اس طرح ان کی بیٹی اپنی قوم سے بالکل  
کٹ کر رہ جائے گی۔ شاید انہوں نے ہاتھ لیا ہو کہ وہ جلد ہی اپنی انگریزی بیٹی سے محروم ہو جائیں گے جیسا کہ سر  
ڈاکٹر کے ساتھ ہوا تھا۔ جن ۱۹۳۵ء میں رتی دوبارہ بیمار ہو گئی تھی۔ اس نے لکھا "یارے کافی" اس وقت رات  
کے دو بجے والے ہیں "میں خفاک کہ حد تک صحت ہوئی اور فیزیکی حالت میں تھی" لیکن تھوڑے دنوں نے اگر مجھے  
بچا دیا۔ میں تھوڑے تھوڑے باہر نکلی تاکہ تمہیں خط لکھ کر اور کچھ نہیں تو اپنے خیمہ کو سکون پہنچاؤں۔ کہا  
آپ مجھے صاف کر دیں گے "اگر میں دوبارہ سرجری کروائی میں اس نے جناح کو ڈاکٹر میں کافی کے ساتھ  
قیود سوسائٹی کے جوئی کو ٹیٹن میں حرکت کرنے پہنچاؤں گی" اور دوسرے دن اس کے مقام پر ہونے والا ہے۔  
مسلم لیگ کا اجلاس آگرہ میں ہونے لگا تھا۔ جوئی کے موقع پر وہ ایک قیود سوسائٹی (ایہ عقیدہ رکھنے والا کہ ہر  
شخص روحانی دو ہے اور وہ دونوں کے ذریعے پروردگار خدا کی معرفت حاصل کر سکتا ہے) کے طور پر مسز ایلی وینسٹ  
کی رہنمائی میں مشق شروع کرنے کا ارادہ رکھتی تھی "لیکن میں موقع پر اس کی "تلی بیمار ہو گئی" ہوں اسے اپنی  
رواگی ایک ہفتہ سو فرسٹ کنٹی رہی۔ بہر حال سال کے اختتام سے پہلے ہی وہ الزام میں مسز ایلی وینسٹ سے ملے۔  
ہوڑھی عورت نے فوراً ادا کر کے لیا کہ وہ کتنی "ناخوش" ہے۔ اس نے یہ فیصلہ جاتے ہوئے کافی کی حیرت کی  
ایک بار پھر تصدیق کر دی "کیا تمہیں اس کی آنکھوں میں ناخوشی نظر نہیں آتی؟ اسے فورے دیکھو۔"

مدد دلچسپی کے دعووں کے باوجود گاندھی نے ۱۹۳۵ء میں کانگریس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی۔ ان کی  
توجیہ یہ تھی کہ جس طرح کوئی ناگزیر کاروباری اجلاس کی صدارت کرتا ہے "میں نے بھی اسی طرح کانگریس کی  
صدارت کی ہے۔ ۱۹۳۱ء کی صوم شہری کے امداد و شہرہ بھر کرتے ہیں کہ شمال کے دونوں ہندوؤں میں مسلمانوں کی  
آبادی میں خاصا اضافہ ہوا ہے اور مسلمان پنجاب (۸۰ لاکھ نفوس) نیز بنگال (۷۰ لاکھ نفوس) میں اکثریت رکھتے ہیں۔  
جی صورت حال کا خلاصہ ہے کہ گھنٹہ بیکٹ کے قادموں کے از سر نو اثرات کے جائیں۔ مسلم اکثریت کے ہن  
دونوں صوبوں کے بہت سے مسلم لیگی قائدین کو انہوں میں مسلمانوں کی اقلیتی حیثیت پر قیامت کرنے کے لئے  
تیار نہ تھے۔ اس طرح فرقہ وارانہ تفریق کی کھجی مزید گہری ہو گئی جس نے مسلم لیگ کو تقسیم کے ناقابل واپس خطا  
پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں گاندھی کے عدم تعاون پروگرام کے بارے میں جو نفاذ نہیں پائی جاتی تھی وہ

بند رہتا اور نہ لے گی۔

## سر کے خطاب کی پیشکش

لاہور ونگ تک کا ہندوستان میں یہ آخری سال تھا۔ واسٹر اس نے اسمبلی میں جناح کی کارکردگی کا جائزہ لیا تو اسے بہت محسوس ہوئی، چنانچہ اس نے جناح کو اس قابل سمجھا کہ ان کا کام پانچ کاروبار (سر کا خطاب) بچنے کے لئے مرتب کردہ فرسٹ میں شامل کیا جائے، بشرطیکہ وہ اس پیشکش کو قبول کریں۔ اس سے رابطہ قائم کیا گیا تو جناح نے دو نوک جواب دیا "میں صرف مسٹر جناح کھانے کو ترجیح دیتا ہوں۔ میں مجلس مسٹر جناح کی حیثیت سے زندہ رہا ہوں اور اسی حیثیت میں مرنا چاہتا ہوں۔" اور مرتبہ دہائی سے پوچھا گیا کہ اسے "میڈی جناح" کہلانا کیسا لگے گا؟ وہ سوال پر پچھنے والے کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ہل چکی "اگر میرے شہر بے نامت بن جائے تو میں ان سے علیحدگی اختیار کروں گی۔"

## میاں بیوی میں علیحدگی

وہ آخر الذکر راستہ اختیار کرنے کا حق رکھتی تھی۔ شاید اب اس نے اس معاملے پر سوچنا شروع کر دیا تھا۔ یہ وہ حق تھا جو اس نے چند سال بعد استعمال کیا۔ حالانکہ جناح کو "سر" کا خطاب نہیں ملا۔ ان کی بیوی جنتی ہوئی راحت پسندی اور اسلامی شعور کی ترقی نے نظروں کی طرح ان کے باہر نکلا بعد پید کر دیا کہ بظاہر جنتی ہو گئی۔ اس کے علاوہ بعض اختلافات بھی تھے۔ مسٹر جناح ملا پکاس برس کے ہو گئے تھے، جبکہ جنتی کی عمر ان سے نصف تھی اور ان کے مڑھلوں میں ہم آہنگی و ملاقات کا فائدہ ان تھا۔ یہ وجہ نہیں کہ انہوں نے جنتی سے محبت کرنا چھوڑ دیا تھی حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۴۶ء میں جب وہ جنتی کو ساتھ لے کر لندن، پیرس، کینیڈا اور امریکہ کے دورے پر گئے، اس وقت بھی یہ اس لگائے پٹھے تھے کہ بہار یا موسم گرما میں دونوں کے باہر ابتدائی برسوں کی عطا ملیس کشش پر عود کر آئے گی۔

## سینڈ ہریٹ کمیٹی کی رکنیت

۱۹۴۵ء میں انھیں "سینڈ ہریٹ کمیٹی" کا رکن مقرر کیا گیا جس کے سربراہ کرنل چیف آف سٹاف لیفٹیننٹ جنرل ایڈورڈ لیکن تھے۔ کمیٹی کا مقصد سینڈ ہریٹ کی طرز پر ہندوستان میں بھڑی گانچ کے قیام کا جائزہ لینا تھا۔ جن ممبران پر مشتمل ایک وفد میں شامل ہو کر جلدی ممالک میں فوجی کالوں اور تحصیلات کے معاملے کے لئے امریکہ میں سمیٹی سے روانہ ہوئے اور اگست میں واپس آئے۔ اس دورے کے بارے میں جنتی پر چلنے لگی اور وفد کی روانگی سے تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنے دوست کو لکھا "کافی" میں چند ماہ کے لئے یورپ اور امریکہ کے دورے پر جاری ہوں۔ میری مخالفت اور ادا کرنے کے لئے آپ میرے ساتھ نہیں ہوں گے اس لئے براہ کرم میرے لئے کسی چیز پر عمل نہ کریں۔ اگر میں آپ کے ساتھ رابطہ قائم رکھ سکوں۔" اس نے کافی کو ایک خوبصورت نیم "جو خود پہنے ہوئے تھے اور جس پر محبت و تحفظ کا عطا ملیس عمل کر رہا تھا" تحفے میں دیا۔ جنتی نے



## مصائب کی یلغار

۱۹۴۷ء کا سال ہندوستان کے لئے بھاری طوفان اور جہاز کے لئے ذاتی حیثیت میں امیدوں اور خوابوں کی شکست و ریخت کا سال تھا۔ بالخصوص کے الفاظ نے برصغیر کوئی قوم پرست قوتات کو جو حوصلہ بخشتا تھا اس کو پورے دس سال ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود دو پختہ شخص "آزادی اور سراج کا حصول پہلے کی طرح اب بھی آنکھوں سے اوجھل تھا۔ نیکرڈی آف نیشنل لارڈا برکن ہینڈ اور اس کے قوری ساتھیوں نے جان لیا تھا کہ ویسٹ بنسٹری میں ان کے انداز کے دن گئے جا چکے ہیں "اس لئے انہوں نے تہہ کر لیا تھا کہ نگ نظری پر مبنی امپیریل طرز حکومت ہندوستان پر مسلط کر دیا جائے۔ راز سے میکڈا انڈی لیبر حزب اختلاف ہر قسمی انتخاب کے نتیجے میں مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی اور ۱۹۴۷ء کے انتخابات میں اپنی مکمل فتح کا بے تابی سے انتظار کر رہی تھی۔ قوری کاہنڈ نے ۱۹۴۷ء میں ایک دستور کی کمیشن مقرر کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ ۱۹۴۹ء کے انڈیا ایکٹ کا جائزہ لے کر ہندوستان کے لئے مزید دستور کی اصلاحات کی سفارش کر سکے۔ برکن ہینڈ نے اپنے ہر مشرودہ سربراہان سامانی کو کمیشن کا سربراہ اور چھ دیگر انگریزوں کو "ہوسب کے سب ہندوستانی امور سے باہر تھے" رکن مقرر کر دیا۔ بیٹیک کے جانشین لارڈا اردن نے "جو ہندوستانیوں کے محسوسات کی باہت زیادہ مدد دات اور حساس رویہ رکھتا تھا" زور دیا کہ اس کمیشن میں کم از کم دو ہندوستانیوں کو ضرور شامل کیا جائے۔ لیکن برکن ہینڈ کی مرضی یہ تھی کہ اس کا فرستادہ کمیشن اپنی تحقیقات کسی تعصب و جانبداری سے متاثر ہوئے بغیر دئے گا لائے۔

جہاز نے جن میں دائرہ کے گواہ طرز پر منتخب کرتے ہوئے کھسا کہ اس معاملے میں افراد کا انتخاب ہر دوسرے عامل سے زیادہ اہم ہے۔ کیا وہ طرز اپنی تقرری کے امیدوار تھے؟ جانا کیا یہی تھا۔ ہندوستان کے دستور کی اصلاح و بہتری کے کام میں اپنے وقت اور توانائی کے ذریعے حکومت کی مدد کرنے پر وہ بیٹہ مستعد رہتے تھے اور اب کام ہی ان کے لئے سکون و اطمینان کا واحد ذریعہ رہ گیا تھا۔ ان کی تنبیہ کو مسترد کر کے ایک اور چکا لایا گیا جو ہندوستان کے باقی مائدہ حقائق سے بے خبر اور فرسودہ قیادت کے ساتھ انہیں بھی سنا چا۔ لارڈا برکن ہینڈ نے ان کی تجویز نومبر میں اعلان سے مسترد کر دی۔ جب اگلے سال فروری میں سامانی کمیشن پہنچی پہنچا تو پورے ہندوستان نے ایک گواہ "سامانی" دائیں چا "لاٹھ شکاف" نمودار کیا۔ کمیشن کی سالوں کی منت کو شایع حکام کی نگ نظری نے کام شروع ہونے سے پہلے گریڈ کر دیا تھا۔ ان لوگوں نے کہہ ڈالے ہندوستانیوں کے محسوسات کو پس پشت ڈال کر ذاتی مفادات کو سب پر ترجیح دی تھی۔

سامانی کمیشن کے مسئلے نے مسلم لیگ کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ ایک حصہ ناگروپ سابق ناگیر سرحد شیعہ کی قیادت میں لاہور میں جمع ہوا اور کمیشن کا غیر مقدم کرنے کے علاوہ اس کے ساتھ تعاون کرنے کا فیصلہ ہوا۔ جبکہ لیگ کی کونسل کے زیادہ تر ارکان نے ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو کلکتہ میں جہاز کی ذمہ داریات منعقد ہونے والے اجلاس میں شرکت کی۔ اپنی پیسٹ اور سربراہی ناہیڈہ اعزازی صمان کی حیثیت سے شریک ہوئیں۔ اجلاس کی صدارت کے لئے اتفاق حاصل کا نام تجویز ہوا تھا لیکن وہ میں آخری لمحے پر حال تھے کہ ان کی جگہ مولوی محمد یعقوب نے اردو میں فی الہد سے صدارتی تقریر کی۔ اس سیشن میں منظور ہونے والی اہم ترین قرارداد یہ تھی کہ دستور کی

کیشن اور اس کے طریق کار کے بارے میں جو اعلان کیا گیا ہے وہ اہل حق کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ اس لئے (جنا لیگ) نے طے کیا ہے کہ ملک بھر کے مسلمانوں کو کیشن سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہئے اور کسی مرحلہ پر کسی بھی صورت میں تعاون نہیں کرنا چاہئے۔" اجلاس کے آخر میں جناج کو اگلے تین سال کے لئے دوبارہ مستقل صدر بنایا گیا۔ اس موقع پر انہوں نے گرتھے ہوئے کہا:

"برطانیہ کے خلاف ایک دستوری لڑائی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ مصالحت کے لئے مذاکرات کی پمیلٹاری طرف سے نہیں ہوگی۔ اس کے لئے حکومت کو در خواست کرنی چاہئے۔ ہمیں مساوی شریک کار بنانے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ ہم نے نظریہ کی حتی الوسع مزاحمت کریں گے۔ جہاں وہاں باغ جہاںی طرح خانہ تھا۔ قسم تر گوروں پر مشتمل کیشن کا قیام کر کے لاہور تک پہنچنے کے لئے کہہ دیا ہے کہ ہم حکومت خود اختیاری کے اہل نہیں ہیں۔ میں چنڈتہ والیہ کا خیر مقدم کرتا ہوں (ایک کانگریسی بندو جو شریک اجلاس تھے) کانگریس اور صاحبہا کے پلیٹ فارم سے بندو لیڈروں نے ہماری طرف ہر دست تعاون پیش کیا ہے۔ میں اس پر مسرت کا اظہار کرتا ہوں" کیونکہ میرے لئے یہ دلچسپی حکومت کی طرف سے دی جانے والی کسی بھی رعایت سے زیادہ بیش قیمت ہے۔ ہمیں وہی کے اس ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے۔ فی الحقیقت آج کا دن ہمارے لئے چاروں طرف روشن و تابناک ہے۔ ہماری صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے لاہور تک پہنچنے والے شریک ہیں۔"

اس طرح نوری پارٹی کے وائس چائمن والے ٹیکر ٹری آف ٹیٹ نے ایک سی جسٹ میں وہ کچھ حاصل کر لیا جو گاندھی اور جناج اپنی مقبولیت اور اختیارات کے انتہائی عروج کے وقت بھی حاصل نہیں کر پائے تھے۔ اس نے کم از کم وقتی طور پر ایک ایسے ملک کو جس کے دشمنوں سے ابھی فرقہ واریت کا خون بہہ رہا تھا، اپنی طاقت اور عدم تعاون کی تحریک لاشوں کے درمیان نئے سرے سے سانس لینے کا موقع فراہم کر دیا۔ گاندھی "جناج" کو "موتی لال" یا "برادر لال" بلکہ "مریدہ خاتون" اپنی بیسٹ کو واحد ملک گیر قومی تحریک میں ضم کر دیا جس کا مقصد یہ تھا کہ "ہندو" سماجی اور اخلاقی لحاظ سے دھالہ کھینے کو "س" کی وہ نمائندگی کرتے تھے "مسٹر کرا تھا۔

## آشواں باب - کلکتہ (۹، ۱۹۴۰ء)

جناج کو خوش مزاجی سے محمودی کا احساس ۸ مارچ کے ادا کی میں ہوا۔ حقیقت میں لچاس کی سال پہلے ان کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ ان کے لئے خوشی کا وہ قدرت کی خصوصی حالت و توازن تھی۔ سال کے اختتام تک بندو مسلم اتحاد کا وہ قلم جس کی بنیاد فرقہ وارانہ بدامنیوں، جنگ و شہ کی حیران دہ لہروں پر رکھی گئی تھی، "ناپسی اور بے امنی" کی لہروں سے زخمی ہوس گیا۔ بے دل سے واکھی کی کوئی راہ باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ناچوڑ سے نکل کر فرحت بخش ہوا کے دوبارہ ملنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ برکن ہینے اپنی عاقبت نا اہلی سے قسم بندوستان کی تحریک کا سامان پیدا کر کے انہیں اکٹھا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ ایک باطل عارضی اور وقتی سراب تھا۔ یوں محسوس ہونے لگا کہ برکن ہینے نے کانگریس میں ان کے رشتے کار کے ساتھ گورنر کو اہم تکم کر دیا ہے۔

کلکتہ سیشن سے فارغ ہو کر جناج فوراً بمبئی پہنچے تاکہ لوگوں کو سماجی کیشن کے اپنی طاقت کے لئے منظم کیا جا سکے۔ مقامی سطح پر جو اپنی طاقت کی تشکیل دی گئی اس کی صدارت جناج کے حصے میں آئی اور ان کے معاون

جہاں کو بیکر نری غیب کیا کہا۔ جہاں لکھتا ہے:

## سائنس کمیشن کا اپنی کٹ

”جس تک کمیشن کے بائیکاٹ کا تعلق تھا، جناح جناح کی طرح مضبوط تھے۔ کمیشن کے سامنے تجویز پیش کی گئی تھی کہ بائیکاٹ صرف سیاسی لحاظ سے کیا جائے، ملالی طور پر نہیں۔ جناح نے اس سے بالکل اتفاق نہیں کیا۔ وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے۔ ان کا استدلال یہ تھا ”بائیکاٹ“ اپنی کٹ ہوتا ہے۔ یہ ہر لحاظ سے مکمل داخل ہوتا ہے۔“ بائیکاٹ کم کے مسئلے میں ہم نے کئی اجلاس منعقد کئے۔ چوہان کے میدان میں ایک بڑا جملہ عام بھی منعقد ہوا۔“

سائنس اپنے کمیشن کے ساتھ سر فروری ۱۹۴۸ء کو ساحل سمیٹی پر اجلاس بائیکاٹ ہر لحاظ سے موثر رہا۔ گاندھی نے اس کامیاب بائیکاٹ کے شعلہ گین کو دل مبارک کا فائدہ لکھا۔ لیرو، انڈی پینڈ ٹرس اور کانگریس سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ برکن ہینڈ نے سائنس کو لندن سے روانگی کے موقع پر ریف کیا تھا۔ انگلینڈ اس نے دانشورانے اردن کو یاد دلانے کے لئے لکھا:

”ہم نے بائیکاٹ کا توڑ کرنے کے لئے بیٹ بائیکاٹ نہ کرنے والے مسلمانوں“ نہیں ہوئی برادری، گاندھی ہادی مطلق اور دوسرے عوامل پر انحصار کیا ہے۔ آپ اور سائنس اس کا بہتر اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا مخالفت کی وجہ اور میں مخالف والے کے لئے ایسی جتنوں میں کام کرنا قرین مسلمات ہے یا نہیں؟ دشمنی حکومت نے جب یہ دیکھا کہ بائیکاٹ کی کم قوی سلاہ برکن ہینڈ کے انوائس سے کہیں زیادہ کامیاب ثابت ہوئی ہے تو وہ ہر کھلا کر رہ گئی۔“

اس بائیکاٹ میں برکن ہینڈ نے جناح کے کردار کی اہمیت کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے ان کو سب سے اہم کر کے کمیشن سے کہا تھا:

”سائنس کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ تمام مراحل میں ایسے اہم لوگوں سے ملاقات کرے جو بائیکاٹ میں شامل نہیں ہیں۔“ اس نے اردن پر زور دیا ”خصوصاً مسلمانوں اور پے ہوئے طبقوں سے۔ میں انا کچھ مسلمانوں کے ساتھ ان کی ملاقاتوں کی وسیع پیمانے پر تقریر کراؤں گا۔“

اس کے بعد اس نے ایک انگریز اخبار کی بدترین الفاظ میں قہر کر دیا اور حکومت کو ”کی پالیسی کا اعلان کیا۔ جس میں شخصیت کے طور پر کہا گیا تھا ”سائنس کمیشن کا مقصد ہندوؤں کی کثیر آبادی کو ان عدالت سے ”فرقہ“ کرنا ہے کہ مسلمان کمیشن پر جھگڑے ہیں۔ وہ ایسی وجہ دیتے ہیں کہ گاندھی ہادی کی پوزیشن کے لئے بیکار دست خیر ہو گئی اس کے ذریعے جناح کو نظر انداز کرتے ہوئے مسلمانوں کی نفس انداز حاصل کی چاہیم

## آل پارٹیز کانفرنس

سر فروری کو جناح دہلی میں ایک کل جماعتی کانفرنس میں شریک ہوئے، جس کی صدارت کانگریس کے صدر حکیم انصاری نے کی۔ مولیٰ لال، جواہر لال، لاہوتی، لالہ لالہ سمیت انکڑو دیگر سیاسی لیڈر موجود

تھے "البتہ گاندھی نہیں آئے۔ وہ اپنے سارے سنی آخر میں سے نہیں نکلے، لیکن وہ دستور کی منصوبہ بندی پر زیادہ یقین نہیں دیکھتے تھے۔ یہ کانفرنس اس لئے بلائی گئی تھی کہ سامان اور دوسرے ملنے جو آئینی فارمولا پیش کریں" تمام ہندوستانیوں کی طرف سے اس کے مقابلے میں واحد مقابلہ فارمولا پیش کیا جاسکے۔ کانفرنس میں سب سے پہلے جو مسئلہ زیر بحث آیا "وہ یہ تھا کہ "آئین میں کس سطح پر خصوصاً کو مرکز قیود بنایا جائے۔" تجویز کیا گیا کہ آئین میں دو سطحیں طرز کی حکومت کے قیام کو اصل مقصد قرار دیا جائے۔ بعض ممبران کی طرف سے اعتراض کیا گیا کہ کانگریس نے آزادی کی اصل کو اپنی سطح پر محدود کر دیا ہے، ہمیں اس سے کٹ کر چلنے پر راضی نہیں ہونا چاہئے۔

جو اہم لال سوا اور کانگریس کے ایک سابق صدر سری نواس آشکر آخر الذکر گروپ کے ساتھ تھے۔ اس بحث پر موقی لال سوا اور جناح کو ان سے قدمے اختلاف تھا۔ آخر میں جس فارمولے پر اتفاق رائے ہوا "وہ یہ تھا کہ "مکمل خود مختار حکومت کے لئے دستور تیار کیا جائے۔" مسلمانوں کی فلاح کی اور حقوق کا مسئلہ اپنی اصل میں سے طے پا گیا۔ اگرچہ تو ان کا ایک پہلے تک جاری رہی۔ جو اہم لال نے گاندھی کے نام مراسلے میں لکھا: "دوسرے ملنے میرے لئے ناقابل برداشت تھی" اس لئے میں دکاندار سے بچے ہوئے وہاں سے نکلتا آیا۔"

جناح نے آخر تک پر امید رہنے کی کوشش کی۔ کانفرنس کے اختتام سے قبل دہلی میں اسمبلی کا بیٹ سیشن شروع ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے آزاد مباحثوں کو "۳ تہائی ایک اپیلی" پر دھکا کرنے کے لئے آواز کر لیا۔ جو خود انہوں نے لکھی تھی۔ دس دن تک بے کار بحث ہوتی رہی، ممبران کانفرنس مسلمانوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کے بغیر ختم ہو گئی۔ نہ کارناموں اور لاچریت رائے پر آواز اٹھانے کو یکسر ختم کرنا چاہتے تھے۔ جناح اس کے بدلے میں آئینی تدبیروں کا مطالبہ کر رہے تھے، لاچریت رائے انہیں قبول کرنے کو ہرگز چاہتے تھے۔ جو آواز اٹھانے کے بارے میں جناح کی پوزیشن پیش سے واضح اور دو ٹوک رہی۔ وہ اس کے ذریعے ایک طرح کا تحفظ اس وقت تک کے لئے چاہتے تھے جب تک کہ سیاسی لحاظ سے گنواہ اور قلمی لحاظ سے ہمسامہ وہیں آکر ہندوستان ہندوؤں کے برابر آسکیں۔ ممبران مسلمانوں کو معقول تحفظ اور آئینی اثر و رسوخ کی فراہمی کا یقین دلانے کے کئی طریقے تھے تاکہ ایسے اجمالی عمل کی جسامتوں کو ناگزیر بنادیا جائے۔ جناح نے ایسی تجویز ۱۹۴۷ء میں مرتب کر کے پیش کر دی تھی۔ ان تجویز کو مسلم لیگ نے "جو اہم" دگرگوں میں نہیں مانی تھی "راج میں منظور کر لیا اور کانگریس نے سنی میں پر دی طرح ان کی منظوری دے دی۔

## چودہ نکات

"دہلی مسلم تحریک" جیسا کہ انہیں موسوم کیا گیا، تحریک اٹھانے پر بعض شرائط کے ساتھ اتفاق کیا گیا تھا۔ یہ بنی شرائط رعایت اور بعد میں آنے والی تجویز پیشان کشی کی طرح جناح کے آئینی نامہ پیرا دوں کی ہے نظیر تحقیق تھیں۔ حقیقت میں انہوں نے ۲۹ سرکردہ مسلم قائدین کو "جن میں سر فیضی اور عبدالرحمن جیسے دھت پند شامل تھے" پر آواز اٹھانے کا اصول "جو کہ پیش مسلم لیگ کی پالیسی کا بنیادی پھر دیا" ترک کرنے پر آمادہ کر لیا، جس سے اسکے مسلمانوں کو یہ حق مل گیا کہ مسلمان امیدواروں کو ووٹ دے سکیں اور جملہ مسلم سیاستدانوں کو مجبور کر دیں کہ وہ آئندہ انتخابی سرگرمی میں اپنے ملنے کے ساتھ مسلمان دونوں سے اپیلی کریں۔ مسلمان



اسیداروں کی ایک خفیہ سی قہاد کو اب بھی ان تمام صوبوں سے انتخاب لڑا تھا۔ یہاں مسلمان اقلیت میں تھے جیسا کہ پیشین گوئی کے تحت طے پایا تھا۔ تاہم ہندو جمہوریوں کی اپنی سی قہاد کو مسلم اکثریت کے صوبوں سے منتخب ہونا تھا۔ چونکہ ہر اسیدوار جمید تھا کہ حمایت حاصل کرنے کے لئے مشترک راستے ہندوگان سے اپیل کرنے اس لئے ان سب کے لئے نرم رویہ اختیار کرنا ناگزیر تھا۔ یہ بات قابل فہم ہے کہ ایسی تنظیم کے تحت منتخب ہونے والے جملہ مسلم اسیدوار یا قہاد کا گہری ہوتے یا علاقائی مسلم لیگ کا کوئی نمائندہ شاذ و بیجا نہ ہے۔ یہ ایک فراخ انداز سیاسی رعایت تھی جو ثابت کرتی ہے کہ قومی اصولوں اور مکمل آزادی کی حصول تک پہنچانے والی جدوجہد کے ساتھ جناح کا لگاؤ کتنا بے لوث اور بڑا گہرا تھا۔

انہوں نے بدلے میں جو آئینی مراعات مانگی تھیں وہ کسی لحاظ سے کم تر نہ تھیں۔ ان کے ذریعے مسلمان اکثریت کو تین مکمل صوبوں (سندھ، سرحد اور بلوچستان) کا کنٹرول حاصل ہو جاتا۔ نیز پنجاب اور بنگال میں جمہوری کے عجب کے لحاظ سے وہ کنٹرول مل جاتا جس کے وہ مستحق تھے۔ سندھ اس وقت تک انتخابی لحاظ سے بمبئی کے زیر انتظام تھا جس کا تاریخی، جغرافیائی، مذہبی یا علاقائی دعوے سے کوئی جوڑ نہیں تھا۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان انگریزوں کی نظر میں بہت زیادہ پسماندہ اور قبائلی نظام میں جکڑے ہوئے تھے اور خود رش پسند تھے انہیں مکمل صوبائی درجہ حاصل نہیں تھا اس لئے ان کا انتظام مرکزی طرف سے مقرر کردہ فوجی حکام اسمبلیوں کے بغیر چلا رہے تھے۔ ۱۹۴۶ء کی مردم شماری کے بعد سے پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں نے واضح اکثریت حاصل کر لی تھی تاہم اسمبلیوں میں ان کی قہاد میں اس نسبت سے اضافہ نہیں ہوا۔ اس طرح جناح کی تہاڑ سے منتخب مسلمان نمائندوں کو پانچ صوبائی حکومتوں میں اکثریتی کنٹرول حاصل ہو جاتا۔ آخری مطالبہ یہ تھا کہ مرکزی مجلس دستور ساز میں مسلمانوں کی کم از کم ایک قہاد قہاد کا انتخاب بھی قہاد راستے ہندوگان کو کرنا چاہئے۔

جناح نے ۱۹۴۸ء کا اہم فردی فہم ہونے سے پہلے ہی بھانپ لیا کہ صاحبزادے کے ہاؤس میں اگر کانگریس اس نظریہ کو واپس لینے پر مجبور ہو چکی ہے جو اس نے گزشتہ مئی میں آئینی سمکھوٹے کے سلسلے میں دی تھی۔ ہر حال انہیں سابق میں بیعت سیشن کے فہم ہونے تک دہلی میں رکنا چاہا۔ انہوں نے لیگ کو نسل کو اپنا ہم خیال بنالیا جس نے ہشادہ صورت میں اس بات پر "افسوس کا اظہار کیا کہ ہندو صاحبزادے نے ملایا لیگ کی تہاڑ مسترد کر دی ہیں" اپنے اہل وطن کی یہ آکھیں کھول دینے والی نگ نظری اور قہاد سے مجبور ہو کر "جناح نے مدد کے لئے اردوان کی طرف دیکھا۔ ان کا دل بچنے اور عربی عرب سے چار و افسرانے کے ساتھ گزشتہ دو مہینوں میں اسمبلی کے اندر چار قریبی رابطہ رہ چکا تھا اور وہ اردوان کی لہانت "مستعدی اور دہانت اری کے قائل ہو چکے تھے۔ کل جماعتی کانفرنس کا "ہنگامہ" چینی در تک جاری رہا "وافسرانے کے سرانجین ضرورت کے مطابق مستحق دوسرے نے جناح کو بڑا ستارہ کیا۔ باقاعدہ رابطہ میں انہوں نے وافسرانے سے ملاقات کی اور آئینی مکران سے نکلنے کی دو تجویزیں پیش کیں۔ ایک یہ کہ ساحلی سیشن کو ایک قہاد کیس میں تبدیل کیا جائے" دوسری یہ کہ ہندوستان قہاد کے مستقل دیکھے سی اعتبارات کا حامل ایک اور سیشن مقرر کیا جائے۔ اردوان کو یہ خیال بڑا پسند آیا کہ کہ جناح نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ کسی طرف سے نکتہ چینی ہوئی تو وہ خود اس سے نسبت نہیں گے۔ ہر حال لیکن ہینے نے ایسی تبدیلیاں کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنی اس بہت دوسری چہ قائم رہا کہ کسی ہندوستانی سیاستدان کی تجویز کو سیدھی سے نہ لیا جائے۔ جناح ایک دفعہ پھر موثر اٹھارہویں کے تھانوں سے محروم

ہو گئے۔

## رتی کے آخری ایام

۳۰ مارچ ۱۹۴۸ کو وہ کھینچے جانے لاور خود سے دیول ہو کر اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ سلاخ کوٹ میں رتی ان کی نظر نہیں آتی۔ وہ کراچ محل ہوئی میں شغل ہو چکی تھی لاور وہاں ایک مہینے سے کرائے کے کمرے میں رہ رہی تھی۔ اس کے بعد وہ ایک صحت کے اسٹیشن نہ ہو سکے۔ کافی کے ساتھ اس کا رابطہ اب بھی قائم تھا اور وہاں سے خط لکھتی رہتی تھی۔ چنانچہ ۳۰ مارچ کے خط میں لکھا "آج میں دوسرے کے اڑھائی بجے واپس آئی۔" تاہم یہ کہ وہ اپنی والدہ کے ہمراہ بحری جہاز سے جیس روانہ ہوئی۔ ایک ماہ بعد جناح نے بھی لکھا۔ انہیں راجپوتانہ کے ذریعے جیس کا سفر اختیار کیا۔ سری نواز اسلم لاور دہلی جن لال بھی ان کے ہمراہ تھے۔ جن لال بنیوا میں آئی اہل لوگ ایک اہلاس میں حرکت کرنے جا رہے تھے۔

## شک و شبہ سے بالا خلوص

"میں نے جناح کو واضح طور پر قصے اور طیش کی حالت میں پایا۔ خندہ نظر سوچ۔ سرحد میں اصلاحات اور سبیلوں کے تحفظ کے ذریعے انکسپت کی نمائندگی سے حقائق سمجھنے والے اختلافات کا حل تلاش کر لیا گیا تھا۔ لیکن یہ سب اتفاق کے ماضی مواقع ثابت ہوئے۔ جناح کہتے ہیں مجھے تین لہزہ دے رہتے تھے اس قصہ بند کلام میں میرے ساتھ شامل ہوں جس کی شکوہ دہلی میں دی گئی تھی پھر آپ دیکھیں گے کہ سوانح نگار ایک خواب نہیں رہے گا۔ بلکہ سیاسی حقیقت کے طور پر آپ کے سامنے ہو گا۔ وہ واضح طور پر دل چاہتی کی حالت میں ہیں۔ وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جو دل میں کینہ رکھنے کے ذاتی محرکات یا ذاتی مقاصد کے حصول میں کوشاں نہیں ہوتے۔ ان کا طرز فکر و شبہ سے بالاتر ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی یہ کہ وہ دنیا کے سب سے زیادہ خفا انسانوں میں سے ایک ہیں۔"

اس سال گرمیوں میں جناح کو لندن میں کوئی سرکاری کام نہیں تھا۔ تاہم وہ پرانے لیبل لاور لیبر ساحیلوں سے گئے۔ جن میں رامزے میکڈونلڈ لاور لارڈ ریڈنگ بھی شامل تھے۔ بعد ازاں وہ آئرلینڈ کے بعدستان نواز ممبر پارلیمنٹ فیئر براؤن کی دعوت پر واپس آئے۔ وہیں انہیں رتی کے بارے میں جیس سے جن لال کا خصوصی پیغام ملا۔ جس میں کہا گیا تھا "میں ۱۶ دسمبر کا بخار ہے اور بے ہوشی کی حالت میں ہے۔" جناح فوراً جیس پہنچے۔ چنانچہ وہم ہسپتال میں چمک کرانے کے بعد انہوں نے رتی کی والدہ سے بات کی۔ جس نے بتایا کہ آپ اس کی حالت "بہتر" ہے۔ اسی دور میں جن لال ہسپتال سے آزاد ترسین خیر لے آیا کہ "وہ قریب المرگ ہے۔"

یہ سن کہ جناح چند صفت کے لئے نکتے میں آگئے۔ پہلے انہوں نے طور کو شعل کی پھر مجھے کہا کہ ٹیکہ میں فوج کر کے اس سے رابطہ قائم کریں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ انہوں نے انہماج ترس سے بات کی۔ جس نے میری خبر کی تصدیق کی۔ کڑی سے اٹھتے ہوئے انہوں نے کہا: "تو ہم اس کے پاس پہنچیں۔ ہمیں اسے چلانے کی کوشش ضرور کرنی چاہئے۔" میں انہیں ٹیکہ میں بھجوا کر چلا آیا۔ جنہاں وہ قریباً تین گھنٹے رہے۔ جب وہاں سے

لوٹے تو ان کے چہرے سے بے چینی کے آثار غائب ہو چکے تھے۔ انہوں نے اسے نئے ٹیکہ میں داخل کرا دیا اور علاج کے لئے نئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس طرح سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ تاہم الموس ہے کہ سبز جناح

تدارست ہونے کے بعد اپنے شوہر کے پاس نہیں تھری وہ ان سے پہلے بھی بچتی تھی۔ میرے خیال میں ان کی دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی۔

## نہرو رپورٹ

جن دنوں جناح ملک سے باہر تھے کانگریس کے صدر ڈاکٹر انصاری نے امر مئی کو بمبئی میں ایک اجلاس کی صدارت کی جس میں دہلی کی کل جماعتی کانفرنس کے بعض ممبروں شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں ملے پاڑے کے موتی لال نسوی سربراہی میں ایک "کیشن" قائم کیا جائے جو یکم جولائی تک ایک قومی دستور کا مسودہ مرتب کرے گا۔ یہ کیشن جو کانگریس نے سابق کیشن کے جواب میں مقرر کیا تھا اسی طرح فیرو موثر ثابت ہوا۔ اس نے مذاکرات کو مکمل کر لئے، تمام مسئلوں کے بااثر نمائندے اس سے الگ تھک رہے اور یہ کیشن مسلم جماعتوں کے سرکردہ رہنماؤں کی حمایت حاصل کرنے میں اسی طرح ناکام و نامراد جیسے سابق کو ہندوستان میں بحیثیت جمہوری ناکام دیکھا جا تھا۔ نسو کیشن اپنا کام بروقت نہ کر پایا کیونکہ موتی لال کانگریسی سیاست میں بری طرح پختہ ہوئے تھے۔ وہ مذکورہ ناکامی پر کانگریس کی صدارت کا "ناج" حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ وہ مذکورہ ناکامی اپنے سر کے بجائے ہوا برلال کے سر پہ جاتا چاہتے تھے، تمام دھبوں میں وہ کچھ اپنے ہی سر پر رکھنا چاہتے تھے ان کا خیال ان سرے سے اس اعزاز سے محروم ہو چکا تھا۔

نسو کیشن کا اجلاس اگست کے آخری پچھتے میں لکھنؤ میں ہوا تاکہ موتی لال اور ہوا برلال نے ان آدمیوں جو جناح مرتب کی تھیں ان کی روشنی میں ایک رپورٹ تیار کی جاسکے۔ موتی لال نے کوشش کی کہ جناح کے اعتراضات کا پہلے سے اندازہ کر لیا جائے اور ایسی چالیں اختیار کی جائے جو زیادہ کٹھن مسائل میں ان کے لئے کھل قبول ہو۔ موتی لال نے چھانکار کر لکھنؤ بلایا جہاں سوامی دانیو، سوامی دینت، موتی لال، ہوا برلال، یو جی جھابوا، سہو سے، جو ان دنوں پینل ٹریل فیڈریشن کے سربراہ تھے ملاقات کر کے چھانکار لکھا ہے۔ سہو خیال ہے رپورٹ کی تیاری میں سہو اہم حصہ یہ تھا کہ میں قلمو انتخاب کی بابت اپنے نظریوں پر مضبوطی سے قائم رہا۔ موتی لال نے ایک مرحلے پر سہو کا حق اٹھایا کہ رپورٹ منظور کرانے کے لئے ہمیں ہوا برلال کا انتخاب ہی متعلق ہو جانا چاہئے۔ میں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: "ہم یہ آئین حال کے لئے نہیں بلکہ مستقبل کے لئے وضع کر رہے ہیں (اس وقت چھانکار کی عمر ۲۳ برس تھی) یہ ایک ایسا دستاویز ہوگی جس کی بابت توقع کی جاتی ہے کہ کئی برس کے بعد اس نے ہمیں اس میں کوئی ایسی چیز شامل نہیں کرنی چاہئے جو قومی مفاد کے مطابق محسوس ہو۔" آخر کار موتی لال مان گئے۔ چھانکار نے لکھنؤ میں مسلم لیگ کی طرف سے رپورٹ منظور کرنے کا اعلان کر دیا۔ جناح جلدی دورے سے بمبئی پہنچے تو ان کا مسعود (چھانکار) خوش توقع کہنے کے لئے بندرگاہ پر موجود تھا۔ اس نے مسٹر جناح کے کہیں سے باہر آنے کا انتظار بھی نہ کیا اور وہی رپورٹ کی منظوری سے متعلق "مظہیری" جا شائی۔ جناح یہ سنتے ہی ٹانگ گھبرا ہو گئے۔ جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانے کے بجائے انہوں نے کہا: "ہم فیصلہ محفوظ رکھتے ہیں اور رپورٹ پر لیگ کے باقاعدہ اجلاس میں غور کریں گے۔" جناح کسی حال میں نہرو رپورٹ کی کسی ایسی تجویز کو جس کی رو سے گزشتہ برس کی دہلی مسلم جماعت میں ملے کہ "ہندو پوزیشن" سے ان کو کچھ زیادہ

لگا ہوا "قول نہیں کر سکتے تھے۔

نصو رچ روٹ نے اصولاً جمہوری ہونے کے باوجود بنیادی طور پر بیٹائی گھنٹوں کی تردید کی اور مسلمانوں کے لئے اس کے عوض کسی قسم کے تقصیلات پیش نہیں کئے۔ رچ روٹ میں فرسودہ ضائع شامل تھے۔ مثال کے طور پر "فرقہ وارانہ" رائے زندگی نظم کرنے کا متحدہ فرقہ وارانہ اتحاد کو فروغ دینا ہے "جس کی صورت یہ ہوگی کہ اتحاد کے سرچ سے ہر قوم کم و بیش دس برس کی صلاح ہوگی۔" ایسے الفاظ ان لوگوں کو بدبختی اور ذلت سازی پر مبنی محسوس ہوئے "جو برسوں سے ٹھکر اور فرقہ وارانہ تفریب کی فضا میں سانس لے رہے تھے۔" نصو رچ روٹ کی بابت ان کا پہلا بیان اکتوبر کے آخر میں منظر عام پر آیا "آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے میری پہلی تقریر ایسی ہے کہ لیگ کے فیصلوں سے پہلے مجھے کچھ کہنے کی اجازت نہیں دیتی۔" اس کے ساتھ ہی انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ "وہ ہوشیار ہو جائیں" مجھے یاموس یا ہراساں ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ مسلمان طور کو عظیم کریں" خود ہو جائیں "انہیں اپنی قوم کے حقوق کے لئے ہر معقول بات پر زور دینا چاہئے۔"

جنرل کے اس بیان کی اہمیت سے اگلے دن سوئی کال نے انہیں دعوت دی کہ وہ سمیٹی میں شامل ہو کر دلی میں ہونے والے اجلاس میں شرکت کریں۔ جنرل نے سوئی کال کی دعوت قبول نہیں کی۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ "نصو تاج پر غور کرنے کے لئے مسلم لیگ کا کوئی اجلاس نہیں ہو سکا ہے" اور بحیثیت صدر میرے لئے حساب نہیں کریں گے فیصلوں کا پیشگی اعلان کر سکیں۔" "ڈاکٹرات کے لئے یہ ان کی سب سے زیادہ موثر تحریک تھی" جس میں اس کی منفرد قوت کا راز پناہ تھا "یہ کہ ان کی حیثیت سے دعوت تھی کہ جب کبھی کسی شخص کی شرائط سے باخبر کسی محسوس کرے تو پوری جماعت کی قوت اپنی مجلس میں جمع کر لیتے۔ اس وقت وہ خود مدافعت ہونے والے تھے مگر وہاں ایک دولت مند اور طاقتور مسلمان جو کے حق سے میں متعلق کا چارٹ نہیں تھیں۔"

## پریکٹیکل کے مقدمے کی پیروی

پریکٹیکل اور اسٹوڈنٹ کی بھاری تعداد ناہانواز طور پر جیسے میں دیکھنے کے اقوام میں سمجھوتہ میں قید کر دیا گیا تھا۔ ان کے مقدمے کی حمایت سمجھوتہ کے ایک خصوصی مجسٹریٹ کی عدالت میں ہوئی۔ جنرل نے وہاں گورنمنٹ سرکٹ ہاؤس میں قیام کیا جو ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع شہر کی واحد اقامت گاہ تھی "جہاں سے دروازے بند اور سمجھوتہ کا عظیم اعلان ہرگز کا نظارہ دیکھا تھا۔" ان کی نہیں ۵۵ روپے پر مبنی تھی جو اس زمانے میں بڑی معقول سمجھی جاتی تھی۔ مجسٹریٹ نے پریکٹیکل اور سزا بابت کر دیا۔ جنرل نے دو سال بعد اپنی دہلی کی قیادت کے معاملہ کی سزا میں تخفیف کر دی تھی۔

جن دنوں جنرل خود میں مقیم تھے "وہ اہم واقعات رونما ہوئے۔ ان کی طاقت نور ان عوام کو کھڑا سے ہوئی" جو اس زمانے میں پریکٹیکل کی خدمت کر رہا تھا "اور وہ آزاد پاکستان میں خود کا پہلا وزیر اعلیٰ بنے۔ دس برس ریاست خراج و کے نواب سر ملحقہ ہارون نے "جو اسمبلی میں جنرل کی آزاد پارٹی کے رکن تھے" پریکٹیکل ہاؤس میں ان کے اعزاز میں ضیافت دی "جس میں جنرل نے انتخابی جیڈ فیشن کے مطابق کٹائی شیرائی "جو ڈی وار ہاتھ اور پاپ شوز پہن کر شرکت کی۔" سرچ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے خود کے ممتاز مسلمانوں سے

خطاب کیا۔ ان میں سے بعض عربوں کے لئے ان کے مضبوط ترین حامی اور مددگار بن گئے۔

## راستے الگ ہوتے ہیں

مذہب چھوڑنے سے پہلے مولانا کو انہوں نے حقایق لیکچر کے ساتھ ضرور پروٹ کے بارے میں اپنی تشویش پر مکمل کربات چیت کی۔ وہ دسمبر میں نکلتے جانے والے تھے تاہم انہوں نے بالکل جی نہیں کوئی کی جو بعد میں دوست نکلے۔ "ہو سکتا ہے اس کو خلیفہ کے بعد ہمارے راستے الگ الگ ہو جائیں۔" کیا انہوں نے نکلتے کے دسمبر میں ہونے والے کوئٹہ سے پہلے ہی جج تہیہ کر لیا تھا کہ اب "ہو سکتی ہے" کی حاشی میں جو ہر جگہ "قوم اور مذہبی گروہ کے لئے قابل قبول ہو" اندرون ملک کل جماعتی سطح پر بھاگ دوڑ ترک کر دی جائے؟ کیا وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ مسلم لیگ کے لئے یہ بات زیادہ نفع بخش اور کم نقصان ہے؟ یا یہ ممکن ہے کہ وہ اتحادیوں سے مذاکرات کسے؟ آخر کار کل جماعتی کانفرنس میں اتحادیت صرف کرنے کا فیصلہ کیا تھا؟ کیا اب وہ اور بعد مساجد کے بلڈز پانچ سال پہلے کی بہ نسبت کسی معاملے میں اتحادیت کے راستے کے زیادہ قریب آ گئے تھے؟ اپنی تیزی سے گرتی ہوئی صحت کے ساتھ ممکن ہے انہوں نے اس بات پر زیادہ توجہ سے غور کیا ہو کہ بڑا ہونے والے چلتے چلتے متحدین کے ساتھ "جن میں سے بعض انگریزی زبان بولنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے تھے اور زیادہ تر کوئی قانونی دستاویز ملاحظہ کرنے کے اہل نہیں تھے" طویل ملاحقہ میں اور پہلے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، نہ ہی اب وہ جسمانی طور پر زیادہ طاقتور تھے ابھی کی عمر ۴۵ سال سے تجاوز کر چکی۔

مولانا کو دسمبر میں لیگ کو نسل کا اجلاس جناح کی حسب نفاذ کامیاب نہیں رہا۔ انہیں یہ دیکھ کر مایوس ہوئی کہ ان کے بعض بہت اچھے ساتھی ضرور پروٹ پر اتنے فریضہ تھے کہ انہیں راستے ٹھکری کرانے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ راجہ تھان محمد آباد جو اس سال کے لئے مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو چکے تھے شکوک و شبہات کو پسند کرتے اور اسے قبول کرنے پر آمادہ تھے۔ چھانگا بعض لوگوں کو اپنا بہتر آپا کر بے حد خوش ہوا۔ اسے توقع تھی جناح اپنے پہلے بڑے قتل پر دانشمندی سے نظر ثانی کریں گے، لیکن جناح اپنی طاقت پر قائم رہے وہ اسے محض ایک "بہند و مستوح" کی نظر سے دیکھتے تھے۔

مولانا کو "اکثر افسردہ اور مولا ابوالکلام آزاد نے لکھنؤ میں جناح سے ملاقات کی اور انہیں دعوت دی کہ وہ ضلع کھنٹی کی خصوصی بینک میں شرکت کریں تاکہ دسمبر میں کانگریس اور لیگ کے جلسوں کے سیشن سے قبل "نیز نکلتے کے مجوزہ آل پارٹیز کوئٹہ سے پختہ فرقہ وارانہ مسائل پر کوئی مصالحتی فائدہ مولا وضع کر سکیں۔" لیکن جناح نے یہ دعوت ٹھکرا دی۔ وہ اب بھی اس راستے پر قائم تھے کہ پہلے لیگ کا اجلاس ہو اور وہ اپنا باقاعدہ موقف اختیار کرسے۔ انہوں نے مولانا کو اس سے کہا کہ مجوزہ کوئٹہ اگلے سال کے شروع تک ملتوی کر دیں تاکہ کانگریس اور لیگ اپنے مسائل کا اجلاس سے فارغ ہو کر اس طرف توجہ دے سکیں۔ اس کے بعد وہ پہنچے چلے گئے اور ۲۳ نومبر کو ہونے والے لیگ کے صوبائی اجلاس کی تجاویز میں لگ گئے۔ انہیں امید تھی کہ اپنے شریکوں کے ساتھ وہ ضرور اکثریت کی حمایت حاصل کریں گے، لیکن وہاں چھانگا نے اہم زمین کی طرف سے اپنی اثر آفریں تقریر کی کہ اجلاس "ادراک ہی بدل گیا۔ جناح کو دو رنگ کی صحت نہ ہوئی اور انہوں نے فوراً اجلاس ملتوی کر دیا۔ کیا انہیں

اندازہ ہو گیا تھا کہ اس مسئلے میں امن کی اپنی جماعت کی اکثریت امن کے خلاف ہے اور معمولی اقلیت امن کی جھنڈا ہے؟ جنگ روز بروز زور دے رہی تھی۔ شمالی ہند اور مایوس ہوتے جا رہے تھے۔

سوئی لال نے کھنڈ میں جنگ کے ساتھ طاقت کے بعد اپنی کھیتی کے نام ایک "خطہ" مکتوب میں لکھا "جنگ نے کونٹن کے مسلم لیگ کے اجلاس سے پہلے انتظار پر اس لئے اعتراض کیا ہے تاکہ کونٹن میں لیگ کی نمائندگی کا اختیار حاصل کیا جاسکے۔ میں یہاں یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کھیتی کی رپورٹ اور کھنڈ میں کچے مجھے فیصلوں پر غور کیا جائے تو (مسلم لیگ کو نسل) کی اس سے بھی زیادہ اکثریت انہیں منظور کر لیتی جتنی اکثریت نے راجہ آف محمود آباد کو اپنا صدر چنا تھا تو یہ ہے کہ مسلم لیگ کے عام اجلاس میں بھی تجویز ایسا ہی نکلے گا۔" ایسا لگتا ہے سوئی لال کو جنگ کی مسلم لیگ میں خستہ پوزیشن سے پوری طرح باخبر کر دیا گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے جنگ کے مصالحت کے دور خود اختتام نہیں سمجھا، بصورت دیگر وہ ایسی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ سوئی لال نے جنگ کی دپ کر پھر سے اصرار کی مصالحت کا نفاذ اندازہ لگایا تھا۔ یہ ایک ہارکت تھوڑی غلطی تھی۔ نہ صرف امن کی رپورٹ کے حق میں بلکہ امن و امان کے لئے بھی انہوں نے ہندوستان کو ایک متحدہ اکائی کی صورت میں برقرار رکھنے کے لئے قائم کر رکھی تھیں۔ آل انڈیا کونٹن حسب پروگرام ۳۵۰ ممبر کو نکلنے میں شریع ہو، انہیں مسلم لیگ کے مقصد کو مددگار سے ۸۰ ممبر تک اس کے پرجہ میں پیش میں شرکت کے لئے نہیں پہنچے۔

## گلکٹیشن سے خطاب

۸ ممبر کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس گلکٹ میں شروع ہوا۔ تلاوت قرآن حکیم کے بعد استقبالیہ کھیتی کے چیئرمین نے خطاب استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا "ایسے موقع پر جبکہ دونوں قوموں کے مابین اتحاد کی اشد ضرورت ہے، بعض قومی مسلمانوں کے مابین بھوت ڈالنے کی کوشش کر رہی ہیں۔" ۸ ممبر کو مددگار کے روائے شادی کے بعد ۲۳ ممبروں کا انتخاب کیا گیا تاکہ وہ کانگریس کے طلب کردہ کونٹن میں شرکت کر سکیں۔ اس وفد میں راجہ آف محمود آباد اور جناح کے علاوہ ۳۲ سالہ نوابزادہ کائنات علی خاں بھی شامل تھے، بعد میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم بنے۔ نیز چھانگا بھی ۶۷-۱۹۶۹ء کے دوران بھارت کے وزیر خارجہ رہے۔ چھانگا نے اپنی یادداشتوں میں بیان کیا ہے:

"جنگ، محمود روت کو بیکر مسزہ کر دینے کے حق میں تھے۔ طویل بحث کے بعد آخر میں اہم ترین شخصیتوں ہو گئے۔ لوفہ یہ کہ ہر گز ان انتخاب باقی رکھا جائے۔ دوسرے مسئلہ اسمبلی میں ایک قذافی نشستیں مخصوص ہونی چاہئیں۔ تیسرے راجہ اختیارات صوبوں کو ملنے چاہئیں۔"

۸ ممبر کو جنگ نے کونٹن میں مسلمانوں کا کیس پیش کیا۔ انہوں نے زور دے کر کہا: "مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین سمجھوتہ جاری قومی ترقی کے لئے انتہائی اہم ہے اور یہ کہ تمام اقوام کو اس وسیع ملک میں دوستانہ اور صلح پسند بننے کے ساتھ رہنا چاہئے۔"

اگر آباد کے کچھ بھارتی چرنے نو ماضی میں دائرہ رائے کی کونٹن میں ۱۰ ممبر رہ چکے تھے، جنگ کی گزارشات کا جواب دیتے ہوئے کہا:

”اگر آپ اہل تشیع کا جائزہ لیں تو دیکھیں گے کہ ہمارے ممبروں کو ملکر مرکزی اسمبلی میں لاکھوں کے فیصد ہو جاتی ہے جبکہ سنی جماعت ۳۳ فیصد کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ میں اپنے طور پر آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ سنی جماعت کی تصویر کھینچ کر لیں۔ انہیں میں گزشتہ سال سے جانتا ہوں۔ اگر وہ ایک گٹھن ہوا ضرور ہے تو میں یہ کہنے کو تیار ہوں کہ جو کچھ وہ مانگتا ہے اسے دے دو اور یہ بھڑا ختم کرنا۔“

ممبرانِ پارلیمنٹ کے ایچ۔ آر۔ ریڈر جو اسمبلی میں نیشنلسٹ پارٹی کے اپنی لیڈر اور کونفرنس میں صاحبِ کار تھے ان کی حیثیت سے شرکت کر رہے تھے سپریم کی طرح جماعت کی کارگزاری کرنے کو تیار نہ تھے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا:

”میں بھی پہلے ۲۹ برسوں سے جماعت کو بڑے قریب سے جانتا ہوں۔ میں نے قوی زندگی میں ایک دفعہ کاری حیثیت سے ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آج ہمارے سامنے وہ نہ تو ایک شر ہے نہ کی طرح آئے ہیں نہ بگڑے ہوئے بچے کی مانند۔ یاد رکھئے کہ اہم بات یہ ہے کہ مصوف مسلم رہنماؤں مثلاً قاضی محمد احرام صاحب وطن مولانا علی نظام آبادی، ڈاکٹر انصاری، سر علی امام، راجہ صاحب محمود آباد اور ڈاکٹر کچھلے نے سو دہائیوں میں شامل صلاحیتوں کو منظور کر لیا ہے۔ مزید یہ کہ خود مسلم لیگ میں ممبران کی بڑی تعداد اس کے حق میں راستے سے دی ہے۔ اس لئے اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں یہ کہوں گا کہ سنی جماعت مسلمانوں کی ایک معمولی سی اقلیت کی لاکھوں کی تعداد ہے۔“

بلاشبہ ریڈر کو خوب علم تھا کہ یہ بات سنی جماعت کی امانیت اور حساس طبیعت کے لئے ایک زبردست چیلنج ثابت ہوگی۔ چنانچہ ان کے اس بیان پر ہر خوش نامیاں بھائی گئیں اور خود اپنے حتمی بلکہ کٹے گئے۔ جماعت نے بڑی فری اور شائستگی سے جواب دیا۔ انہوں نے اپنے جذبات پر جب مدد مستحکم رکھتے ہوئے ”میں کا مظاہرہ ناگوار کرے ہر انسان کو دیکھیں میں کیا تھا“ تقریر کی اور کہا:

”ہم ایک بہت سی جمیعہ اور اہم کام میں مصروف ہیں۔ ہم یہاں بیٹا کہ میں سمجھتا ہوں اس لئے حق ہوتے ہیں کہ ایک ہاضمہ معالجہ ملے کریں۔ تمام باتیں جو اس میں شامل ہوں گی انہیں اس کے لئے کام کرنا ہو گا۔ کیا آپ چاہتے ہیں مسلمان ہندو آپ کے ساتھ چلیں یا آپ نہیں چاہتے؟ اقلیت اکثریت کو کچھ نہیں دے سکتی۔ اس لئے مجھ سے یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ میں آپ کے بتول ”بھائی“ ہوں۔ یہ ذرا نہ دلیں۔ میں ان تبدیلیوں کے لئے اس لئے نہیں کہ رہا ہوں کہ میں ”ایک شر ہے“ ہوں ”اگر یہ“ معمولی بات ہے ”میں تو آپ انہیں مان کیوں نہیں لیتے؟ میں اس تبدیلی کا مطالبہ اس لئے کر رہا ہوں کہ میرے خیال میں یہ مسلمانوں کے لئے بہترین اور مستفاد ہے۔ ہم سب اس سرزمین کے فرزند ہیں ہمیں اکٹھے رہنا ہے“ اچھے کام کرنا ہے ”خدا ہمارے ہمیں کیسے ہی مشکلات کیوں نہ ہوں“ ہمیں اپنے درمیان خاصانہ جذبات کو روا نہیں دینی چاہئے۔ اگر ہم اقلیت نہیں کر سکتے تو ہمیں

”ہم شرف کے پہلے دوستوں کی طرح جدا ہوا جا چاہئے۔ میری بات یہ یقین کیجئے۔ ہندوستان اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک ہندو اور مسلمان حشر نہ ہوں۔ کسی منطق، فلسفہ یا دلیل کو مخالفت کے راستے میں حائل نہ ہونے دیں۔ مجھے اس سے چھوڑ کر کسی چیز پر غور نہیں ہوگی کہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں اتحاد دیکھوں۔“

جناح نے غالباً بھاپ لیا تھا کہ وہ جس مجمع کو خطاب کر رہے ہیں وہ لوگ دلائل غلطی سے پہلے ہی ان کے خلاف اپنا دھن چاٹنے لگے۔ چیخا جب وہ اس قعر سے پرہیز کر کے ”ہمیں دوستوں کی طرح دعا ہو جانا چاہئے تو وہ داخلی طور پر طبع کی کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ یہ چیز جناح کی زندگی میں بددلی کا اہم نقطہ بن گئی۔ وہ کانگریس کی شاہراہ سے کٹ گئے اور یہ اسی قسم کی صورت حال تھی جس سے انہیں آٹھ سال پہلے بمبئی میں واسطہ نہ پکا تھا۔ انہوں نے ہندوستانی تنظیم کے سامنے اپنا آخری نظر پیش کر دیا تھا۔ دوا اور بددلی نے دوست فیلڈ کے دماغ میں اپنی آواز بلند کر کے جس چیز کا طواب دکھایا تھا مارے اور فیروز شاہ نے جس کی بددلی کا تھیں جسے کھلے طور پر چھوڑ دیا تھا۔ لیکن وہ یہ اپنی طرف سے کیا تھا بڑے قہر کا ست والے ان تمام لبرل لیڈروں نے جو دیگر جمہوریت تھا کچھ اس کا جتنا وہ نکل گیا۔ لیکن وہ یہ اپنی طرف سے تھے اس لئے اپنے پارٹ کے الفاظ بھرے ہوئے ہڈوں کے سامنے انگریزوں کی پیش قدمی تھی جو اپنی سیاسی زندگی کے ہر ایک کا یہ بددلی کرنے سے پہلے نہ تھا۔

## نواں باب - شملہ - (۳۰ - ۱۹۴۹ء)

جناح نے اپنے گروپ کے ایک گرامر سیشن کے بعد جو کلکتہ کنونشن میں ہونے والی بحث کے بعد ہوا ایک کانفرنس منعقد کروا۔ انہوں نے دوا اور محمود آباد چھوڑا اور اپنے دیگر قوتوان اتحادوں میں داخل ہونے کو چاہیے جمہور اور خود ترجیح کے ذریعے دلی پہنچ گئے۔ یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو دلی میں ایک کل پارٹیز مسلم کانفرنس آغا خان کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ سر فیلڈ اپنے بھائی گروپ کے ساتھ پرنسپل میں موجود تھے۔ پارٹیز ملاد اور دوا اہرات سے ملے بعد سے مسلم قواں اور کانگریز مسلم لیگ کے متحدہ میں دوقی افزود تھے۔ جناح لال قند کے میدان میں ہوا اس کانفرنس میں دوا سے پہنچے تھے ایک کونے میں اکیلے بیٹھ گئے۔ انتخاب پرنسپل برادرین بھی جلسہ گاہ میں تحریف فرما تھے۔ بہت سی مسلم رہائشیوں کے حکمران بھی آئے ہوئے تھے۔ کیا یہ واقعی جناح کا ہاتھ تھا؟ کیا حقیقی مسلمان ہیں یہ ان کے اپنے کام تھے؟

کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے آغا خان نے لکھا ہے کہ ”یہ ایک بہت بڑا اجتماع تھا جس میں ہر طبقہ فکر کے مسلم نمائندے موجود تھے۔ میں اس کے اہم اور دیرپا سیاسی فیصلوں کا سرچشمہ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہوں ”مولیٰ“ منسل اور بے شک بحث کے بعد آخر کار ہم کی اصولوں پر متفق ہو گئے ”جو عوامی مشورہ میں شامل کرنے گئے۔ ان میں سے پہلا اصول یہ تھا کہ مسلمان ہندو کے لئے صرف ایسے دوقی طرز کا حکام حکومت قابل قبول ہو گا جس میں صوبوں کو محض خود مختاری اور باقی اختیارات حاصل ہوں۔ دوسرے مسلمانوں کے لئے ہر امکان انتخاب کی توفیق کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ مرکزی و صوبائی حکومتوں میں مسلم مسلمانوں کی شریک لیا جی کی میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ دلی پاکستان نگاہوں سے لڑ رہا تھا ”نام ایک کمزور فیصلہ دیا جانے کے بعد اس کا ابتدائی اور دوا خانہ موجود تھا۔ مسلم لیگ کے طاقتور شاہی مہل نے جسے چار سال اگلی فرقہ وارانہ جواز سے مل کے پہلے پیسک دیا کیا تھا ”مسلم ہندوستان کی باگ اور ایک بار یہ سب۔“ نہ تھی اس کی قوم



ہر جی کے باغیانہ جذبہ کو باہر کی دنیا میں بڑھاپہ کیا جاتا تھا۔

ہر جی کی کس اتنا خان اپنی زیادہ اشتہوریت لگاتے ہیں۔ "کاغز نس میں اتفاق رائے خصوصاً بڑا اٹھایا تھا۔ اس نے مسٹر جٹ کی اپنے ماضی مسلمانوں کی طرف سے وابہی اور داخلی تبدیلی کی "جس کا طویل عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا راہ ہوا کر دی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے نکلنے کا مگرس کے اجلاس میں شریک ہو کر آئے تھے اور وہاں یہ نتیجہ اخذ کر پٹے تھے کہ مگرس میں کل اندھا سڑکی کسی دوسری باہری میں "جس پر ہندوؤں کا قبضہ ہو" ان کا کوئی مستقبل نہیں۔ آخر کار ہم نے انہیں اپنے نقطہ نظر سے متفق کر لیا تھا۔"

ہو سکتا ہے اپنی اس کامیابی پر اتنا خان کا اٹھارہ گھروں سے ملحق ہو۔ تاہم جٹان ان کے حلقہ کو ش نہیں ہے ' نہ ہی ان کے فرج مسلک کے کاٹل ہوئے۔ بہر حال اتنا خان — تاہم وہ کر 'پیشہ والے رہنما کی قدر و قیمت سے بخوبی آگاہ تھے۔ مہیاں شفیق اور سر فضل ضمیمہ نے بھی جناح کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں ان کا ہاتھ بڑایا وہ جناح کی جوائنٹ ادارہ کے بغیر اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ عوام کی رائے سے ہوں "کھاسیہ" متفق نہیں ہوئے تھے۔ وہ انگریز نواز اور اس قدر و نہایت پسند نیم کے بارے میں محبت و لڑت کے بے پناہ جذبات رکھتے تھے۔ اتنا خان اور شفیق جیسے لوگوں کے ساتھ پہلے کے لئے یکدم عمل وابہی اختیار کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس سے پہلے — غیر جانبداری کی حیل سے گزرنا ضروری تھا۔

## رتی داغ مفارقت دے گئی

وسط ہندوی تک وہ وابہی سمجھی فوج تھے۔ رتی تاج محل ہو گل میں داغنا ہستہ سے لگ جی تھی۔ وہ بہت کم باہر نکلتی تھی۔ صرف کافی کے ساتھ تھوڑی بہت ہات چیت کر لیتی تھی۔ جناح اس کی عزائم پر ہی کے لئے وہاں گئے۔ وہ بیٹہ جانی گئے تھے کہ رتی قریب المارک ہے۔ کافی مسلسل اس کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ اوائل فروری میں اسمبلی کا ریت سیشن شروع ہو گیا۔ جناح ہر شام کو گمان محل ہو گل قہقہے اور دونوں کے ساتھ دیر تک باتیں کرتے۔ جیسا کہ "پہلے وقتوں میں کیا کرتے تھے۔ کافی کی سادہ لوحی نے باور کر لیا کہ دونوں میں مفاہمت ہو رہی ہے۔ تاہم یہ اسی قسم کی مصالحت تھی جیسی کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان ہوئی تھی۔ ۱۸ فروری ۱۹۴۹ء کو رتی کی حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ اس نے بڑی نہایت کے ساتھ کافی سے کہا "میری لہجوں کا خیال رکھنا وہ کسی کو مت دینا۔" اور روز بعد جو کہ اس کی ۹ صویریں ساگرہ کا دن تھا "رتی اس جہاں سے سدا حیات تھی۔

جین فال "دلی کی ویسٹمن کوہٹ میں جناح سے ان کے کہہ میں باتیں کر رہے تھے۔ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے رجسٹر اٹھا لیا تو دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا "مسٹر جناح سے بات کرادو۔" جین فال نے رجسٹر انہیں دے دیا۔ فون سننے کے بعد انہوں نے بہت سے کہا۔ "یہ رنگ کال سمجھی سے تھی۔ رتی شدید بیمار ہے۔ میں آج رات روانہ ہو رہا ہوں۔" "تو نے توقف کے بعد انہوں نے کہا۔" "تمہیں معلوم ہے اور مت کوں ہوں رہا تھا؟" یہ گودھی کیسے گئے۔ "وہ صبرت سر تھے۔ میری شادی کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ بات کی ہے۔" "جین فال نے مشورہ دیا کہ وہ رات کی پہانے اٹھی صبح کو فریئر میل سے جائیں۔ کیونکہ رات کی ٹرین ان کو جلدی نہیں پہنچائے گی۔" وہ کس وقت سمجھتی تھیں؟ اس کا جواب فال کو ظم میں چھپا

البت بعد میں ان پر یہ انکشاف ہوا کہ دہلی محض بیمار نہیں تھی اصل میں اس کا انتقال ہو چکا تھا۔

دہلی کی تدفین ۳۲ فروری کو بمبئی کے مسلم قبرستان میں محل میں آئی۔ کافی گرانڈ روڈ اسٹیشن پر ان سے آغا قندل کار میں سفر کے دوران اس نے جناح کو قائل کرنا چاہا کہ "دہلی لاش تے جانے کے حق میں تھی۔" تاہم اسے مسلم رسوم کے مطابق دفن کیا گیا۔ یہ ایک دردناک منظر تھا۔ جناح مسلسل باجی تھکے تھک چپ چاپ قمری تصویر بنے بیٹھے رہے۔ جب میت کو گھر میں رکھ دیا گیا تو انہوں نے اپنے کسب سے پہلے قبر پر ملنے والی سسکیاں لینے لینے چاہا کہ ان کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ کئی منٹ تک بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ اہم سی جھانک بھی وہاں موجود تھا۔ اس کی روایت ہے "واقعی ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ واحد موقع تھا جب میں نے جناح کو اس قسم کی انسانی کمزوری کا مظاہرہ کرتے دیکھا۔"

مارچ کے قتل و زعمیں وہ جلی اسبلی میں دلہن پہنچ گئے۔ پہلی انہیں موتی لال کی ایک کوٹلی تحریک کا جواب دینا تھا۔ جس کا قتل دافتر اے کی کابینہ کے مصارف میں کی سے تھا۔ اس تحریک کی منظوری دینے سے پہلے شکایات کا ازالہ کرنے کا آئینی مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس طرح ضرور دھڑکتا رہا۔ بجٹ کا رد و انزوا مکمل کیا گیا۔ دھڑکتا رہا۔ بعد میں اور مسلمانوں کے مابین اختلافات طے نہیں ہو سکے۔ اس لئے ایک مختصر دستور مرتب کرنے کا سوال خارج از بحث ہو گیا۔ جناح ایک بار پھر دوسرے گروپ سے مل گئے۔ موتی لال نے پوری کوشش کی کہ اس اعتراض کو دور کر لیا جائے۔ لیکن جناح پھر اپنے کتھ پر آ گئے۔ انہوں نے دھڑکتا رہا کے مابوت میں آخری میل لٹھک دی۔ انہوں نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ یہ دھڑکتا رہا میرے قاتل دوست کا پالٹا پچ ہے۔ لیکن میں غیر جانبداری کے ساتھ لٹھکے دل سے کہہ رہا ہوں اور انہیں احساس دلانا چاہتا ہوں 'بھٹی جلدی وہ اس بات کو تسلیم کر لیں' اس کا ہی معجزہ ہو گا کہ یہ مسلمانوں کے لئے قاتل قبول نہیں ہے۔"

جناح نے فیصلہ کیا کہ موتی لال "بھٹا کار اور دوسرے ہندو لیڈروں پر ثابت کروا جائے کہ "در اصل میں ایک ہسٹری سی اقلیت کی نمائندگی نہیں کرتا۔" لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں تھا ان کا اپنا مسلم لیگی گروپ بھی بدستور اختلاف رائے کا شکار تھا۔ انہوں نے ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء کو دہلی میں مسلم لیگ کا ہفتویٰ کروا پیش پیر سے طلب کر لیا۔ اجلاس سے پہلے رات کو اور صبح سویرے بھی انہوں نے اپنے بعض حریفوں سے ملاقات کی بلکہ انہیں ایک سے فارمولا پر "جسے جناح کے "ہندو نکات" کا نام دیا گیا حقیقی الرائے بنانے کی سرکردہ کوشش کی لیکن ڈاکٹر انصاری، قاضی امجد علی خان، شیروانی، ڈاکٹر سیف الدین، کیلو، ڈاکٹر محمد عالم اور ڈاکٹر سید محمد نے سنے فارمولا کی ذات کر مخالفت اور ضرور دھڑکتا رہا کی حمایت کی۔ تاہم محمد علی "گاندھی" کے حیرت کھل خود پر آزاد ہو کر صدقہ دل سے جناح کے حامی بن گئے۔ انہوں نے جناح کے بے مثال تدبیر و فراست کو ذرا دست خراج حسین پیش کرتے ہوئے انہیں "سب سے بڑا مصالحت کنندہ" قرار دیا۔ جناح اب مسلمانوں کو ساتھ لے کر دہلی چلے گئے حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو انہوں نے ۱۹۳۹ء میں پوری قوم پر متحد تحریک سے حاصل کیا تھا۔ انہوں نے آغا خان کے "چار نکات" کے لئے انہیں ۱۹۳۷ء کی دہلی مسلم تھارچ سے ہم آہنگ کیا۔ ان کی ابتدا دیا تقریریں بلکہ اور تھارچ جو ڈیڑھ اور آٹھ سالے سیلاب سے پہنچنے کے لئے ایک واضح فارمولا پر درکار کیا۔ صرف علی اور ڈاکٹر سیف الدین کیلئے موجود حالات میں "بہترین حل" قرار دیتے ہوئے اس کے حامی بن گئے۔ تاہم جناح ۱۹۳۹ء کے



میکنڈو غلے نے ولیم ہوج ڈیڈمن کو نیا سکرٹری آف سٹیٹ برائے ہند مقرر کیا۔ جناح کو دینی لیبر پارٹی کی طرح کا پتہ چلا وہ فوراً شط پینے اور وہاں لاڈلہ اردن سے طویل ملاقات کی۔ وائسرائے اپنے نئے چیف منسٹر ڈیڈمن کو حاصل کرنے کے لئے چند ہفتوں میں لندن جانے والے تھے۔ جناح نے ان پر زور دیا کہ برطانوی حکومت کی طرف سے ہندوستان کو ڈیڈمن سٹیٹس دینے جانے کے بارے میں ٹھوس اطمینان کرائیں۔ اور اس کے سامنے یہ تہجیز رکھیں کہ ایسا آئین مرتب کرنے کی غرض سے لندن میں گول میز کانفرنس بلائی جائے۔ لیکن ”موجودہ نظام“ دوبارہ درست بنانے کی ندر میں آگیا۔ گلکے کے آخری سیشن کے دوران گاندھی نے کانگریس کی مرکزی سلیج سنبھال لی تھی۔ وہ دھمکیاں دے رہے تھے کہ اگر پارلیمنٹ ۱۹۳۷ء کے دور میں سمورے رٹ پر عملدرآمد نہ کرانگی تو وہ فوراً سرفرنگ ملک کیمبرج سٹیپ سہ گروہ تحریک شروع کردیں گے۔

## کمل آزادی کا مطالبہ

مہاتما گاندھی نے کانگریس میں یہ قرار دلو پیش کیا کہ سمورے رٹ صرف ایک سال کے لئے قبول کی جائے تاکہ سوئی حال اور جہاں ہلال کے ساتھیوں کے باہین کانگریس پلیٹ فارم پر جو پانچواں چل رہی ہے کہ ہندوستان کی حتمی مقصود ڈیڈمن سٹیٹس ہونی چاہئے یا کمل آزادی ختم ہو جائے۔ کیا کیا کہ کانگریس سمورے رٹ کو کمل طور پر بطور آئین قبول کر لے گی بشرطیکہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۷ء کو یا اس سے پہلے برطانوی پارلیمنٹ اسے منظور کر لے۔ اس قرار داد میں مذکور تھا ”تاہم اگر مذکورہ آئین تک اسے منظور نہ کیا گیا یا اس سے پہلے مسترد کر دیا گیا تو کانگریس ہم تعاون کی ایک پر امن تحریک چلانے کی جس میں لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ ٹیکسوں کی ادائیگی بند کر دیں نیز اس سلسلے میں دیگر خودری ذمہ اہم اختیار کی جائیں گی۔ یہ سمر قرار داد تھی لیکن اس کے باوجود جماعت چند عرصے نے اس میں ”کسی تاخیر کے بغیر کمل آزادی“ کے الفاظ شامل کرنے پر اصرار کیا۔ اس موقع پر اپنے بھگے اچھرا زور لگاتے ہوئے جماعت چند عرصے نے یہ چھا ”ہماری سیاسی پستی کا سبب کیا ہے ۳۳ اور پھر مستقبل کی گزارشات فرج کے تیار اور کانگریس کے دوبارہ صدر منتخب ہونے والے جماعت چند نے خودی جواب دیا۔ ”ہماری غلامانہ راجیت ہے نہ اگر آپ اس راجیت پر غالب آنا چاہتے ہیں تو آپ کو لوگوں میں کمل آزادی کی تحریک کی مدد پر ہم نکتا ہوگی“ اس بیان پر زور دار آئیناں بھائی نکسین۔ یہ نوٹ لیمن ہندوستان کی آزادی کی راہ میں خون کا ذخیرہ پیش کرنے کو چاہتا تھا ۱۳ دسمبر ۱۹۳۷ء کے تاریک اور باجس کن ایام کو بھلا دیا تھا۔

۱۳ دسمبر ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم نے اپنے دیرینہ دوست اور نئے وزیر اعظم راجسے میکنڈو نڈ کے نام ایک مراسلے میں لکھا کہ ”موجودہ صورت حال ایک سنگین قحط کی حیثیت رکھتی ہے“ اگر اسے جاری رہے تو دیا گیا تو میرا اندازہ ہے کہ یہ صورت حال ہندوستان اور برطانیہ دونوں کے مفادات کے لئے چاہ کن ثابت ہوگی۔ ۳۳ اس کے بعد انہوں نے گزشتہ چند سالوں خصوصاً سامانی کیشن کے فقر کے بعد کی سیاسی صورت حال پر اقتصاد سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

”جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے ہم کیشن کی روایت کو مسترد کر چکے ہیں۔“

یہ بات یاد دلواتے ہوئے کہ برطانیہ کے قول و قرار پر سے ہندوستان کا اختیار اٹھ گیا ہے۔ انہوں نے مقررہ دیا



ساحلی کے زخم مندمل ہونے میں کچھ وقت لگا۔ راتوں میں کھڑکھڑانے سے سحرالست کو ایک "نئی خط" میں جواب دیا۔

"پیارے جناح!"

مجھے افسوس ہے کہ ایک غلطی کے باعث آپ کا ہرجون کا کھسا ہوا خط فوری طور پر مجھے نہیں دکھایا گیا۔ میں بلا تامل یہ کسوں کا کہ میں آپ کے اس جذبے کی بے حد قدر کرتا ہوں۔ جس جذبے کے تحت آپ نے یہ خط لکھا ہے اور مجھے اس میں مذکورہ تجویز پر ممکنہ طریقے سے مصلوہ آمد سے بہت مسرت ہوئی۔ ساحلی کی پیش کی روایت اور جس کے بارے میں آپ نے بلا جھجک فرض کر لیا ہے اس سے زیادہ کچھ مقصد نہیں تھا کہ حکومت کی رہنمائی کے لئے کچھ مشورے دیئے جائیں اور حکومت کا ارادہ یہ ہے کہ جو خیر و برکت اس نے اپنے تمام حقائق کی روشنی میں اس پر غور کیا جائے۔ آپ نے اپنے خط میں جو تجویز پیش کی ہیں انہیں اس خواہش کے ساتھ زیر غور لایا جائے گا کہ جہاں تک حالات اجازت دیں ان سے ہر صورت فائدہ اٹھایا جائے تاہم یہاں میں ایک بات کسوں کا جو بار بار کہ چکا ہوں اور اب بھی حکومت کا پختہ ارادہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان کو جلد رو بہ نو آبادیات مل جائے۔ آنکھ کے امراض کے بارے میں بہت جلد اعلان کیا جائے گا۔"

قائد اعظم اس خط سے بہت خوش ہوئے اور دھیر کو پیسے پر امید لہجہ میں جواب دیا مگر آپ میری تجویز پر جن کی بابت مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ آپ ان سے متعلق ہیں مکمل کرتے ہیں تو اس سے ہندوستان کے لئے درخشیں مستقبل کی راہ کھل جائے گی اور برطانیہ عملی کام تاریخ میں ایک ایسی قوم کے طور پر کھسا جائے گا جو اپنے وعدوں کی پاسداری کرتی ہے۔"

انگلیشیہ لاہور اردن نے واضح رائے یکپس سے جناح کے نام خط لکھا جس میں کس لکھا تھا :-

"ہر سیکشن کی حکومت ایسے دراصل کی تلاش میں سرگرم عمل ہے جن کی مدد سے ہندوستان کے آئینی ارادہ کے اہم سوال پر اس تمام لوگوں کے مفادات سے غور کیا جاسکے جو برطانوی ہند کے متعلق ذمہ داری کے ساتھ اٹھائے خیال کر سکتے ہیں۔ مجھے یہ کہنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ ہر سیکشن کی حکومت کے فیصلے کی رو سے ۱۹۴۷ء کے ارادے میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ ہندوستان کی آئینی ترقی کا انفرادی مسئلہ جیسا کہ وہاں سمجھا جاتا ہے اور بین الاقوامی سطح پر حاصل ہے۔ اس پالیسی پر پوری طرح عمل درآمد سے آخر کار ریاستوں کو ان کا مقام مل جائے گا۔ غرض کہ برطانیہ نے سب ضابطہ تجویز کیا ہے کہ برطانوی ہند اور ریاستوں کے مختلف مفادات کے تناکدوں کو مدد دی جائے اور ان کے ساتھ الگ الگ یا اکٹھے جیسا بھی حالات اجازت دیں ملاقات کی جائے اور ان سے برطانوی ہند نیز ہندوستان کے مسائل کی بابت مصلح مشورہ کیا جائے۔ انہیں توقع ہے کہ اس طرح وہ ریاست کے سامنے ایسی تجویز پیش کر سکیں گے جن پر جلد ہی مدد مل جائے گی۔"

اس طرح لندن میں منتقل ہونے والی تین کونسل میڈیکل نظریوں کے متعلق ابتدائی قدم اٹھایا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ شروع رائے میں جناح نے وزیر اعظم کے دوست سب سے ایک مضحکہ اڑا دیا تھا۔ وہ اب دوسرے دوست بھی کادی مصلح کار میں گئے تھے۔

اردن کا یہ جان کیم نومبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کے تمام جیسے جیسے اظہارات نے ش سرخیوں نے ساتھ ساتھ

کیا۔ جناح اس دن بھیجی میں تھے۔ انہوں نے ہندو نگر افراد کے ساتھ سرہن لال، سونہن لال شیلواڑ سے ان کے ٹیبرز میں طاقت کی اور وہاں سے اردن کے اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے ایک اخباری جان باری کیا جس میں لکھا گیا تھا۔

”یہ اعلان حکومت کے طریق کار میں بنیادی تبدیلی کا منظر ہے جس کے ذریعے تمام گمان بند حکومت برطانیہ کے ساتھ کانفرنس میں شریک ہو کر اس امر کی کوشش کریں گے کہ ملحد حد تک اقلیت رائے سے تیار ہو بہ مشکل کوئی ایسا انجینی سرورہ وضع کیا جائے جسے دو بیٹھیں جنٹیل کے حصول کی خاطر پارلیمنٹ میں پیش کیا جاسکے گا اس طرح کوئی ایسا حل تلاش کر لیا جائے جو ہندوستان کی سیاسی رائے کا منظر ہو۔“

سوشل نیشنلزم، جمہوری، جماعتی، سیاسی، سرکاری پلا سوازی، چھانگا، کانفی، روار کا واس اور اس کا بھائی اس بیان پر دھماکا کرنے والوں میں شامل تھے، انور علی دہلی میں سوتی لال سوئی کی ذریعہ صدارت ایک اجلاس ہوا جس میں کانگریس کے علاوہ مختلف پارٹیوں کے ۳۰ لیڈروں نے ایک ”عمومی مصلحانہ پالیسی“ کی ضرورت پر زور دیا۔ اور سیاسی قیدیوں کے لئے عام سلائی کے ساتھ ساتھ گول میز کانفرنس میں کانگریس کو غالب نمائندگی دینے کا مطالبہ بھی کیا۔ لیڈروں کے اس مشورے میں جیسا کہ اس کا نام رکھا گیا، مزید کہا گیا تھا کہ گول میز کانفرنس میں اس بات پر بحث نہیں ہونی چاہئے کہ دو بیٹھیں جنٹیل کب دیا جائے گا بلکہ اس میں ہندوستان کے لئے دو بیٹھیں دستور کی تنظیم وضع کی جائے گی۔

جو ہر لال سوئے پہلے اس مشورے پر دھماکا کر دینے، پارلیمانی ضرورت کرنے لگے۔ سر جلال سہاسی چندر برس اور ان کے ساتھیوں کے حوالہ جملہ گھڑے باہر نکل جانے کی بجائے انہوں نے خود کو ”بیاد اعلیٰ کرنے والا“ محسوس کیا اور کانگریس کی صدارت سے استعفیٰ دینے کے بارے میں سوچنے لگے، جو انہوں نے حال ہی میں قبول کی تھی۔ گاندھی نے سوئے کے پیش روای کو دیکھتے ہوئے طبیعت کی کہ ”آپ کو ہرگز استعفیٰ نہیں دینا چاہئے۔ اس سے قومی نصب العین پر برا اثر پڑے گا۔ جلد بازی کی ضرورت نہیں نہ ہی کوئی اصول معرض خطر میں ہے۔ جس تک صدارت کے نام کا تعلق ہے آپ کے علاوہ اسے کوئی نہیں چن سکتا۔ یہ کبھی بھی پھولوں کا راج نہیں رہا۔ اب اسے سراسر کانٹوں کا راج بنے دیں۔“ اگرچہ سوئے استعفیٰ نہیں ہوئے تاہم ان کی دھمکی نے گاندھی اور سوتی لال کے اس ارادہ میں جھنجھل پیدا کر دی جو انہوں نے لیڈروں کے مشورے کا ساتھ دینے کے بارے میں سوچا تھا۔ اردن نے راجسے میکٹوڈیٹ سے تبدیلی کا ایک زیادہ وعدہ حاصل کر لیا جتنا وعدہ وہ کرنے کو تیار تھا۔ اس لئے جب قائد اعظم نے دونوں فریقین کا باقی نامہ حاصل فہم کرانے کی کوشش کی تو انہوں نے خود کو ایک ایسی حالت میں پایا جو اگرچہ غیر انوس خبیث تر، قابل رشک بھی نہیں تھی۔

گاندھی، جناح، سوتی لال، سپر اور پٹیل نے ستمبر ۱۹۴۷ء کو دہلی کے ہاؤس میں شام ۳۰-۳ بجے اردن سے ملاقات کی، وہ انہی دن صبح کے وقت لندن سے لوٹے تھے۔ جو ان کی ٹرین دہلی ریلوے سٹیشن پر پہنچی، ہم کا زور دار دھماکا ہوا، خوش قسمتی سے دہلی کے ہاؤس کے بارے میں وہ دہلی کے ہاؤس سے پہلے گاندھی نے دہلی کے ہاؤس کے بارے میں کوئی ٹرین کو ہم سے اڑانے کی جو خطرناک سازش کی گئی تھی اس پر دھماکا اعلیٰ کرتے ہوئے انہوں نے جان بچا جانے پر اردن کو مبارکباد دی بعد ازاں دہلی کے ہاؤس نے دریافت کیا

تایا ان کے اعلان کی جو تعبیر و تفسیر کانگریس لیڈروں کے مشترک بیان میں شائع ہوئی ہے کہ کول میجر کانفرنس اس بات پر غور کرنے کے لئے نہیں کہ درجہ نو آبادیات کب دیا جائے بلکہ ڈومینیک کے دستور کی استحکام وضع کرنے کے لئے ہو گی اور مست ہے۔ گاندھی نے یہ بات وضاحت سے کہی کہ جب تک اس نکتہ پر اتفاق رائے نہ ہو جائے۔ ان کے خیال میں کسی دوسرے سوال پر غور کرنا بیکار ہو گا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ ان کے بیان کے الفاظ و رنگین کی خود وضاحت کر دے ہیں کانفرنس کی فرض و قیامت اس مسئلہ کو حل کرنا ہے جو حکومت برطانیہ کے قطعی پالیسی بیان سے پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے جلدی میں کہا کہ اس معاملہ میں کسی جیسے کام کے ہو جائے کا امکان موجود ہے اگر اس سے قانع نہ اٹھایا گیا تو پتا ہے ایک اچھا موقع نکل جائے گا ضلوع بھی ہے۔ بھابھو یہ کہنا نا ممکن ہے کہ کانفرنس کسی خاص دستور کا صدور مرتب کرنے کے لئے ہو رہی ہے۔ انہوں نے مزید وضاحت کی۔ ”تاہم کانفرنس کو پورا پورا موقع دیا جائے گا کہ اس کے سامنے جو تجاویز رکھی جائیں ان پر مکمل کر بحث کر سکے۔ کانفرنس معاملات پر بحث کرنے میں عمل طور پر آزاد ہو گی۔ کسی قسم کے مداخلت یا کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ ان کے خیال میں کانفرنس میں کوئی قطعی رائے شادی نہیں کر لی جائے گی۔ تاہم امپیرل کانفرنس کے خطوط کی پیروی کرتے ہوئے ممبران کی عام معاملہ صحتی کار کیا راز رکھا جائے گا۔“

”مسٹر گاندھی کے خیال میں امپیرل کانفرنس مختلف لائنوں پر ہوئی تھی۔ وہاں بحث میں حصہ لینے والی تمام جماعتیں کم و بیش ایک ہی ذہن کی تھیں۔ بلکہ انہیں کانفرنس میں ایسا نہیں ہو گا۔ ہر حال اگر انہوں نے زیادہ بحث بازی کی تو کانفرنس کسی ایسی پالیسی پر نہیں پہنچ سکے گی جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔“

یہ واضح طور پر ایک الٹا ہی افذ کہہ دیجئے تھا جو بالکل درست ثابت ہوا۔ تقسیم ہند سے انفرادی برس پہلے اس کا دور آگ کرتے ہوئے جنگ بندی کر دی گئی تھی کہ کانفرنسوں میں اور کانڈ کے اجلاسوں میں ہزاروں لاکھوں مکھئے ضائع کئے گئے اور لاکھوں بے مقصد الفاظ و غواورہ جلی پر لکھے ہوئے تھے یا کانڈ پر چپے ہوئے انسان کاہست زیادہ پیش قیمت وقت صرف ہوا۔ گاندھی نے اعتراض کیا کہ کانفرنس میں واقعی کوئی دو ٹوک نہیں ہو سکتی۔ تاہم انہوں نے وہ ”جگ“ افذ میں کہا کہ ”اگر کانفرنس کے فوری نتیجہ کے طور پر ڈومینیکیشن ٹیسٹس کے قیام کی بات قیاس نہیں کیا جائے تو وہ اس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔“ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ”تک کو بلا تاخیر عمل آزادی دی جائے۔ در کہا کہ ”ہندوستان اپنے ذاتی مسائل خود حل کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔“ سوئی لال نے ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر اضافہ کیا: ”انگریز ہندوستان کے درجہ نو آبادیات کے حصول میں مائل رکھلوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ اگر ہندوستان کو فوری طور پر ڈومینیکیشن کا درجہ دے دیا جائے تو کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔“ اگرچہ اس کی مراد یہ نہیں کہ ہندوستان کے لئے ڈومینیکیشن ٹیسٹس کی آزادی عمل ہو سکتی کہ اس وقت ڈومینیکیشن کی کوئی مخصوص شکل موجود ہے۔“

لارڈ اردن نے اسے ”مستقبل“ خیال کیا اور اس نکتہ پر زیادہ موثر مدد کے لئے جہاں اور جہاں کی طرف دیکھا۔ دونوں نے مسٹر گاندھی اور سوئی لال کو سمجھانے کی کوشش کی ”ان کی دلیل یہ تھی کہ کانفرنس کے شرکاء ڈومینیکیشن ٹیسٹس کی تجویز پیش کرنے میں آزاد ہوں گے۔“ خود غر کے بعد ایسی تجاویز کی نشاندہی کر سکے گا جن سے مسائل کو کم کرنے میں مدد ملے کانفرنس کا اہم کام عمل لو ڈومینیکیشن ٹیسٹس دینے کی راہ میں



حاکم دشواریوں پر خود و غرض اور تعصبات کی بابت بحث کرنا ہو گا۔ لیکن گاندھی اور موتی لال نے اپنے اس دور پر قائم رہتے ہوئے جو انہوں نے جو اہر لال اور دلی علی بیٹسور پر دیگر سلاسل کشیدگان کے ساتھ کیا تھا، دوسری کانفرنس میں شریک ہونے اور ایسے مسائل پر بحث کرنے سے انکار کر دیا جو تمام پارٹیوں کو ان کے مختلف تاثر میں قابل قبول نہ ہوں۔

موتی لال نسو نے اپنی رائے ظاہر کی۔ ”کوئی بھی ہندوستانی ڈومینیکس شیش سے کم پر مطمئن نہیں ہو گا۔ انہوں نے کہا مجھے اس راستہ میں کوئی مشکلات نظر نہیں آئیں۔ تاہم اگر یکہ دشواریاں حاکم ہو نہیں تو مرکزی تختے کو تسلیم کرنے کے بعد انہیں حل کیا جاسکے گا۔ انڈیا ان سے خود نمٹ لے گا۔ اصل مقصد برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو انتقال اقتدار کا ہے۔“

جناح سے ملنے والوں نے محسوس کیا کہ اس ناکام کانفرنس کے دوران ان کے رویہ میں اس سے پہلے یاد دہانی اور غیر یکدہاری پیدا ہو گئی جو دلی کی موت کے بعد دیکھنے میں آئی تھی۔ انہوں نے ایک بار پھر اپنی آواز دہانوں کو بجلی بجھائی دے دی تھی۔ کیونکہ انہوں نے جس چیز کا ”اتہام کیا تھا“ وہ ہر حال بات چیت کے قابل ملاحظہ نہیں تھا۔ راجسے میکڈونلڈ اور لارڈ ایلون نے ان سے جو وعدے کئے تھے ”وہ کوئی بات نہیں تھی“ شاید پانچ سال کے اندر اندر ہندوستان ایک آزاد ڈومینیکس کی حیثیت سے کیڑا اور آسٹریلیا کے برابر آجائے گا اور ہر ساری دنیا کی ترقی میں معاون ثابت ہو گا۔ جیسا کہ جتن نے وزیر اعظم کو لکھا اور اسے یہ یقین دہانی بھی کرانی کہ اس کے اعلان کا اثر مست نہ ملے گا۔ کیا ہے۔ اس نے صحیح کتاب کو ایک کمرہ میں بیچ کر دیا ہے اگرچہ وہ خود بھی گزشتہ دو ماہ سے لڑاؤ میں ”صرف“ رہے تھے۔ ”اب انہوں نے دیکھا کہ گاندھی اور موتی لال نے جو اہر لال اور ان کے ساتھیوں ”مناجی“ میں کر دیا تھا، وہ بڑی دیر اور غری کر دی تھی۔ اس سے گھرا کر ہر امید پاش پاش ہو جاتی تھی۔ اس نے ملک و زمین پر حقیقی اثرات کا حرب ہونا مانگ رہا تھا۔ وہ بڑے ٹھکے ماندے افسر ”میس“ تھا اور کبیرہ عاقر تھے۔ وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ باب موتی لال نے یہ کہا کہ ڈومینیکس شیش حاصل کرنے کی راہ میں کوئی دشواری حاکم نہیں تو اس سے ان کی کیا مراد تھی۔ گاندھی زیادہ صاف گوئی سے کام لے رہے تھے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ حقیقت میں اتحاد و اتفاق کا لفظ ان پر اور یہ کہ اس سے انہیں خوش آتی تھی ہے۔ موتی لال تو یہ تک ماننے کو تیار ہیں تھے کہ کوئی مسلم مسئلہ موجود ہے۔ آٹھ سال بعد ان کے فرزند ارجمند نے بھی مسلم مسئلہ کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جتان کانہ جاتا تھا کہ ان دونوں نے انہیں کس قدر ستایا۔

## کانگریس کا اعلان لاہور

اس سال کانگریس کا سالانہ اجلاس سبب معمول کر سس کے روز ۱۵ دسمبر ۱۹۴۵ء لاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں آزادی کامل کی قرار داد منظور کی گئی۔ اس نے ہندوستان کی قومی تحریک میں جسے چلنے ہوئے یہ ۳۳ واں برس تھا ”انتھانی“ دوج پھر تک دی۔ کر سس کی تعطیلات کے دوران منعقد ہونے والا کانگریس کا یہ آخری سیشن تھا جس کی صدارت نوجوان جواہر لال نسو نے کی۔ اس موقع پر انہوں نے ”زیر“ سے انہیں کی تمغہ میں اعلان کیا:

”جو کہ کانگریس قریب عوام کی فساد کردہ جماعت ہے اور دسمبر کے آخر میں اس کا اجلاس منعقد کرنے سے فریبوں کو گرم کپڑوں کے اہتمام پر بہت زیادہ مالی بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے“ اس لئے آئندہ سے سالانہ اجلاس دسمبر کے آخر میں نہیں بلکہ ۱۰ ستمبر جنوری کو ہوا کرے گا۔“

گاندھی نے ۱۰ ستمبر قبل جن انتہائی تبدیلیوں کا آغاز کیا تھا ان کے نتیجے میں کانگریس کی نوعیت اور قیادت نے برٹش ایمپائر کے خلاف انتہائی بدولت کر دیا۔ قوم نے انگریز حکمرانوں کی طواغیت و الطوار ان کی روایت و اقتدار اور ان کو قور باقم ٹھیل سے ہر قسم کا تعلق منقطع کر لیا۔ درنگ کھینچنے والے ۱۰ ستمبر جنوری (اتوار) کو ”یوم آزادی کامل“ منانے کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر منظور کردہ قراردادوں میں کہا گیا: ”ہم اس بات پر عمل یقین رکھتے ہیں کہ ہندوستان کو برطانیہ کے ساتھ تعلقات لازماً قطع کر کے کامل آزادی حاصل کرنی ہوگی۔“ اس قرارداد کی تکمیل ہر میں زبردست تفسیر کی گئی اور چند ہفتوں میں اس کا چھپا کر گھر گھر پہنچا گیا۔

مسٹر جناح نے سمجھی میں — بالا بارہل سے سرکار کے علم و نقد اور لوگوں کے مسائل سے بے درفی کے خلاف کانگریس کے اس اٹھنے ہوئے طواغیت کا مشاہدہ کیا ہر ملک کے کونے کونے میں چلی جیڑی سے دو فٹا ہوا تھا۔ اس طواغیت کی راہ میں آنے والی بہت سی پٹنائیں پاش پاش ہو گئیں۔ بعض نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا اور بعض بالکل ڈوب گئیں۔ انتہا کی ہر آنے والی لہر سمندر میں ایک لہلہ چاٹتی تھی اور یہ سلسلہ شب و روز جاری تھا۔ مسٹر جناح اس بے مقدمہ کھیل سے بہت بڑا اور تنگ آچکے تھے۔ شاید ان کے لئے فیصلہ کن گھڑی آ گئی تھی کہ ہندوستان کو برٹش کے لئے خرید کر جائیں کیونکہ اب ان کی دلچسپی کا کوئی سالانہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ ان میں وہ آسانی سے قانون کی پریکٹس کر سکتے تھے اور خود کو پریوی کو نسل میں داخل ہونے والی ایڈیلن تک محدود رکھ کر بھی بہت زیادہ آمدنی حاصل کر سکتے تھے۔

مسٹر جناح نے گاندھی کو ”اس طواغیت کے اچانک روٹنا ہونے کا“ ”بڑا داور ٹھہرایا۔ انہوں نے کانگریس کے سب سے پروگرام کو ”سیاسی سرگشتی“ کا نام دیا۔ سرگت برادر سپر نے ان کی دانستہ سے انتہا کرتے ہوئے ہر انداز میں ۱۹۳۰ء کو ایک مراسلہ میں لکھا: ”میں نے آج تک انڈیا میں آپ کا اختراع پڑھا۔ میں آپ سے پوری طرح متعلق ہوں۔ کانگریس واقعی پاگل ہو گئی ہے“ لیکن اس سے بھی زیادہ کشمکش تک بات یہ ہے کہ وہ پارے ملک کو اپنے چاہ کن پاگل پن میں گھسیٹنا چاہتی ہے۔ ہمیں کوئی اقدام کرنا ہو گا۔ ہمیں مل کر عزم کے ساتھ قدم اٹھانا ہو گا۔ ہم اپنے اختلافات ختم کر دیں گے۔ مجھے اس میں ذرا شک نہیں کہ اس موقع پر آپ کی صلاحیتیں ملک کے لئے سب سے زیادہ کارآمد حالت ہو سکتی ہیں۔“ ”پہلا ایک اور اہل ہادیز کانگریس منعقد کرنے کے حق میں تھے۔ انہوں نے مسٹر جناح کو یقین دلایا ”میں ذاتی طور پر محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے لئے ہندو مسلم مسئلے کا حل تلاش کرنا مشکل نہیں“ تاہم آپ کی مدد سرائی کے بغیر میں یہ کہوں گا کہ آپ کے تعاون اور دہلی کے بغیر میں مل قابل عمل نہیں ہو گا۔ جناح نے ان کی تجویز کو آزمانے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ اس کے بعد سر شیواجی اور راجہ غورو نیا بھی آمادہ ہو گئے۔ صاحبزادے لیڈر تجویز کانگریس میں شرکت کے لئے پہلے سے چار تھے۔ پانچ ستمبر کی سیاسی اور ”خود زبان کے تعاون سے یہ کانگریس ۱۰ ستمبر فروری ۱۹۳۰ء کو دہلی میں منعقد ہوئی جس میں بھاس سے زیادہ مندوبین نے شرکت کی۔ جس میں اعتدال پندر ”صاحبزادے“ کر پھین ”لیڈو انڈین“ اور اس کی ”بھاس پادنی“

اجسوت اور مسلم کانگریس شامل تھے۔ مسز جناح نے اداکل فروری میں ہندو سماج کے لیڈر پنڈت دین سوہن داس سے ملاقات کے دوران فرقہ وارانہ مسئلہ پر تبادلہ خیال کیا تھا اور انھیں اتفاقاً دس سالہ کار محسوس ہوئی تھی۔ لیکن صحیحاً فروری ۱۹۴۸ء کے بعد سے فرقہ وارانہ سوچ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ - اتفاقاً فرقہ خوروں پر ان کے زیر بحث ہے قصہ کانفرنس میں کانگریس شریک ہو گئے۔

مسز جناح نے سرپرہ کی کانفرنس سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں کی تھیں، بلکہ انھوں نے اپنی توجہ لندن پر مرکوز رکھی۔ انھوں نے لاہور امنوں پر زور دیا کہ کوئی میز کانفرنس کے انعقاد کی تاریخ کا اعلان کیا جائے اور یہ لوگوں کے نام سرکاری دعوت نامے بھیجے جائیں۔

## گاندھی کا لانگ مارچ

راجا گاندھی نے سارے حق سے مسترد ٹک اپنا "بوج" مکمل کر لیا تھا۔ انھوں نے ساحل سندھ پر سرکاری انتظام کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے ٹک مار کر تین گروہ تحریک شروع کر دی۔ - مسز جناح کو غصہ محسوس ہوا کہ تین گروہ کی نئی پیمائش تحریک اور حکومت کی طرف سے اسے کچلنے کی کارروائی اس کمزور آئینی جواز کو انھوں نے جہی صحت سے تیار کیا ہے، سمجھنے کا ساحل پار کرنے سے پہلے ہی چاہ کر ڈالے گا۔ امنوں کو مل سیز کانفرنس کی تاریخ کا اعلان کیوں نہیں کرتا؟ ان کی قانونی بصیرت نے محسوس کیا، نہ واقفیت اس معاہدے سے پیچھے ہٹنے کے بجائے تلاش کر رہا ہے، جو جہی مشکل سے سیاست دانوں اور اس کے مابین لڑائی طے پایا تھا۔ جی کاڈا کی اپیل کے سلسلے میں مصداقیت کی بناء پر انھوں نے ۱۹۴۸ء کو سرکٹ پاس ٹکمر سے واقفیت کی طرف سے دوسرے کے بعد جواب دیا گیا، "مکمل سیز کانفرنس اکتوبر میں منعقد ہوگی۔" اس سے روایت کیا گیا کہ "اسٹیلی کا سیشن جبری بنائے جوائی میں شملہ کے مقام پر طلب کیا جائے تو کیا ہے؟" مسز جناح کا خیال تھا کہ ایسے سیشن کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ فواد ترغیب مہرا نے کانگریس کی اپیل پر اسٹیلی سے استعفیٰ دے دیا تھا، تاہم انھوں نے واقفیت کے کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے شملہ سیشن میں شرکت پر آمادگی ظاہر کر دی۔

گاندھی نے ٹک سازی کے سلسلے میں مہراج کو امر جہاں میں واقع اپنے آشرم سے مارچ کا آغاز کیا۔ وہ ۲۴۰ میل کا سفر طے کر کے ہر اپریل کو ڈانڈی پہنچے۔ اس دوران بھری ٹکابوں گاندھی کی کے کاڈوں پر لگی ہوئی تھیں، جو سوئی کی بیڑوں کی طرف غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے گاندھی کی رہنمائی میں مارچ کر رہے تھے۔ گاندھی کی اپیل پر اپریل کو ٹک بھر میں بڑائی کی کئی اور ٹک سے حلقہ قوانین کو پال کرتے ہوئے ساحل سندھ پر جب تک ٹک سازی کا لگائی تکمیل کو سرحد میں ایک جیسے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا: "ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اپنے مصائب و مشکلات پر قابو پالنے کے لئے قدم اٹھائیں۔ ہم نے ٹک سازی کے شعبے میں حکومت کی اہواز داری ختم کرنے کے لئے یہ راہ اختیار کی ہے۔" ہر اپریل کی ٹک گھر تین گروہ تحریک کے نتیجے میں صداقت بھائی کیفیت پیدا ہو گئی۔ حکومت نے ایک بار پھر استبدادی قوانین کا سارا لیا اور ہر حق کو مٹا دیا گاندھی کو گرفتار کر کے پٹائی "ہیرا اور انیل" میں ڈال دیا۔ گاندھی نے

اپنے خطوط میں اس ٹیل کو "پلیس" اور "مندر" کا نام دیا۔

گاندھی جی کی نظربندی کو ابھی دو ہفتے بھی نہیں گزرے تھے کہ انہوں نے فارما امدان کو "ٹریڈ فریڈ" کے لقب سے خطاب کر کے ایک خط لکھا اور اس کے ساتھ مذاکرات شروع کر دیے۔ انہوں نے اپنے من "مبارہ نکات" پر پھر سے زور دیا جو جنوری میں راجسے میگزینڈ کو بھیجے تھے اور جن کی ہدایت کیا تھا کہ سول باغیہ کی تحریک ختم کرنے کے لئے ان ہنگامی شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے پہلی شرط یہ تھی کہ شراب نوشی پر مکمل پابندی لگائی جائے۔ چوتھی شرط کی دو سے تک پر محصول ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ دیگر شرائط کے تحت مالدارانہ زمین میں ۵۰ فی صد کی "رقباتی جمن" میں کم از کم ۵۰ فی صد کی "اصلی حکام کے مشاہدوں میں ۵۰ فی صد کی" سیاسی قیدیوں کے لئے عام معافی اور پچیس کے کریشل اسٹیل جنس قیدیوں کو ختم کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ ٹیل میں دیکھ گئے ایک اتروہ میں انہوں نے کہا:

"میں نے جو قدم اٹھایا اسے غیر دانشمندانہ خطوط مول لینے کے حروف قرار دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ ایک قابل توجہ خط ہے۔ خطوط مول لئے بغیر کوئی عظیم مقصد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ میں ایک رجائیت پسند ہوں۔ اپنی چالیس سالہ جدوجہد کے دوران مجھے بار بار کہا گیا کہ میں بائیس کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں "جین میں" بیش اس کے برعکس ثابت کر دکھایا۔"

مقامی کارکنوں کی اس اتروہ کی پچیس میں اشاعت کے فوراً بعد سپر اور "جین" نے واٹر سرائے کی فوجی مکتوری کے ساتھ اپنا "اس منٹ" شروع کر دیا۔ جناح کی توقع تھی کہ گول میز کانفرنس کے موقع پر اردن کسی نئی کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ وہ اس کانفرنس کو اپنے لئے سیاسی روشنی کی واحد کٹن سمجھتے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے واٹر سرائے کو لکھا: "میں اس بارے میں بہت پریشان ہوں کہ جن نمائندوں کو دعویٰ کیا جا رہا ہے میں کے نام اسٹ کے آخری تجربے کے شروع تک شائع نہیں ہونے چاہئیں۔ میں آپ سے یہ درخواست بھی کروں گا کہ مدعوین کی فہرست "ناموں کا حتمی فیصلہ کرنے سے قبل" مجھے دیکھنے کا موقع دیا جائے تاکہ میں مناسب توازن پیش کر سکوں۔ ہر حال اس بارے میں آخری فیصلہ آپ ہی کا ہو گا کہ کن لوگوں کو دعوت دی جائے "اور یہ اس وقت کیا جاسکتا ہے جب میں شملہ میں ہوں گا۔" واٹر سرائے کا اصرار تھا کہ جہلائی میں اسمبلی کا اجلاس شملہ میں ہونا چاہئے۔ ستر جناح کا مشورہ اس کے برعکس تھا۔ یوں اردن کے ساتھ جناح کا تعلق روز بروز قریبی ہو آیا۔ اگرچہ بیش کیلیاں نہیں رہا۔ دہلی کے "غوش" پش و خوش حجاز اور ٹاہری شخصیات کا ملاطفت والے ان دونوں اشخاص میں اتنی گہری یکساہت تھی کہ وہ ایک دوسرے کے لئے کشش محسوس کرتے تھے اور گاہ اشتعال میں آ جاتے تھے۔ سپر اور جین نے ۳۳/۳۴ ستمبر جہلائی کو پورا ٹیل میں گاندھی سے ملاقات کی۔ ملاقات ٹیل میں سوئی لال اور جہا لال کے نام ایک نوٹ لکھا جس میں کہا گیا تھا: "سیری ذاتی رائے یہ ہے کہ اگر گول میز کانفرنس کو ممکن من تفصیلات پر غور و خوض تک محدود کر دیا گیا تو مکمل حکومت خود اختیاری کے مسئلے میں ضروری ہوں۔ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے وہاں اتروہ کا ساما اٹھایا تو اسے غور انداز نہیں کیا جائے گا۔ میں کانفرنس میں شرکت کے بارے میں کانگرس کے موقف کی اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کی مکمل تشکیل کے بارے میں مجھے مطمئن نہیں کیا جاتا۔"

کانگریس نے اسی دن موتی لال نہرو کو ایک اور خط بھیجا جس میں لکھا گیا تھا "جائزہ سیری پر زینٹن پوری یافتہ ہے۔" تاہم جو اہر لال کی رائے قطعی ہوئی چاہئے۔ آپ اور میں اسے مشورہ دے سکتے ہیں۔" اس کے بعد سپرہ اور رینارے ۱۸۷۳ء بمبائی کو نئی جیل میں موتی لال اور جو اہر لال سے ملے "موتی لال کی صحت بد میں ان کی امیری کے بعد سے خراب ہوتی جا رہی تھی۔" مذکورہ بالا دونوں ملاقاتوں کے ساتھ انکسوز کے دو دن بھی انہیں شدید عمارت۔ چنانچہ اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔

## اسن مذاکرات

۱۸ جولائی کو اردن نے جناح کو مطلع کیا کہ لیبر گورنمنٹ نے لیبل اور کنزرویٹو پارٹیوں کو بھی کانفرنس میں مدعو کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جناح نے جواب میں لکھا: "میں ایک بار پھر آپ کو یاد دلاؤں گا جیسا کہ میں نے قبل میں عرض کیا تھا کہ کانفرنس کی کامیابی کے لئے آپ کا مدد میں موجود ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مزید سیاسی قیدیوں کی رہائی پر زور دیا۔ خصوصاً خان عبدالغفار خان کے بارے میں کیونکہ کانفرنس کے لئے صوبہ سرحد سے جو لوگ بلاؤں کے لئے تھے ان میں خان صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ وہ زیادہ انگریز ہی نہیں جانتے تھے تاہم چھانوں کے ہر دھن رہنا تھے۔ کیونکہ ہی عرصہ بعد وہ کانگریس کے گھڑ اتحادی بن گئے اور "سرحدی کانگریس" کے نام سے شہرت پائی۔

سپرہ نے ۸ اگست کو نئی جیل میں موتی لال اور جو اہر لال کو بتایا کہ اردن کو انہیں مدعو بھیجئے اور کانگریس سے ملاقات کرنے کا موقع دینے پر کوئی اعتراض نہیں۔ دو دن بعد ایک خصوصی فریٹ انہیں پناہ ملے۔ ۳۱ سے ۱۸ اگست تک سپرہ اور رینارے کی موجودگی میں جیل کانگریس رہنماؤں نے جابلہ خیال کیا۔ دو انگلستانی کے بعض دیگر صحراں جیل میں اور سپرہ جی ٹائیڈو میں مذاکرات میں شامل ہو گئے لیکن کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ۱۸ اگست کو ان کے حاضر کا اعلان کر دیا گیا۔

سپرہ جناح کو اپنی کانفرنس کی بلانے پر جواد کہہ ہوا تھا "بب پر اور اڈیل میں ہونے والے مذاکرات کی خبریں ان کی نظر سے گزریں جن میں مسلم لیگ شامل نہیں تھی" تو اجمالاً ان کی تشویش میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے ۱۸ اگست کو اردن کے نام ایک اور مراسلہ لکھا جس میں اسے مشورہ دیا گیا کہ ہندوستانی قوم پرستوں کے ساتھ لینے وقت وہ زیادہ احتیاط اور سختی کا مظاہرہ کریں۔

سپرہ جناح نے دائرہ رائے اور ٹیکر ڈری آف ٹیٹ کا سارا بوجھ اٹھا لیا تھا۔ وہ نہ صرف مسلم اقلیت ہندوستان کی ہمدردی "برطانیہ" بلکہ ہندی رہنما کے مفادات کا تحفظ کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے لگے تھے۔ ان کے خیال میں جو اہر لال نہرو ایک خطرناک گروہ ان انتہائی تھا جس کے فیصلوں پر مجبور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ کانگریس کو دہائی لحاظ سے بائیں فیر متوازن سمجھتے تھے۔ وہ اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ یہ اور اڈیل میں کانگریس کے ساتھ ہے مقصد ملاقات سے بعد موتی لال کا جناح اور نیز ہو گیا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ پورے نہرو کی قوت فیصلہ خود اس نتیجے کے حق میں ہے جس پر وہ بھی ہے جس نے آزادی کامل کا ضمیمہ لکھ کر حوام کو اپنے پیچھے لگایا ہے۔ "اسن مذاکرات" سے فیصلہ اور متعلق رہا نہیں اس میں ہوا کہ ہندوستان کی رہنما ان کے لئے تاریک

اور اجنبی بن گئی ہے۔ اب ان کی آخری امید لندن میں ہونے والی گول میز کانفرنس سے وابستہ ہو کے رہ گئی۔ لارڈ امون نے ۸ مارچ کو خط لکھ کر واشنگٹن کیلج لارج سے ہر دور و کار کے نام لکھا:

”مجھے افسوس ہے جیسا کہ آپ خود بھی تسلیم کریں گے کہ آپ نے دھنا کارانہ طور پر جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے کانگری لینڈوں کی طرف سے موصول خط نے اس کام کو آگے بڑھانے میں کوئی مدد نہیں دی۔ اس خط میں اختیار کردہ لہجہ اور اس کے مندرجات دونوں عجیب کن ہیں۔ کانگریس کی پالیسی سے ملک کو جو زیارت نقصان پہنچا ہے کن لینڈوں نے اس کا قطعاً احساس نہیں کیا۔ اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ ان کی جیٹی کردہ تجویزیں تفصیل کے ساتھ غور کرنے سے کوئی کار آمد نتیجہ برآمد ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ کانگری لینڈوں سے دوبارہ ملنے کے آخری نقطہ نظر ان پر واضح کر دیں گے۔“

## دسواں باب - لندن میں قیام اور پریکٹس ۳۳-۱۹۳۰ء

### پہلی گول میز کانفرنس

مسٹر جناح سر اکتوبر کو اپنی ایذا کو کبھی کے جملہ "وائسرائے آف انڈیا" کے دار پہنچے بھیجی سے روانہ ہوئے۔ خارجہ جہم نے سر فرم کو بلاؤس آف لارڈ لیکے وسیع ہائی میں پہلی گول میز کانفرنس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں کل ۵۵ مندوبین شریک ہوئے جن میں مسٹر جناح "آغا خان" سپر اور ویکار جیسے چوٹی کے سیاستدانوں کے علاوہ ریاستوں کے ۱۲ نمائندے شامل تھے۔ جن میں مدارجہ تک پہنچا "ہندو" جمہوری اور اور کے نام قابل ذکر ہیں۔ برطانوی وزیر اعظم میکڈونلڈ کے ساتھ ساتھ دولت مشترکہ میں شامل ملکوں کے وزراء اعظم بھی اختتامی تقریب میں موجود تھے۔ خارجہ جہم کے مختصر خطاب کو حاضرین نے کھڑے ہو کر سنا۔ خارجہ جہم کے پہلے جانے کے بعد اے این رائچان کے چانسلر مدارجہ پہنچا نے وزیر اعظم میکڈونلڈ کا نام صدارت کے لئے تجویز کیا۔ آغا خان نے اس کی تائید کی۔ یوں کانفرنس کی قائدہ کارروائی کا آغاز ہوا۔ ہندوستانی مندوبین میں سے لیبل لیڈر وی ایس سری نواس شاستری نے سب سے پہلے خطاب کیا۔ اس کے بعد ۱۹ مسلم مندوبین کے ترجمان کی منیٹ سے مسٹر جناح کو تقریر کی دعوت دی گئی۔ "پاکیز" کی روایت کے مطابق انہوں نے پہلی متنازعہ تجویز پیش کرتے ہوئے کہا: "جنگ صدارت میں خوش ہوں کہ آپ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ برطانوی حکمرانوں اور مذہب کی طرف سے وفا وفا اس اوجھٹ کے جو اطلاعات کئے گئے کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کا کام وہاں کے لوگوں کو حکومت خود اختیاری کے لئے تیار کرنا ہے، بالکل صاف اور واضح تھے لیکن میں خود دے کر کہوں کہ ہندوستان توجہ کرتا ہے کہ اب ان اطلاعات کو پہلے جاننا پڑتا ہے گا۔"

یہ پہلے ان اٹھوں میں سے زیادہ پر گھوڑا تھا، جہاں سے پہلے انہوں نے خطاب کیا تھا۔ جناح کے لئے یہ بالکل تھا کہ وہ شاستری کی طرح اپنی تقریر میں طوطا اور چالوئی کرتے، حکم کی بات نہ کرتے یا اس تاریخی موقع پر کوئی تاریخ ساز ٹیپڈیا پیش نہ کرتے۔ ان سے پہلے جس دلیان ریاست نے خطاب کیا، ان کی وقار و روایتی جملوں اور فقروں سے ہماری ہوئی تھیں، لیکن جناح کی تقریر ہم ٹیل کی طرح تھی۔ تقریر کے آخر میں انہوں نے کہا "میں کانفرنس میں دولت مشترکہ کی دو منیٹوں کے وزیر نے اعظم اور نمائندوں کی موجودگی کا غیر مقدم کرنا ہوا۔ مجھے خوش ہے کہ وہ یہاں ایک نئی ذہنیں آغا کے قیام کا مشاہدہ کرنے کے لئے موجود ہیں۔" برطانوی دولت مشترکہ میں ان کے شانہ بشانہ خارجہ کے لئے تیار ہے۔ کیا سامعین میں سے کسی نے بھی یہ سوچا کہ مسٹر جناح کی حریف مقصد ایک ایسی ذہن کی قیادت کرنا ہے جس کا دور دور تک کسی نظر نہیں آ رہا تھا؟

مگر پہلی جو خطاب اور جہم کے گورنر نے کیے تھے اور کانفرنس میں حکومت ہند کے سینئر مشیر کی منیٹ سے شرکت کر رہے تھے، یقیناً ان لوگوں میں سے ایک تھے۔ یہ جناح کی فراست و دور بینی کا اندازہ لگانے میں نا کام رہے۔ انہوں نے وائٹ ہال سے لارڈ اوری کو مطلع کیا۔

"جمہوری طور پر اس وقت سلطان شہناشاہ سے حتمہ نظر آتے ہیں۔ آغا خان نے ان کی رہنمائی نہیں کی بلکہ

اکثریت کی جی وی کرنے کو بہتر سمجھا۔ بلاشبہ جناح پر اس بارے میں بہت ٹک و شبہ کیا جاتا ہے۔ کانفرنس کے آغاز میں اس نے وہ کچھ نہیں کہا جس پر ان کی جماعت نے اتفاق کیا تھا۔ اس نے اپنی تقریر کی ایک نقل کانفرنس سیکرٹریٹ کو پیش کی دینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ دیگر مندوبین میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ تاہم اس میں ٹک نہیں کہ جناح پیشہ ان تمام مصلحتوں کی طرح جو ان کے اسلاف بمبئی کی مارکیٹ سے خریدے کرتے تھے 'مصلحتوں مزائی اور جو شہبازی سے کام لیتے رہے ہیں۔'

کانفرنس کا دوسرا اجلاس ۷ نومبر ۱۹۳۰ء کو بمبئی کے چیلز میں منعقد ہوا۔ قتل ازلی گزشتہ شب مسٹر جناح 'سر فطیح اور تنہا خان نے سپر شیلڈ لا' جناح اور ڈاکٹری ایس کوٹے سے جواب بمبئی کی قیام گاہ پر طاقت کر کے باہمی اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ تاہم آغا خان کے بقول یہ محض 'سطحی ہم آہنگی' تھی 'جب کہ جذبات اور نقطہ نظر میں گہرے اور مشکل اختلافات بدستور موجود رہے کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی۔ جناح اور ان کے زیادہ تر ساتھی اپنے چودہ نکات پر مصر تھے۔ سپر اور شیلڈ لا ان میں محض نصف نکات ماننے کو تیار تھے۔ جناح اور کوٹے بھی سارے نکات قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔

مسٹر جناح کے نوڈش کے مطابق کانفرنس بہت وسعت اختیار کر گئی۔ جب کہ ابتدائی بیٹن میں صرف تین 'دوسرے بیٹن میں چھ اور تیسرے بیٹن میں چار مذاکرے کی گئیں تھیں۔ یہ تقریریں اتنی طویلانی 'بھری' کے الفاظ سے بھرپور اور فصاحت و بلاغت پر مشتمل تھیں کہ صدر کانفرنس نے اگلے طور پر کے لئے دس منٹ کے وقت کی قید لگا دی 'کیونکہ سامعین پر ظاہر ہوا کہ ان کا قیمتی وقت اکڑوہارے گئے دلائل پر ضائع کیا جا رہا ہے۔ سپر کے الفاظ میں ان تمام ہندوستانوں کی مذاکرہ کا پانچ سوچ تھا کہ تیار مستقبل معرض فکر میں ہے۔ وہ وقت گزر گیا' جب ہندوستانوں کو تقنین کی جاتی تھی کہ وہ محدود حق سے کام لیں۔ "وہاں ریاست کی تمام کی کرتے ہوئے ہندو کے گائیکہ اڈے اس سے بھی زیادہ صاف کوئی سے کام لیا۔ یہاں تک کہ سر فطیح نے بھی مزید "آخری اقدار" سے بچنے کا مشورہ دیا۔ تاہم گزشتہ پارٹی کے وفد کے سربراہ لاڈل جیل نے ان تمام اہلکاروں کو نظر انداز کر دیا۔ اگرچہ وہ بڑی اہم 'جو شہبازی والی اور بالکل درست ثابت ہوئیں۔ لاڈل جیل نے اصرار کیا کہ پہلے سامعین کشن کی سفارشات پر عملدرآمد کیا جائے۔

۷ نومبر کو مسٹر جناح نے صرف دس منٹ خطاب کیا۔ انہوں نے لاڈل جیل کو براہ راست غائب کرتے ہوئے کہا کہ سامعین کشن کی رپورٹ سے جان ہو چکی ہے۔ 'پھر انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں وہ دلائل پیش کئے جو بعد ازاں مصلوٹا سکسٹن کی صم میں ان کی طرح جلی کا گائیادی ستون بن گئے۔ اب ان دنوں نے بعد میں کھٹاکہ جب میں نے مسٹر جناح سے پوچھا "تپ کو پاکستان کا خیال پہلی بار کب سوچا؟" تو انہوں نے جواب دیا: "۱۹۳۰ء میں۔" تاہم اس امر کی کوئی واضح شہادت موجود نہیں کہ اس وقت تک انہوں نے اپنی بعدہ کی بات سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا۔ بہر حال نومبر ۱۹۳۰ء میں انہوں نے وہ نکات کی وضاحت کی اور اپنی آنکھوں بائیس کے بارے میں دایرانہ رائے کا اظہار کیا۔" مجھے یہ کہنے میں کوئی ہلک نہیں کہ برطانیہ ہندوستان میں تجارتی اور سیاسی نوعیت کے مفادات رکھتا ہے "اس لئے وہ اس مسئلہ کا فریق ہے۔ ہندوستان کے آنکھوں آئین سے گہرے وابستگی رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں ہمارے مفادات برطانیہ سے کہیں



لڑاؤ اور انتہائی اہم ہیں۔ برطانیہ کے محض ہائیاتی، تجارتی یا سیاسی مفادات ہیں، جب کہ ہمارے ہر قسم کے مفادات ہندوستان سے وابستہ ہیں، جہاں تک فزقوں کا تعلق ہے۔ یہاں میز کے گرد چار بڑی پارٹیاں بیٹھی ہیں۔ دو برطانوی حکومت، ہند کے اہلیان ریاست، ہندو اور مسلمان ہیں۔

مسٹر جناح نے بہت پہلے مسلمانوں کے قصہ میں مفادات، ضروریات، مسائل اور مطالبات کا اور اک کر لیا تھا۔ لیکن یہ ان سے پہلا تہوار تھا جو ان کی پاکستان حکمت عملی کا بنیادی پتھر بن گیا۔ یعنی "مسلمان" ہندوستان کے "بچی" مسئلے میں ایک پارٹی ہیں، "ایک ٹیبلہ ہلاک ہیں" جو ہندوؤں، اہلیان ریاست اور برطانیہ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں، "اگرچہ تھوڑی دیر میں ان سے کم اور اثر و رسوخ کے لحاظ سے غیر اہم ہیں۔ ان کا جیٹ کھڑا "دراخت" اگرچہ اہم تھا لیکن اس کی حیثیت ایک دشمنی سے زیادہ نہیں تھی، "ہنہ لوگوں نے ان کی تقریر سن کر انہوں نے اس دشمنی کو "سودا بازی کرنے والے کی زبان" قرار دیا۔ انہوں نے شرکار کا غرض کو غیور کیا کہ "اگر یہ گول میز کانفرنس ہندوستان کی انگوٹھ کے مطابق کسی سمجھوتے پر نہ پہنچ سکی تو پھر کہو مسلمان اور دوسرے لوگ جو آپ تک الگ تھلک رہے ہیں، "تھلک ہم تھاؤں میں صبر لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

اس کے بعد مسٹر جناح نے یہ "اہم اصول" بیان کیا جس کے بارے میں انہوں نے توقع ظاہر کی کہ کانفرنس کے انگریز نمبر ان اچھی طرح یاد رکھیں گے۔ "ہندوستانی اپنے گھر کے خود مالک بننا چاہتے ہیں۔ میں کسی ایسے دستور کا تصور نہیں کر سکتا جس میں ملک کو چلانے کی ذمہ داری ایسی لکھتے کو نہ سونپی گئی ہو جو حقیقت کے دوسرا ہوا ہوا ہو۔ یہ وہ کم سے کم مطالبہ ہے جس کی تکمیل سے اردن آئے ہوئے ہندوستان کے سیاسی لیڈر اور برطانوی ہند کی بیٹوں میں ہند بڑا ہلاک کن مسلمان ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے میکڈونلڈ کو یاد دلایا کہ "وہاں پٹنلیر کانفرنس میں مصطفیٰ کے وزیر اعظم نے اعلان کیا تھا۔ "مجھے امید ہے کہ آئندہ چند بیٹوں میں "سائوں میں نہیں" برطانوی دولت مشترکہ میں ایک نئی ذمہ داری کا اضافہ ہو جائے گا۔ میری مراد ہندوستان سے ہے۔" مسٹر جناح نے زور دے کر کہا: "۱۹۳۸ء سے اب تک ۱۱ سال گزر چکے ہیں۔"

مسٹر جناح وفاق کے لئے آئیں کا ڈھانچہ مرتب کرنے والی اس سب کمیٹی میں شامل تھے جس کی سربراہی سکی کر رہے تھے۔ سر شفیق کی سمیت میں انہوں نے کمیٹی پر یہ واضح کیا کہ ایسا کوئی دستور قابل عمل نہیں ہو گا جس میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو احساس قحط و سلاحتی فراہم کرنے والی دفعات شامل نہ ہوں۔ "وہاں ملو، جلد و سب کو ہندو مسلم تقاضہ کے حل کے حلیے میں اردن کی ہر کو خوش کی ناکامی کے بعد نیلی نے اردن کو رچ روت دی۔" اس حلیے میں آخری میٹنگ وزیر اعظم کی دیکھی رہائش گاہ، "پٹنیر" میں منعقد ہوئی۔ جس کے لئے مسلمانوں اور ہندوؤں کو بوسوں کے ذریعے وہاں پہنچایا گیا۔ میں نے گزشتہ رات ان میں سے بعض کے ساتھ بات چیت کی۔ جہاں تک جیٹ گولٹی کرنے کا تعلق ہے، "آوارہ رہے ہیں کہ مسلمان جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہو جائیں گے۔ تاہم وہ انتخاب اور نکال میں برائے نام اکثریت اور دوسرے صوبوں میں جیٹ گولٹی حاصل کر لیں گے۔" نیلی کی جیٹ گولٹیاں عمل آزمت ثابت ہو گئیں۔ مسلمان ہندوستان سے ڈالے گئے جبرہ خود وہاں کے قوت پر ان کا انتخابات سے دستبردار ہونے پر چار نہ ہوئے۔ انہوں نے نہ صرف مذکورہ مطالبات پر اصرار قائم رکھا بلکہ وہ ان تمام شرکار پر ڈٹ گئے جو ان کے چودہ نکات میں شامل تھے۔ دوسری طرف انکو ٹوٹنے کی قیادت میں

ہندو اس سمجھوتے سے کمر گئے جو چند نکات کے بارے میں ہوا تھا۔ اس طرح "عمل بحران" پورا ہو گیا۔ راجسے میکڈوئل نے اس فیصلے سے انکار پریشان و دلبرداشتہ ہوا کہ اس نے لارڈ کننگھم کو جو ان دنوں کینڈا میں گورنر جنرل تھا، واپس ہندوستان بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ وائسرائے کی حیثیت سے اردن کی میعاد پر ایل ۳۱ میں ختم ہونے والی تھی، لیکن برطانوی وزیر اعظم نے ۲۳ دسمبر ۳۰ کو ہی حکومت کینڈا کو کننگھم کی بابت فیصلے سے انکار کیا۔ و کننگھم جنگ عظیم اول کے دوران بھرتی ناکور نہ رہ چکا تھا اور اس زمانے میں مسٹر جنرل کی اس کے ساتھ امن بن ہو چکی تھی۔ سب ہڈ گرام ۱۱ د ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک وائسرائے رہا۔ حسن اتفاق سے مسٹر جنرل نے یہ سارا عرصہ لندن میں گزارا۔ اگرچہ وہ مزاج اور ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے اب ۱۹۳۶ء کے نو جوان قوم پرست انقلابی لیڈر نہیں رہے تھے، جس نے و کننگھم کے خلاف احتجاجی مظاہروں کی قیادت کی تھی۔ جنرل کے حلقہ و کننگھم جو تاثرات رکھتا تھا ان کے بارے میں اس قدر کہنا کافی ہو گا کہ اس نے انھیں برائیت سمجھتی تھی۔ الگ تنگ دکھا، جسے آخری گول میز کانفرنس کی تباہی کو ایک نئے طے کی صورت میں مدد کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ اگرچہ و کننگھم کے دور حکومت میں مسٹر جنرل نے لندن میں قیام کو ترجیح دی، تاہم وہ گاہے گاہے شملہ، دہلی اور بمبئی کے پھر گاتے رہے۔

## پاکستان کا تصور پیش کیا جا رہا ہے

راجسے میکڈوئل کی طرف سے فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل میں ناگہمی کی خرابی کینڈا اپنی تھی کہ مسلم ایک کے سالانہ اجلاس کی تاریخ سر آگئی۔ یہ اجلاس ۲۹ اور ۳۰ دسمبر کو لاہور میں ہوا جس کی صدارت اردو کے صوفی شاعرہ ڈاکٹر سوزا اختر اقبال نے کی۔ وہ "لگن ان" کے سر خٹے "انہوں نے اعلیٰ تعلیم پٹیل برک میں نہیں پائی تھی اور نیشنل کالج آکسفورڈ کے گریجویٹ تھے۔ ان کا ہنگامہ مذہب کی طرف بہت زیادہ تھا اور پنجاب کی سیاست میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۰ء تک پنجاب اسمبلی کے رکن رہے۔ الہ آباد سیشن میں انہوں نے پہلی بار دو قوی نظریہ پیش کیا اور دعویٰ کیا کہ ہندو مسلم عازمہ کو کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ ابھی تک انہوں نے دونوں قوموں کی مکمل علیحدگی کا چار نہیں، تاہم یہ بات خود دوسے کرکھی کہ جمہوریت کے یورپی اصول کا ہندوستان پر اطلاق نہیں ہو سکتا، جب تک فرقہ وارانہ گردنوں کی حقیقت کا اعتراف نہ کیا جائے۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ ان کے لئے ہندوستان کے اندر مسلم املا کا قیام مکمل میں لایا جائے، "پائل درست اور چاڑ ہے۔ ایک قدم اور آگے بڑھا کر انہوں نے کہا: ہمیں پنجاب، شملہ، مٹھی، سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست کی صورت میں متحد دیکھنا چاہتا ہوں۔ جسے برٹش امپائر کے اندر یا اس کے باہر حکومت خود اختیاری حاصل ہو۔ شمال مغرب میں مسلمانوں کی مذکورہ ریاست کی تشکیل مسلمانوں کو تم از کم شمالی مٹھی، ہندوستان کے مسلمانوں کی آخری منزل ملتی ہے۔" اقبال گول میز کانفرنس کے بارے میں زیادہ امید نہ تھے۔ اپنی تقریر کے آخر میں انہوں نے راجسے میکڈوئل عذر پر کھٹے چٹنی کرتے ہوئے کہا کہ اس نے یہ فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔"

۱۱ جنوری ۱۹۳۱ء کو کنگھا خان، مسٹر جنرل اور سر شعلی نے راجسے میکڈوئل سے ملاقات کر کے اسے خبردار کیا

کہ اگر حکومت کے پالیسی بیان میں اقلیتوں کے لئے نسلی بنی تحفظات کا اعلان نہ کیا گیا تو مسلم مندوبین کانفرنس کے اندر کردہ نتائج کے لئے تصدیقی قراردادیں لکھیں گے۔ کانفی دوار کا واس لکھتا ہے "دوسرے میکڑو نے کانفرنس کے دوران اب تک جناح کا تعاون حاصل کرنے کی جڑی کو خشک کی تھی۔"

ایک موقع پر ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے میکڑو نے کہا:

"ہندوستان میں متوقع تبدیلیوں کے پیش نظر حکومت برطانیہ کو ایسے ممتاز ہندوستانیوں کی تلاش ہوگی جن کی حیثیت صوبائی گورنر تقرریاں کی جا سکیں۔" اس تجویز کا واضح اشارہ یہ تھا کہ مسز جناح کے لئے صوبائی گورنر بننے کا شاندار موقع ہو گا اگر وہ طرد کو حکومت کا تاجدار اور مولانا ثابت کریں۔ جناح نے فوراً جواب دیا "میری اپنی خدمات فروخت کے لئے دستیاب نہیں۔" یوں انہوں نے میکڑو ایڈ کی پیشکش جڑی بے اعتنائی سے ٹھکرا دی۔ ان کے نزدیک اس کی حیثیت سیاسی رشرت سے زیادہ نہ تھی۔

اس وقت کانفرنس پر مسز جناح کا سختی سے عمل ان کے ناقابل بکاؤ ہونے کی طرح 'اہم عامل بن چکا تھا' اس نے لندن میں سلطان وفد کی اور بعد ازاں پورے مسلم ہندوستان کی قیادت کرنے میں بڑی مدد دی۔ پہل گول میز کانفرنس کے اختتام پر سلطان وفد یہ جاننے کے لئے پنجاب تھا کہ انہیں میں اقلیتوں کے لئے کون سے تحفظات شامل کئے جانے والے ہیں۔ اس مسئلے میں آغا خان کو ایک خط موصول ہوا۔ وفد نے فوری طور پر ان کے کمرے میں جمع ہو کر اس پر غور کیا اور مسز جناح کے آنے سے پہلے 'نہ لیٹ آئے تھے' اس کی منظوری دے دی۔ انہوں نے خط کا بطور مطالبہ کیا اور ایسی غامبی کی شکایت کی جس کے ہوتے ہوئے کچھ باتیں نہیں رہتا تھا۔ ایک ایسی غامبی 'نہ اس سب پر پانی بھردیتی' جو کچھ تسلیم کیا گیا تھا اس کو آخری پر سب دنگ رہ گئے 'نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے اپنی قوم کے لئے کامیابی سے کام لیا تھا۔

اس طرح مسلمان وسط ہندوستان میں کانفرنس کے اختتامی سیشن کے موقع پر ایک جہاں ہو گئے اور انہوں نے اقلیتوں کی سب کچھ کے آگے اپنی آخری پیشکش رکھ دی جس میں ایک تو یہ تجویز کیا گیا تھا کہ پنجاب میں ہندو، سکھ اور مسلمانوں کے مابین برائی (مصلحت) ہوئی چاہئے۔۔۔۔۔۔ دوسرے بنگال میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مساوی حیثیت ملنی چاہئے' تاہم یہ دونوں مقول تجویزیں پنجاب کے مسلمانوں اور بنگال کے ہندوؤں نے قبول نہیں کیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اختتامی سیشن میں جناح 'شیخ یا آغا خان میں سے کسی نے بھی تقریر نہیں کی۔ البتہ شیخ کی صاحبزادی حکیم شہناز نے وزیر اعظم اور برطانوی مہمانوں کا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے صراحت و ستائش سے پر تقریر کی اور کانفرنس کی کارکردگی کو ایک "نئے عہد کے طلوع" سے تعبیر کیا 'انہیں جناح کے تاثرات ایسے تھے جودہا نقل لندن آئے کے موقع پر انہوں نے کانفرنس سے جو امیدیں وابستہ کی تھیں وہ بری طرح ناگام ہو چکیں اور ہندو مسلم تفریق کے حل کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ انہوں نے فاطمہ جناح اور اپنی صاحبزادی دیا کو بھی لندن بلایا تھا کہ وہیں ان کے ساتھ قیام کریں۔ اب مسز جناح نے ایسے مکان کی تلاش شروع کر دی تھی جس میں تینوں اچھے رہ سکیں۔ وہ بنگ کو اقبال اور ان کے بھائی دوستوں کے لئے چھوڑنے پر تیار ہو گئے تھے۔ اب ان کی صرف ایک تہذیبی شخصیت رہ گئی تھی 'وہ تھی پارلیمنٹ کا رکن بننے کی انگلی' خواہ کسی پارٹی کے ذریعے اس میں کامیابی حاصل ہو۔ شاید ان کی سوچ یہ تھی کہ وہ اب بھی مسلمانوں کی خدمت

کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو پوری کونسل کا بیچ تو کہیں نہیں کیا، جو ان کے کامیاب کیریئر کا موافق ثابت ہو گا۔ انہوں نے جوں جوں ہندوستان کے بارے میں خبریں پڑھیں اور وہاں سے ہر اطلاعات موصول ہوئیں، ان سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ بحران کے منہرے ہٹ جانے ہی دانش مندی ہے۔

مسٹر جتلی نے لندن کے "اتر نیپل" میں گراویہ پر مجسمہ حاصل کرنے کے لئے درخواست کی، جو انہی دنوں خالی ہوا تھا۔ اس وقت نیپل کے فرانسیسی سربراہان سامنے تھے۔ انہیں جلدی "کنگریج واک" میں مطلوبہ مجسمہ پیش کیا۔ تاہم مناسب مکان کے حصول میں کئی مہینے لگ گئے۔ جو کچھ یاد دہ کے صدائق بالآخر کھینڈ ورسٹ ہیلٹھ روڈ پر ان کی پسند کا ایک چار تین منزلہ مکان مل گیا، جہاں انہوں نے کئی سال گزارے۔

لاڈلو کنڈلن نے ۱۸۹۱ء میں اپریل ۱۸۳۱ء کو بطور وائسرائے ہند حلف اٹھایا۔ لندن سے روانگی سے پہلے اصرار مارچ کو اس کے نور مسٹر جتلی کے بائیں ایک طرہ شمار طاقت ہوئی۔ اس طاقت میں ہونے والی کھٹکھٹا کا کوئی دیکھارہ دستیاب نہیں ہوا۔ عام قیاس یہی ہے کہ وہ پرانے دوستوں کے درمیان خوش قسم کی بات چیت ہوئی ہوگی، جس میں مسٹر جتلی نے نئے وائسرائے کو مسلمانوں کے مطالبات سے آگاہ کیا ہو گا۔ وائسرائے کے جواب کا بھی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ وہ ہر اقلیت کے معاملے میں عدول کرنے والا اور مسلمانوں کے مطالبات کی حوصلہ افزائی کرنے والا تھا۔ اسے اس بات پر یقیناً خوشی ہوئی ہوگی کہ سیاسی امور میں مسٹر جتلی کی نظریاتی پختہ ہو گئی۔

## برٹش پارلیمنٹ کا ایکشن لڑنے کی خواہش

ابتداء میں جتلی کو توقع تھی کہ وہ لیبر پارٹی کے ذریعے پارلیمنٹ کے ممبر بن جائیں گے، کیونکہ اس پارٹی کا پروگرام ان کے سیاسی نظریات سے بہت ہم آہنگ تھا، تاہم پہلی گول میز کانفرنس میں بعض بنیادی مسائل پر انہوں نے عدم تعاون کے جس رویے کا اظہار کیا، اسے دامن سے جھٹکنا نہ نے براہمنوں کیا اور مسٹر جتلی کے لئے اس کی ہر دلیاں خاص بلکہ پورے برٹش لیبر پارٹی تک یہ فوجت آگئی کہ وہ مسٹر جتلی کی کوئی مدد کرنے کو تیار نہ تھا۔ حتیٰ کہ انہیں طاقت کا وقت دینے سے بھی انکار کر دیا۔ مسٹر جتلی اس وقت تک انڈیان سوسائٹی میں شمولیت اختیار کر چکے تھے، لیکن لیبر پارٹی کی قیادت اب بھی انہیں اپنا امیدوار بنانے پر رضامند نہ ہوئی۔ اس لئے انہوں نے لیبر پارٹی سے رشتہ توڑ کر کنگز روڈ پارٹی کا رکن بننے کا فیصلہ کر لیا اور اس مقصد کے لئے آغا خاں سے رابطہ مانگی۔ اگرچہ کنگز روڈ پارٹی روایتی طور پر ہندوستان کے جملہ سیاسی مطالبات کے تحت خلاف تھی، لیکن آغا خاں کی طرح جتلی کو اپنی امید تھی کہ وہ اس پارٹی کو کانگریس کے اختلافیوں کے برخلاف مسلمانوں کے مطالبات میں دلچسپی لینے پر یقیناً آمادہ کر دیں گے۔

لیکن آغا خاں سمیت اعلیٰ سطح کی ہندو سفارش کے باوجود مسٹر جتلی کوئی ایسا ملحقہ حلقہ نہیں کر سکے، جہاں سے وہ ایکشن کر سکتے۔ اگر وہ برٹش پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہو جاتے تو اس امر کا قوی امکان تھا کہ کبھی وہاں ہندوستان نہ جاتے۔ اگست ۱۸۹۱ء میں ایک مقدمہ کی ججوری کے سلسلے میں انہیں گھنٹہ گناہ چڑا۔ اس دورے میں ایک شام انہوں نے گھنٹہ گناہور ٹی ٹی سٹوڈنٹس یونین کے اجلاس سے خطاب کیا۔ گول میز کانفرنس کی ناکامی اور ہندوؤں کے رویے سے اپنی مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے سامعین کو بتایا: "ہم لندن میں پکڑ کاٹتے رہے

اور یہاں ہندوستان میں بھی ایسی جگہوں پر چکروٹے جا رہے ہیں۔ لیکن اس سیدھے رشتہ تک نہیں پہنچ سکے جو  
 ایسے آزادی کی منزل پر پہنچا رہے۔" گھنٹوں سے فارغ ہو کر وہ شملہ بھی گئے وہاں اسمبلی کے پرانے ساقیوں سے  
 ملاقاتیں کیں اور آخر میں وائسرائے و انگلینڈ سے بھی ملے۔

## دوسری گول میز کانفرنس

لارڈ ارون نے اپنا عہدہ چھوڑنے سے پہلے گاندھی سمیت ہزاروں سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا تھا۔ ۷ اگست  
 ۱۹۴۱ء کو گاندھی نے و انگلینڈ کو مطلع کیا کہ اگرچہ کانگریس سطحوں میں بہت سے ٹھوک و شہمات پائے جاتے ہیں  
 تاہم میں نے دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کا مقصد ادا کر لیا ہے۔ و انگلینڈ نے ان کے جذبات کا خیر  
 مقدم کرتے ہوئے اپنی طرف سے ٹیک خواہشات کا اظہار کیا، ہر طرح کے تضاد کا ختم کیا۔ وائسرائے نے  
 راجسے میکڈونلڈ کے نام ایک مراسلے میں گاندھی کی بابت لکھا: "وہ ایک عجیب و غریب قسم کا پھرنا شیطان ہے"  
 جو بیوقوف اپنے مفاد کے لئے کام کرنا دیتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس کے تمام کاموں میں "خیر" اہمیت اس پر  
 غالب رہتی ہے۔" گاندھی کانگریس کے اگلے نمائندے کی حیثیت میں لندن روانہ ہو گئے۔ جو اہر لال ان کے  
 ساتھ جانا چاہتے تھے اور بہت سے دوستوں نے بھی مصافحہ سے کہا کہ وہ نسو کو ساتھ لیتے جائیں لیکن وہ شملہ  
 مسز جناح اور ان کی جہیز میں وائیں لندن آ گئے۔ نئے پاسپورٹ میں جو انھیں ۱۹۳۱ء میں ملے تھا ان کی جانے  
 سکونت ہندوستان کے جانے انگلستان راج کی مٹی تھی۔ وینا کو ایک قریبی روزگ سکول میں داخل کر دیا گیا تھا  
 اور اب فاطمہ جناح انہیں اپنے بھائی کی وائیں کا انتظار کر رہی تھیں۔ کئی ہفتوں کے بعد مسز جناح کے لوٹ آنے  
 سے گھر کی اداسیاں دور ہو گئیں۔ انہی دنوں نیکرزی آف شیت وینا ڈومین نے مسز جناح کو دوسری گول میز  
 کانفرنس کی فیڈرل دستور ساز کمیٹی میں شامل کر لیا۔

یاد رہے کہ یہ کانفرنس ۱۹۴۶ء کو شروع ہوئی تھی تاہم اس میں ان کا کردار پہلی کانفرنس کے مقابلے  
 میں بالکل غیر نمایاں تھا۔ اس وفد پر رے ہندوستان کی ٹاپیں گاندھی پر لگی ہوئی تھیں کیونکہ وہی ہر کمیٹی میں  
 ہندوستان کی نمائندگی کر رہے تھے اور ہر عمل پیش میں وہی بولتے تھے۔ فیڈرل دستور ساز کمیٹی کا اجلاس ۷  
 سے ۷ اگست تک لاہور ساگی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اگلے روز راجسے میکڈونلڈ نے اہمیت کمیٹی کا اجلاس  
 پھر سے بلایا جس میں گاندھی بھی شریک ہوئے۔ یہ اجلاس ۱۵ نومبر تک ہوا تاہم یہاں تک کہ کانفرنس کا عمل  
 اجلاس منعقد ہونے کے باوجود اس کمیٹی کا اجلاس ختم کر دیا۔

پہلی کانفرنس کی طرح دوسری کانفرنس بھی کوئی نمایاں مقصد حاصل نہ کر سکی حالانکہ اس کے شرکاء میں لاہور  
 ساگی، مسلمان گاندھی، سید، امیر اکبر اور بہادر جیسے جماعتیہ و قریب کار لیڈر شامل تھے۔ مسلم وفد اپنے سابقہ  
 مطالبات پر مضبوطی سے ڈھارے۔ اگرچہ لاہور ساگی کی راجسے یہ تھی کہ اس کی کمیٹی کے طویل مباحث ختم کر کے  
 ایک حل ایذا فیڈرل کا قیام عمل میں لایا جائے لیکن مسئلوں کی وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے مسز جناح نے  
 واضح الفاظ میں اظہار کیا: "میں اب بھی اس رائے کا حامل ہوں کہ حل ایذا فیڈرل یٹن کی اسکیم کے عمل  
 ہونے میں کوئی سہل گاہ نہیں ہے۔ ابھی تک اسکیم کے کسی اہم جزو کو بھیجیہ پر اتفاق رائے نہیں ہو سکا ہے۔" سر

شاہنواز بھٹو نے بھی 'جو سندھ کے امیر ترین جاگیردار اور آسٹریلیا کے ایک وزیر اعظم (ڈو القادر علی بھٹو) کے والد تھے' اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔ راجے میکڈانڈاک آفری تقریر میں اعتراف کرتا ہے کہ کوئی واضح نتیجہ حاصل کیے بغیر کانفرنس ختم ہو گئی ہے۔

مشرقی۔ اسی۔ براہِ بدھوستان کے متحمل ترین مل مالکان میں سے ایک اور کانگرس کے حامی تھے 'امام ابن اپنے صنعت و تجارت کی فیڈریشن کی طرف سے کانفرنس میں شریک ہوئے تھے' انہوں نے بڑی صاف گوئی سے کام لینے ہوئے لکھا: 'میں کو کچھ ہوا ہے' ہم اس سے قطعی مطمئن نہیں ہیں۔" مشر براہ بدھوستانی، بھٹو اور ملک کی اقتصادی صورت حال پر غور کرتے ہوئے 'دو برطانوی کانیز کے کسی رکن کی تنقید سے کم نہیں کھی جاتی تھی۔ انہوں نے ایسی کئی تہاویں پیش کیں، جن پر عمل کر کے بدھوستان کے مسائل نہ بچتے۔ برطانوی افراطیات میں ۳۰ سے ۵۰ فیصد تک کمی کی جا سکتی تھی لیکن اس موقع پر انہوں نے آج بھی "تخطات" کے خلاف سب سے زیادہ زور دار آواز بلند کی۔ انہوں نے حکومت برطانیہ کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ بدھوستان کے سرمایہ کار کو نظر انداز نہ کرے۔ سرمایہ کار ان تخطات سے سخت نفرت کرتا ہے کیونکہ یہ اس کے ملازمین نہیں ہیں، یہ محض شہری سرمایہ داروں اور سامراجیوں کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔"

کانگری نے کانفرنس سے سب سے آخر میں خطاب کیا۔ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء کو اتر میں رات کے بعد اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"کانگریس تمام رے بدھوستان کے جملہ مفادات کی نمائندگی کا دعویٰ کرتی ہے۔ یہ کوئی فرقہ وارانہ تنظیم نہیں ہے۔ یہ فرقہ واریت کی مکمل شورش ہے خواہ وہ کسی صورت اور شکل میں پائی جائے۔ اس کے بارے میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں کانگریس کو فریقین میں سے ایک فریق سمجھا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں 'برطانوی' عام اور زوردار کو اس حقیقت کا قائل کر دوں کہ کانگریس اس معاملہ میں اپنی اہم وادی ادا کرنے کی اہلیت نہ رکھتی ہے۔ کانگریس کل انڈیا سطح کی واحد قومی تنظیم ہے 'جو ہر قسم کی فرقہ واریت سے پاک ہے۔ میری بات یہ نہیں کہتے ہیں' انہیں تسلیم کرتا ہوں کہ مسلمانوں کا مسئلہ موجود ہے اور میں مکرر کہتا ہوں کہ جب تک اقلیتوں کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا، بدھوستان کو سوراخ نہیں مل سکتا، آزادی نہیں مل سکتی۔ آج میں مایوس نہیں ہوں کوئی نہ کوئی دن ضرور آئے گا، جس دن اقلیتوں کے مسئلہ کا کوئی حقیقی اور دیرپا حل وضع کیا جائے گا۔ میں جہر کہتا ہوں کہ جب تک غیر ملکی حکومت کی شکل میں ایک اقلیت کو دوسری اقلیت سے اور ایک طبقہ کو دوسرے طبقہ سے جدا کرنے والی قوت موجود ہے، نہ اقلیتوں کے مسئلہ کا دیرپا حل نکل سکتا ہے، نہ یہ اقلیتوں کے مابین دوستی و خیرگامی کی لہر قائم ہو سکتی ہے۔ کیا بدھوستان مسلمان اور سکھ اس وقت بھی برسرِ پیکار رہتے تھے، جب انگریزی حکومت نہیں تھی، جب انہیں انگریزوں سے ساتھ نہیں پڑا تھا۔ یہ لڑائی زیادہ پرانی نہیں ہے۔

میں یہ کہنے کی جرات کہوں گا کہ اس لڑائی نے انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی جنم لیا۔"

انہاں بذاتِ خود بنگال یا پنجاب میں مسلم اکثریت کی صحیح طاقت و اہمیت نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ وہ محض انہیں مسلمانوں کو ایک خدا میں لکھ چکے تھے، اس حقیقت کے پیش نظر کہ مسلم خواتین ہر دے میں رہتی ہیں اور ان میں سے بہت سی ہر ملک میں حصہ لینے پر آمادہ نہیں، نیز سماجی لحاظ سے بھی مسلمان بھٹوؤں کے دستِ مگر

ہیں، مصلحت و منہ میں انہیں اکثریت دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔“ جناب دوری کاغزنس اور اس کے نتائج کے بارے میں اور بھی زیادہ واضح تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے ایک پرانے صحابی دوست اور گواہ کو بھیجیں جو غل میں لپک کر تے ہوئے تھا: ”اس قسم کی جبروری سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں؟ انگریز مصلحت ہمارے ہمیشہ اشتکالات کی تلاش و تشہیر کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے چین کوئی کی کہ گاندھی کے منظر پر آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ انگریز انہیں یہ توقع بنائیں گے اور وہ انگریزوں کو۔“ آخر میں انہوں نے سوال کیا: ”گاندھیس کا یہ دعویٰ کہاں کیا کہ وہ مسلمانوں کی نمائندگی بھی کرتی ہے۔ مجھے اس کاغزنس سے کچھ حاصل ہونے کی توقع نہیں۔“

دوہر اعظم راجنہ میکھانڈ نے اپنے اختتامی خطاب میں کنگڈ کوشٹ دوہا کے دور میں جو بحث و مباحثہ ہوئے، ان سے ہمیں حل طلب مسائل کو ٹھیک طور سے سمجھنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ فوری اور مثبت اقدامات کے طور پر انہوں نے اپنی حکومت کے دو اہم فیصلوں کا اعلان کیا۔ ایک یہ کہ آئندہ مثال ملتی سرحدی صوبے کو پورے گورنری صوبے کی حیثیت حاصل ہوگی، دوسرے صوبہ کو سمجھنے سے الگ کر کے نیا صوبہ قائم کیا جائے گا۔ ان دو خصوصی سرحدات کے ملنے سے مسلم وفد کو اپنی سیاسی حکمت عملی کے درست ہونے کا یقین آگیا۔ یہ بات الگ ہے کہ آئندہ انتخابات میں مثال ملتی سرحدی صوبہ نے سرحدی گاندھی خان مہد الفواد خان کی قیادت میں مسلم لیگ کے، بجائے کانگرس کا ساتھ دے کر ان کی امیدوں پر پانی بھیر دیا۔

کانگزنس کی طرف سے شکر یہ ادا کرتے ہوئے گاندھی نے خیرباد کیا: ”جہاں تک میرا تعلق ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم اگلے نہیں چل سکتے، ہم جلد ہی جدا ہونے والے ہیں۔“ واقعی ایسا ہی ہوا، ہندوستان پہلے ہی گاندھی جی کو سمجھنے میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے برعکس جیلز نے برطانوی حکومت پر دودھنا شروع کیا کہ مرکز میں پوری ذمہ داری کے ساتھ ساتھ صوبوں کو مکمل طور پر آزادی دی جائے گی تاکہ یہ بات سامنے آجائے کہ وہ انہماک ریاست کا کسی وفاقی انتظام سے متعلق ہونا خارج از امکان ہے۔ انہوں نے اپنے انگریز دوستوں کو مزید حضورہ دیا کہ وہ فرقہ وارانہ مسئلہ جبروری طور پر حل کر دیں۔ میں ایسا اس لئے سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت نے فرقہ وارانہ مسئلہ حل کر دیا اور اس کے بعد مرکز میں ذمہ داری سونپے گا تو اٹھایا تو مسلمان اور ہندو دونوں قومیں حکومت کے خطوط کی ناک میں ہو جائیں گی اور خواہ اس کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر دیں گے، اس طرح آئندہ دوس سالہ سیاسی رسوائی کے لئے سانچہ تیار کر دیا گیا، جس میں جناب کے آئینی فارمولے کو انگریزوں کی حمایت حاصل رہی، جب کہ گاندھی اور اس کے حامیوں کو شدید انتظامی مزاحمت کرنا پڑی۔

اگلے چند سال جناب کی بالغ عمری کے خاموش ترین اور سیاسی سرگرمیوں سے بھر پور تھے۔ ان کے روزمرہ معمول میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ صبح ۹ بجے جینز کر کے وہ شہر میں واقع اپنے جیمیر میں چلے جاتے۔ ان کا انگریز ڈرائیور براڈریڈ ان کی کار چلاتا۔ انہوں نے پریوی کو نسل میں جلد ہی نام پورا کر لیا، تاہم وہاں بطور ج کام کرنے کی حسرت ان کے دل میں ہی رہی۔ جناب کی طرح انہیں چچائیں شہریت کی دعوت نہیں دی گئی، جنس جمابوگی روایت ہے کہ ”پریوی کو نسل میں جناب کی پرنسپل اتنی کامیاب نہیں رہی، جتنی کہ انہیں توقع تھی۔ اس چیز نے انہیں ۱۹۳۳ء میں ہندوستان واپس آنے کے لئے پہلے ہی آمادہ کر لیا۔“

دور گا اس نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ وہ لکھتا ہے، "بچپن ہوئی میں بچ کے دور ان دنوں نے اعتراض کیا کہ وہ اپنی قانونی پریکٹس سے ٹوٹ نہیں ہیں۔ ان کی اصل خواہش تو یہ تھی کہ پرانی کونسل کی جواز پھل کینٹی میں ایک سیٹ حاصل کریں یا پارلیمنٹ کے رکن نہیں۔ دراصل اس میں اس قدر صداقت لگتی ہے کہ وہ دوسرے بہت سے وکیلوں کی طرح پریکٹس میں یقیناً کامیاب ہوئے۔ تاہم صرف اس قدر مصروفیت ان کے لئے قانونی تھی۔ جانشین پارلیمنٹ کی ممبری ان کا مشائے مقصود تھا لیکن ان کے لئے کسی جتنے کا دروازہ نہیں کھلا۔ اگر پرانی کونسل کی جواز پھل کینٹی میں انہیں کوئی سیٹ مل جاتی تو وہ اس سے بھی جلد ہی ہزار ہو جاتے۔ ایک سال سے کم عرصے میں انہوں نے سمیٹے پتہ کا ایک ایک انچ قدموں سے باپ والا ہو گا اور لندن کے برہمن اور کور ہوئی میں کھانا کھا چکے تھے۔ کورسٹ ایڈ کا میجر اب بھی ان کے لئے ہاٹ کشش تھا اور آکسford یا کیمبرج کے پرائے و سٹون سے ملاقاتیں بھی اپنے اندر دلچسپی کا سامان رکھتی تھیں۔ اس کے باوجود ان کی ملا جلیوں کو تحریک دینے والی کوئی سرگرمی موجود نہیں رہی تھی۔ ان کی زندگی کے لئے کوئی بیچ نہیں رہ گیا تھا۔ بچ پانے کے لئے وہاں کوئی اعلیٰ سطح کا اجلاس نہیں ہو آتا تھا۔ نچا دکھانے کے لئے ان کے پانے کے حرف نہیں تھے۔ لیکن سال کی عمر میں ان کی زندگی میں ایسا گھراؤ آیا تھا جو مشامت میں قبر کی خاموشی سے کسی طرح کم نہ تھا۔

ان کا دل بٹانے والی صرف ایک تھی لیکن وہ گھر سے دور اسکول میں پڑھتی تھی اور کبھی کبھار چھٹیوں میں آتی تھی۔ وہ سیاہ آنکھوں والی خوبصورت لڑکی اور دلکش لڑکی تھی۔ وہ اپنی ماں کی طرح ہنسی تھی اور صوفی کی طرح شوئی یا ٹنگ مزاجی سے کام لیتی تھی۔ باپ کے علاوے بڑی ہوئی بیٹی تھی۔ اس کے پاس دو بچے تھے، ایک سیاہ رنگ کا دیرین اور دوسرا سفید رنگ کا ڈیونٹ ہائی لینڈ بھیر۔ بے شک گھریں فاطمہ جلال بھی تھیں لیکن وہ بہت زیادہ خاموش "او اس" مصروف اور پریشان لگتی تھیں اور مسٹر جلال کو ہر وقت بن ملائے سامانوں خصوصاً عورتوں سے چوکانا کرتی رہتی تھیں۔ وہ براس عورت سے غلط کرتی تھیں جو جلال کو پہنہ ہوتی تھی۔ یکم و ملاقات علی غلاں کہتی ہیں کہ "وہ دلی سے ہے جو غلط کرتی تھیں، میرے خیال میں وہ ہم سب کے بارے میں بدگمان رہتی ہوں گی۔ ہم انہیں شریر یا بھیا (WICKED WITCH) کہتا کرتے تھے۔"

نومبر 1957ء میں مسٹر جلال نے کمال اتاترک کی زندگی پر ایچ۔ سی۔ آر سنوٹنگ کی کتاب OKEY WOLF چھپی۔ ایسا لگتا ہے کہ ترکی کے اس عظیم معمار کی سوانح حیات میں انہیں خواہی زندگی کی بھلائیوں نظر آئیں، چنانچہ وہ گھر پر بیوی اور تنگ اسی کتاب کا تذکرہ کرتے رہتے، یہاں تک کہ دنیا کے ساتھ بھی اس بارے میں باتیں ہوئیں، جس نے ان کا نام ہی منکرے والے "دکھ دیا۔ دنیا کی عمر اس وقت نصف ۳۴ سال تھی، وہ مسٹر جلال سے کام لینے کا بہتر ٹاپ جانتی تھی۔ ہر اقرار کو "بچ اور بڑی" سمجھا جانے کے لئے وہ بڑے پیار سے اپنے باپ کو غائب کر کے کہتی: "تجربے منکرے والے، مجھے خاموشی قاتل دکھانے کے لئے چلے، کیونکہ میں چھٹی ہوں۔" اس کے بعد مسٹر جلال کے لئے یہاں وہیں کی کوئی گنجائش نہیں رہتی تھی۔

ان کی توجہ بنانے والی دیگر مصروفیات بھی تھیں لیکن ان کی فوجت کبھی کبھار آتی تھی۔ یکم شاہنواز لندن



وہیں، کئی حصے تاکہ پہلے دو کانفرنسوں کی سفارشات کو پارلیمانی بل کی شکل دینے میں ہاتھ نہ لائیں۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس کے لئے مسٹر جناح ہر طرح سے سوزناں تھے، لیکن انہیں نہ تو تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی، نہ ہی پارلیمنٹ کی جانٹ سلیکٹ کمیٹی میں حصہ لینے کو کہا گیا۔ آخری کانفرنس میں قاتلاں، شہزادہ خاں، سپرد، بیگم، پانڈو اور امبیہ کر لیاں تھے۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے ہارڈنگ، اردن، اسٹی، ڈیوڈ، لارڈ چانسلر اور آرتھر ہشپ آف کٹرڈی حصہ لے رہے تھے، البتہ جناح، گاندھی اور نہرو موجود نہ تھے۔ نہرو کو گاندھی کے واپس بھیج دینے سے پیشتر ہی ان تہا میں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا تھا، پھر کئی مہینے پر گاندھی کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا۔

## کیوبل ایوارڈ

جناح کی انہوں کو واپس اور وہاں سب سے الگ تھک قیام قید خانہ کی زندگی سے بہتر تھا۔ انہیں وہاں کے وطن کی یاد ستاتی ہوئی، لیکن وہاں کے حالات کئی طور سازگار نہ تھے۔

گورنمنٹ نے وزیر اعظم کے وعدہ کو نبھانے کے لئے "دوسری گول میز کانفرنس" کے خلاف ۱۹۴۶ء میں فرقہ وارانہ فیصلہ (کیوبل ایوارڈ) منظور کر کے لئے پارلیمنٹ میں پیش کیا۔ اس کی رو سے مسلمانوں کو جناب میں ان فیصلہ اور بنگال میں ۵۰ فیصد سے کم سیٹوں کی تعین دہائی کر دی گئی۔ جناب طاقت کا توڑوں خصوصاً مسلمات رکھنے والے یو پیوں کو حاصل تھا، یہ اگانہ طرز انتخاب کو بحال رکھا گیا۔ نیز ہندو اکثریت کے تمام صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ نمائندگی دی گئی۔ تیسری گول میز کانفرنس ۲۵ دسمبر ۱۹۴۶ء کو ختم ہوئی جس کے اختتام پر بیکرڈی تک شیٹ سر جیمز نیل چور لے اعلان کیا کہ مسلمانوں کو آٹھ اضافی مرکزی مرکز میں پوری ۵۵۔۳۳ فیصد نمائندگی دی جائے گی۔ نیز یہ کہ الیگز اور سندھ نام کے دو صوبے جلد ہی قائم کر دیئے جائیں گے۔

لومر کیرن میں جناب سے تعلق رکھنے والے ایک ۳۵ سالہ مسلمان طالب علم پوری رحمت علی نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس کا عنوان تھا "اب ہا بھر بھی نہیں"۔ ایلی عنوان کے تحت لکھا تھا: "کیا ہمیں زندہ رہنا ہے یا بیٹھ کے لئے مٹ جانا ہے؟"۔ گرام رحمت علی نے اپنی شائستگی "پاکستان کی قومی تحریک کے بانی" کی حیثیت سے کرائی تھی اور اس کے تین ساتھیوں کو بھی کیرن کے طالب علم تھے "محمد اسلم خان" شیخ محمد صادق اور حمید اللہ خان کے نام بھی پمفلٹ پر درج تھے جنہوں نے بظاہر اس پمفلٹ کے مندرجات کی ترتیب و اشاعت میں ہاتھ بٹایا تھا جس میں پہلی بار پاکستان کا نام لیا گیا تھا۔ رحمت علی نے ہندو مسلم تنازعہ کا یہ حل تجویز کیا تھا کہ ساڑھے تین کروڑ مسلمانوں کو نو پانچ لاکھ مقامی صوبوں یعنی سرحد، پنجاب، کشمیر، سندھ اور بلوچستان میں آباد ہیں، ہندوؤں سے الگ اپنا آؤر ملک قائم کرنے کا موقع دیا جائے۔ اگرچہ ۱۹۴۳ء میں کیا گیا یہ مطالبہ علامہ اقبال کے نقطہ نظر تہا ۱۹۳۰ء سے نافذ تھا، تاہم کیرن میں "پاکستانی قومی موومنٹ" کے بانی طلبہ کا اصرار تھا کہ ان کا بیان بنیادی طور پر علامہ اقبال کی تجویز سے مختلف ہے، کیونکہ علامہ اقبال نے امتیازِ دین کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کے الگ ہونے کی تشکیل کا تصور دیا تھا، بلکہ ہم دلائل سے باہر ایسی روایت کا قیام چاہتے ہیں۔ وہ زور دے کر یہ بات کہتے تھے کہ اگر مسلمانوں کو ہندوؤں کی جانب اکثریت پر مشتمل دلائل میں رکھا گیا تو ملک میں امن

آتشیں قائم نہیں رہ سکتی۔ اس صورت میں ہم اپنی تقریر کے آپ بگ نہیں ہوں گے، بلکہ ہندوؤں کی تھالی میں بکڑے ہوئے ہوں گے۔

پاکستان مافی پھلت کی اشاعت کے فوراً بعد متعدد کنزرویٹو حکام نے پارلیمنٹ کی انجینی اصلاحات پر جانکت کھینکی کے دعویدار مطالب پاکستان کو محکم اور بے معنی قرار دیا۔ سر میکاٹیل اوزائرنے "جو جیائزائیل بارغ کے مشہور زمانہ قتل عام کے وقت پنجاب کا گورنر رہ چکا تھا" وسط جون میں مذکورہ کھینکی کے سامنے قتل ایڈوائیزیشن کی مخالفت کرتے ہوئے دلیل پیش کی کہ "اگر ہندو اکثریت پر مشتمل وفاقی حکومت نے اپنی رائے مسلم اکثریت کے صوبوں پر فوٹوئی کی کوشش کی تو پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحدی صوبہ کو وفاقی سے الگ ہونے اور اپنا جداگانہ مسلم وفاقی بنانے سے کوئی چیز باز رکھ سکے گی جبکہ مسلم لیڈریشن کی تجویز پہلے ہی پیش کی جا چکی ہے۔ جنرل اوزائرنہ وضاحت نہیں کر سکا کہ مسلم لیڈریشن کا تصور کہاں وجود رکھتا ہے؟ ایسا لگتا ہے شاید اس کی نظر سے چہرہ درمی رحمت علی کا "پاکستان" نامی کتابچہ گزر چکا تھا یا اس نے ایسی تجویز کسی مسلمان دانشور سے سنا لی تھی۔

سر مظفر اللہ خان نے "جو بعد میں پاکستان کے وزیر خارجہ بنے" اپنے دورہ لندن کے دوران پاکستان انسٹیٹیم کو چہرہ طالب طوں کی ایک ایسی تجویز قرار دیا جسے کوئی جمید کی سے لینے کو تیار نہیں۔ مسلم وفد کے دوسرے ممبر ڈاکٹر علیہ شلوع اللہین نے اعداد خیال کرتے ہوئے کہا: "اس بارے میں اتنا کہنا کافی ہو گا کہ ابھی تک کسی نمائندہ شخص یا انسٹیٹیم نے اس انسٹیٹیم پر غور نہیں کیا۔"

آیا جلال کو ان دنوں پاکستانی انسٹیٹیم کا طم تھا یا نہیں؟ ان کے کاغذات سے اس بارے میں کچھ پتہ نہیں چل۔ اگلے سال چہرہ درمی رحمت علی نے ان سے ملنے اور اپنی انسٹیٹیم پر تبادلہ خیالات کرنے کی بحث کوشش کی لیکن انہوں نے وقت نہیں دیا۔ ابھی تک وہ مسلم لیگ کی اس دعوت کو قبول کرنے پر بھی آمادہ نہیں تھے جو اپریل ۱۹۴۳ء میں دہلی میں ہونے والے اجلاس کی صدارت کرنے کے لئے دی گئی تھی۔ انہوں نے عذرت کرتے ہوئے جواب دیا تھا "میں دسمبر ۱۹۴۳ء سے پہلے ہندوستان نہیں آ سکتا۔" عہدائیں چہرہ درمی کے برقی دعوت نامہ کے جواب میں انہوں نے مزید کہا "ملازمہ ازمیں میری کچھ میں نہیں آتا کہ میں وہاں آکر کیا کروں گا۔ آپ نے بہا طور پر تجویز کیا ہے کہ میں اسٹیجی کا ممبر بن جاؤں۔ لیکن کیا اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ممبر بن کر میں وہاں کوئی کام کر سکوں گا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن پر غور کر کے میں غمناک ہوں کہ ہندوستان میں میری خدمات کی کوئی صحیحانہ نہیں، تمام میں انہوں کے ساتھ ہر گز نہیں کہ ہندوستان کو پہانے کے لئے اس وقت تک کچھ نہیں کیا جا سکتا جب تک ہندو صحیح صورت حال کا اعتراف نہیں کرتے۔ انہیں وہ وقفہ دینا جا رہا ہے۔ اگر کوئی انسٹیٹیم اتفاقاً کامیاب ہو گئی تو وہ صورت حال "موجودہ بن جائیگی" جسے آپ کی اس تجویز کے لئے شکر گزار ہوں کہ میں سربراہ انسٹیٹیم (رحمت اللہ) کے مستقبل ہونے کے بعد انجین میں گزرا ہونے کی کوشش کروں، تمام اس بارے میں ہندوستان نے سے پہلے کچھ نہیں کر سکتا، ہر حال میں دسمبر چہرہ درمی کے لئے ہندوستان کوئی گاہ۔"

## ہندوستان واپسی کی دعوت

ہندو گرام کے مطابق دسمبر کا دورہ پیشہ ورانہ کام کے سلسلے میں تھا۔ تاہم اسمبلی کا دوبارہ انتخاب کرنے کی خواہش بھی اپنی جگہ موجود تھی۔ شاید وہ لندن کی بے کیف اور خاموشی زندگی سے اکتا گئے تھے۔ گریوں میں تواریخہ پانچت علی خاں اپنی خوبصورت دہلی کے ساتھ لندن پہنچے اور انہیں ہندوستان واپس چلنے کی دعوت دی۔ دراصل وہ اپنی مومن مہمان گئے تھے۔ ایک استقبال میں اچانک مسٹر جناح سے ملاقات ہو گئی، جنہاں انہوں نے نو جوان جوڑے کو اپنے گھر پر چڑھنے کی دعوت دی۔ اس موقع پر خواب داروہ نے اصرار کے ساتھ کہا: ”آپ کو لانا وطن جانا ہو گا۔ لوگوں کو آپ کی ضرورت ہے۔ آپ حق خدا مسلم لیگ میں نئی جان ڈال سکتے ہیں اور اسے قائم کرنے سے بچا سکتے ہیں۔“ یہ تم لیاقت علی خاں نے بھی یکم شہنوازی طرح بڑے عقیدت مندوں اور مودبانہ الفاظ میں دہلی کی پہلی کی۔ آخر کار لیاقت علی خاں کی ترغیبات اور امداد و تعاون کے وعدے رنگ لائے۔ لیاقت علی خاں کی اس پہلی نے ان کی ”انگوٹھا بڑا دھڑکیا“ صرف دہلی مسلم لیگ کو بچا سکتے ہیں اور مسلمانوں کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا سکتے ہیں۔ لندن میں ان کے لئے اب صرف ایک گول میز ہو گئی تھی جس پر چند کردہ اور حاضر کیا کھاتے تھے ایک دوسرے سے بھی کھار بات کر لیتے تھے اور سکرانے کی نوبت تو بالکل نہیں آتی تھی۔ اکثر شاموں کو باسوائے جب کوئی خوبصورت یکم روتی افروز ہوتی۔ گھر کی دو شہنشاہ مہم رہتی تھیں۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ مسٹر جناح بہت بڑے ایکٹرتھے اور انہیں اپنی اور انہوں سے ناظرین کے دل سواہ لٹنے کے لئے سچی کاٹھ تھی اور ایسا پہنچ ہندوستان میں ہی صبر آسکتا تھا۔

## گیارہواں باب — لندن — لکھنؤ — (۳۷ — ۱۹۳۳ء)

جن ۳۳ میں پہنچی دہلی آگئے تاہم انہوں نے جھپٹے میں اپنا خرچہ نہیں کیا نہ ہی شرمیں اپنا مجبر غلط کیا۔ آگے چند راتوں کے دوران وہ انگلستان اور ہندوستان کے درمیان سفر کرتے رہے اور لندن یا بمبئی کو اپنا مستقل مسکن بنانے کے بارے میں سوچتے رہے۔

۳۳ جن کو بمبئی میں مسلم لیگ کا ایک اجلاس ہوا جس میں مسلم لیگ کی پالیسی کے مزید گروپ کو بھانپا ایک سلی سلی اس وقت علیحدہ کیا تھا جب اس کے قائم مقام صدر سہیل عبدالمجید پر طرے تمام نیکرزوں کو بھگا دیا تھا اور ایک کو پانی پانی کی حیثیت دے دی تھی۔ دوبارہ ایک میں شامل کر لیا جائے۔ مزید گروپ نے انھوں ۳۳ میں اپنا اجلاس بھی کے بارہ ہوندا نکلتا جس مشفقہ کیا جب۔ خان بیلو مشفقہ دولت حسین کی صدارت میں ایک بار پھر اجلاس ہوا اس نے مزید گروپ کو ”باقی گروپ“ قائم کیا۔ بدایت حسین گول میز کانفرنسوں میں شرکت کر دیا تھا جنہاں اس نے جنرل شفیق اور کھانا جیسے قانون سے واقف تھیں لیکن وہ مسلمانوں کے حقوق و مطالبات کے حق میں تھا۔ ۳۳ میں اس کے گروپ نے ایک قرارداد کے اوپر ایک کونسل کو اختیار دے دیا کہ وہ آغا خاں اور جنرل سے لی کر مسلم لیگ کو ایک کرنے کے لئے تجویز پر تبادلہ خیال کرے۔ عبدالمجید نے اس شوق کے ساتھ مسلم لیگ میں واپس آنے پر رضامندی ظاہر کر لی کہ مشترکہ اجلاس کی صدارت مسٹر جناح سے کر لی جائے۔ بدایت حسین کو پہلے تو ان صاحب صدارت چھوڑنے میں تامل تھا تاہم آخر میں مسٹر جناح کے

حق میں دستبرد ہو گیا۔ اس طرح کے اجلاس میں کوئٹہ کے مسافر جن کو اختیار دے دیا کہ وہ مسلمان اجلاس کے لئے تھیں اور جب کہ انہیں کہیں۔ چنانچہ انہوں نے ۱۳ اپریل کو برطانیہ جانے کے لئے سیٹ بک کر لی تھی جس لئے وہ صرف یک سو سو پونڈ پر ملے اور کوئٹہ کے اجلاس میں شرکت کر سکے۔

کونسل کے ۲۰ ممبروں نے مسز صادق کا بڑی گنجوئی سے استقبال کیا۔ ان اجلاس میں پریس کو آئے کی اجازت نہیں تھی۔ کونسل کی میٹنگ ختم ہونے پر جن نے فیوہی ا۔ ڈی پریس کو ایک اشارہ دیتے ہوئے کہہ "مسٹر ایک پریس طرح جانو اور جلد سے لوہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانانہ اصولی مفادات کی خدمت کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ قرآن مجید کی خدمت کرنے کے لئے خصوصاً دلائل کی ضرورت نہیں، صرف اس میں درج تطویر کا مطالعہ کافی ہے۔"

یاد رہے کہ سرسید کل ہور میکرو نری تک سٹیٹ نے ہندوستان کی انجینی اصلاحات کے لئے اپنی ۱۸۳۳ء میں اپنی جھلوز پیش کی تھی۔ جنہیں وائٹ سپر کاہم ہو گیا تھا۔ ان میں کامیابا کا حق فیڈر تھا۔ لیکن انگریزوں اور ہندوستان کی ایک ہیجین ہوئی جس کے تمام اعتبارات "تجربہ کو حاصل ہو گئے۔ فیڈر لیٹن کے انتظامی اعتبارات مثلاً برطانیہ کی طرف سے ایک گورنر جنرل اسمبل کہے کا جس کا اقتدار جرمینی کریں گے۔ ہندوستان کی سرخ طابع کا پیہم کا نڈر ہو گا۔ دیر اور راست دفاع امور خارجہ اور تعلیمی امور کا انچارج ہو گا۔ اسے غیر معمولی اعتبارات کسی ایسے نظام میں لائے انجینی کامیابے اپنی مثال آپ تھے اس لئے مسٹر برٹن نے ان جھلوز پر کڑی گفت چائی کی۔ ولسن چرچل کے ذریعہ قیوت ٹوڈی پاریس نے مل کی درست گفتات کی تاہم پارلیمنٹ نے ہندوستان ۱۸۳۳ء کو اس کی منظوری دے دی۔

مسٹر جنرل نے نئی سرحد کی قوت کا انگریزوں سے اثر سزا رابطہ قائم کیا تاکہ وہ کیونکر ایسا مسلمانوں سے جو دعوے کرتے تھے ہیں اس سب کو منظور کر لے اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کی وحدت بچے کے خلاف احتجاج کی راہ سوار ہو گئی۔ نووی پائل کے پارلیمنٹ کا نمک بیٹے نے انکار پر براہ وقت ہو کر فریڈرکسن اور اور ہندوستانی کو جس غلط طریق سے چلا رہے تھے اس سے پریشان ہو کر جنرل نے سوچا اس وقت کا انگریزوں کو ہندو صابیاں انھوں کو کہنے کی ترقیب دی جائے اور ملک میں فرقہ وارانہ اسد سکون قائم کرنے کے لئے کام کیا جائے۔ ہیوی ایڈپریس کو ایک بیان دیتے ہوئے انھوں نے انگریزوں سے کہا "ہم اس میں ہر وقت میں اپنے اختلافات کو بھلا دیتے ہیں اور اختلاف طبعی موجودگی میں باشی کو نظر انداز کر سکتے ہیں؟" میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین عمل صلہ اور دوستی کی اخذ قائم کیا جائے۔ اور اس خواہش میں میرا تاثر یہ ہے کہ مجھے مسلمانوں کی فحوس حلیت حاصل ہے۔ قوی حکومت خود اقتدار کی مطالبہ میں مسلمان کسی قوم سے بچے نہیں ہیں ان میں جانہ کی اصل جڑ یہ ہے کہ کیا ہم مسلمانوں کو عمل طور پر یقین دلا سکتے ہیں کہ وہ جن خطرات کو مستقام سمجھتے ہیں انہیں ملک کے آئندہ آئین میں شامل کر لیا جائے گا؟"

جہان کی تمام قوتیں پلٹتے ہوئے اس کی تشکیل کے لئے کام کرنے پر انہوں نے ایک میں برطانیہ کے حاکم کی مخالفت اور  
 اس کی حمایت میں ان کے مخالفین کو اکٹھا کیا۔ انہوں نے نواب بہمن شاہ کو ساتھ لے کر کوششیں شروع کر دیں کہ مسلم اکثریت کو  
 جہان سے دور رکھا جائے اس مقصد کے لئے نواب بہمن شاہ کے علاوہ ایک بارہا علی گڑھ میں جلی جلی کی تمام قوتوں کو مل کر  
 نہ ہوئی۔ بدایعت حسین نے مسلم لیگ کو نسل کا اجلاس لانے کے لئے توجہ دے کر شروع کی لیکن جہان کی قیادت کو پہنچنے کے  
 میں وہ بھی کامیاب نہیں ہو سکا اور جلی ہوا تھوڑا ہو کر سب قیام ہوئے۔ پہلے ہی راجی ملک عدم ہو گیا۔ جہان کی یہ پالیسی جلی  
 کامیاب رہی کہ پہلے کانگریس کو مسلمانوں کی حکومت حکومت کا اور انگریزوں کا نام بدلنا پھر انہیں انگریزوں کے خلاف صف  
 توڑ دیا اور اس طرح جہان کے ہر حصے پر مسلمانوں کے لئے عزت حاصل ہوئی۔ جہان غرض انہوں نے ان کے لئے

## انڈی چڈنٹ پارٹی کے پارلیمانی لیڈر

جنگ ابھی لڑائی میں ہی تھی کہ اکثر کے اقلیت میں اقل، یعنی نے انیس اپنی لڑائی کے لئے دھواں ختم کر دیا۔ دراصل اس سٹیٹ پر کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ جس نشست پر وہ جنگ عظیم اول سے پہلے ختم ہوئے تھے وہی سٹیٹ کے لئے صرف انیس بیٹو کیا گیا اور وہاں مقابلہ کامیاب ہو گئے اور انڈی چڈنٹ پارٹی کے پارلیمانی لیڈر جن کے لئے گھنٹہ دو سیر ۳۳۰ میں لڑائی سے واپس، یعنی آئے اور بھاری میں اپنی پیچھے چلے آئے ان کے صدر دھند پر شلہ سے ملاقات کی تاہم فرقہ وارانہ حاکم کامل حاکم کے چلی کہ مسلم مطالبات اس سے انکار کر دیا ملاکہ وہ معقولیت پر مبنی تھے۔ اس طرح کوہلوں سے اس کی تقریر پر ہندو مت و عدم لڑائی کے عوام کی سرپرست کر دی۔ وہ فرقہ وارانہ مسئلہ میں اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے ہٹے کو چارہ ہوئے۔ یہاں جنگ پر شلہ واکرات کوئی مقصد حاصل کے بغیر ختم ہو گئے۔ جیت پر شلہ کو مسٹر جنرل کی کانڈان ملا بیٹوں کا مکمل طور سے اعتراف کر دیا۔

نور دی ۱۳۳۵ میں جنگ نے لڑائی پارلیمنٹ میں زیر بحث آئی اصلاحات مل میں ایک ترمیم پیش کی۔ تین حصوں پر جن میں ان کی تجویز میں کرنا تھا کہ کیوں کر لڑا کو اس وقت تک کے لئے منظور کر دیا جائے جب تک متعلقہ اقلیتیں کسی قابل قرار مقام پر حلق نہیں ہو جائیں۔ دوسرے حصوں کی حکومت کے شعبہ میں سے مل کر قتل اعتراض امور خصوصاً دوسرے حصوں کی اقلیتیں اور ان کے حصوں کے خصوصی اور غیر معمولی اختیارات، پہلیس دوا، سیکرٹ سوس اور اعلیٰ جس کے حکم جاتے تھے وہ صنعت و تجارت کی سرپرستی میں اصل انتظامیہ کا مکمل طور پر دہری غیر موثر ہو کے رہ گئی ہے۔ تیسرے اس انڈی چڈنٹ پارٹی کے حکیم کو پہلے فرسٹ انڈی اور پھر اس اور دوسرے قابل قبول قرار دیا جائے گا کہ ان کے پارلیمانی پارٹی کے لیڈر ہوا۔ پہلی پارٹی نے جن میں ان کی تجویز کے خلاف اور کیوں کر لڑا کے حق میں تقریر کی تاہم کانگریس نے صدر مل کی مخالفت میں ووٹ نہیں دیا۔ تجویز کو ۱۳۳۵ کے مقابلہ میں ۱۳۳۶ سے منظور کر دیا گیا۔ سرکاری داکٹوں پر دھند نے بھی اس کی حمایت کی۔ تجویز کے دوسرے اور تیسرے حصہ پر ایک ساتھ رائے شماری ہوئی۔ کانگریس نے حمایت اور سرکاری داکہ نے مخالفت کی۔ اس طرح تینوں تجویز بھاری اقلیت سے پاس ہو گئیں اور لوگوں کو اعتراف کر دیا کہ جنگ باقی ملک کے چین ترمیم پارلیمنٹ پر ہیں۔ جنگ ختم ہونے کے بعد کہ یہ بھی "کنڈی چڈ" ہے۔ برطانوی پارلیمنٹ چاہے تو اس کی دھند میں سکتی ہے تاہم انہوں نے کم از کم نور دی پارٹی کی طرف سے اور کانگریس دھندوں کو دیکھا تھا کہ ان کی "معمولی اقلیت" کی توجہ پھیل کر سکتی دست اختیار کر سکتی ہے اور اگر اسے صحیح طریقہ سے نہیں دی جائے تو مسلم اقلیت کے مطالبات اقلیت کی توجہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔ تاہم ایک ایسے ملک میں جن میں دھند کے صوبہ چندہ کر کے تھے نور دی لیڈر شپ حاصل کرنے کے لئے اپنی سخت جدوجہد کا کار خیز۔ انہوں نے اپنی میں اپنے ہائے شاندار چھانک کر دھند ساتھ ملنے کی کوشش کی تاہم چھانک ہائے مسلم لیگ میں شمولیت سے حلقہ اپنے "ہاں" کی دلیل پر کان نہیں دھند بلکہ ان پر زور دیا کہ وہ ایک غیر فرقہ وارانہ پارٹی حکم کریں تو حاکم ہر اور نور دی لیڈر ہی سکتے ہیں۔ سرکار اپنی دھندیں ساتھ لے کر سٹیٹ میں اس جماعت کو بھڑکانے پر تیار نہیں تھے۔ ان پر عمل درآمد کرتی اور ان کی قیادت میں حکم کرنے کو چارہ تھی۔ یہاں مل دھندوں اور ان کے لئے اور اگلے چھ سیر، لڑائی کی مصروفیات میں سرکے۔ پہلیس سے اس انیس چار دھند اور تک کوئی ہونے لگی تھی۔

مسٹر جنرل انفر ۳۵ میں دھن لوٹ آئے تاکہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کے تحت ہونے والے انتخابات کے لئے اپنی پارٹی کو مستحکم اور تیار کر سکیں۔ نیز صوبائی اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی کا نیا کنڈہ قائم کر سکیں۔ مذکورہ ایکٹ نے ۱۹۳۵ء کو قانون کی شکل اختیار کر لی۔ اگرچہ اس میں شامل کل انڈیا فیڈریشن انجیم پر کبھی عملدرآمد نہیں ہوا تاہم اس کے تحت صرف ۱۹۳۵ء کے بعد دستور کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوئے۔ پہلی تک کے ۱۹۳۳ء میں آزادی کے بعد بھی ہندوستان اور پاکستان نے اپنے اپنے رواج کی بنیاد پر اس سے اپنی مدد لی۔ دونوں پر چل اس ایکٹ کو آزاد وقت قرار دیتے تھے۔ اس کے متعلق جتن بھی لکھی راستہ نہ رکھتے تھے۔ ۱۹۳۵ء کے آخر میں بمبئی پینچنے پر ایک بیان میں انہوں نے کہا تھا ”ہم سب جانتے ہیں کہ نیا دستور ہم پر ٹھوسا گیا ہے۔ اب یہ مختلف لینڈریں کا فرض ہے کہ اس کے بارے میں ایک سو نوک اور مشترکہ رائے عمل اختیار کریں۔“ فروری ۱۹۳۵ء میں انہوں نے اسمبلی کی بحث کے دوران فیڈریشن انجیم پر جو کچھ چینی کی تھی نو دستہ دہرا اور سوڑھی۔ کیونکہ گاندھی جی بنیوں نے جنبر ۱۹۳۳ء میں کانگریس سے رٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا تھا ایک دفعہ پھر سرگرم عمل ہو گئے اور اب انہوں نے اپنی زندگی بہ صحت بچات کے خاطر اور سب کی بھلائی کے لئے وقف کرنے کی ضمانت لی۔ مذکورہ بالا انجیم کو نافذ متحدہ بناتے ہوئے گاندھی نے کہا

”مجھے یقین ہے اس فیڈریشن انجیم کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہندوستان نے گزشتہ سو برس میں خاصہ حکومت کے سلسلہ میں جو ترقی کی ہے اور جس مقصد کے لئے جلد ہی کی ہے اس سب کچھ قبول کرے اس بارے میں کسی صوبہ سے مطلوبہ نہیں لیا گیا۔ دہلیان ریاست سے نہیں پوچھا گیا کہ فیڈریشن میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا نہیں۔ میرا اٹکا امرتال ہے کہ گزشتہ انجیم قابل عمل نہیں ہے۔“

جو پھر اہل نسو کو جنبر ۳۰ میں چل سے رہائی کے بعد اپنی رہی کلا کے پاس جانے کی اجازت دینی لگی تھی یہ حق کا علاج کرانے جو جتنی بھی ہوئی تھی۔ سو اپنی زندگی کی حالت (۲۸ فروری ۱۹۳۸ء) تک یورپ میں ٹھہر رہے اور پرتلو کے بعد کانگریس کی صدارت سنبھالنے کے لئے ۱۹۳۸ء میں ہندوستان لوٹ آئے۔

پہلے ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ کا ایک اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا جس میں مسٹر جنرل کو مستقل صدر چنا گیا۔ اس موقع پر انہوں نے بیسٹھ کھڑو کے پرانے سابق سپرڈر میں (رٹائرڈ چیف جسٹس کھڑو، رہائی گورنر ڈاکٹر لیگ کے سلطانہ اجلاس کی صدارت کے لئے بہنو کیا۔ اصل میں سر فضل حسین کو اس اجلاس کی صدارت کرنی تھی، لیکن طویل علالت اور بعد میں وفات کے باعث صیانت کر کے فضل حسین جنرل کو تخت چڑھ کرے تھے۔ اپنی موت سے ایک ماہ پہنچا انہوں نے دہلی میں لکھا ”اب میں عام طریقہ سے ہٹ کر ان کے لئے شرف کا مظاہرہ نہیں کروں گا“ لیکن جنرل نے انہیں اپنی قوت آزادی کے اعتبار کا موقع نہیں دیا۔ لیگ کے اجلاس کے لئے دہلی تین مقرر کی گئی اور اجلاس کی نہ کسی پہلے نے کسی کو کیا کیا فضل حسین نے اپنے ذاتی نوٹ کے آخر میں لکھا ”میرا لگا ہے میرا سامنا کرنے سے بہتر ہے کہ ہے ہیں۔“

لیگ کے اجلاس بمبئی میں پہلے کیا گیا کہ اس مشترکہ صحت کو حوائی فزیک میں بدلنے کے لئے جو جلس میں اس کی شامیں قائم کی جائیں اور رضا کار برتی کے جائیں جو ملک کے ہر گوشہ آقبہ اور شریک مسلم لیگ کا پیغام پہنچائیں اور مسلم قوم کو آجہ انتخابات میں ہمیں ہر حصہ لینے پر ابھارا جائے۔ طے کیا کہ تکرر شدت کے احوالات کے لئے ابتدائی طور پر پانچ ماہ روپے آٹھ سو کے جائیں۔ ملی گزشتہ اور دوسری پختہ شیڈی کے مسلمان طلبہ کو دعوت دی جانے کہ اس قومی خدمت میں رضا کارانہ طور پر بندہ چاہے کہ حصہ لیں۔ سپرڈر میں نے اپنے صدارتی خط میں کانگریس لیگ کی طرف سے ملک کی دیگر سیاسی پارٹیز کو مشترکہ طور پر دعوت دی کہ وہ محمود کے لئے ایسی کم سے کم شرائط تلاش کریں جن کی بدولت ہم مل مل



لیگ کو مضبوط کرنے "اس کی سوراخکاری پر ذہنی طور پر آمادہ انتہا کے سلسلہ میں سمجھنے کے اجلاس نے مسٹر جنرل کو مشورہ پارلیمانی بورڈ کا چیرمین منتخب کیا اور انہیں صوبائی پارلیمانی بورڈوں کے حقوق کا اختیار دے دیا۔ یہ بورڈ زور کاغذوں کے پارلیمانی بورڈ کی طرح پر قائم کئے گئے "مسٹر جنرل کے لئے ایڈوکیٹ جے۔ ایچ۔ نور احمد آج کل ان کا اقتدار دلی صوبوں میں بڑھ چکا ہے۔ ان کے انتظام سے پچاس سو تالیفیں شائع ہوئی ہیں۔ ان کے تحت مرکزی پارلیمانی بورڈ میں کام کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ جس کا پہلا اجلاس ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں ہوا۔ ۱۹ جولائی کو سر فضل حسین کی موت نے جنرل کے راستہ سے ایک مضبوط حریف کو ہٹا دیا۔ دوسری طرف انہوں نے پاکستانی اقبال سے ملاقات کر کے انہیں بھی اپنا ہمراہ بنا لیا۔

جنرل نے مرکزی پارلیمانی بورڈ کو مسلمانوں کا صحیح مفاد میں لگا کر دینے کے لئے سرگزاد کو مشورہ کی۔ دلی میں لیگ کو نسل کے گھبرانہ اور متعدد صوبائی لیڈروں سے صلاح مشورہ کیا بعد ازاں پارلن پنجاب میں گورنر اور دلی میں سے لوگوں کو لیگ میں شامل کیا۔ جس طرح اقبال کے خطہ پاکستان کے ہونے والے تین وزرائے اعظم "سیکس علی علی (پوٹو) سہوادی (پنگل) اور علی قلی چندر گلا" سمجھنے پارلیمانی بورڈ میں شامل تھے۔ جنرل کی مشورہ شخصیت اور بے مثال قابلیت کی بدولت "چین" اقبال اور بھلاہیت نوجوانوں کی بھاری کیمپ مسلم لیگ کی طلبہ دلی میں گئی اور انہوں نے مسٹر قوم کو ایک محدود حلقہ میں قوم میں دلی دیا۔ یہاں سے "دولت مند" ناہر "تجربہ کار اور ادیب داخلہ" حکمت جنرل کے جب دور رس و باتوں گئے۔ ۱۹۴۷ء سے کل مسلم لیگ دلی انہیں کا نظارہ رہتی تھی بہت سے ارکان مسلمان چھوٹی بھارت کو انہیں کہتے تھے "اگرچہ انہیں بھاری خرچ کر کے دلی پارلیمانی جیسے جاتے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر ایف۔ اے تھے۔ ۱۹۴۷ء سے مراد یہ کہ محمد احمد لیگ کی دلی دلی کی طرف سے ۱۹۴۷ء کے مسلمان دھپے دے رہے تھے "تمام پارلیمانی بہت بڑے گئے تھے۔ دے سبے ایکشن ممبر سر آری قلی۔ اس لئے کہ سب سے زیادہ دلی دلی کی گئی ہو سکتا ہے۔ دلی اور نکلنے کے ناہر ہوا۔ ان میں اصفیٰ سمیت چند سواہر دلی نے لیگ کے لئے اپنی تجویزوں کے مدد کھل دیے۔

۱۹۴۷ء میں لیگ کو نکل دلی میں صرف مسلم لیڈروں سے ساتھ چلا۔ ان میں سے ایک قونسلر تھا دھاکہ کی پوٹو مسلم لیڈر تھی جبکہ دوسری سہوادی فضل الحق کی کرٹنگ پر اپنا دلی۔ دھاکہ دھاکہ نے نکلنے کے چھان چلی میں اپنی پارلیمانی کارڈ کو نشان منتقد کرنے کا پروگرام بنایا لیکن اصفیٰ اور اسکے ساتھیوں نے دلی اعلیٰ دست میں دلی ایک خفیہ ٹھکانہ کیا۔ انہوں نے فضل الحق گروپ کو چھان چلی میں ہونے والی ایک کانفرنس میں شرکت پر تھک کر لیا۔ اس طرح ایک دوسرے علی نے جنم لیا۔ جسے بے کرنے کے لئے مسٹر جنرل کی قاضی پر دلی فریق رضامند ہو گئے۔ اصفیٰ نے سرخ کو خیریت چلا اور مسٹر جنرل کو تھک دے دیا کہ چلا نکلے۔ چلیں۔ ۱۹۴۷ء نکلے چلیں گئے۔ چھان چلی میں دلی مسلم کانفرنس کے انعقاد اجلاس سے خطاب کیا جس میں طے پایا کہ پوٹو مسلم لیڈر کو لیگ میں ضم کر دیا جائے کہ اس کو تمام کے نتیجہ میں سہوادی اور خواجہ عالم الدین جیسی سرکارہ شخصیات لیگ میں آجئیں۔ لیڈر امیں فضل الحق بھی لیگ میں شمولیت پر تھک ہو گئے لیکن بعد میں انہیں بدل لیا۔ وہ جنرل سے زیادہ انتہائی اور انہی کی طرف قسمت آزمائی کے طور پر تھے۔ انہوں نے جنرل کے حریف بہت ہونے کو کہہ کر کسی پارلیمانی میں نہیں دیتے تھے۔ کراٹک چلی کے لیگ میں تمام کے بعد صوبہ میں لیگ نے خود وزارت دلی اس کے سربراہ فضل الحق بنے۔ یہاں مسلم لیگ کو اسلی میں واضح اکثریت حاصل ہو گئی۔ انہی دلیوں مسٹر جنرل نے گھسٹو کے سب سے بڑے مسلم جاگیردار "راجا کھنڈ" کو "جن کی مسلمانہ آمدنی کو آزاد لیکن دھپے قلی لیگ کے مرکزی بورڈ کا قریبی مشورہ لیا۔



## لیک کا اعلیٰ منشور

جنوری۔ فوری نے ۳ کے اختتام میں مسلم لیگ کے امیدواروں نے جس پلیٹ ختم سے حصہ لیا وہ کانگریس کے پلیٹ تھوڑے سے کسی طرح کم نہ تھا۔ مزید یہ کہ اب اس کے منظور میں درج اول سیکشنس معاملات بھی شامل تھے۔

”ہوئے امتدادی قوانین کی خلیج کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ ایسے تمام معاملات کی مزاحمت کی جائے گی جو ملک کے مفاد کے لئے ضرور مصلیٰ ہوں۔ جن سے لوگوں کی بنیادی آزادیاں اور حقوق پر لڑائی ہو اور ملک کے اقتصادی اتصال پر پتھ ہوئے ہوں“ مرکزی و صوبائی اختصا۔ شیعہ کی اغراضات میں کسی کی جانے کی جبکہ قومی حقیقت کے حصول و رقم نقص کی جائے گی۔ اور یہی قری کو قومی فوج بنایا جائے گا اور فوری اغراضات کم کئے جائیں گے۔ سولی صنعت سمیت عملی صنعتوں کو ترقی دی جائے گی۔ کرنسی ”دربلہ“ اور قیضوں کو مضبوط کیا جائے گا تاکہ معاشی لحاظ سے ملک ترقی کر سکے۔ رہائی نگاہ کی معاشرتی، تعلیمی اور معاشی بحالی کے لئے کوئی اضافی جانے گی۔ زرعی مکتبی سے نجات دلائے جائے گا۔ تعلیمات کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ بہت ہی تعلیم ملت اور لادری ہوگی۔ حاصل کے بھاری ہو جو کو کم کرنے کے لئے ذخیرہ بنے گا۔ لکرائی جائیں گی۔“

انگریزوں سے بددلی اپیل

اس نکتہ میں پاکستان کی فلاحی مومنٹ کے بلی رومنٹ علی ایسویٹیکر نے ڈیجیٹل سس سے جیپ فوب قسم کے ڈیجی و سیاہی نویمیت کے پھلٹ اور غلطو ہادی قندو میں شائع ہوتے تے۔ ان عوامات اور کتکوں میں انگریزوں سے لڑیل کی جاتی تھی کہ وہ تحریک پاکستان کا ساتھ دیں۔ مثال کے طور پر ڈیجیٹل سس کو انہوں نے ایک پروٹریس لکھا "کیا میں پورا لڈ شپ سے اعل پاکستان کی طرف سے یہ لڑیل کہنے کی جرات کر سکتا ہوں کہ اس بڑک مومٹ پر ہادی جہود میں ہادی بد کریں۔" مگر فٹت تھ لڑیل نے جس کی بنیاد ایسویٹیکر نے انجم پر رکھی تھی ہے پاکستان کی زندگی میں ایک عظیم قسم کا تجربہ یہ کرنا ہے کہ اس کے مستقبل کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے۔ میں اپنی سیمپلی سے قریب کر آوں کہ آپ کی پوری جہودوں اور ملت پاکستان کے باقی فٹت مسئلہ کے حق میں ہوگی۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو خصل اور سادات کے اصول پر مبنی ہے۔ ہمارے اس مقدس حق کو تسلیم کیا جائے کہ پاکستان جہودستان سے الگ ہمارا قومی وطن ہے۔ پاکستان جہود سولہن پر رائج نہیں ہے نہ ہی اس کے جہودستان جہودستانی نہیں ہیں۔ ہادی قومی زندگی کی بنیاد اور اس کے جہودستان ہندو اس کے قندو سے باطل خصل ہیں۔

مسلم یونیورسٹی

ہمیں اس مسئلہ کی بار بار پھر افکار میں اس امر میں فیضانِ انجیم کو مستور کر کے ہیں جسے مکمل طور پر انفراس کے لئے حکومت کے ہاتھوں میں مسلم دلوں نے پہلی واصلی سے قبول کر لیا ہے۔ یہ وہ پاکستانی مسئلہ ہے جسے نہ پاکستانی عوام کے لئے سمجھو۔ یہ پاکستانی کے امن میں ملحق امر ہے کہ پاکستانیوں نے ان کی تہذیب کی تفسیر سے عمل چھوڑ دیا ہے جسے ہونے والی قومیت کا سوا کر لیا اور ہماری آئینہ سلسلہ کو قبول کر لیا۔ انہیں اپنے فعل پاکستان سے انکار کر دیا ہے جسے ہمیں یاد دہانی کے لئے تاریخ کے ساتھ دوبارہ دہانہ ہے۔ کثرت علی کی طرف سے ایسی باتوں کا سلسلہ تھا جس میں ان کی وفات تک باقی رہا تھا جس میں پہلی ہے مصلحتی سے انہیں فکر کو اڑتے رہے۔ دست علی کے تحریک میں پاکستان کی حقیقت کے بعد زانی اور قومیت کے امور سمجھ

ترہیں تک پہنچا جس کے لئے زیادہ تر تک دست علی کے پیش کہ سیاسی مطالبہ اور قومی تحریک کو نظر انداز کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ ہم سمجھتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں ایک کے مسئلہ پر نہ جرح مشعرہ لپٹا اس میں ایسی اہم مراعات شامل تھیں جن کا مطالبہ پاکستان کی شکل سوئٹ کی طرف سے کیا گیا تھا۔ مسلم اقلیت کو جس کی ۳۴% ہندو اکثریتی ایسی نشستیں تھیں جن پر ایک کے امیدواروں نے الیکشن میں حصہ لیا اور مراعات جاننے کے لئے ایک نے جو چھ نکات مرتب کئے ان میں سے تین نکات پاکستان کی شکل سوئٹ کے پیش کہ تھے۔ ایک کا پسلا نکتہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ دوسرا بھی قومیت کے مسائل میں جمیت اقلیتوں پر نہ اور جمہوریت کی رائے کو مستقل وزن دیا جائے گا۔ تیسرا نکتہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی امور خود انہیں کی اور خود انہیں کی حالت کو بہتر بنانے کا اصرار بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ جمیت اقلیتوں پر نہ جس نے تحریک مخالفت کے زمانہ میں جنم لیا تھا۔ اس وقت مسلمانا صحنہ امر دینی اور مسلمانا امور سیدہ عالمی کی زیر قیادت نظم کرنی تھی اور بی بی میں اس نے مسلم کانفرنس پابلی سے اعلان کر لیا تھا۔ اسے اعلان کا نام ”مسلم یو ٹی بورڈ“ رکھا گیا جس کے صدر راجہ سلیم پور اور جنرل نیکرزئی چھوٹی طیفی اعلان تھے۔ انہوں نے اس میں طیفی اعلان اور ان کے کئی ساتھیوں نے جلی میں جرح سے طاقت کی جس میں سٹے چلا کر اگر ہدایک میں شامل ہو جائیں تو بی بی کے پارلیمانی بورڈ میں ان کی اکثریت ہوگی۔ جرح کے اس اقدام نے بی بی میں ایک کو کوئی قوت نہ ملتی۔ مسلم یو ٹی بورڈ کے جملہ امیدواروں کو ایک کی حیثیت سے الیکشن لڑا تھا۔ اس سے مسلم ایک کا کام بھی ہلکا ہوا اور اسے عام میں حقارت بھی حاصل ہوئی۔

تاکم نوادر میں لیاقت علی خان اس فیصلہ پر ہلے تھا ہونے کی تکمیل طرح صوبہ کے پارلیمانی بورڈ پر ان کی گرفت اور اقتدار کے زور سے دھچکا لگ انہوں نے بی بی بورڈ کے ممبروں کے انتخاب میں عوام اور انڈوس میں مستقل ایک اگرچہ مرکزی بورڈ میں گھسٹہ کے حالت انہیں کے مقابلہ میں ان کا گروپ اکثریت میں تھا۔ جرح نے لیاقت علی خان کی خواہشات کے خلاف فیصلہ دیا۔ جس سے وہ استعفیٰ برداشت ہونے کو مجبور ہو گئے۔ جرح کے مقام پر جرح سے طاقت کے بعد وہ انوں پارلیمانی بورڈ میں سے مستعفی ہو کر لندن چلے گئے۔ اس اقدام نے وقتی طور پر جرح کو ایک تکمیل کی حالت سے محروم کر دیا جس نے ایک کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ہر حال جرح نے انڈوس میں طاقت کو ایک تکمیل کر لیا لیکن مسلم یو ٹی بورڈ واپس سے جو سمجھوتا کیا تھا اس سے بڑھا گوارا نہیں کیا۔ لیاقت علی خان نے جو اسفورت سے طرز انصاف تھے بعد میں جرح کو ”بندہ متعلیٰ سیاست کھڑے راکلی“ قرار دیا۔ ان کے ”تاکم نوادر“ ہونے کو مراد ان کے سیاسی فیصلہ میں کھڑا تھا۔ حکمت کا یہ اصرار صرف کیا تھا کہ بی بی میں اپنے اقتدار پر نہ چلے سے وہ اس فیصلہ کو سخت چھوڑ کر تھے۔ لیاقت علی خان جرح کو کسی فکر سے دیکھتے تھے جیسے کسی برٹش ہیک اسکول کا طالب علم اپنے اپنے اکثر کو کتا ہے۔ ایسی کیفیت جس میں انسانی دامن کسی چیز کو ایک طاقت پسند چھوڑ کر اسے اندر اکثر کر اس کی تفریق پر مجبور ہوا ہے۔

## تیسری قوت بھی ہے

جرح کے فیصلہ کی اور انہیں مل کے آخر میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ ایک نے انہیں سے ۱۱ مسلم نشستیں جیت لیں جبکہ کانگریس کا ایک بھی مسلمان امیدوار کامیاب نہیں ہو سکا۔ راجہ امر نند دینی جیتے لیکن ان کی جیت چھوٹی طیفی اعلان کی حالت سے ممکن ہو سکی۔ ایک نے بی بی میں طاقت کا متاثر کن مظاہرہ کیا۔ کسی اور صوبہ میں بھی اس کی ایسی

پڑائیں ہوئی تو جرح کانگریس کی منظور قیادت سے کہہ کر مراجعت چھین لیتے۔ پنجاب میں ایک کے بعد میں سے امیدوار کامیاب ہوتے۔ تمام میں ۳۳ میں سے ۹ بنگل میں عدالت سے ۳۹ بجائی اور دس میں زیادہ کامیاب ہوئے۔ پورے بعد امتحان میں ایک کو ۲۹ سٹیم حاصل ہو گئی۔ جبکہ کانگریس نے کل گیارہ صوبوں میں ۵۵ میں سے ۱۵ نشستیں جیت لیں۔ تاہم مسلم نشستوں پر اس کے صرف ۳۹ امیدوار کامیاب ہوئے۔ اس سے کانگریسی قیادت کو ذرا دست بردار ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو اپنا جھنڈا بنانے کے لئے ۷۳ میں ایک نادر رابطہ عوام سم شیعہ کی اس سلسلہ میں بہت مسرت ہوئے۔ مسلم ایک کے وجود کو مسلم مسئلہ کی موجودگی کو چیلنج کی سے تسلیم نہیں کیا۔ ان کا امراب بھی یہی تھا کہ ”ہم میں صرف دو طاقتیں ہیں۔ ایک کانگریس اور دوسری حکومت۔ کانگریسی امیدوار کے خلاف ووٹ دینا گویا انگریزی تسلط کو حامی بنانا ہے۔ کانگریس ہی کا واحد قوت ہے جو حکومت سے ٹکر لے سکتی ہے۔ کانگریس کے مخالفین مسلمانوں کی اسی میں دھمکے ہوئے ہیں۔ ان کے مطالبات کا عزم سے کوئی تعلق نہیں۔“

جرح کو جب مسوکی ان کن فرانسیں کاظم ہوا تو انہوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا ”میں نسو کے اس دعویٰ کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ ملک میں ایک تیسری قوت بھی ہے اور وہ مسلمان ہیں۔“ چند دن بعد جرح نے اطلاع پر نسو کو خبردار کیا کہ ”مسلمانوں کو ان کے مل پر چھوڑ دیں۔ لیکن نسو کا اختلاف میں کانگریس کی بھائی چچی نظر آ رہی تھی اس لئے انہوں نے خوار ہوئے اور مسلم حقہ بنات سے لاشعری اختیار کرنے کی بجائے عام مسلمانوں کو کانگریس کے پیٹ قدم پر لانے کی مہم پرے شد و د سے جاری رکھی۔ ایک تقریر میں انہوں نے کہا ”مسز جرح اسرار حق کہتے ہیں کہ کانگریس بنگالی مسلمانوں کے معاملات میں مداخلت نہ کرے اور کہتے ہیں کہ کانگریس مسلمانوں کو بلکہ روہنے دے۔ مسلمان کون ہیں؟ بظاہر صرف وہ جو مسز جرح کی بھولی کہتے ہیں۔ مسلم کیا جانتی ہے؟ سوئے جسے حکارت بھرے لہجہ میں سوال کیا یہ بعد امتحان کی کڑی جانتی ہے؟ اچھے نہیں ہے کہ ہرگز نہیں۔ یہ مسلمانوں کے ایک گروہ کی فدا گری کرتی ہے بلاشبہ یہ گروہ امتحانی حلقہ ذرا فزیر مشکل ہے۔ وہ بنگالی مل کا سوس کے شہادت میں سرگرم مل ہے جس کا مسلم عوام سے کوئی رابطہ نہیں اور پچھلے دو سالوں میں سے تو ان کا تعلق نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسز جرح کا مسلم ہونا چاہیے کہ انہیں مسلم ایک کے مقابلہ میں مسلم عوام سے میرا رابطہ زیادہ رہا ہے۔“

## نسو کی سب سے بڑی کمزوری

جرح کے ساتھ مسئلہ کرنے میں یہ نسو کی آخری سیاسی لٹل تھی جس میں تمام یہ ان ملک لطیفوں میں سے ایک تھی جو کمزور اور کمزور کے عالم میں اس سے سہرا نہ تھیں۔ انہوں نے جرح سے چھو کر نسو نے ایک کے لئے ایک ہی طرح کی پیش کی جس میں جرح کو ترغیب دی گئی اور پہنچایا گیا کہ وہ دارالحکومت کام کی سیاست سے نفیس اور ان کو ان مسلمان عوام تک پہنچیں جو چھوٹے دی بھٹی میں محنت مشقت کے لئے اپنا جھنڈا بناتے ہیں۔ بلاشبہ مسلم ایک کے لئے صرف ایک ہی ٹکڑا راستہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو حرکت میں لائے۔ انہیں خواب طاقت سے بگاڑی اور مسلم قیادت کے پیچھے چلنے کی ترغیب دی۔ صرف یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ”مسلم ایک کا مشغور سوت ہی سکا تھا کوئی مشترکہ اصول یا پالیسی مسلمانوں کے اختلاف کا نتیجہ نہ بن سکتی۔ نسو نے ایک بار اصل میں جرح کی انہی ہی ذہن نہت پالیسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خط کا ایک جرح کے لئے ان کے ریلوے نے صبر کا نام کیا اور وہ مسلمانوں کو حق کرنے کی نئی حکمت عملی اپنانے پر مجبور ہو گئے۔ اس پہنچ نے انہیں اسی طرح پر لگا دیا تھی۔ ۱۹۳۸ میں کانگریس کی قرارداد عام قانون کی مخالفت کرنے پر انہیں زبردست دھچکا لگا تھا۔ اس وقت ان کی

ہیکورڈا لشکر اور قیادت نے "مہاراجا کو جی" کو "سسر" کے لقب میں ملانے کی سعی باہم کی تھی۔ اب نمونے جن کے نام سے پہلے "سسر" کا لقب استعمال کر کے گویا ان کا مت چڑایا تھا کیونکہ یہ لقب برطانوی نواری کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ جن مسلمانوں کی قیادت کے دعوے دار ہونے کے بعد وہ مسلمانوں سے کہے ہوئے تھے تھے۔ یہ حملہ اس سے بھی شدید تر تھا۔ دس سال پہلے کل پانچ لاکھ خنوس کے موقع پر ہیکورڈا نے کیا تھا۔ یہ امر قابل مہمل ہے کہ اسے کہیں زیادہ خوش دلیان مقرر تھے انہیں عوام نے اپنی مضبوط گرفت کا پختہ یقین تھا۔ کانگریس کے مستقبل کے بارے میں زیادہ پر امید تھے "انہیں ماضی کی خلاف ور شکایات کا زبردست احساس تھا۔ کیونکہ ان کی سیاسی فتوحات کا مشاہدہ کرنے اور گورنمنٹ افافوں سے "بہا برلال کی ہے" سننے کے لئے ان کو اوردیا جی وی دیا جس میں آپ نے ملکہ انہیں وہ مضبوط جذبات کے مالک تھے اور ان کے مزاج کے بہت سے رنگ تھے۔ وہ اکثر جذبات انگیز چیزوں سے متاثر ہو کر صحیح وقت فیصلہ سے ہٹک جاتے تھے۔ یہ سو کی سب سے بڑی گزردی تھی۔ ایک ایسے شخص میں جو ہر سہ وعدہ شکن کی سیاسی قیادت کا آرزو مند تھا اور حقیقت میں یقین رکھتا تھا کہ میں ہری دیا بر تحریک کے لئے سونوں ہوں یہ بہت سی ملک خالی تھی۔

اس کے برعکس جن بھی پیش میں نہیں آتے تھے "سوائے مذہب سیاسی فاکہ کے لئے۔" وہ اپنے عصر سے اسی طرح نام لیتے تھے جیسے کوئی دیگر یا اولاد سامعین کو متاثر کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ عصر کا اس قدر انعقاد بر گز نہیں کرتے تھے جو تحریکوں سے باہر ہو آئیونکہ ان کے ذاتی جذبات مرچنے تھے اور وہ اب بھی ظاہر نہیں ہوئے۔ نمونے انہیں جو نفرت تھی اس کی نوعیت سوچیک کی تھی "جس نے غیض و غضب کی بجائے توجہ و تحقیق کے باعث جنم لیا۔" نمونے ان رولارکس کے کئی سینے بعد ایک انھیں دیتے ہوئے جن نے کہ "کانگریس کے خدائی فیو اور اسد اسد کے مستقبل میں کیا کر سکتا ہوں۔" ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے پوری دنیا کی اسد واری اپنے کندھوں پر انھار رکھی ہے۔ وہ اپنے نام سے نام رکھنے کی بجائے ہر مسئلہ میں نامک اڑا ضروری سمجھتے ہیں۔ "اخطار کے بعد مزاج میں نمونے کانگریس کا ایک پختل کو نکل طلب کیا جس میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کانگریس کیم پرملے سے کوئے آئیں کے علاقہ کے بعد اپنے کامیاب سید امدل کو صدمہ سنبھالنے کے لئے یا نہیں کیونکہ وہ سارے دستور کو "خلای کا نیا چارز" قرار دے چکے تھے اب اسے منظور کیا اچی مشن کے خلاف سمجھتے تھے جبکہ کھو جی می اس کے حق میں تھے کہ آئیں کو ایک موقع ملنا چاہئے۔ ورنہ کبھی کے اکثر نمبروں کی رائے بھی یہی تھی۔ مجبوراً سو کو ان کا مشورہ دیا۔ ہر نام انہوں نے مسلم لیگ یا دیگر غیر کانگریس متعلقہ لیگوں کو خوش میں دھم کرنے سے صاف انکار کیا۔ ایسی تجویز کو انہوں نے غلطیاب قرار دیا اور اس بات پر مصر رہے کہ کانگریس کو "نیم ساروا نی گریہ" کے ساتھ بر گز تھلن نہیں کرنا چاہئے۔

## لیگ سے وعدہ خلافی

چھوٹی خلیق اڑلن کو ہر ۳۰ میں اپنے "یونی یور" کانگریس میں دھم کرنے سے پہلے ۳۰ سال تک کانگریس کے مرکز کو فعال ایڈر دے چکے تھے تو جی کو یو لیگ کانگریس لیگ کے خنوس سے حکومت بنانے کی جس میں وہ خود بھی شامل ہو گئے۔ رشیہ امر دے دالی جو اس وقت کانگریس کے سوبلی ایڈر تھے سوبلی امدل نمونے کے بیکرشی دے چکے تھے اور سوبلی ان پر دیا امدل کرنے تھے۔ خدائی کو خلیق اڑلن نے اسے دست تھے اس لئے ان کے لئے یہ کوئی جبران کن بات نہیں تھی۔ اگر انہوں نے کانگریس سے نکل "حکومت" کے سوسوں پر چلا خنیاں کیا اور خلیق اڑلن سے وعدہ کیا کیا کہ یو۔ لیگ کو نسل

میں مسلم لیگ کے دو نمائندوں کو دروغ میں دی جائیں گی۔ جسکی اختلاط میں ہماری کاپیوں کے بعد نمونے مسلم لیگ کے دست خطوں کو منسک دیا۔ اس وقت کانگریس کی درنگ کبھی میں مولانا ابوالکلام آزاد کیلئے مسلم و جماعت انہوں نے وسط مئی ۱۹۴۷ میں صوبائی طاقتور پائی کہ مسلم لیگ سے فز کر لیگ کا جتنی ایسا ہے لاگت دہا اہم ہوا۔ اور اس فرض کے لئے ہر قسم کی ترغیب و تحریک سے کام لیا۔ یہ لیگ اس طرح انہوں نے سو کو اپنا منہن بنا لیا اور ان کا زور دست اسکو حاصل کر لیا۔ ۱۰۔ ۱۱۔ سنی جنگ عظیم کے دوران (۱۹۳۹ تا ۱۹۴۵) کانگریس کے صدر رہے اور سو کی لیڈرین کوینہ میں بحیثیت وزیر تعلیم شامل ہوئے اور مرتے دم تک مسند وزارت پر برقیں رہے۔ تاہم انہوں نے جیل سے عمر بھر کی دشمنی مسل کے لئے۔ جیل کو جب بحیثیت اعلیٰ کے ہیں بھر جانے کا مل معلوم ہوا تو انہوں نے کہا ”توڑو کی اس قریب کوڑی نے انہیں ہستی کی انتہائی سطح پر گرا دیا ہے۔ یہ انتہائی خطرناک کڑی ہے۔“

جولائی ۱۹۴۷ میں مولانا آزاد کھنڈر بھیجے اور خلیق اہلان سے مصالحت کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے دیکھنے کی کہ ”اگر مسلم لیگ علیحدہ کرپ کی حیثیت سے کام کرنا ترک کرے اور اس کے بدلے ممبران کانگریس پائی کا حصہ بن جائیں تو انہیں (خلیق اہلان کو کامیابی کی کوینہ میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ خلیق اہلان نے ان شرافت کو اس صوبائی پائی کے لئے جس کے صدر تھے ”مسرت کمارت“ قرار دیا اور انہیں قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور یہی ایسا نمونے کانگریس کی کیٹیوں کو ہدایت جاری کیں کہ نواز سے نواز مسلمانوں کو کانگریس کا رکن بننے کی تم تجز کر دیں۔“

جیل نے سو کو بھی بھیجے پائی کی فکر سے نہیں بکا تھا۔ تاہم اس مرحلہ پر اس کے ساتھ سمجھوتہ اور مصالحت کی کوششوں سے قصاص میں نہ گئے۔ انہوں نے سو کی جانے گھر میں سے قتل کی کہ وہ حملات کو خراب ہونے سے بچائیں۔ گھر میں ان دونوں علی سیاست سے کنارہ کش ہو کر درحاضر میں مقیم تھے۔ مئی کے آخر میں جیل نے اپنی کیر (میں میں کانگریس کے لیڈر اور ہونو وزیر اعلیٰ کی معرفت گھر میں کو ایک پیغام بھیجا۔ کیر نے جیل سے کہا تھا کہ صوبائی کوینہ میں شمولیت کے لئے مسلم لیگ کے دو نمائندے ہونو کو ہیں۔ لیگ نے اپنی میں میں سے ۲۰ مسلم شخصیں جیل کی تھیں۔ کیر یہ بات اچھی طرح سمجھا تھا کہ جیل کے قتل سے اس کی انقلابی مضبوط اور متحرک گزاری کی اہل ہو جانے کی۔ جیل کے پیغام کے جواب میں گھر میں بی بی نے کہا ”میں چاہتا ہوں تاکہ کون انہیں میں داخل ہے اس میں۔ اور اعلیٰ پیرو انہیں قتل بھی انہی دشمن ہے بہت پائے قتل اصل بات یہ ہے کہ کوئی اس قتل نہ ہو گئی ہے کہ مجھے اس میں سے سونج کی دشمنی بھی کوئی نہیں رہتی۔ انہی بی بی میں میں دشمنی کے لئے خدا کو پکارا ہوں۔“

## میں اتھارٹی ہوں

لیگ کا آئندہ سیشن کھنڈر میں ہونے والا تھا۔ جیل یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کا صدر اعلیٰ علیہ باقون کی ہدایت کیلئے لیگ داخل کاہم ہے گا یا مسرت کی کھنڈر جیت ہو گا۔ انہیں یہ احساس بھی تھا کہ ان کے لئے ذاتی طور پر اور مسلم لیگ کے لئے جماعتی حیثیت میں وقت ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ انہیں جیل کی شکایت مانتی تھی۔ صوفی نے کہا ہے کہ ”وہ کیرت پیچ رہے کو کھاتے رہے تھے ہم اسے صحت سکرٹ پیچے والے کی کامی پائیں انہیں سمجھتے تھے ”ہم میں سے کوئی بھی نہ ہیں تاکہ وہ کامی کھنڈر ہی تھی۔ جب تک مسرت انہیں نہ ہو گئی۔“ اس سلی کر میں انہیں نے قتل اور سنی گھر میں گزارا۔ جیل میں مسلمانوں کے سب سے بڑے وکیل کی حیثیت سے ان کی شہرت بچھلی گئی۔ اسی طرح ان کی مصروفیات جماعتی نہیں۔ کیر کے وہ میں داخل جیل میں کے ساتھ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مئی ۱۹۴۷ کے

ہندوؤں کی وجہات تک ہر کہیں ان کے حملہ گئے۔ کٹھن میں قیام کے دوران وہ چار مقدموں میں اپنی کورٹ میں پیش ہوئے۔ ان میں سے دو نوہد لاری اور جیڈہ دلاو لائی تھے۔ حنفیہ بیگم بیگم سرکار بھی مقدمہ کو یہی شہرت ملی جس کا فیصلہ سولہ کے حق میں ہوا۔ اس مقدمہ میں پرنسز ڈاکٹر دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا "ملی لارڈ" میں اختلافی ہوں "اسلامی قانون کے ایک سچے اور صحیح شریعہ کی حیثیت سے معاشرہ میں ان کا وہ قدر و تکرار تھا کہ کوئی بھی ان کے اس دعویٰ کو رد کرنے کی جرأت نہیں کر سکا اور حسب معمول وہ جس کیس میں پیش ہوئے اسے جیت لیا۔

ان گر نہیں کے دوران اور سولوں کے شروع میں وہ جلی گئیں بھی گئے ملاقات کرنے والے مسلم لیڈوں کو صحت ملی کہ وہ ایک کے احمدہ سیشن میں مندر شریک ہوں۔ سر شفیق کے دماغ میں بشریہ امور کے مطالعہ، پنجاب اور بنگال کے سرکارہ زمانہ نے جن میں سر سکندر حیات اور فضل الحق کے نام تھے، ذکر ہیں، جن میں کی دعوت پر گھسٹو کے اجلاس میں شرکت کی۔ اور اس بار گھر سیشن سے مدافعت ہونے سے پہلے مسلم لیگ سے تعلق کرنے پر رضامند ہو گئے اس سے مسلم لیگ کو مدافعت تقویت پہنچی اور انہوں نے "راہل ہوم" میں "چاکر" جن کو یہ پہنچایا تھا اس کا سٹر ڈروہ کیا اور یہ مسلمانوں کو ان کے اپنے طبقہ انتخاب میں بھی بار جانے کے خطرات لاحق تھے۔

جن جن نے پہنچے سے گھسٹو تک کا سفر نہیں سے کیا ان کی مریہ نہ فی کا پھر کے اسٹیشن پر پہنچی۔ مسلمانوں کا ایک جم غیر ان کی ایک، تنہا دیکھنے کے لئے ان کے بار پر ٹوٹ چلا۔ جیل گارڈین اس دیکھتے ہیں۔

"لوگوں کا ہوش و خوش بے پناہ اور بڑا جوش کی مدافعت کے لئے ان کا عزم وہ مسلہ دینی تھا یہی ایک کہ مسٹر جن جن ہمدرد دیگر بڑے جوش اور سکون رہنے والے تھے اس لحاظ سے حجاز ہونے بغیر نہ تنگ ان کی نگاہوں سے مضبوط عزم دیکھتے تھے۔ جس میں اس میں ان کی تیز فہمی کہ ان کا میری قوم پاک فہمی ہے۔ ان کے جذبات کو انہوں نے کرنے کے لئے جن جن نے چند حوصلہ ملیں اتفاق کہ بہت سے مسلمانوں کی آنکھوں میں اپنے دشمن کو دیکھ کر شدت جذبات سے خوشی کے آنسو بہنے لگے۔ جس کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ انہیں ملانی سے بہت ملانے کا ہے۔

وہ ۳۳ اکتوبر کو صبح کی شام کو گھسٹو پہنچے جس میں اس میں مل گئے انہوں نے کانگریس اور مسلم لیگ کو اکٹھا کرنے کے لئے بیٹھن گھسٹو بھی بار گھر سمجھوتہ تیار کر کے بعد مسلم اتحاد کا ایک لیڈر ایل قیصر کیا تھا وہ ہستی سے زیادہ عزم کا غم تھا۔ اس وقت ان کی حکمرانی کی گود سے ان پر اندھا چھا گیا تھا۔ یہی ایک کہ مسز جن جن کے چہرے پر یہی سی کے صفا ایک اور صاف کھلی اپنے گئے۔ ملحقہ ان اور راجہ محمد آکھ نے ان کے غیر مقدم کے لئے مسلم لیگ رضا فائل کا ایک دستہ تیار کر کے تھا انہوں نے کاظم اور ان کی بیٹیو کو سلامی دی۔ پھر انہیں ایک مسلح دستہ جلوس کی صورت میں گھسٹو کو ایک تنگ گلیوں میں سے گزار کر ان کی قیام گھر تک لائے۔ ایک چاکر لیگا رضا فائل اور کانگریس کے سرگرم کارکنوں کے درمیان ہاتھ پائی ہو گئی۔ ملحقہ ان کے انتقال پر جھگڑا کانگریس اور لیگ کے درمیان اس سوز و گدگ کی ابتدا فہمی ہندوستان کی تقسیم کا پہلا پڑی۔

## پنجاب کی تسخیر اور پاکستان کا قیام

پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات نے مسز جن جن اور لیگ کو نسل سے اعلیٰ صحیح ملاقات کی۔ جس میں ان کی مضبوط پالیسیٹ ہائیڈر ایک میں غم کرنے کی شوق پر غور کیا گیا۔ ان کی بیٹیو شوق یہ تھی کہ پنجاب میں ہائیڈر ان کا مکمل کنٹرول

باقی رہتا چاہئے کہ مسلم لیگ نے صرف وہ شخص جیتی ہیں۔ جیل کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ پنجاب کے جانچور جاگیردار کی شرارتوں خوش حالی سے قتل کر لیں اور اپنی گراہی سوار کو لگے لگا کر اس کا بیٹ لیں۔ ۳۰ اکتوبر کو برکٹ لکھنیا کے قتل خیز مسلم لیڈروں کے بائیں سر مطبوعے پلائیٹنگ کو نسل نے زبردست تلبلیں کی گونج میں اس کی گھنٹی دی۔ لیگ کو نسل کا تلبلیں جلا اور غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا بالکل بجا تھا کہ پنجاب میں لیگ کی کوئی ایسی پروڈیوٹن نہ تھی جسے ہزار ہا کہہ اپنے مسلم قومیت کے دعویٰ کو پھیلا سکتی۔ پنجاب مسلم اکثریت سے محروم صوبہ تھا پنجاب کو تیار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ پاکستان کا حصول ممکن ہو گیا۔ لیگ بنگلہ مرکزی دور الحکومت سے مستعد تھا۔ حیدر آباد کن منٹو صوبہ بلوچستان اور خیمبر مسلم اکثریت کے جزیرے تھے۔ انجین میں سے کوئی بھی لگا دیا اور اس قدر مضبوط تھا کہ اپنے پیوں پر کھڑا ہو سکتا تھا۔ پنجاب کی حیثیت ایسے جنت کی تھی جس نے شعل مغرب کے صوبائی پوتلوں کو اکٹھا کیا تیار ہونے کے دو مہینوں میں کام کیا۔ پنجاب پاکستان کا پہلا اور سب سے اہم بل کی طرف قلم سر سکندر حیات کو اپنی پائی میں شامل کرنے کے بعد جیل نے راجہ محمود لکھنوی کا پائل گھر کے باہر تعمیرات میں ایک کے دفتر سنبھال دیا۔ جم لڑا۔ جس پر "۳۰ اکتوبر" پلائیٹنگ تھا۔ اس پر جم کا لڑا ایک نئی قوم کی بنیاد بنی اور پنجاب کو تقریباً ایک عشوہ تک برطانوی ہند کے قلم میں رہی۔ اس یادگار دور کو نئی جنت پر فضل الحق بھی مسلم لیگ کی مغویں میں شامل ہو گئے۔ اس طرح جنوب مشرقی ایشیا کی افریقہ دینی مسلم راستہ میں دو دروازے کھلے۔ صوبہ مشرقی ہند کا تدارک ہو گیا۔ لیگ اب مغرب میں شامل ہو گئے۔ اس طرح پہلے گھنٹہ پیکٹ سے آزاد لیگن خود بخود متعلق کی لڑا ہوئی تھی۔ جلد ہی دواہر ہال دور مہاتما کو بھی اس صوبہ کا پتہ چل گیا۔ بہت جلد ہی دنیا کو معلوم ہو گیا کہ کس طرح ہمارا ایک دافرو کو تدارک مفید ہواں والے مرد سید مسلم رہنمائے "انجین" کے بائیں ایک اقلیت کا لیڈر ہونے لگے۔ ہونے لگے ہونے مقصد حاصل کر لیا ہے۔ جس کے لئے وہ خود ان سے کوئی قلم چلے جڑے عورت تک اس کا فرق اڑا لیا کہ اسے نظر ہوا لڑا گیا۔ اس کی تلبلیں کی گئی اور داخل شکایت کچھ کر اس کی ملازمت کی گئی۔ اب پنجاب اور بنگلہ کے دروازے انھیں ہاں کے پتوں میں شامل تھے۔ آج کے بعد وہیں سب کی طرف سے ہونے کے ہزار ہو گئے ہیں انھیں مسلم خدائی ایشیا کی ایک جانچور "حق" داری اور فیصلہ کن تلبلیں کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

گھنٹہ پیکٹ میں سے نہ صرف ایک کے سیاسی ریاست عام اور سیاسی پروڈیوٹن میں ایک جیل کی ذاتی دو تلبلیں اور تعلیمی خطی منصوبہ کے بارے میں بھی ذرا لائی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ لیگ کی ہر شاخ کی سرپرستی گئی۔ اب "انجین" کی سوئی کی بجائے شلوار قبضے کے ساتھ سیاہ رنگ کی شیرٹوں پہنے گئے۔ ۳۰ اکتوبر سے سہرہ کو پہلی بار ایک جلسہ میں انھیں قائد اعظم کے لقب سے خطاب کیا گیا۔ رات انھوں نے دایا محمود تیار کے ہاں گراہی تھی۔ ہند کے بعد ہند سے خطاب کرنے کے لئے جانے گئے تو رات میں اسامیل خان کی قزاقی ٹولہ پر ہونے کی نظر پڑی تلبلیں نے اپنے ہند سے نہ ٹولہ مسئلہ کے رہتی ہو شیرتوں کے ساتھ چلی گئی۔ حاضرین نے اسے پڑھنا دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس وضع کی ٹولہ دیا بھر میں "جیل کیپ" کے نام سے مشہور ہو گئی۔ جب انھوں نے جیل میں دیکھا کہ مفید شیرٹوں کے ساتھ ٹولہ بہت جمل تھی ہے تو وہ قائل ہو گئے کہ اسلامی لباس کو آخری ٹکڑے کے لئے ٹولہ کا مشعل ضروری ہے۔ چنانچہ جیل کیپ لیگ کی ہر شاخ ملازمت میں لگ گئی۔ جیل کیپ نے جلد ہی شیرت حاصل کر لی اور کھڑی رہی۔ "گڈ می کیپ" "گڈ می" دھوکے کے علاوہ اکثر کامیابی جیتا پتے تھے کے مقابلے میں مسلمانوں خصوصاً انجین کی مشاہدہ بن گئی۔

دایا محمود تیار کے ہزار میں قریباً بیس مسلمان مسعودین سے "بہو تک" کے ہر حصہ سے آئے تھے "خطاب" کرتے ہوئے

قائد اعظم نے فرمایا "اگر ملوثا مسلم لیگ کا موجودہ سٹیج اس کے قیام سے اب تک متغیر ہونے والے تمام ترین اجلاسوں میں سے ایک ہے۔ کانگریس کی موجودہ قیادت خصوصاً گزشتہ دس سال سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ پر محنت کرنے کی راہ دہ ہے۔ انہوں نے لیکن پارلیمانی اختیار رکھنے کے بعد جو سراسر بھڑکانہ ہے۔ انہوں نے ان چھ صوبوں میں جہاں باغی اکثریت ہے، انکو شکست دینی ہیں۔ انہوں نے اپنے اقلیت سے اپنے اقلیت سے اور اپنے بدگرام سے اپنی تہمت کو لگا ہے کہ مسلمانوں کو ان سے کسی نصف یا پانچواں اری کی توقع نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں کہیں وہ اکثریت میں ہیں اور جہاں کہیں انہیں سوائے نظر کیا انہوں نے مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنے سے صاف انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ مسلم لیگ غیر مشروط طور پر باغی اعلیٰ قیادت کے لئے اور ان کی شرائط پر مبنی ہو۔ ہر صوبہ ہر ضلع ہر تحصیل اور ہر مشروط قیادت کے مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ وہ عوام کی بھلائی کا باعث بدگرام مرتب کریں۔ انھوں نے ان کی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی ترقی کی تادیب اور دماغی دباؤ شروع کر دیا۔ اپنے آپ کو مسلم کریں، اپنے اور عملی اقدامات سے باز کریں۔ خود کو تہمت یافتہ بنائیں ان کی طرح بھڑکانہ کریں۔ اپنے اور نیم پرستہ کریں۔ اپنے ملک اور عوام کی بھلائی کے لئے وابستہ رہیں اور بھڑکانہ سے باز کریں۔ ملوثا قوم صحت، تحلیف اور قیادت کے بغیر کامیاب نہیں کر سکتی۔ یہاں لیکن قوتیں موجود ہیں جو آپ کو تنگ کریں گی، آپ پر حملہ دھمکیاں دیں گی، آپ کو صواب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کا نقشہ لکھا کہ اس بھلائی میں سے گزر کر، عقلمند ہوں۔ کہہ سکیں اور ترحیمات کا مقابلہ کر کے نیز مشکلات اور قہریلوں سے گزرنے کے بعد ہی ایک ایسی قوم کا تصور ممکن ہے جو اپنی گزشتہ عقلیت اور کمزوری کے شیلان شان ہو اور وہ اپنی آئینہ نگار کو نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم میں عظیم تر اور زیادہ شاندار بنانے کے لئے زندہ رہے۔ ہندوستان کے آئینہ کوڑ مسلمانوں کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان کی فکر ان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ وہ ایک نہایت مرموز، انھوں نے عقلمند اور خود قوت کی حیثیت سے ہر قسم کے خطرات اور مخالفت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آپ کے اپنے ہاتھوں میں زبردست علمی قوت موجود ہے۔ اپنے اہم اور بنیادی فیصلے خود کیجئے۔ ہندوستان کے لحاظ سے عقلمند اور دور رس ہو سکتے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہزار بار سوچئے لیکن جب کوئی فیصلہ کر لیں تو جسدِ واحد کی طرح اس پر پختہ ہائیں۔"

قائد اعظم تقریر ختم کر کے جو نئی فیصلے پڑاؤ میں موجود ہر مسلمان نے کھڑے ہو کر خوشی سے کہاں کہاں اور اس امر کا احساس دیا کہ ایک نئی مسلم لیگ جو اس نئی ہے، گواہان کے عظیم قائد نے ایک اہم اور عظیم فیصلہ کر لیا ہے جس کے نتائج دور رس ہو سکتے ہیں۔ وہ اب وہاں کا کوئی راستہ نہیں ہو گا۔ ان کے لئے ان ہی اس کی حمایت کے لئے جہاں جو کھڑے آئے۔ لیکن تہذیب کا انداز تھے جلد ہی گفتگو سے آواز ہو گئے۔ جبکہ عمل قوت کے پرانے مرکز سے دھکے ہوئے تو انہوں نے قائد اعظم کی حیثیت سے مسلم لیگ کی جڑیں دہلی میں مضبوطی سے چسوا کر دیں تھیں۔

## بارہواں باب - لاہور کی طرف: ۱۹۴۰ء — ۱۹۴۸ء

۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء کے دوران قائد اعظم کی مصروفیات کا سب سے بڑا مرکز لاہور ایک عوامی پارٹی کی تعمیر، تشکیل و رہا۔ لیکن اس کے سہاٹی اجلاس ۱۹۴۷ء سے لے کر مارچ ۱۹۴۰ء کے سٹیج کے دو مہینوں عرصہ میں مسلم لیگ کے ارکان کی تعداد چند ہزار سے بڑھ کر پانچ لاکھ سے زائد ہو گئی۔ روایت کی گئی کہ کانگریس کے مقابلہ میں نصف کوئی نئی نئی پار آئے کی بجائے صرف دہلی و صوبوں کی جانے لگی۔ لیگ کے مشورہ میں ان کی لحاظ سے تبدیلیاں کر کے اسے جدید تقاضوں کے مطابق بنایا گیا تاکہ قوم اپنے لئے لیڈر کی قیادت میں خود اعتمادی سے آگے بڑھ سکے۔



کھنڈہ سیشن میں لیگ نے ایک قرارداد کے ذریعے طے کیا تھا کہ وہ آزاد مسودی رہا سہوں کی فیڈریشن کی صورت میں عمل آزادی کے لئے کام کرے گی۔ جس میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق و مفادات متعلق اور سوئز طور پر محفوظ ہوں گے۔ کانگریس کی خدمت کی گئی جس نے ”بندہ ماترم“ نامی گیت مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو سکھرائے اور کرتے ہوئے قطعی اور اوروں میں قوی ترانہ کے طور پر جبراً رائج کر دیا تھا۔ لیگ کے نزدیک وہ گیت سراسر غیر اسلامی خیالات کے لحاظ سے بہت پرستی کا مظہر اور ہندوستان میں صحیح قومیت پرستی کی حقیراں تکلیل کے لئے ضرور رساں تھا۔ لیگ نے ہندی کی بجائے اردو کو ہندوستان کی عمومی زبان بنانے کا فیصلہ کیا۔ آخر میں معاشرتی و اقتصادی اور قطعی اصلاحات کا پروگرام تجویز کیا گیا۔ لیگ نے وعدہ کیا کہ کارخانوں کے مزدوروں اور دوسرے محنت کشوں کے لئے اوقات کار مقرر کئے جائیں گے۔ اگلی کم از کم اجرت کا اعلان کیا جائے گا۔ ان کے گھروں میں حفظان صحت کا انتظام کیا جائے گا۔ دکان اور شہری قریبے کم اور سود کو ختم کیا جائے گا۔ جملہ قرضوں کی ادائیگی کے لئے صلت دی جائے گی اور عمل آزادی کے حصول کے لئے نئی تدبیر اختیار کی جائیں گی اور اس مقصد کو پانے کی خاطر تمام سیاسی جماعتوں کا تعاون حاصل کیا جائے گا۔

## جنگ سکندر کلکش

کھنڈہ میں ہندو بھارتیوں کا جو سلسلہ جاری رہا تھا اس نے مسز جناح کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا۔ جب واپس بریتانیہ کے لئے روانہ ہونے کو وہ شدید بیمار اور آہستہ آہستہ تنگ کھانسی میں مبتلا تھے۔ قریباً ایک ماہ عمل آرام کرنے کے بعد وہ اس قافلہ ہو گئے کہ اپنے تائیں کی طرف سے موصول ہونے والے خطوط کا جواب دے سکیں ان میں جناب اسمبلی کے واحد لیگ رکن ملک برکت علی کا خطبات خاص بھی شامل تھا جو انہوں نے سر سکندر حیات کی لیگ کے ساتھ زیادتیوں کے بارے میں لکھا تھا۔

سر سکندر حیات اور پریسٹ۔ لیگ معاہدہ کی فیصلہ و تخریب جناح کے لئے درد سر بن گئی کیونکہ ملک برکت علی ڈاکٹر اقبال اور جناب کی سیاست سے باخبر و دیگر لیڈروں نے محسوس کیا کہ چونی نشست پانڈی کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ سکندر حیات نے اپنی جماعت کے بعد اور سکندر ارکان کو یقین دلایا کہ ”اب جناح میری سیب میں ہے۔ لیگ والے اپنی بالادستی کے بارے میں جو دعویٰ کرتے ہیں وہ سب ہیں ان میں کوئی صداقت نہیں۔“ کیا جناح نے لیگ کی حیثیت بدل کر کرنے کے لئے واقعی سکندر حیات کی من مانی شرائط قبول کر لی تھیں؟ کیا لیگ نے سکندر حیات کا تعاون حاصل کرنے کے لئے حقیقتاً غیر معمولی قیمت ادا کی تھی؟ کم از کم جناح کے خیال میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن جناب کا مسئلہ دسمبر ۱۹۳۶ء میں سکندر حیات کی وفات کے بعد بھی ایک سرست و رازی رہا۔

## مسلم طلباء میدان عمل میں

جناح نے پہلے ہی میں لیگ کو نسل کا اجلاس لاہور کی بجائے ٹکٹہ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ جنوری ۱۹۳۷ء میں کل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے انتخابی اجلاس میں شرکت کرنے مجھے ہوئے تھے۔ یہ عظیم اجتماع مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس، علی گڑھ پر نہرو نئی سٹوڈنٹس یونین اور کل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس کے باہم اہتمام سے لاہور میں قیام تھا۔ اس سلسلے میں علی گڑھ پر نہرو نئی کے ایک طالب علم لیڈر محمد فضلان نے اہم کردار ادا کیا تھا۔

نمون اپنی فیڈریشن کے پہلے اجلاس کے افتتاح کی دعوت دینے پہنچ گئے تھے۔ وہ اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں "مجھے اس بات سے جی حیرت ہوئی کہ انہوں نے میری دعوت قبول کرنے میں ایک منٹ بھی نہ لگایا۔ میں نے ساتھ ہی ان سے درخواست کی کہ اس بارے میں پریس میں خبر دے دی جائے؛ انہوں نے جواب میں کہا۔ یہ خبر فوراً چھپا دو۔ قائد اعظم کی رہنمائی میں مسلمان طلباء نے کھلے میں جس سزا کا تدارک کیا۔ اس کے شرکاء کی تعداد میں اضافہ ہوا کیا اور آخر کار ہم حصول پاکستان کی جدوجہد میں کامیاب ہو گئے۔" کھلتے میں جناح اور فاطمہ نے اسماعیلی کے پاس قیام کیا۔ ۲۸ دسمبر کو صبح ۸۔۳۰ پر قائد اعظم نے کانفرنس کا افتتاح کیا تو چندور سے اس کھادی تک کے قریب ۳۰۰ مسلم طلباء ہال میں جمع تھے۔ انہوں نے جذبات سے عادی اور ذرا بھلی انداز سے ہت کر سیدھے سادھے طریقہ سے خطاب کیا اور طلباء کو بتایا کہ "کھنڈ میں میں نے صرف خطرے کی گھنٹی بجائی ہے۔ وہ گھنٹی اب بھی بج رہی ہے۔ لیکن مجھے قازر بریگیڈ نظر نہیں آ رہا۔ میں چاہتا ہوں آپ قازر بریگیڈ چار کریں" انشاء اللہ ہم آگے بجا گئیں گے۔" اس نے عظیم گروہ مسلم قازر بریگیڈ کے لئے انہوں نے جو بیانات دئے "ان میں سب سے زیادہ یاد رکھنے کے قابل یہ بات تھی۔" ہم کہیں چاہتے کہ ہمیں امریکی جہیزوں کی پست سٹاپ کرادیا جائے۔" اب جناح کو ان لوگوں کا دندوں اور توانا رضاناموں کی حمایت حاصل ہو گئی جن کی ایک کو ضرورت تھی۔ برطانوی آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن نے جو کانگریس کے زیادہ قریب تھی۔ نئی مسلم فیڈریشن کو "رجسٹر پند اور فرقہ وارانہ" قرار دیا۔ راجہ محمود آباد کو سٹوڈنٹس فیڈریشن کا صدر چنا گیا اور محمد عثمان بطور جنرل سیکرٹری کام کرنے لگے۔ فیڈریشن کے منشور میں دیگر تقاضوں کے علاوہ مسلم طلباء میں سیاسی بیداری پیدا کرنے اور انہیں ملک کی آزادی میں ہاتھ باندھ لینے کے لئے تیار کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اقتصادی و معاشرتی حالت بہتر بنانے 'اسلامی تہذیب اور علوم کو فروغ دینے نیز اسلام' مخالف قوتوں کی سرکوبی کر کے اپنے لب و حلیہ کو مضبوط بنانے کا اہم کام ظاہر کیا گیا تھا۔

پہنچ واپس آنے کے بعد جناح کو جلد ہی (جنوری ۲۸) بحر علی گڑھ جانا پڑ گیا۔ جہاں ان کا صحیح معنوں میں "شہادۂ استقبال" کیا گیا۔ ان کے عقیدت مند اور مداح طالب علم بعد اصرار ان کی گاڑی کو خیشین سے پھنودہ نئی کیمپس تک (نہیں میل سے زائد) فاصلہ خود بھیج کر لے گئے۔ مسلم لیگ کے اس شکستہ گروہ میں جناح نے اپنے پرہیزگار لباس پہنانے والے سامعین کے مدد پر معمول سے ہٹ کر فصیح اور خوش بیان تقریر کی۔ انہوں نے فرمایا "جناح صدر آپ نے کہا ہے کہ مسلمان بیدار نہیں ہو سکتے لہذا سے آزاد ہو آجے۔ میں چاہتا ہوں اسے کب آزاد رہے دیا گیا؟ اس ملک میں ہم گزشتہ چھ سو سال سے غلام ہیں۔" یہ پہلا موقع تھا کہ جناح نے عوامی خطاب میں "غلام" (Slave) کا لفظ استعمال کیا اور مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ چٹے ہی سواڑ لفظ میں کھینچا۔ ۱۸۹۹ء سے اپنے سامعین کو چین دلاتے آ رہے تھے کہ مسلم لیگ میں دوبارہ جان ڈال دی گئی ہے اور اس نے مسلمانوں کو انگریزوں کے غلاموں سے آزاد کرالیا ہے۔ لیکن اب ایک اور طاقت ابھری ہے جو خود کو حکومت برطانیہ کا باغی سمجھتی ہے۔ آپ اسے چاہے کوئی نام دے دیں نام وہ بدد اور صرف بدد طاقت ہے۔ ان کی تقریر ۱۱ شادی اور خوشخبری پر ختم ہوئی۔ "آپ کوئی جبرائیل کے لئے اور بدد اورات یعنی مسلم معاشرہ کی بحالی ہوئی توانا ہوں اور صلاحیتوں کو جمع کرتے جائیں تب آپ کو کوئی مایوس کن سازش مل جائے گا تو وہ انہیں ایک ایسے ہار میں پڑوے گا جسے دیکھ کر آپ مٹ مٹ کر اٹھیں گے۔"

مارچ ۱۸۹۸ء میں بنگال کے سوشلسٹ چندور میں نسو کی جگہ کانگریس کے صدر بنے۔ ان کی عمر محض ۳۱ سال

تھی۔ انہوں نے بڑے جلدور انداز میں قید و بند کی صورتیں سہی تھیں اور حال ہی میں دبا ہوئے تھے۔ کانگریس کی صدارت کا اعزاز سچائی چند یوس کو دیتے وقت منہ لے جناح کے نام مراسلہ میں لکھا۔ ”ہم ہر وہ کام کرنے کے حلقہ ہیں جو ہمارے اختیار میں ہو اور جس سے ہر قسم کی مظلہ فطیوں کا ازالہ ہو سکے۔ ہم ایسی ہر بات کو حل کرنے کے لئے تیار ہیں جو ہماری عام زندگی کو بہتر بنانے اور ہندوستانوں کے اتحاد و ترقی کی راہ میں حائل ہوتی ہو۔ براہ کرم مجھے بتائیے کہ صحیح معنوں میں کون کون سے اختلافی نکات ہیں جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے؟“ اس کے جواب میں جناح نے لکھا۔ ”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس معاملہ پر خلا و کلیت کے ذریعے بحث بھی ہو سکتی ہے؟ اس کا حل تو بعد کی بات ہے۔“ جو اہرلال نے اتفاق کیا کہ ایسے امور میں جیسے بالمشافہ گفتگو مفید ثابت ہوتی ہے۔ تاہم اس عمل میں مراسلت بھی کارآمد ہے اور بعض اوقات اسے ترجیح دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ گفتگو کے مقابلہ میں زیادہ واضح اور دو ٹوک ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ ہمیں یہ تاکر یوزیشن کی وضاحت کرنے میں مدد دیں گے کہ ہمارے درمیان کن امور پر اختلاف ہے اور آپ ان اختلافات کو کیسے ختم کرنا پسند کریں گے۔“ تاہم جناح اختلافات پر فوری بحث کرنے سے گریز میں تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ یہ امتحانی چابندیدہ اور باقاعدہ طریقہ ہے۔ آپ آپ کی بات تیسرے فرق کو سنا پسند کرتے ہیں جبکہ میں آپ میں بات چیت کو ترجیح دیتا ہوں۔ آپ یقیناً جانتے ہوں گے اور نہیں جانتے تو جانتا چاہئے کہ ہمارے درمیان کوئی کون سے نکات متبادر ہیں۔“

جو اہرلال کی طرف سے بار بار کی گئی اس پہل کو کہ مسلمانوں کے نامہ ترین مطالبات سے انحصار کے ساتھ مطلع کیا جائے، مسترد کر کے جناح نے نہ صرف اپنا قیمتی وقت بچایا بلکہ گاندھی جی کو مجبور کر دیا کہ وہ خود پہل کر کے انہیں مذاکرات کی دعوت دیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو اہرلال یوس ”آزاد خیال یا پشاد میں سے کوئی بھی کانگریس بیچ صاحبان کی حضور کی تعمیرات چیت نہیں کرے گا اور گفتگو کے لئے جو بھی نامہ مولا وضع کیا گیا“ اس کی آخری حضور کی گاندھی جی سے لی جائے گی۔ آخر کار فوری ۱۹۴۸ء کے لواخروں میں مسلمانوں نے لکھا کہ ”میں نے مولانا ابوالکلام آزاد کو اپنا دھماکا حضور کر لیا ہے“ پہلے ان کے اور آپ کے باہمی بات چیت ہوئی۔ تاہم ہر صورت میں آپ مجھے اپنے تصرف میں سمجھیں۔“ اس پر جناح نے جواب دیا۔ ”میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ کے دہان اور سچ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی جبکہ آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کی رجحانی مولا ابوالکلام آزاد کریں گے۔“

جناح نے اس بات پر اصرار کیا کہ جس طرح گاندھی خود کو تمام ہندوؤں کا ترجمان مانتا چاہتے ہیں۔ اسی طرح انہیں جملہ مسلمانان ہند کا ترجمان تسلیم کیا جائے اور مسلم لیگ ایک ایسی بااختیار سیاسی جماعت تسلیم کی جائے جو سارے مسلمانوں کی فائیدہ ہے۔ کانگریس کے نقطہ نظر سے یہ دونوں باتیں قابل قبول نہ تھیں۔ جناح بھی اس حقیقت سے انہی طرح باخبر تھے۔ تاہم مذاکرات سے بچنے کی کوئی ترکیب تو کام میں آئی تھی۔ کانگریس کی طرف سے تسلیم کرنے کا معاملہ ہر حال آخری چیز تھی جس کا مطالبہ وہ اس نازک مرحلہ پر کر رہے تھے۔ مسلمان قوم، ”جس دہان“ کے واضح اور موجودہ غلطی کے خلاف حمہ کرنے کے نصب العین کو اس سے زیادہ۔۔۔ چاہا گئے۔ کانگریس اور لیگ کے باہمی ۱۹۴۸ء میں کسی قسم کی مطامعت خلودہ سووایی رائج ہوئی یا مرکز کی رائج ”جودی ہوئی“ یا فیادی نو صحت کی۔ لیگ نے دکن ساری کی جو سم شروع کر رکھی تھی وہ بری طرح ناکام ہو جاتی۔ حقیقت میں صحت کی ساری سخت عملی کی فیاد اس بات پر تھی کہ ہر ایسے مسلمان کو اپنی مصلوں میں شامل کر لیا جائے جو ہندوستان پر ہندو تسلط سے خلودہ اور اس کا خلاف ہو۔ اس موقع پر کسی قسم کے مجبورہ کا یہ مطلب ہو گا کہ

مسلمانوں کو تنہا کرنے کی جو اسٹیم پلائی گئی تھی اس پر پانی پھیر دیا گیا۔ ایسے واقعات کے نتیجہ میں جناح کو بمبئی اور دوسری صوبائی وزارتوں میں چند مہینے سنبھالنے چاہئیں تاہم وہ حصول پاکستان کے مشن میں دی طرفہ کام ہو جاتے۔

شبانہ روز صحت کے باعث ان کی کھانسی اور بے آرامی بڑھتی گئی۔ جس سے وہ مزید زور سبک اور تنگ مزاج ہو گئے۔ وہ زیادہ غلط و غمناک چاہتے تھے۔ اگرچہ پہلے بھی جہنم کا سامنا کرنا اور اسے برداشت کرنا ان کے بس نہیں نہ تھا تاہم اسے جب وہ کسی اسٹیج سے لوگوں کو خطاب کرتے۔

مارچ ۳۸ء میں جناح نے اسماعیلی کو اطلاع دی۔ "میں قاطر کے ساتھ ۱۶ اپریل کی صبح کو میل سے آرہا ہوں۔ جہاں تک میرے استقبال کا تعلق ہے۔ یہ بات غلط خاطر رہے کہ مناسب نظم و ضبط پر قرار رکھا جائے گا کہ میں مقبول وقت میں گھر پہنچ سکوں۔ کیونکہ ان لمبے لمبے جالوسوں سے جن میں میں گئی کئی گھنٹے تک جاتے ہیں۔ میرے اعصاب اور قوت برداشت پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ اس لئے آپ اس امر کی کو مشق کریں کہ میں صبح تک گھر پہنچ جاؤں اور بعد ۱۰ بجے سر کھڑی دیو کے لئے لازماً آرام کر سکوں۔ آپ نے اخبارات میں چیتا چڑھا دیا ہو گا کہ علی گڑھ "میرٹھ اور دوسرے مقامات کے دوروں سے مجھے کتنی تکلیف پہنچی ہے۔ اس لئے میں نے میری طبیعت ٹھیک نہیں رکھی۔ صرف اس وجہ سے کہ سفر میں بہت زیادہ بے قاعدگیں سرزد ہوئیں اور بہت زیادہ تھکاوٹ نے میری صحت پر اثر ڈالا۔"

مسلم لیگ کے ان کے منصوبوں کو کوئی بھی چیز ٹکرا کر انکا ضرر نہیں پہنچا سکتی تھی جتنا نقصان فرائی صحت کی افزا ہوں سے پہنچ سکتا تھا۔ سیاسی قوت بننے کے لئے طبی طور پر تندرست ہونا ناگزیر تھا۔ اس بارے میں معمولی سا ٹھیکہ بانگ جناح کے پیچھے ہٹاؤں پر نہ مٹنے والے داغ ہیں تو قیامت کی غیر معمولی ملا جلیوں کا پڑا ہے مگر ہو جاتا۔ ان کی واحد تنہا یہ تھی کہ زیادہ سے زیادہ وقت غمناکی میں گزاریں "لوگوں کے سامنے کم سے کم آئیں اور اپنی سرگرمیاں محدود کر دیں۔ قاطر جناح خاموشی سے جاری جاری کرتی رہیں۔

اپنے لئے غلط و غمناکی بنانے کے لئے جناح نے لاہور بارلی پر واقع اپنی رہائش بلاؤنٹ ہاؤسز کو بھی ٹھیک دی۔ ان کا یہ بنگلہ ۳۰۰۰ روپے میں کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ یہ کوٹھی چھ پڑی اور پڑی شاخدار تھی۔ اس کے علاوہ ۱۲ اور گلیزب روڈ (نند دہلی) پر انہوں نے ایک ٹی کوٹھی خریدی تھی "اس کی دو ٹیمیں و آرامش پر بھاری رقم صرف کی گئی۔ آج کل اس کوٹھی میں نیند لینا کاسٹا بخانا ہے۔ ٹی کوٹھی والے بنگلہ پر جانے کے لئے نئی کار ضروری تھی "چنانچہ انہوں نے پیکارڈ ایئر کا انتخاب کیا۔ جس کی خریداری کا کام اسماعیلی کو سونپ دیا گیا۔ اس پر کل ۳۰۰۰ روپے خرچ ہوئے۔ ان دونوں مالی لحاظ سے ان کی حالت خاص اچھی تھی۔ "سے فیر" میں انہوں نے جوے قلیف کرایہ پر دے رکھے تھے "ان سے ۳۰۰۰ روپے ماہوار سے زائد آمدنی تھی۔ ان کی میانہ روی نہیں ۳۰۰۰ روپے پر اور (ہندوستان میں سب سے زیادہ) تھی۔ علاوہ انہیں ۳۰۰۰ روپے سے زیادہ اس خاک پر ڈالنا تھا تاہم انہوں نے کچھ عرصہ پہلے خریدی تھا۔ جناح ملک کے ٹیکس دینے والے اس منتخب گروپ میں سے ایک تھے جن کی آمدنی پر سٹیٹسٹری ٹیکس کے علاوہ "سپر ٹیکس" بھی لگا ہوا تھا اور بعض اوقات بہت سے بڑے دولت مندوں کی طرح وہ بھی ٹیکس کی رقم جی ۱۷ سے ادا کرتے تھے۔

جناح اس وقت یہ کہنے کی پوزیشن میں تھے کہ مسلم لیگ کی پارلیمانی پارٹیاں ہندوستان کی کیاہار میں سے سات صوبائی اسمبلیوں میں سرگرمی سے کام کر رہی ہیں اور ان پارٹیوں کی روایت روزانہ چھ رہی ہے۔ مشکل

اسٹیلی میں لیک کے ہلاک کو خود معظم کیا۔ عام انتخابات کے علاوہ لیک کے متعدد امیدوار ضمنی انتخابات میں بھی کامیاب ہوئے تھے۔ وسط اپریل ۲۰۰۸ء میں حکومت میں تقرر کرتے ہوئے جناح نے ہلاک دہلی کہا۔ ”کانگریس ایک ہندو جماعت ہے۔ مسلمان یہ بات کبھی بار واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ مذہب کے علاوہ ان کا بگڑا زبان ”اور یہ مسئلہ لازماً بھی ہندوؤں سے مختلف ہیں۔ دوسری بات جو زندگی اور موت کے مسئلہ کے برابر ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کے مستقبل اور مقدر کا انحصار سیاسی حقوق کے تحفظ قومی زندگی ”حکومت اور ملکی انتظامیہ میں بھرپور حصہ لینے پر ہے۔ وہ آخری سانس تک اس کے لئے جدوجہد کریں گے۔ اور ہندو راج کے تمام طواغیت ملی میں مادے جائیں گے۔ وہ کسی کے مطیع ہو کر نہیں رہیں گے۔ کوئی ان پر غلبہ نہیں آسکتا۔ جب تک ہمارے دم میں دم ہے ہم کسی کے آگے سر نہیں جھکائیں گے۔“ جناح کی ستر ستر یہ تھی کہ کانگریس کو ”لیک کا احترام کرنا اور اس سے ڈرنا“ سکھایا جائے۔ اپنے پیروکاروں کو یہ سبق دیا جائے کہ وہ جنابوی طور پر خود پر محروسہ کریں اور حقہ ہو کر سیدہ بنائی ہوئی دیوانہ بنائیں۔ بلاشبہ مسلمانوں کے پاس اس امر کی جائز شکایات تھیں کہ ان کے ساتھ زیادتیوں کی گئی ہیں۔ لیک اور جناح نے فیصلہ کیا کہ کانگریس وزراء قوں کے خلاف شکایات اٹھائی کر کے انہیں شائع اور منتشر کیا جائے۔ لیک کو نسل نے راجہ آف بھوپال کی سرکردگی میں اس مقصد کے لئے ایک خصوصی کمٹی مقرر کی۔ راجا صاحب نے متاثرہ مسلمانوں کی ذہنی و تحریری شہادتوں کے ساتھ کانگریس وزراء کے خلاف شکایتوں پر بھی رپورٹ لیک کے سالانہ اجلاس (جو دسمبر میں ہوتا تھا) سے ایک ماہ قبل پیش کر دی۔

## گاندھی جناح ملاقات

اس مرحلے پر گاندھی نے جناح کو خطوط لکھے اور بار بار بھی دسے تاکہ دونوں کے مابین ملاقات ہو سکے اور مذاکرات میں سولانا آزاد گاندھی کی مدد کر سکیں، لیکن جناح نے سولانا آزاد کو ایسی کمی دوسرے غیر ملکی مسلم رہنما کے ساتھ ملاقات کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ بھوپال میں اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ ۸ اپریل ۲۰۰۸ء کو اکیلے بمبئی جائیں اور مسلم جناح سے بات چیت کریں۔ وہ نقل اندازہ پر جناح کے گھر پہنچے۔ دونوں رہنماؤں نے ساڑھے تین گھنٹے تک قتائی میں مذاکرات کئے۔ جن کے دوران گاندھی جی لاجپاب ہو گئے ”وہ اپنے دھڑوں کی کوئی دلیل پیش نہ کر سکے اور زیادہ تر وقت مذاکرات کے نوٹس لینے میں گزارا۔ اس بات چیت نے ۶۶ سالہ مصافحا کو مزید راجس و دل برداشتہ کر دیا۔ اس ملاقات کی روداد سے سولانا کے علاوہ نمبر کو بھی مطلع کیا اور انہیں لکھا:- ”میں بات چیت جاری رکھے ہوئے ہوں تاہم پھرے لئے یہ سوچنا تکلیف دہ امر ہے کہ میں اس خود احتسابی سے محروم ہو گیا ہوں جو ایک ماہ پہلے تک مجھ میں تھی۔ میں نے آپ سے اس جج کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ آپ کو تجاویز کا جائزہ لینے میں مدد مل سکے۔ آپ سرسری طور پر ان تجاویز کو رد کرنے میں ہمیں مدد پیش فرمیں گے اگر وہ آپ کو پائزہ ”ہیں۔ اس معاملہ میں آپ کو میری راجدھانی کرنی ہوگی۔“

نمونے جان چلائے کے لئے یہ کام صدر کانگریس سولانا کے ذمہ لگا دیا۔ وہ سنی کے شروع میں بمبئی سے اور جناح سے ملے۔ تاہم بات چیت سے فاصلے کم ہونے کی بجائے اور چھ گھنٹے اور ان کی عام خستہ کی جانے لگی۔ جناح نے لیک کو خط لکھا کہ کانگریس کو آئینہ دکھانے والی جماعت میں بدلنے کی پالیسی پر عمل کیا۔ انہوں نے اپنی در تک کمٹی (بالی کمانڈ) مقرر کی۔ جس کا اجلاس ۳ جون ۲۰۰۸ء کو بمبئی میں ہوا۔ یہ واقعی ایک مضبوط کمٹی تھی جس میں سرسخت حیات، افضل الحق، طارق الزمان اور لیاقت علی خان جیسے لوگ شامل تھے۔ انہوں نے لیک

کی حیثیت کو چار چاند لگانے میں مدد دی، اس کی حیثیت کا انگریزوں یا برطانوی لیبر پارٹی کی شیڈ کالینڈر کی سی تھی۔  
 صوبہ جہاں کو انگریزوں نے روٹا دیا اور جہاں کے اقتدار سے پہلے وہاں تختی تھیں۔ جہاں انہوں نے حکومت  
 اعلیٰ، شیڈ کالینڈر کی اور لیبر پارٹی کی شیڈ کالینڈر کے دیگر ارکان سے ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں  
 اس موضوع پر بحث کی گئی کہ جی لیبر گورنمنٹ ہندوستان کو اقتدار کس طرح منتقل کرے گی۔ وہی کے کرشنا پتیل  
 جو لندن میں صوبہ کے میزبان بنے ان کے گھر پر دست اور پشترتے، وہ لندن اسکول آف انجینئرنگ میں لائیکل کے  
 شاگرد رہ چکے تھے۔ لیکن میں خاندان جنگی پر دسے زوروں پر تھی اور جی لیبر لیکن گورنمنٹ ہندوستان کے بڑے ہوتے  
 مقام کے آگے بھٹکی ملی بنی ہوئی تھی۔ جسے دیکھتے ہوئے عام قیاس آرائی کی جاسکتی تھی کہ تمام اقتدار جلد ہی لیبر  
 پارٹی کو سونپ دی جائے گی۔ صوبہ نے اپنے پریس، اخباروں میں جی لیبر کی حکومت پر حکم کھاتہ کیا اور کہا "یہ  
 باتیں جنگ کو قریب تر لانے والی ہیں" خواہ ان کے بارے میں کچھ ہی دعوے کیوں نہ کئے جاسکیں۔ میرے خیال  
 میں ہندوستان کو اس بات پر ڈٹ جانا چاہئے۔ جس کا اعلان وہ پہلے ہی کر چکا ہے کہ وہ سامراجی جنگ کی طاقت  
 کرے گا۔

جی لیبر لیکن گورنمنٹ کی ہر پالیسی پر چھانڈ مٹوں نے برطانوی انتظامیہ کو جتن کا اس سے بھی زیادہ اور دور  
 اثر پذیر بنادیا جتنا کہ وہ پہلی کول میجر کانگریس سے تھی۔ جہاں اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے کی امت میں شملہ  
 تھے۔ جہاں قائم مقام وائسرائے گارڈ برابورن نے "جو باضی میں پہنچی اور بنگال کے گورنر وہ چکے تھے" جہاں اور  
 ان کے فوراً بعد سر سکندر کوٹلے کی دعوت دی۔ مسلم ہندوستان کے قائدین کے ساتھ اس اہم اور غیر طاقت  
 نے نیم خود مختار صوبوں اور ریاستوں کی اس فیڈریشن کے مقصد پر سرگرمی جس پر ابھی مملکت آہ نہیں ہو اقتدار  
 جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کا بنیادی پتھر تھی۔ لارڈ لیٹنبرگ نے سیکرٹری آف سٹیٹ نے ہر اگست ۱۹۳۸ء کو  
 ہونے والی اہم طاقت کے بارے میں برابورن کا یہ بیان نقل کیا "جہاں نے اس حیرت انگیز تجویز پر اپنی بات ختم  
 کی کہ ہمیں مرکز کو دیا جی رکھنا چاہئے جیسا کہ وہ اس وقت ہے۔ یہ کہ ہمیں مسلمانوں کو کانگریس صوبوں میں  
 حصہ فراہم کر کے اپنا دست ہٹانا چاہئے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو مسلمان مرکز میں ہمارا حصہ کریں گے۔" سر سکندر  
 نے اس استدلال کے ساتھ جہاں کی تائید کی "ہم بائیں میں کرنا فیڈریشن انتظام کی حکمت کردہ ہے جی اور حقیقت میں  
 کانگریس کے اہلکاروں میں کھیل رہے ہیں۔ اور یہ کہ اگر ہم (برطانوی حکومت) مسلمانوں کے ساتھ منفرد سلوک  
 کریں تو وہ ہر حال میں ہمارا ساتھ دیں گے۔ برطانیہ کے لئے یہ چھین دہانی جو اسے درپیش مشکل ترین جنگ کے  
 موقع پر کرانی گئی، یہی اہم تھی کیونکہ انہیں آری اب بھی زیادہ تر مسلمان دستوں پر انحصار کرتی تھی اور پنجاب  
 سے دھمکتے میا گرنے والا سب سے زور خیز طاقت تھا۔

جہاں نے حکومت کو قوانین کے خلاف میں مدد دینے کے لئے خامے دوت دلائے۔ شاید اس سے بھی زیادہ اہم  
 جہاں کی خاموش تہذیب جو جنگ کے موقع پر فوجی وقار واری کے معاملہ میں اپنا کام کر رہی تھی، اس حکمت عملی  
 نے انگریزوں کی آنکھ میں ہندوستان کے اندر جا کر چھٹی تختہ پہنچائی۔ ورنہ سوجھ بوجھ نے قہقہوں کے سامنے  
 جلد ہی ٹھوڑی طاقتوں کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ سناٹا گام میں نے بھی اعلان کیا کہ دیا تھا کہ جنگ پھرنے پر  
 وہ برطانوی حکومت کی حکمت عملی سے لیں گے۔ گویا کوئی بھی کانگریسی لیڈر برطانیہ کا حامی نہیں تھا۔ جہاں نے  
 جیسے بڑھتی ہوئی انداز میں لیبر پارٹی اسمبلی سے پوچھا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں فوج کے ہر کون کو "سپاہی سے لے  
 کر افسر تک" یہ ترغیب دوں کہ وہ ہم صوبہ کے اہلکار کا رٹاب کریں؟ میں ایسا کرنے سے مستور ہوں۔ اگر

تاج میں فرج کو ایسی ترتیب دیتا ہوں تو یہ صرف میرے لئے چاہ کن ہوگی۔ اس خلاف کے لئے نہیں جسے میں نکلتا جانا چاہتا ہوں۔" انہوں نے اپنے خلاف کا نام نہیں لیا۔ انہیں نام لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ کانگریس نے اگلے ساتھ مصالحت کرنے کیلئے پورے عرصہ تک انتظار کیا تھا۔ جنرل نے برطانیہ عظمیٰ کے پیک میں شامل ہو کر کانگریس سے دوبارہ لڑائی شہرہ کردی۔ اس وقت بھی وہ اپنی مستقبل کی قوم کے قائد اعظم کی حیثیت سے کانگریس کے خلاف نہڑا کرتا تھے۔

انہوں نے کانگریس کے ساتھ مصالحت کی امید کو اس میں پھونسنے کا بیج لگایا تھا۔ شاید یہاں تک بھی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ تاہم مختلف مواقع پر ان کے ساتھ جو توہین آمیز سلوک کیا گیا، انکی حقیر کی گئی اور ان کی رائے کو نظر انداز کیا گیا۔ ان سب نے وقت اور عمر کے راز کے ساتھ مل کر اپنا کام دکھایا۔ کانگریس کی بد تصویروں، بد قولوں، گونجوں، غیر فوہشوں، مسلمانوں کے خلاف حقیقی اور فرضی سوچ، کام کی زیادتی، عمری، خدشات، شبہات، امیدوں، منتظر خواہوں، راکھ کا میجر بننے والے جذبات اور غرور وغیرہ سب نے مل کر جنرل کے مزاج کو بدل دیا۔ وہ اس اندھیری رات کی طرف آنکلی اور خاموشی سے نہیں بڑھنا چاہتے تھے۔ ہم جو جدوجہد کر رہے ہیں وہ محض دہلی اور بمبئی کے چند گھروں، وزارتوں اور ممبروں کے لئے نہیں ہے۔ نہ ہی ہم اپنے اہل وطن کی اقتصادی، معاشی اور تعلیمی ترقی کے خلاف ہیں، جیسا کہ ہم پر الزام لگایا جاتا ہے۔ جنرل نے دہر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو کراچی میں سندھ پر نو غل ایک سے خطاب کرتے ہوئے واضح کیا۔ اس اجلاس میں انہوں نے ہندو مسلم اتحاد سے باخبر ہونے کی سب سے بڑی وجہ کا انکشاف کرتے ہوئے بتایا کہ کانگریس کی موجودہ قیادت سے اس کی امید نہیں کی جاسکتی۔ آخر کار ایک ذی ہوش اور صاحب شعور آدمی کے لئے اس سے بڑھ کر اعتقاد بہت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو گندے کپڑوں میں لباس، کھجور، دہلی سمیت ایک کے بعد دوسرے صوبہ غیر تربیت یافتہ ہندو اہلکاروں میں گمراہ ہوا پائے؟ اس سے بڑھ کر اس کے لئے اور کوئی اچھی دلیل ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے اگرچہ بدستوں اور نقصانے کار کی طرف چلا جائے؟

"میں غیر راجدار کرنا درست نہیں۔" جنرل نے کراچی میں جو آگے چل کر پاکستان کا دارا حکومت بننے والا تھا، اپنے مسلم لیگی بڑوں کا دل کو نصیحت کی۔ "میں اپنی سرورق طاقت پر مجبور نہ کرنا چاہتا۔ اپنی طاقت میں اضافہ کرنا چاہتا اور اپنے فیصلوں کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کی رضامندی حاصل کر کے تقویت دینی چاہتا اگر (انداز خواست) مسلمانوں کو ان کے قوی صوبہ انہیں کے حصول اور اسکوں کی تشکیل میں ہلاکی ہوئی تو میں مسلمانوں کی نڈاری کے نتیجہ میں ہوگی جو ہماری سطوں میں موجود ہیں، کیونکہ ہم باخشی میں ایسا ہو چکا ہے۔" جنرل کی طرف سے جماعت اور لوگوں کے لئے اختیار کردہ "قوی صوبہ انہیں" کا اعلان اختیار پہلی بار کیا گیا۔ یہ کوئی نیا یا غیر سچا کھانا اعلان نہیں تھا۔ وہ اپنی طویل المیاد سترحتی کا انکشاف کرنے پر قطعاً آمادہ نہیں تھے کیونکہ انہیں بہت زیادہ چنگلی کام اور اداروں کی تعمیر کا مرحلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ تاہم انہوں نے سیاسی مرکز آمدنی کے منصوبے بنائے تھے، انہوں نے اس وقت زبردست احتجاج کیا جب انہیں طواغیلات سے بے خبر اور بد اخلاق قرار دیا گیا۔ "میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں ہندو قوم سے اس طرح نہیں فرما ہوں، نہ ہی عام طور سے ان کے ساتھ میری کوئی لڑائی ہے کیونکہ ان کے اندر میرے بہت سے ذاتی دوست ہیں۔" قریباً ۱۰۰ کل ڈاکٹر اقبال مسجد کی ملک پادری سے انتقال کر گئے تھے ایک عرصہ بعد ہی جنرل کی موت کا سبب بنی۔ اب صرف سکھو حیات قیادت کے مسئلہ میں جنرل کے حریف رہ گئے تھے۔ جنرل نے خود کو مسلمانوں کو ختم کر کے

مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے اہم کام کے لئے وقف کر دیا۔ وہ (سفر جناح) اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ صرف وہی مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی اور چھوٹ چھات جیسی حیثیت سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اگلے برہمن حزب مسلمانوں کو بدستور اپنے شیخے میں امیر رکھنے کے لئے زندگی بسر کرنے کو خوش کر رہے تھے۔

## کراچی مسلم لیگ کے قدموں میں

۸ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو کراچی کے ڈسٹرکٹ بورڈ نے رسی ٹورہ پر مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کا غیر مقدم کیا۔ سکندر حیات نے لیگ کا جہیز لایا یہ جم کر لایا اس کے بعد سفر جناح کی خدمت میں جہان اردو خطبہ استقبال پیش کیا گیا جو چاندی کی نمبر پر لکھا ہوا تھا۔ نیز شہر کراچی کی چابیاں بھی خدو کی گئیں۔ خطبہ استقبال کے حمیدی کلمات اس طرح تھے "یہ بات شہر کراچی کے لئے باعث افتخار ہے کہ سفر جناح جیسی عظیم شخصیت اور معروف سیاستدان نے یہاں جنم لیا۔" انھیں "کاغذ اعظم" اور "مسلم قوم کے سلام" جیسے اعزازات سے غائب کیا گیا۔ دوسرے کے بعد انھوں نے سکندر حیات، افضل الحق اور خان بہادر اٹھ بھٹی (سندھ کی کچ بانیچھ پارٹی کے وزیر اعظم) جس نے قبل ازیں مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اٹھ بھٹی کی حکومت کا انحصار کانگریس کی اداوار تھا جناح نے پتہ عزم کر دیا تھا کہ وہ سندھ کو مسلم لیگ کی صوبائی فہرست میں شامل کر کے دم لیں گے۔ جس میں سرفہرست بنگال کا نام تھا اور یہ ضابطہ طور پر پنجاب شامل تھا۔ ان دونوں صوبوں میں دراصل حکومت کا حق نہیں کام کر رہی تھیں۔ ۷ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو کراچی میں آئے کے بعد جناح نے کثیر جماعتی اسمبلی کے کم و بیش تین گھنٹوں سے ملاقاتیں کیں اور انھیں مسلم لیگ میں شامل ہونے پر آمادہ کر لیا۔ یہاں تک کہ آخر میں خود اٹھ بھٹی نے بھی مسلم لیگ میں شمولیت پر آمادگی ظاہر کر دی۔

## اللہ بخش کی وعدہ خلافی اور انجام

جہان بعد جناح نے ایسی ہی اظہار کیں کہ انہیں روکنے والے انکشاف کیا۔ ملاقات میں ملے پایا تھا کہ سندھ اسمبلی کے مسلم ممبران پر مشتمل ایک ٹروس پارٹی تشکیل دی جائے گی جس کا نام مسلم لیگ پارٹی ہو گا۔ اٹھ بھٹی نے اس کے جملہ مسلم وزراء نے مستعفی ہونے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد صوبائی لیگ پارٹی کے انتخابات ہونے تھے جس میں اتفاق رائے سے نیا پارلیمانی لیڈر منتخب کرنا تھا۔ ملائی کی صورت میں سفر جناح کو اس کی کامیابی کئی تھی اور سارے گروہوں کے لئے ان کا فیصلہ بخلا لازمی ہو گا۔ بہر حال اگلے کچ سندھ کانگریس پارٹی کے لیڈر نے دیکھ بھائی نہیں (سندھ کل ایڈیا کانگریس پارلیمانی بورڈ) کو تار دیا اور اٹھ بھٹی و لیگ کے باہم ہونے والی ساز باز سے آگاہ کر دیا۔ جب ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اٹھ بھٹی سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو اس نے معاہدہ سے صاف انکار کر کے ہر ایک کو روک کر حیرت میں ڈال دیا۔ اتنی صریح وعدہ خلافی کے صوبہ سے دو چار ہونے کے باوجود جناح نے "اتحاد" کے لئے کو حش جاری رکھی اور سندھ میں اپنے نائب سر محمد اٹھ بھٹی کے گھر بیٹھا۔ پارلن نے ساری رات مغز پاری کی تاہم وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور اگلی صبح اگرچہ رات دی کہ اٹھ بھٹی کانگریس کے ہاتھوں میں پھیل رہے ہیں۔ یہ ایسی کڑی گولی تھی جسے ٹھٹھا جناح کے بس سے باہر تھا۔ انھوں نے آزاد صوبہ سندھ کے لئے طویل اور سخت جدوجہد کی تھی۔ انھیں یقین تھا کہ مسلم اکثریتی صوبہ ہونے کی بنا



ہندوؤں مسلم لیگ کی حکومت بنے گی۔ لیکن کانگریس کے عہد آئین اور سہو کے نظریاتی عملی رجحان کے لیے چالاک انتظامی ہاتھ۔ سوار قبیل نے جہاں کے ہونٹوں سے یہ کھٹکھٹ اس وقت بچیں لی جب وہ اس کی شیرینی سے لطف اندوز ہونے والے تھے۔

قبیلے نے ان کے آبائی صوبہ سندھ کو ان کے حق اثر سے جس طرح نکالا اور چھڑا وہ یہ بات مہربانہ بھلا سکتے نہ قبیلے کو اس کے لئے معاف کیا۔ ملک برکت ملی تک یہ ساری رد و اور پہنچی تو انہوں نے کہا "ہلاشبہ آپ نے ایک بڑی کامیابی حاصل کر لی تھی" لیکن کانگریس کے کنوں نے فتح کا کپ آپ کے ہاتھ سے جھین لیا۔ مجھے پتا نہیں ہے کہ مسلمان سندھ اس خدا (اللہ بخش) کو ضرور سستی سکھائیں گے۔" یاد رہے کہ اللہ بخش کو جتنی ۱۹۳۳ء میں قتل کر دیا گیا اور اس کے قاتلوں کا کوئی سزاغ نہیں ملا۔

## پیر پور رپورٹ

راجہ بیر پور نے کانگریس کی زیارتوں کے بارے میں اپنی رپورٹ نومبر ۱۹۳۸ء میں پیش کی۔ لیاقت علی خان نے اسے ایک سبز پمفلٹ کی شکل میں "جس کے ٹائٹل پر لیگ کا بھنڈا لیا ہوا تھا" دہلی سے شائع کرا دیا۔ اگرچہ اس کا مسودہ مسٹر جہاں نے نہیں لکھا تھا تاہم اس کے "عمومی سروے" کا آغاز کرنے کی منظوری انہوں نے ہی دی تھی۔ اس کا ابتدائی جملہ یہ تھا "فرق دارانہ مسئلہ نے ہندوستان میں یکجہوت کو کھٹائی میں ڈال دیا ہے۔ ہماری ناقص رائے میں یہ ایک حتمی مسئلہ ہے اور جتنی جلدی اسے حل کر لیا جائے" ملک کے لئے اسی قدر بہتر ہو گا۔ فرق دارانہ مسئلہ صرف اسی صورت میں حل ہو سکتا ہے جب ہندوستان کو آزادی مل جائے" اور ہندوستان آزادی سے صرف اس وقت بھٹکا ہو سکتا ہے جب فرق دارانہ مسئلہ حل کر لیا جائے۔ یہ گورکھ چندا ہمیں کسی خدشہ پر نہیں پہنچائے گا اور ملک کو یورپی استحصال کے جال میں پھنسا دے گا۔ فرق دارانہ مسئلہ کے حل نہ ہونے کا سبب یہ نہیں کہ اقلیتوں کی گروہ بندی اس میں حائل ہے بلکہ اکثریتی طاقتوں کی گروہ بندی نے اس کا راستہ روک رکھا ہے۔"

رپورٹ میں اوپر ۱۹۳۷ء کے بعد سے کانگریس کے زیر حکومت صوبوں میں ہندو مسلم شادوات کے خاص خاص واقعات کی فرسٹ دی گئی تھی۔ مسلمانوں کے جان و مال کو چیلنے والے نقصان کے لئے کانگریس کی سرکاری پالیسیوں کو مورد الزام ٹھہرایا گیا تھا "اگرچہ اس مختصر سے پمفلٹ میں تفصیلی شادواتیں تجلید نہیں کی گئی تھیں۔

## قائد اعظم کا خطاب

دسمبر ۱۹۳۸ء کو مولانا مظفر الدین احمد "ایڈیٹر روزنامہ "مسلمان" دہلی نے اپنے اخبار میں تجویز پیش کی کہ مسلمان آئندہ اپنے محبوب رہنما کو "قائد اعظم" کے لقب سے پکارا کریں۔ اسی سیدھے پنڈ میں لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا تو اس میں لوگوں نے "قائد اعظم زندہ باد" کے نعروں سے آسمان سر ہوا تھا۔ سید عبدالعزیز ہمدانی جو نائیک پارٹی کے ہر دلعزیز رہنما تھے، اشتیاق کے ساتھ تھے "انہوں نے لیگ کے سر دوزخ سٹیج کو ہر لحاظ سے کامیاب و یادگار بنانے کے لئے بے دریغ سہارا خرچ کیا اور کسی پہلو سے کوئی کسر اٹھانے پر تیار نہ رہے۔ پنڈ و سٹیج ہندوستان کا وہ مقام ہے جہاں چھٹی صدی قبل مسیح میں صافا کو تم بدھ نے انسانیت کو محبت اور سچائی کا درس دیا تھا۔ بعد ازاں خانقاہ صوفیہ کے صدارانہ اشوک نے دکھ "ایسا اور دھرم کا پیغام دلا اور دور تک پہنچایا۔ ہندو

غریب و محنت کے اس گروہ میں مسلم لیگ کے کامیاب جلسہ کا انعقاد ہندوؤں کے لئے حیرت و استحباب کا موجب تھا۔

## پنڈہ سیشن سے خطاب

۲۴ دسمبر ۱۹۴۱ء کی رات کو اپنے ہر خوش سامعین سے فی البدیہہ خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے کہا: ”کپ کا جانا چاہئے کہ کانگریس نے فاشیزم کی رول پلے پہلے ہوئے تعلیم کی ہر امید کاٹوں کر دیا ہے۔ کانگریس کی ہائی کمان یہ نعرہ دیتی کرتی ہے کہ انھیں پورے ہندوستان کی فاشیسم کی حق حاصل ہے یہ کہ ہندوستان کے بارے میں بولنے کے صرف وہی مستحق ہیں۔ وہ سہول سے کہا جاتا ہے کہ وہ ان کے فیصلوں کو طاقتور مندر کے فیصلے سمجھ کر قبول کر لیں۔ وہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی شکایات کا ازالہ کریں گے اور قریح رکھتے ہیں کہ مسلمان ان کے اس اعلان کو منظور کر لیں گے۔ میں یہ واضح کر دیتا چاہتا ہوں کہ ہم مسلمان کسی قسم کی مراعات و بخشش کے طلبکار نہیں۔ ہم نے اپنے پورے حقوق حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ کانگریس سراسر ایک ہندو جماعت ہے۔ یہ اپنی صداقت ہے جس سے ہندو خود بھی باخبر ہیں۔ چند گروہ ہونے والوں اور گروہ کے گئے یا بھاک مراعات رکھنے والے مسلمانوں کی موجودگی اسے قوی جماعت نہیں بنا سکتی نہ ہی اس طرح وہ قوی جماعت بن سکتی ہے۔ میں پہنچ کر انہوں کوئی اٹھ کر اس امر کی تردید کرے کہ کانگریس ہندو جماعت نہیں ہے۔ میں پوچھتا ہوں کیا کانگریس مسلمانوں کی فاشیسم کرتی ہے ۱۹۳۱ء کے پیچھے اصل تاریخ صبر کوئی ہے؟ مسٹر گاندھی مجھے یہ کہتے ہیں کہ ہاں کانگریس میں کئی پاک نہیں کہ وہ مسٹر گاندھی ہی ہیں جو اس تصور کو لبیا میں کر رہے ہیں جس کے تحت کانگریس کی تشکیل ہوئی تھی۔ وہ اکیلے کانگریس کو ہندو ازم کے امیاء کی طرف موڑنے کے ارادہ دار ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ ہندو مذہب کو دوبارہ زندہ کیا جائے اور ملک میں ہندو راج قائم کیا جائے۔ وہ اس منصوبہ کے حصول کے لئے کانگریس کو استعمال کر رہے ہیں۔ آج ہندو لاجیت اور ہندو نقطہ نظر کی پوری اعتبار سے یہ وہ مٹی کی جادوی ہے۔ مسلمانوں کو ہی شرائط قبول کرنے اور کانگریس کی زندگی کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔“

## کانگریس کی تباہی کا ذمہ دار۔ گاندھی

تحریک انصاف سال پہلے بھیمو میں مساتھا گاندھی کو جو فتح حاصل ہوئی تھی اس وقت سے لے کر پنڈہ میں بھیمو سے چھ کر ہندوؤں کا تحریک مقام تھا۔ ہونے والے سیشن تک قائد اعظم نے بار بار اور اعلیٰ یہ بات کہی کہ مسٹر گاندھی کانگریس کو تباہ کر رہے ہیں۔ لیکن پنڈہ میں طو انھیں کتنی شک و رنج حاصل ہوئی ان کی مسابا کا آگاہ اعلیٰان خلق ملے گا اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ یہاں انہوں نے جس پارٹی سے خطاب کیا وہ کانگریس نہیں بلکہ ان کی اپنی جماعت مسلم لیگ تھی جو ہماری تعداد میں جلسہ سننے اور نمایاں بنانے آئی تھی۔ یہاں سامعین کی تعداد بھیمو سے زیادہ اور ان کا جوش و خروش بیکراں تھا۔ گاندھی کے خلاف یہ امن کا ختم تریں ملے تھا۔ چونکہ ان کی تقریر درج تک جاری رہی اس لئے انہوں نے مسابو اس پر شدید اور پھیل سمیت دیگر پتلاؤں کو بھی خوب لگا ڈالا۔ جناح نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ وہ کانگریس کی چین دہانوں پر قطعاً اعتبار نہ کریں، وہ ان کی اس فہرہ راج کو ہرگز نہیں ماننے کی جو ۱۹۳۳ء کے دستور میں ترمیم کی گئی ہے۔



## راست اقدام کی قرارداد

پنڈ سیٹن کا دسراہن ایک قرارداد پر بحث کے لئے وقف کیا گیا تھا۔ اس قرارداد کی رو سے لگ کی ورنگ کبھی کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ بھاری پالی اور سی پالی کے مسلمانوں کی شکایات کے ازالہ اور ان کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے جب بھی ضروری سمجھے "راست اقدام" کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ ہندو اکثریت کے مذکورہ بالا مقبول اصولوں سے مسلمانوں پر اُچھائے گئے مسلام کی بہت زیادہ دہر نہیں موصول ہوئی تھیں۔ اتفاق رائے سے منظور ہونے والے اس ریولوشن کو مسز جناح نے "انتظامی" اور "مافسی" سے تباہوت "کا تعجب قرار دیا کیونکہ اس بزرگ سود پر پہنچنے تک لگ نے ہیٹ آئینی لٹا سے ہندو تباہ ترقی کی پالیسی پر عمل کیا تھا۔ اگرچہ انہیں "راست اقدام" کی اپیلی کرنے کا اختیار دے دیا گیا تھا، تاہم کانرا اعظم نے مبرہہ قرض سے کام لینے کی تحقین کی اور مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ لگ کو مطمئن اور مضبوط کریں تاکہ ساڑھے نو کروڑ مسلمان اس کے پھنڈے سے بچ ہو جائیں۔ تیسرے دن کا زیادہ حصہ قرارداد قطعی پر بحث میں گزارا۔ اس قرارداد کے ذریعے حکومت برطانیہ کو خبردار کیا گیا تھا کہ وہ قطعی میں یہودیوں کی بلحاظ کو نوراد کے۔ قرارداد میں مزید کہا گیا کہ قطعی کا مسئلہ ہر سے عالم اسلام کا مسئلہ ہے۔ اگر انگریزی حکومت نے عربوں کے ساتھ انصاف نہ کیا تو مسلمان ہند عربوں کو انگریزی اقتضال اور یہودیوں کے نامہانہ قتل سے بچانے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اس قرارداد پر بحث کرتے ہوئے عبدالستار فخری نے کہا کہ ہمارے لئے انگریز اور ہندو دونوں یہودیوں کی ہاند ہیں۔ یعنی ہمارے دشمن ہیں۔ ہندوستان میں گاندھی ہندو یہودیوں کے رہنما ہیں۔ ایک اور اعلیٰ منصب مسز عبداللہ قاضی نے زور دے کر کہا کہ مطلب کے اصل یہودی انگریز ہیں جبکہ مشرق کے یہودی ہندو ہیں اور یہ دونوں شایانہ کی اولاد ہیں۔ جناح نے رالفت کرتے ہوئے عبداللہ قاضی سے کہا کہ وہ اپنی تقریر میں سے "شایانہ کی اولاد" کا جملہ نکال دیں۔ گاندھی ایسے جاہل لگ کی ساکھ اور دھار کے معانی ہیں۔

## خواتین سب کمیٹی

پنڈ میں ایک ریولوشن کے ذریعے مس فاطمہ جناح کی سربراہی میں خواتین کی ایک سب کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا گیا جس میں دہلی سمیت ہر صوبہ سے ۳۰ سربراہان مسلم خواتین کو شامل کیا گیا۔ اس کمیٹی میں حکم شایانہ کی طرح متحد خواتین تھیں جنہوں نے زندگی بھر اسلام کے دوائی پر وہ کو نہیں اپنایا تھا اور ان کا شمار جدید ہندوستان کے ذہین ترین اور متعلیٰ ترین پنڈوں میں ہوتا ہے۔ حکم شایانہ نواز نے کو نہیں میری کانٹ (لاہور) سے کرکھ اپنایا کیا تحفوں میں ہونے والی تحفوں کو مل جیز کانفرنسوں کے لئے انہیں چاہا گیا۔ وہ پہلی اور واحد خاتون تھیں جنہوں نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۳ء تک مسلم لگ کو نسل میں کام کیا جنہوں نے لگ میں خواتین کی عدم موجودگی کی طرف مسز جناح کی توجہ مبذول کرائی اور مسلم خواتین کی مرکزی کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ اس صف میں ناگپور سے حکم ثواب صدیق علی خاں تھیں باپ، وہ اور سکھو دلی ملکانہ رکھنے والی خواتین شامل تھیں "ان کا بیان ہے کہ:

میں کانرا اعظم سے ۱۹۳۵ء میں پنڈ سیٹن کے موقع پر ملی۔ میں ان دنوں برقع پہنتی تھی۔ اپنے خاوند کے کہنے پر میں نے کانرا اعظم کے ساتھ ملاحت سے پہلے زندگی میں پہلی بار برقعہ اتار دیا۔ میں جانتی تھی کہ وہ انتخابی

خوش و شاک تھے اور وقت کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ میرے دل میں ایک ایسا خوف تھا۔ جب میں کمرہ ملاقات میں داخل ہوئی، پھر وہی آنکھیں فرش میں گڑی ہوئی اور ناگھیں کھپکھپا رہی تھیں۔ میں نے نگاہیں اٹھائی تو قائد اعظم کو اپنے سامنے کھڑا پایا۔ انہوں نے معاف کے لئے اپنا ہاتھ اٹکے پھریا۔ میں احتیاطاً دوسے جگہ اور ان سے ہاتھ ٹھیک۔ یہ دیکھ کر میرے خاندان بہت خوش ہوئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ میں ایک معروف قاضی کی بیٹی ہوں اور جسے سخت مذہبی عقائد رکھتی ہوں، چنانچہ انہیں شک تھا کہ شاید میں ہاتھ نہیں دلاؤں گی۔

چند ہی بہت سے رجعت پسند مسلمانوں نے عورتوں کی عظیم کے خلاف پرنسور احتجاج کیا، انہیں یہ خطہ تھا کہ اس طرح اسلام کا نامہ کدہ پر دو قدم ہو کے رہ جائے گا۔ ہر حال جناح نے کبھی سب کچھ کی حمایت کرتے ہوئے ایک دلیل کی طرح جواب دیا "قرارداد میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ خواتین کو لنگ کے پہننے سے اس کی حمایت کے لئے خود کو محکم کرنے کا موقع دیا جائے۔"

## گاندھی بوس چپقلش

جس طرح لنگ پہلے سے زیادہ مضبوط و جدوجہد رہی تھی، اسی طرح کانگریس کے مختلف دھڑوں میں ایک دوسرے پر بلاوجہ مداخلت حاصل کرنے کے لئے پیلہ آزمائی جاری تھی۔ ایک گروپ کی قیادت کانگریس کے مجتہد اور نوجوان صدر سچائی چند بوس کر رہے تھے جبکہ رجعت پسند طبقہ مہاتما گاندھی کے ساتھ تھا۔ بوس کو "جناح کی طرح" ان کے حامیوں کی بددیانتی ہوئی تھا اور "بیانی" کے لقب سے پکارا جاتا تھا، خصوصاً بنگال کے بہوش طلبہ جو گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد کے زبردست مخالف تھے۔ جب ۱۹۳۱ء میں مہاتما گاندھی نے ٹیبلٹ لیا کہ بوس کی جگہ مولانا آزاد، پٹیل، جتیا رام پٹیل، رام پٹیل، رام پٹیل سے کسی کو صدر دیا جائے تو بیانی نے دو سری بار مداخلت کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے مقابلہ کی فہم لیا۔ یہ کانگریس کے اندر پہلی اختلافی سرگرمی تھی جس میں بوس نے اپنے حریف جتیا رام پٹیل کے حامل کردہ ۷۷۳ کے مقابلہ میں ۱۵۸۸ ووٹ لے کر کامیابی حاصل کر لی۔ تاہم انہوں نے بوس کو لیا کہ ان کی پیشین گوئی کے باوجود ورلڈ کنگ کبھی ان سے تعاون نہیں کر دی اور ان کے لئے اپنا منصب بحال رکھنا محال ہو گیا ہے۔ اس اندرونی کشمکش نے ان کی صحت کو بری طرح متاثر کیا۔ مجبوراً بوس نے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا اور "کارڈرز جاگ" کے نام سے اپنی ایک اختلافی پارٹی بنالی۔ دوسری جنگ عظیم شروع ہوتے ہی انگریزوں نے انہیں قید کر دیا۔ وہ جیل سے فرار ہو کر جرمنی پہنچے وہاں سے جاپان آ گئے۔ یہاں انہوں نے انگریزوں کی پیش آرمی بنائی اور انگریزوں کے خلاف باقاعدہ جنگ لڑی۔ ہمارے گاندھی جی کے بچھوڑے شاکر و ڈاکٹر راجندر پٹیل شاکر کانگریس کے لئے صدر بنے۔

## کانگریس صوبوں میں مسلمانوں پر مظالم

جنوری ۱۹۳۰ء میں آغا خان نے گاندھی سے ملاقات کی اور ان سے اپیل کی کہ اگر ممکن ہو تو وہ کانگریس کو مسٹر جناح کے ساتھ شہادت پر تیار کریں۔ گاندھی لنگ کے ساتھ از سر نو آگرات کے لئے تیار تھے، انہوں نے بوس سے کہا کہ وہ مسٹر جناح سے نہیں اور کانگریس صوبوں میں مسلمانوں پر ہونے والے نام نہاد مظالم کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ جناح نے افضل الحق کو ہدایت کی کہ وہ "کانگریس راج کے تحت مسلمانوں کے مصائب" کے عنوان سے ایک رپورٹ مرتب اور شائع کریں۔ یہ رپورٹ ۱۹۳۱ء کے اختتام سے پہلے منظر عام پر آئی۔ اس

میں ہمارے پوئلہائی اور سی بی کے مسلمانوں پر روا رکھے گئے ۱۰۰ سے زیادہ مظالم کی تفصیل درج تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ جولاہی کے ۱۳۳۵ء سے اگست ۱۳۳۶ء کے درمیانی عرصہ میں مسلمانوں پر کئی کئی قاتلانہ حملے کئے گئے۔ انہیں ۵ قتل کیا گیا اور ان کی املاک لوٹی تھیں۔ ان سب واقعات میں ہندوستانی اہلکاروں پر الزام لگایا گیا کہ انہوں نے ہندوؤں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کی فریاد پر کان نہیں دھروں۔ ہندو مسلم فسادات کی نمایاں وجوہات وہی تھیں جو ہمیشہ سے چلی آ رہی تھیں یعنی زمین پر جائیداد، مذکورہ "مذکورہ" شہادت کے طریقے جو ایک یا دو سرے مذہب کے مفاد کے خلاف تھے۔ اس واقعہ پر پھر کانفرنسوں، انگریزوں کی بجائے کانگریس ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا۔ مثال کے طور پر کچھ فردی و ۱۳۳۶ء میں عبداللہ علی کے موقع پر ہمارے عقائد کو ان "برادر" کا "شہاد" کیا گاؤں "یعنی" مورچہ اور پھیل میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ ہر ایک کی ابتداء ہندوؤں کی طرف سے گائے قتل کرنے والے مسلمان گروہوں پر مساجد میں مسلح حملہ سے ہوئی۔ بعض جگہوں پر ہندوؤں نے مسلمانوں کو قربانی دینے سے جبراً روک دیا۔ دوسرے مقامات پر ان کے مکانوں اور ضرورتوں کو اس وقت آگ لگا دی گئی جب وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ کئی جگہ ان پر قربانی کے بعد حملہ کیا گیا اور "مذکورہ" ہی کی ہے "کے نعرے لگاتے ہوئے ۵ قتل کیا گیا۔ بہت سے دیہات میں قصائیں کو ان کا پیش پھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں پر بھی گائے نہ پالنے اور نہ رکھنے کے لئے دباؤ ڈالا گیا۔ بعض اوقات گاؤں بھائی بارات فساد کے لئے سمیزہ کا نام دیتی اور کبھی کبھی نماز کے وقت گھنٹیوں کے زور سے بھانے پر ہنگامہ ہو جاتا۔ نیز مورچوں کا انوا بھی اس کا اہم سبب بن جاتا۔ ہندوستان کے اکثر دیہات میں فرقہ وارانہ فسادات کی وجوہات ہمہ وقت موجود رہتی تھیں۔ بحر مال فضل الحق درجہ دوم میں انتظامیہ پر الزام لگایا گیا تھا کہ ایسے ہنگاموں میں ایک خاص فرقہ کا ساتھ دیتی اور دوسرے کو دباؤ دیتی تھی۔ گورواپہد میں ایک پر پھر "مذکورہ" ایک مسلمان سے اس معاہدہ پر انکار کیا گیا کہ وہ آئندہ قربانی کرنے کا حق استعمال نہیں کرے گا۔ ہندو میں اسے اور دوسرے لوگوں کو بھی لے مقصد میں پھنسا دیا گیا۔

شرف رپورٹ

۱۹۷۹ء میں جی پور اور فضل الحق کی رپورٹ کی طرز پر ایک اور رپورٹ بھاری صوبائی مسلم لیگ نے پٹنہ کے ایس ایم شریف کی سرکردگی میں مرتب اور شائع کی۔ یہ صرف بھاری میں وقوع پذیر ہونے والے مظالم تک محدود تھی۔ اس لئے اس میں دو سری دونوں رپورٹوں کے مقابلہ میں واقعات زیادہ تفصیلات کے ساتھ جمع کئے گئے۔ قریباً ۱۰۰ افراد متاثرین سے ناگہری راج کے تحت ہونے والے ظلم و ستم کو اجاگر کیا گیا تھا۔ پٹنہ ہائی کورٹ کے ایک سینئر جج کیل غورید حسین نے معاملہ کے بعد سفارشی کمیٹی کے ناگہری کی ہائی کمان کو یہ رپورٹ ضرور داخل چاہئے تاکہ ان کے درست باطلہ ہونے کے بارے میں تحقیقات کرائی جاسکے۔

جب اہلکاروں پر ایذا رسانی اور اس کے ساتھ ساتھ انگریز افسروں کی سزا سزی سے جڑنے لگی تو جناح اپنے تمام اہلکار انگریز اہلکاروں سے باجی کی کاٹھار کرنے لگے۔ ان کا قیاس تھا کہ شاید اوائل ۱۹۳۹ء میں لاہور پر اورنگ آباد کی روایت کے بعد دہلی میں ان کا کوئی سرگرم حامی نہیں رہا۔ لاہور قلعہ جس کی مدت کار میں ایک سال سے زیادہ عرصہ باقی تھا، جناح کے نقطہ نظر سے گاہ بھی کا طر فدار لگتا تھا اور ۱۹۳۵ء کے ایذا انگیزت میں شامل فیڈریشن والے حصہ کو ہٹانے کے کا نزدیک خواباں تھا کیونکہ یہ قادی مولا اس نے سخت سخت کر کے قادی طور پر مرتب کیا تھا جسے صرف حصہ بعد عثمان میں اختیار کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے وہ اپنی تقریروں میں حصہ کو بھیج کر بہت زیادہ

سرحدہر حیات کی پوچھت پارتی جس میں پنجاب کے ہندو، مسلم اور سکھ سب شامل تھے، تشنگی کی نظریں دفاتی اجماع کی بھری صوبائی مثال تھی جیسا کہ وہ مرکز میں قائم کرنا چاہتا تھا۔ جنگ میں پنجاب کو اولین اہمیت حاصل تھی اس لئے دانشور اے سرحدہر کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھنا چاہتا تھا۔ جب اور جہاں موقع ملتا وہ سرحدہر کی تحریف اور تواضع کرتا۔ جواب میں اس امر کی تعین دہانی حاصل کرنا کہ ”پنجاب پیشہ برطانیہ کا بازو ہے شہریت زن رہے گا۔“ برطانیہ پنجاب میں فوجیوں کی کھڑا، پٹن اور دیگر مراعات پر دس کروڑ روپے سالانہ سے بھی زیادہ خرچ کرنا تھا۔ جہاں نے محسوس کیا جیسے تشنگی کے ساتھ ساتھ سرحدہر نے بھی ان سے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ انہیں یہ غلط محسوس ہوا کہ خالصتاً سیاسی دعویات پر وہ دونوں انہیں بالکل نظر انداز نہ کر دیں۔ ان دونوں کو یہ جاننے کے لئے کہ وہ ان کی کس قدر مدد کر رہے تھے مارچ ۱۹۳۹ء میں ایک تجویز ایمائی بل کے سلسلہ میں انہوں نے اپنی ذمہ داری اور بجٹ پر تقریر کرتے ہوئے کہا: ”پنجاب والا“ میرے لئے اس بجٹ کو منظور کرنا چاہیے۔“ جیسا کہ یہ ہمارے سامنے پیش کیا گیا کہ یہ نگہ اس میں ہمارا کوئی حصہ یا شراکت نہیں۔ اس ایم اے میں اہل انڈیا مسلم لیگ کی پوزیشن بھی مخصوص قسم کی ہے۔ اسے خوش قسمتی سمجھنے یا بد قسمتی کے قوانین اقتدار ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم حکومت کی حمایت کریں تو وزیر خزانہ اس بل کو بہ آسانی ایم اے میں پیش کر سکتے ہیں اور اپنے اطمینان کے مطابق ایک کوا تہدیل کئے بغیر منظور کر سکتے ہیں۔ ماضی میں ہم اس اصول پر چلتے رہے ہیں کہ اگر حکومت کوئی ایسا قدم اٹھاتی ہے جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ہو تو ہم اس کی حمایت کریں گے لیکن پنجاب والا ہمیں محسوس کرتا ہوں کہ اب وہ بالکل تہدیل کئی چاہئے۔ حکومت کو ہم سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ ہم ان کے لئے غور کو تکلیف میں ڈالیں گے۔ آپ ہم سے یہ توقع کیوں کرتے ہیں کہ ہم ان کا بڑی دعویات کی بنا پر ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہیں، بدستور آپ کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں؟“۔

مسٹر جہاں کی طرف سے یہ اس پالیسی کا سب سے زیادہ واضح الفاظ میں اظہار تھا جو ”پالیسی دو“ کے لئے ان کے اور مرکزی حکومت ہند کے مابین ۱۹۳۸ء میں طے پائی تھی۔ ہر حال انہوں نے کانگریس کو بھی اعلان یہ خیوار کیا کہ وہ حکومت کے نام پیغام کا لفظ مطلب اٹھ نہ کرے۔ وہ کانگریس کو بدستور مسلم لیگ کا حریف اور اس کے لئے خطرناک قرار دیتے رہے۔ اس لئے ان کے نزدیک دونوں کے مابین تعاون کا کوئی امکان نہیں تھا۔ انہوں نے حکومت اور کانگریس دونوں کو خیوار کیا کہ آپ دونوں مل کر بھی ہمیں غم نہیں کر سکتے۔ اس مقصد کو چاہ نہیں کر سکتے جو ہمیں درد میں ملے تھی۔ ہمارا اسلامی جذبہ ہر حال میں زندہ رہے گا۔ آپ ہمیں مطلب کر سکتے ہیں ”ہمیں دیکھتے ہیں“ اور ہمارے ساتھ بدترین سلوک دوا کر سکتے ہیں ”لیکن ہم اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں اور ہم نے تیرہ کر لیا ہے کہ اگر دہانے کی کوشش کی گئی تو ہم پوری قوت سے اس کی حمایت کریں گے۔“

## جہاں کا وصیت نامہ

ایسا لگتا ہے کہ اس خطرناک موقع پر جہاں نے اپنی خطرناک موت کو بھی محسوس کر لیا تھا کیونکہ ۱۹۳۹ء کو انہوں نے اپنے آخری وصیت نامہ پر دستخط کر دیے۔ جس کی مدد سے طاقتور جہاں ”لیاقت علی خاں“ اور بیگم کے ذریعہ ملے چالوں کو مشترکہ مملکت کو کھد گمان اور چاہنے لو کا جتنی ضرورت لگائی گئی تھی۔ اس میں کامیاب تھا ”۱۳“ ایسے تمام محسوس اور حنائیں اور چالوں کے ساتھ جو صبحی، لیکن طاقتور جہاں کے نام ہیں، وہ ان کی قطعی حکایت ہیں۔ میں نے

یہ سب چیزیں انہیں بڑی حدی تھیں اور اب ان کی قوتیں گرتا ہوں۔ وہ اپنی جائیداد کے طور پر جس طرح چاہیں ان املاک کا انتظام کر سکتی ہیں یا انہیں بیچ سکتی ہیں۔ انہوں نے اپنے مکانات میں ان کے مشمولات 'اپنی کاریں' ان کے نام کر دیں نیز یہ لکھ دیا کہ ان کی دوسری املاک میں سے قسطہ جناح کو زندگی بھر ۲۰۰۰ روپے ماہوار لوانگے جائیں گے۔ اپنی تین دوسری جنوں۔ دست کام بھائی جلال 'مریم عابدی بھائی بی بھائی اور میری جناح کے لئے ۱۰۰ روپے ماہوار نامیات مکرانہ الاؤنس لوانگے کی وصیت کی۔ اپنے بھائی احمد کے لئے بھی اسی قدر رقم مقرر کی۔ اپنی صاحبزادی (جس کا نام وصیت نامہ میں درج نہیں تھا) کے لئے دو لاکھ روپے کی خطیر رقم الگ کر کے تادیہ کی کہ اسے کسی جنگ میں خرچ کر دیا جائے جس پر ۶ فی صد شرح سے ۲۰۰۰ روپے کی آمدنی ہوگی۔ جس سے یہ ثابت ہو گا کہ کم از کم تاجپاتی امور میں انہوں نے اسلام کی رو سے ممنوع سودیئے میں کوئی قیامت محسوس نہیں کی۔ بیٹی کی موت کے بعد دو لاکھ کی خطیر رقم اس کے بچوں (خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں) میں مساوی تقسیم کر دی جائے اور اگر بچے نہ ہوں تو وہ رقم جناح کی باقیہ جائیداد میں شامل کر لی جائے گی اور اسے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی چٹوڑ کے اسلامیہ کالج اور سندھ دوسرے کراچی میں برائے برادر تقسیم کر دیا جائے گا جناح نے بھی یونیورسٹی کے لئے پچاس ہزار روپے 'انجمن اسلامیہ اسکول بھٹی کے لئے پچیس ہزار روپے نیز مریدک کالج آف دہلی کے لئے بھی اتنی ہی رقم وقف کی۔

## حکومت کے ساتھ کانگریس کا تصادم

سر جنرل ۳۰ کو پوربلیئر پٹر کے حملے کے بارے میں فلسفہ کی تقریر ریڈیو سے نشر کی گئی۔ اگلے روز اس نے کانگریس کے ساتھ قرباؤ سمجھنے تک طاقت کی۔ اس کے بعد جناح کے ساتھ بات چیت کی۔ سکھو حیات نے اس بات سے حق کر کہ واقف اس نے اسے نہیں دلیا 'فلسفہ کو ایک پیغام بھجوا دیا جس میں کہا گیا تھا کہ کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے جس سے جناح اور نواز مملوہ ہو جائے یا اس کے ساتھ معاملہ کرنا مزید مشکل ہو جائے۔ سکھو نے یہ بات بھرکی کہ جنگ کے معاملہ میں پنجاب اور بنگال چوری طرح حکومت کے ساتھ ہیں۔ جناح اور ان کے ساتھیوں کو جبری میں آئے کہنے دو۔ جناح نے سکھو کے اس طرز عمل پر انہوس کا اظہار کیا کہ وہ اس معاملے میں ایک کے باقی دوستوں سے آگے نکلے کی کوشش کر رہے ہیں اور تھان کا وعدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے واقف اسے کو خبردار کیا کہ اگلے سکھو حیات اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکیں گے۔ انہوں نے واقف اسے سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کو خوش کرنے کے لئے کوئی 'مثبت کام' کریں تاکہ جنگ میں مسلمانوں کی مدد حاصل کی جاسکے۔ جب سن سے پوچھا گیا کیا وہ چاہتے ہیں کہ کانگریس کی وزارتوں کو برطرف کر دیا جائے؟ تو انہوں نے جواب دیا "ہے شک اس کے بغیر ان کا بیان اور دست نہیں ہو گا۔ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہیں دیں گے۔" سر جنرل ۳۰ کو ہونے والی اس گفتگو کے دوران جناح نے واقف اسے کو بتایا "مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہندوستان کے لئے واحد سلامی حل اس کی تقسیم میں مضمر ہے۔"

کانگریس نے ابتدا میں واقف اسے کو اپنی ذاتی 'مکمل اور غیر مشروط' 'امداد کا یقین دلایا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ کانگریس کی طرف سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتے کیونکہ سکھو یا کانگریس کی دورنگ سکھلی ان کی پوزیشن کی تادیہ نہیں کرے گی۔ فلسفہ نے ہر جنرل کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے شہر دلیا کہ پیغام چھ کر دیا جس میں کہا گیا تھا کہ موجودہ بین الاقوامی صورت حال ٹھنڈا کرتی ہے کہ فیڈریشن

کے بارے میں ساری چارواں معطل کر دی جائیں جبکہ اس نظریے کو بطور "مضبوط زمین" باقی رکھا جائے۔  
حقیقت میں وہ ایسا ہی راستہ ہے اس انجیم کو حاکم کرنے میں شامل سے کام لیا۔ ان میں سے ہر ۲ سے بھی کم نے  
۵۵۵ کی انجیم میں شرکت پر آمادگی کا اعلان کیا جس کے تحت انجیم اپنی ان زمینوں کی کل سیٹوں کا ایک تہائی اور  
ایم ان ہلا کی سیٹوں کا ۲۵٪ دیا گیا تھا۔ تاہم اس نے ریاستوں کو سیاسی مصلحت میں چھپنے کی سب سے زیادہ کوشش کی۔  
اس چیز نے جناح کی ایک کوشش کو زیر پا کر دیا۔ وہ فیڈریشن انجیم کو بعد از راج کی نئی مثال سے تعبیر کرنے لگا۔

جنگ کا آغاز ہوا تو سوچیں میں تھے "وہ فوراً واپس آ گئے" تاکہ دو رنگ کھیل کے اجلاس میں شریک ہو  
سکیں۔ تاہم اس نے اپنی زمین رکھی "دو رنگ کھیل" تشکیل دی جس کی سربراہی سوا کے صدر میں آئی۔ دوسرے ۵۵  
اور ان سولہ آزاد اور مردار نہیں تھے۔ ہر جہز کو سودا اور چاہیے تاکہ کھیل کی طرف سے واقفیت کے سلطان کا  
جواب چار کر سکیں۔ سہرہ جہز کو پریس میں کانگریس کی طرف سے ایک قرارداد شائع ہوئی جس میں کہا گیا تھا:  
"کانگریس نے قاضی اور قاضی ازم" جنگ و جدل "تھم و ستم اور انسانی روح کو کھیلنے کے بارے میں ان کے عزائم  
سے باز پڑا دی کا اعلان کیا ہے۔ اگرچہ جنگ سامراجی تسلط کو تباہیوں "سودہ مقامات و مہاجرات کے لئے ہے  
جس جنگ کے بارے میں میراثی روئے عمل ایسے عظیم خوف کا ہے جس سے پہلے واسطے نہیں دیا۔ میں پہلے بھی  
استدراکے ہیں جس میں ہوا تھا کہ آج ہوں تمام "عظیم خوف آج مجھے از خود دیکھو رنگ سار جٹ پٹے سے دو رنگ ہے  
جیسا کہ سابقہ جنگ کے دور میں کیا تھا۔ اس کے باوجود یہ بات جی جیپ گئی ہے کہ میری بعد وہاں اتحادیوں کے  
ساتھ ہیں۔ لیکن یہ فرض کرتے ہوئے کہ وہ اتحادی نے مجھے عملی اقدامات سے نوازا ہے (وہ گڑبگڑا نہیں کرنا کہیں  
انگریزوں سے فوراً کوٹا کر دو رنگ سے باز آجائیں "اپنے پہلے ٹکڑوں کو آزاد کر دیں "خود کو ششجہز کے خلاف  
(Little Englanders) کوٹنے میں غرضموس کریں "موردہ بھر کے ہر گیت پتہ بندوں کو بدترین اقدام سے باز  
رکھیں۔ ایسی صورت میں انگریز کی مزاحمت کے بغیر میں کے اور بات نہیں۔ ہم ٹکڑے کے ہیرو کے طور پر زندہ ہیں  
کے۔ میں بعد ستانوں کو بھی دعوہ دیتا ہوں کہ وہ اس قدر شہادت میں انگریزوں سے تھکوان کریں "پہ انگریزوں کے  
شرکت ہو کر اپنے خون سے خروں میں نہیں کے گن کے نام خداداد قتلوں کے خون سے میں "خود میری بات کہ  
ظلم سمجھائے میں اپنی فائوش "جی تو ان کی حاجت میں کام کر رہا ہوں گا۔"

گاندھی نے فلسفہ کو اپنے فیصلے سے انکار کرتے ہوئے بتایا کہ میں اپنی عمر کی بنا پر دو رنگ کھیل سے الگ تھک  
رہا ہوں۔ اگر میں دس یا پندرہ سال پہلے ہوا تو ممکن ہے حالات مختلف انداز میں بنیں آتے۔ واقفیت کے واقعہ جی کہ  
وہ گاندھی کو کم از کم اپنی اس تجویز کی حمایت کرنے پر آمادہ کر لے گا کہ کانگریس اور ایک کے سرکہ سیاستدانوں نیز  
وہ ایسا ہی راستہ پر معطل ایک انجیم واسطہ کھیلنا چاہئے تاکہ وہ دونوں رنگ جی جی ایسی مرتب کرنے میں مدد دے  
سکے۔ دراصل فلسفہ نے اس سوچ پر جناح سمیت اسکے بہن بھائیوں بعد ستانوں کو تسلط پایا تھا۔ اسے امید تھی کہ  
جناح گاندھی کے ساتھ اجلاس میں شریک ہو گئے "لیکن جناح نے مکمل موافقہ دیکر ہا کر دیا کہ وہ سب سے زیادہ  
مستوف ہیں اور یکم اکتوبر سے پہلے نہیں آسکتے۔ واقفیت نے گاندھی کو واضح کیا کہ میں مسلمانوں اور وہ ایسا ہی راستہ  
کے جائز مصلحتات کو نظر انداز نہیں کر سکتا اگرچہ مجھے فرقہ وارانہ سوچ کی کجی کا اعتراف بھی ہے۔ اور یہ بھی حقیقت کہ  
ہوں کہ کانگریس اور ایک کی بائیسویں میں زبردست تضاد پایا جاتا ہے گاندھی نے جواب دیا۔ انگریزوں کو چاہئے کہ  
حصول اتحاد کے مسئلہ کا حل بعد از اختلاف ہی پھر دیں۔ میں کھیل کی بے مضبوطی کے آخر میں گاندھی نے واقفیت سے



سے احماس کی کہ اس معاملہ میں ایک سے کوئی بات نہ کی جائے۔

اس موقع پر منوے اپنے دوست کو خطا پہنچا کر لکھا۔ ”اس بات کا امکان ہے کہ حکومت برطانیہ مسلم لیگ اور والیان ریاست کے خلاف کانگریس کو گواہ کرنا الوسیدھا کرے کی کوشش کرے۔“ دواشر رائے کے ساتھ گاندھی کی طاقت کے اگلے روز سیکرٹری آف شپٹ ڈیوڈ جیٹ نے ریٹ فٹن میں بیان کیا کہ کانگریس لیڈروں نے اپنے مطالبات پر زور دینے کے لئے للہووت کا انتخاب کیا ہے منوے ۲۹ جنوری کو بڑی شکل کے عالم میں اس کا جواب دیا۔ ”ایک بار پھر ان کا صدر ان کے حق میں بدترین دشمن ثابت ہوا جس سے جناح کے کان کو بڑی خیریت ملی۔ انہوں نے لندن میں اپنی حالی پیرا پارٹی کی قوت کا اظہار ان دنوں کیا تھا جیسا کہ بہت پہلے جناح کی طاقت و سحر سمجھا تھا۔ گاندھی نے حکومت کو مطلع نہیں کیے ساتھ جنگی کوششوں میں ذاتی حمایت پر بھی جو جواب دیا تھا وہ دور ان جنگ کانگریس کے لئے اس سے کہیں بہتر دامنخدا نہ سیاسی چال ثابت ہوا۔

جنرل انکوری کو دلہرہ بیکس ملائے چھپے۔ انہوں نے بڑے ”دوستانہ اور عقلمند“ طریقے میں حکومت کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے مسلمانوں کو حضور کھٹے میں مدد دی ہے۔ دواشر رائے نے جواب دیا کہ یہ مفاد عامہ کا کارخانہ تھا کہ مسلمانوں کے نقطہ نظر کو ہماری طرف سے سزا دے کے ساتھ جان کیا جائے۔ جناح نے مسلمانوں کو یہ خطا فراہم کرنے کا مطالبہ کیا تھا کہ نے جواب میں کانگریس صوبوں میں مسلمانوں کی مشکلات کے اثرات کا مطالعہ کرنے پر انہیں علم و حس کے مخصوص واقعات نہیں ملے۔ جناح کا استدلال تھا کہ ہندو مسلمانوں کی پولیٹیشن خراب کرنے کی ہٹا کر بہت دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر شمال مغربی سرحدی صوبہ میں ہندی کولانی مشینوں کی شپٹ سے پھانے جانے کی بدایات جاری کی گئی ہیں۔ دوسری انڈیا ویلیر لیزر سر پینٹورڈ گھیس نے اپنے ہر اکتوبر ۱۹۳۹ء کے مکتوب میں منوے زور دیا کہ ”وہ فیصلہ کن کارروائی ہے کہ کوئی بات قبول نہ کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ کانگریس ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنے موقف پر ذاتی رہے۔“ اسی روز دور و حاکمیں دورنگ کھلی سے خطاب کرتے ہوئے منوے لکھا۔ ”مظاہرہ ہندوستان پر غائب کی کوئی حد نہیں کر سکتا۔ ہم اپنی حکومت کا انتخاب اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتے ہیں۔ جب ہم آزاد ہو گئے تو ہم بصورتی طاقتوں کی مدد کر سکیں گے۔“ گاندھی نے منوے کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اگلے روز بیان جاری کیا جس میں دواشر رائے کے اعلان کو انتہائی ناچس کن قرار دیتے ہوئے لکھا تھا کہ اس طرح بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑاکا اور حکومت کو کی برائی پالیسی کو جاری رکھا جا رہا ہے۔ جنہاں تک میری فراست کام کرتی ہے کانگریس اس میں فرق نہیں سمجھتی کی نہ ہی کانگریس ہندوستان بھڑکے خلاف برطانیہ کی لڑائی میں اس کا حصہ دار بن سکتا ہے۔

جناح نے بہت فحش لکھا۔ وہ انتہاء کرتے رہے (تک ہے کہ تڑپ دینے والے سانس کے ساتھ) مگر حزب جماعت کی دورنگ کھلی کا جاس ہو جائے۔ ان کے انتہائی لیڈر کے پیچھے پیچھے چلا جائے۔ وہ انتہائی لیڈر جس نے سراسیمگی میں اپنی صوبائی وزارتوں کو ان کے عہدوں سے الگ ہو جانے کا حکم دے دیا تھا انکے کھلی ۱۴ جاس ۲۲ اکتوبر کو دور و حاکمیں ہو جس میں اس امر کی توثیق کی گئی کہ وہ برطانیہ کی کوئی ممکنہ حمایت نہیں کر سکتی کیونکہ لیا کہ اس سامراجی پالیسی کی تائید کرنے کے حوالہ ہو گاندھی کے خاتمہ کے لئے کانگریس نے پیش قدمی کی ہے۔ اس سمت میں پہلے قدم کے طور پر کانگریس وزارتوں سے کہا گیا کہ وہ مستعفی ہو جائیں۔ کیا منوے اور ان کے رفقاء نے کار کھینچا تھا کہ صوبائی حمایت واپس لینے سے برطانیہ کی ہندوستانی حکومت ختم ہو جائے گی؟ یا انہیں قریح بھی کہ ایسے ذوالمائی اقدام سے وہ لندن میں پیر پارٹی کی قوت میں اضافہ کریں گے؟ یا اس اقدام کا مقصد ہندوستان کے عوام کو انتہائی بدوعد کے لئے تیار کرنا تھا؟

تب جناب نے یکم نومبر ۱۹۳۹ء کو اپنی دہلی میں فلسفہ گاندھی اور راجدھری شاد سے ملاقات کی۔ تینوں جناب کی اپنی رہائش گاہ۔ (۱۰) اور انگریزوں پر پچھنے اور پھر جناب کی کار میں انگریزوں کے پاس گئے وہاں سے واپس آنے کے بعد جناب کے گھر ایک بار پھر سربراہی ملاقات ہوئی، جس میں ضو شریک نہ تھے۔ انہم فرقہ وارانہ ذراکرات کا یہ دور جلد ختم ہو گیا اور کوئی متحدہ حاصل نہیں ہوا۔ گاندھی نے ملاقات کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ ”جب جناب صاحب مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے انگریزی حکومت کی طرف دیکھتے ہیں۔ گاندھیس جو کچھ کر سکتے ہیں وہاں کر سکتے ہیں وہاں سے مطمئن نہیں ہو سکتے۔“

دوسرے نمبر کو گاندھیس اور انگریزوں نے اپنے دوسرے ذراکرات کی ناکامی کا اعلان کر دیا اس طرح انگریزوں کو ان کے سامنے آ کر انگریزوں کے ذریعے حکومت کرنے کے اختیار سے مل گئے۔ دوسری طرف ایسے مقام پر کارڈ پھیلا دئے گئے جن میں لوگوں سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنی اپنی کار میں کام لیں اور دہلی کی بنیادیں اکٹھا کر لیں۔ گاندھی نے ضو کو کہا۔ ”میری دہائی راسخ ہے کہ اس وقت مول باقر علی کے لئے سازگار فضا موجود نہیں ہے۔ اگر لوگوں نے قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا تو میں مول باقر علی کی کمان سے دستبردار ہو جاؤں گا لگے دن میں نوے کر شاہین کو بذریعہ خط مطلع کیا۔ ”ہماری پوزیشن ہم عدم تعاون کی ہے“ انہم ابھی تک ہم نے اس سے زیادہ کے متعلق کچھ نہیں سوچا۔ بعد ازاں گاندھی نے اپنے اہلکار پرچین میں بیٹے مظاہرین اعزاء میں جناب سے اپنی اپنی کی۔ ”انگریزوں کے مقاصد کے بارے میں مطلوب اعلان سے انکار ظاہر کرنا ہے کہ شاید ہندوستان انہیں ایک اعلیٰ قیمت کے طور پر ملا ہے۔

اس نے گاندھیس کو آٹھ صوبوں (آسام، بہار، بھوٹان، سیچن، سیالی، مدراس، اڑیسہ، بنارس اور سرحدی صوبہ) میں مسلم لیگ کے راستہ سے چلانا ہے تاکہ وہ گاندھیس انتظامیہ کی مداخلت کے بغیر فیصلہ کر سکیں اور ہندوستان کی آزادی کے لئے ہندوستان کا حق ہے یا نہیں۔ مجھے امید ہے کہ لیگ ہندوستان کو تحفظ میں تقسیم نہیں کرنا چاہے گی۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ جناب صاحب اور مسٹر ضو کے اہلکار بات چیت پھر سے شروع ہوئی جائے۔ توقع ہے کہ وہ فرقہ وارانہ مسئلہ کے برعکس کے لئے کوئی کھوس بنیاد تلاش کر لیں گے۔“

## عظیم ذراکرات کنندہ

لیکن مسٹر جناب نے بہت پہلے مسلمانوں کے لئے ایک ہر امکان و طعن حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے وہ اس اعلان کے لئے مناسب موقع کا انتخاب کیا۔ وہ ایک عظیم ذراکرات کنندہ تھے اس لئے خوب جانتے تھے کہ سیاسی و قانونی معاملات میں وقت سچی اہمیت رکھتا ہے۔ ضو کے برعکس وہ بھی جذبات کے تحت قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ اگر کوئی بات سچی تھی تو وہ فلسفہ اور ذراکرات سے زیادہ محضے دل و دماغ کے مالک تھے۔ اس بات سے انہیں بھینچا خوشی اور اطمینان حاصل ہوا کہ وہ گاندھی اور گاندھیس کے صدور راجدھری شاد تیل بان کے گھر چل کر آئے اور ان کی کار میں بیٹے کو گاندھیس کے پاس گئے مگر انہوں نے ذراکرات کا رد و انہیں بد کر دیا ہو تاؤ سیاسی تکلیف میں اپنی بیوی کا مہمانی حاصل نہ کیا۔ پاکستان کے لئے کل کر میدان میں آجانا اور اپنے مطالبات کے حق میں چھٹ پر چڑھ کر غرے لگا دیتے آسان ہوتا تھا کہ چھ دوی رحمت علی نے لندن میں کیا۔ انہوں نے کہ رحمت علی کو انہوں نے پہلی بار پاکستان کے حق میں تراز افغانی اور اسے کللی صورت میں شائع کیا۔ افغانستان میں ہے یا ہندوستان کا جوڑا دیا گیا۔ جس میں انہوں نے انتہائی کسمپرسی کے عالم میں موت کو گھگھایا۔ ان کی بیوی اب بھی غیر ملکی حکومت کے ذریعہ قتل و غارت میں دفن ہیں۔ جناب بھی ایسے ہی متحدہ سے یاد چار ہو سکتے تھے۔ لیکن وہ ہر سیاسی اختیار و موقع سے بہترین فائدہ

انہاں بھی مفروضہ مصالحت کے بل پر اس سے بچ گئے جناح کا یہ پیغام دینے سے شکر ہو تا ہے ان دنوں انہوں نے اپنی قوم  
سب سے زیادہ اسلام اور قرآن پر مرکوز رکھی تھی مادہ مضامین غم ہونے پر یمنی عہد کے دن ۱۹۳۹ء میں ۳۴ نومبر کو  
مذاہلی کی انہیں دوا سے اس کے طرف سے اجازت دیدی گئی کہ وہ بڑے بچے مسلمانوں کے نام اپنا پیغام نشر کر سکیں۔ جس  
میں انہوں نے لہو الملوں کو بطور عام مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اگرچہ میں مسلمان بننے کی طرح آگاہ ہوں کہ میرا جسم  
کس قدر کمزور اور لاغر ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود میں نے آگے بڑھنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور میرے قدم بچھے نہیں نہیں  
ہے۔“ انہوں نے لہو الملوں ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ جان سورے کی کتاب On Compromise کا مطالعہ  
کریں جس میں مصنف نے کسی کار مفروضہ کو انجام دینے کا بہترین طریقہ یہ بتایا ہے کہ ”ہم راتوں سے سو سوڑیں  
اور سخت مشقت کی زندگی گزاریں تو بہترین راستے اختیار کر سکتے ہیں۔“

## پاکستانی سکیم پر غور

مارچ ۱۹۴۹ء سے جناح اپنی دورنگ سکیم کی ایک سب سکیم کی مدد اوت کر رہے تھے جس کے ارکان میں سکھ  
حیات، نہایت، طیلان اور فضل الحق شامل تھے یہ سب سکیم ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں غلط  
انجمنوں پر غور کر رہی تھی جن میں پاکستان اسکیم بھی شامل تھی۔ سکھ و حیات نے ”کوٹ لائی آف اے اسکیم آف  
ایجنڈا فیڈریشن“ کے عنوان سے ایک قیام پاکستان اسکیم پیش کی جس میں ہندوستان کو سات ذوالوں میں تقسیم کرنے کا تصور  
دیا گیا تھا۔ اس کے پہلے اور آخری ذوال مشرق وسطیٰ پاکستان تھے۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں جن نے مستقبل کے کاتھو مل  
کے انتخاب پر پورے انصاف سے غور و خوض شروع کر دیا تھا۔ جلد ہی کسی تجویز پہنچے والے تھے تمام ملک کے ذوال  
اور شمالی قسمت کی بنا پر پارٹی کے مسلمان سیکشن کو مارچ ۱۹۵۰ء تک لکھی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہندوستان انہوں نے  
سال قسم ہونے سے پہلے ایک مرتبہ بھارتیہ مسلم لیگ کی قوت سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔ ۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ایک  
ذرا لمبی اعلان جاری کیا جس میں ۳۴ دسمبر کو ”مجموعہ نہات“ کے طور پر مسلمان کی اپنی گئی اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ۔

”ہم انگریزوں کے قلعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ انگریزوں کے اس دعویٰ میں کوئی صداقت نہیں کہ وہ سب کے  
مذاہرات کی مصفاہ اور دوا دانتہ اور انہ لمانہ کی کرتی ہے۔ انگریزوں دوا دانتہوں نے اپنے انتظامی اور قانون سازی کے  
فرائض کی لواہی میں مسلمانوں کی رائے کو نظر رائے بیان کی تفسیر کو جان کرنے کی سرزد کو خوشی کی امن کی ذہنی  
و معاشرتی زندگی میں مداخلت کی امن کے سیاسی حقوق کو پامال کیا۔ اختلاف اور تنازعہ کی صورت میں انگریزوں  
نے بھٹ ہندوؤں کا ساتھ دیا اور ان کی حمایت کی اور مسلمانوں کے مذاہرات کو یکسر یکس پشت ال دیا۔ انگریز حکومتوں  
نے قلعی امران کے جائز اور روز مو کے فرائض میں دخل دیا۔ معمولی امور میں بھی مسلمانوں کے لئے نقصان دہ طرز  
عمل اختیار کیا۔ اس طرح ایک ایسی انتظامیہ رکھی جس سے ہندوؤں نے یہ یقین کر لیا کہ ہندو راج قائم ہو گیا ہے۔ اس  
یقین نے ہندوؤں کو یہ جرأت بخشی کہ وہ مسلمانوں سے بد سلوکی کریں اور ان کے بنیادی حقوق آزادی میں رکاوٹ  
ڈالیں۔“

گاندھی کی نظر سے نہ نئی یہ قرارداد گزری انہوں نے بھی لیا کہ اب ہندو مسلم تہذیب کو ذرا کرات کے ذریعہ حل  
کرنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ سو زیادہ حاشیہ نہیں ہوئے گئے روز انہوں نے جناح کے نام مراسلہ میں لکھا  
”میں سے گھٹے جس چیز نے متغیر کر رکھا ہے وہ اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ زندگی میں انفرادی اور معاشرتی سیاست  
کے بارے میں ہمارا انداز گہر سے زیادہ مختلف ہے پچھلے ذرا کرات کے بعد گھٹے ترجیح ہو گئی تھی کہ یہ اختلافات زیادہ

ہے نہیں۔ لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ یہ پہلے پہلے سے کس زیادہ وسیع ہو گئی ہے۔" جن نے سہو کے اندھ کو توجہ سے متعلق کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہندو مسلم مسئلہ کو سمجھانے کے لئے انکرات جاری رکھنا ممکن نہیں جب تک ہم اقلیتی مسئلہ کے بارے میں کسی سمجھوتہ پر نہ پہنچ سکیں۔ ہر حال اگر آپ اس مسئلہ پر بحث کرنا چاہیں تو مجھے اس کے لئے تیار ہوں گے۔"

## مالا بارمل کاؤنٹینر

کانگریس پر جس نے اب مسٹر جنرل کو "مالا بارمل کاؤنٹینر" لکھنا شروع کر دیا اسماعیلی سیت جہاں کے بعض انتہائی وقار دار محترم کو بھی مذکورہ قرار دوسے زبردست دھچکا لگا۔ اسماعیلی نے ایک خط میں اپنے اضطراب کا اظہار اس طرح کیا۔

"مجھے آپ کی طرف سے ایسی برائیت کی ہرگز توقع نہیں تھی۔ کیونکہ آپ نے سیاست کو بیٹھ بلانے اور باوقار مقام دیا ہے۔ ہر حال میرا خیال ہے کہ شاید کسی غفوس سقوت نے آپ کو اس اقدام پر ابھارا ہے کہ آپ نے مسیحی نہات مسئلے کی بدولت جاری کی ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ کس چیز نے آپ کو اتنا خست قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔ جب آپ ہندوستان کے بد نصیب اور بے بس گھلے ہوئے مسلمانوں کی لڑائی لڑنے پر گھبراتے ہوئے ہیں تو ایک میں قریبی پسند حنا سر آپ کی اندھی بیوی کہتے ہیں۔ انہیں یہ دیکھ کر انتہائی دکھ اور رنج ہی ہوتی ہے کہ آپ آہستہ آہستہ رجعت پسندوں اور مسیحی حضوروں کے مقلد میں گھبراتے جا رہے ہیں۔ پہلے جن سے ہم لڑتے تھے اب وہ آپ کے حامیوں اور شیروں کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ ایک کی عمومی پالیسی سر سکھ راور فضل الحق کے اشاروں پر چل رہی ہے۔ چاہے وہ الایہ وقت مناسب نہیں ہے کہ آپ ساری صورت حال کا جو جو اپنے کندھوں پر اٹھائیں اور مسئلے کے لئے مفید عمل سے ڈٹ جائیں۔"

اور چنانچہ اسٹی کے ۱۲ ممبروں نے عہد الرضی صوبائی کی قرارداد میں مطالبہ مسلم لیگ کے خلاف اعلان بدولت کر دیا۔ ان کے نزدیک مسیحی نہات یعنی قرارداد ہندوستان کے اتحاد کو ناقابل حوالہ تھا جس پر تھاپے والی تھی۔

## جنوبی ہند کی طرف سے حمایت کا اعلان

مسیحی نہات کے سلسلے میں جنوبی ہندوستان کی جنس پارٹی کے لیڈر ای۔ سی۔۔ دھرم سائی ناٹھ نے ہر ہر نہات کا اعلان کرتے ہوئے تمام راجہ راجہ ہندوؤں سے اپنی کی کردہ کانگریس راج سے بھلا کر اٹھنے کی خوشی میں ۳۲ دسمبر کو سچے جانے پر عزم ظہور کیا۔ انہوں نے جنس پارٹی کی ایسی اور ایٹھ انڈین گروپ کی طرف سے بھی ایسے ہی ایات جاری کئے گئے۔ یہ تھا جن میں کچھ لوگوں نے عزم نہات کے پروگرام سے اتفاق کیا تاہم جن کی توجہ کہ قرارداد سے ملتی جلتی بہت سی قراردادیں منظور کی گئیں۔ اس سلسلے میں ناٹھ انڈیا میں ایک مہرے مسئلہ کا اشتہار شائع ہوا۔ تاہم اس کے بارے میں گاندھی کا اندازہ یہ تھا کہ کسی نے اس پر توجہ نہیں دی۔ بالکل نہیں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں لیگ کے سرگرم بھائی آر۔ ایم نے قرارداد جنس کی اور انہوں نے ہندو اکثریت پر اس کی تائید کی۔



ازمکان تھا۔ میں نے اس جگہ کی بات کی جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا جس سے انہیں قدر سے اتفاق ہو گیا۔ خدا خدا کر کے صبح سویرے تین دہلی بجیں اور ہم جلد ہی اپنے مکان (۱۰) اور گھر پہنچے۔ آگے میں نے فوراً فون کر کے ان کے ڈاکٹر کو بلایا۔ اس کی تشخیص یہ تھی کہ میرے بھائی کو "الٹا الجب" کی تکلیف ہے۔ انہیں کم از کم چودھن ستر میں آرام کرنا ہو گا۔ ڈاکٹر چارہا کیا کہنا انہیں نے کہا۔ "کتنے انہوں کی بات ہے۔ یہ ایک اہم سیشن ہے جس میں میری شرکت لازمی ہے جبکہ میں ستر پر جاؤں۔" ہے تو رات سے وہی گزارنے کے بعد وہ اٹھ بیٹھے اور کام میں لگ گئے۔ سہرہ باریج کو قلمبند سے لے اور اسے یقین دلایا کہ اگر مسلمانوں کو یہ یقین دہانی کر دی جائے کہ کانگریس کے ساتھ کوئی سیاسی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا تب تک پہلے مسلمانوں سے رضامندی حاصل نہ کی جائے تو مسلمان جنگی کوششوں میں اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔ دائرہ رائے نے ہر روز جواب دیا اور کہا کہ وہ ان کے خیالات سے جلد ہی انہیں کو مطلع کرے گا۔

## خاکساروں کا قتل عام

دائرہ رائے سے طاقت کے بعد جناح نے اگلے پانچ چھ روز تک اہم کریم کیا تاکہ لاہور کے سطر پر روانہ ہو سکیں۔ مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس سے نکل کر مارچ کو ۱۹۳۰ کو ایک کانگانی مباحثہ کی طرح لاہور ایک خوش ذرا لاکھ بھڑک چلا۔ رات تھا۔ جس میں شیردل سالار ۲۰ کا تنظیم سمیت سینکڑوں خاکساروں کو پنجاب پولیس نے انہیں انہیں بی سٹر دی۔ گیسٹ ہاؤس کے محکمہ سے انتہائی بے رحمی کے ساتھ خاکساروں میں تڑپا یا تصادم کے بعد ان ایک خاکسار نے قتل کر دیا۔ انہیں انہیں لی کی ایک ازاد رہی تھی۔ تو اسے وقت کے م۔ ش نے جو اس وقت ایک بے سٹر پر رہتے تھے کھانے کے "کرنل" کے خلاف لاہور کے ذمہ داروں کو سیاسی قبرستان میں تبدیل کر دیا۔ "ہم عسکری تنظیم خاکسار مسلم لیگ کی کمی اتنی ہی دشمن تھی جتنی کہ وہ ہندوؤں اور عیسائیوں کی خلاف تھی۔

چونکہ خاکساروں کے قتل عام سے پہلے والے اضطراب نے مقررہ اجلاس کے موقع پر پورے شہر کو اپنی ہیئت میں لے لیا۔ اس نے سر سیکر نے جناح کو دہلی میں فون کر کے مقررہ اجلاس "لیگ" کے سیشن کو کسی مناسب تاریخ تک ملتوی کرنا ہو گا۔" تاکہ انہیں نے اسرار کے ساتھ نفی میں جواب دیا "انہیں انہوں نے وزیر اعظم پنجاب کو بدعت کی کہ خاکسار شدہ کے احرام میں انہیں جلوس کی شکل میں لگانے سے متعلق تمام تجاویز ختم کر دی جائیں۔ ۲۳ مارچ کو پڑیہ فریڈرسل غاموشی کے ساتھ لاہور پہنچے اور دہلی سے شیش سے کام میں چلے کر سیدھے سینٹر ہسپتال گئے جہاں انہوں نے جیل دارانوں میں تمام زخمی خاکساروں کی عیادت کی۔ اس اقدام نے لاہور رہاؤں کے زخمی دلوں کیلئے مریم کا کام۔ تمام خاکسار جناح کی قیادت قبول کرنے پر ہرگز تیار نہ ہوئے اور انہیں برسوں میں تاکہ انہیں کو قتل کرنے کی ایک سے زیادہ کوششیں کیں۔

## یادگار خطاب

۲۴ مارچ کو لیگ کا سیشن بادشاہی مسجد کے سنگ مرمر کے بلند عماروں کے زیر سایہ مظاہرہ (موجودہ اقبال پارک) میں ۶۰ ہزار سے زائد مسلمانوں کی شرکت سے شروع ہوا لاہور دیکر کیا اور عربی صدی سے جنوبی ایشیا میں مسلم قوت کا ایک بڑا مرکز پنجاب کا دارالافتاء اور مسلم اعداد و شمار کا علاقہ بنی سٹر ہاؤس "آج لیگ کی "قرارداد پاکستان" منظور کرنے والا تھا۔ تاکہ انہیں نے انہیں "جو زہی دارالافتاء اور دارالافتاء بنائی لیا اس زینت حق کر دیا تھا۔" اور جگر جیٹس

مٹ پر کچا کچا بھرے ہوئے بڈال میں داخل ہوئے۔ اسٹیج کے وسط میں ایک شاندار سہارن کی خطرہ تھی۔ دائیں طرف تھوڑے ایک چچی مسہرے فاطمہ جناح کے لئے رکھی گئی تھی۔ چوتھے رنگ کی ساڑھی میں لباس تھیں۔ چھٹی مسلم لیگ کے لیڈر گارڈز کا ایک چاقو دو سہارن کی حفاظت کر رہا تھا۔ جن کی چھٹی گلواریں پورے سینے کے دوران باہر نکلی رہیں اور بڈال میں موجود غاسکاروں کو یاد دلاتی رہیں کہ قاتل اعظم کی موجودگی میں وہ کسی غلط طرز عمل کا مظاہرہ نہ کریں۔

قاتل اعظم، انگریزوں کی طرف جانے کے لئے ہر غمی اپنے ”زعمہ ہاؤس“ کے قلم حجاب نمونوں سے ان کا استقبال کیا گیا۔ انہوں نے اپنی تقریر اردو میں شروع کی جیسا کہ استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین خواجہ محدث نے اردو میں خطبہ استقبالیہ پیش کیا تھا لیکن قاتل اعظم زیادہ تر اردو نہ بول سکے انہوں نے عوام سے مروت کرتے ہوئے انگریزی میں اعداد خیال کیا ”ساری دنیا ہمیں دیکھ رہی ہے اس لئے آپ مجھے انگریزی میں تقریر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔“ یہ سن کر بعض چیئرمینوں پر ہل چڑ گئے اور لوگ چہینگوں کرنے لگے لیکن قاتل اعظم خاموشی سے کھڑے رہے جب مجمع خاموش ہو گیا تو انہوں نے سکریٹ نگار ”سامین“ کی طرف گھور کر دیکھا ایک مٹی ٹیبلٹ کا بیان ہے کہ ”اس کے بعد انہوں نے پوری تقریر سکون سے سنی اور اور کسی نے ایک لفظ تک نہیں کہا۔“ انہوں نے قریباً دو گھنٹے خطاب کیا۔ قاتل اعظم آف انڈیا کی راج پورٹ کے مطابق ”بھی ان کی آواز کم ہو جاتی اور بھی پر زور گواہی اور طرہ تیز ہو جاتی۔“ ان کی شخصیت میں یہ کہ ایسا جادو تھا کہ ان کے سامین کی بڑی تعداد انگریزی کو نہ سمجھنے کے باوجود قاتل اعظم نے سننے والوں کو بات کے دکر اور ان کے جذبات پر محسوس ہونے والا اثر ڈالا یہ اب تک ان کے سامین کی سب سے بڑی تعداد اور ان کی سب سے بڑی کارکردگی تھی ”مسلم بھڑوستان کے سب سے نمایاں قائدین اجتماع میں موجود تھے یہ بڑا جھوم پارک میں تھیں سانس کا اسٹے ڈائمنڈ ڈائمنڈ اور تک لوگوں کے ٹھٹھے لگے ہوئے تھے۔“ انگریزوں ”سندھ میں بنگالیوں چٹانوں اور بلوچوں کی ایک لاکھ سے زائد خاموشی نے بڑی مبہم سکون سے اپنے قاتل کی تقریر سنی ایسا تھا کہ قاتل اعظم نے کسی مغل شہنشاہ کی یاد آواز کر دی ہے۔ جناح نے لاکھوں میں جو پیغام دیا اسے اپنی اپنی آواز اور پوری ”آئی کے ہدایت آکر کے ذریعے اسی شام دنیا بھر میں پھیل گیا۔“ نچرا سی روڈ لائن کے دارالطالعہ میں شام کی جانے کے ساتھ اسے بڑھا گیا۔ دائیں چل اور آواز تک خدمت میں معاملہ کے بعد اس پر نگاہ لگائے گئے ”میں اس پر چارہ خیال کیا یا اور ویسٹ منسٹر میں زیر بحث آیا۔“

مسلم لیگ کا پچھلا سیشن دسمبر ۱۹۴۸ء میں ہونے کے مقام پر منعقد ہوا تھا۔ اس وقت سے اب تک ملت سے نئے واقعات رونما ہو چکے تھے اس سلسلے میں اتحاد خیال کرتے ہوئے جناح نے کہا ”آج کے دستور کی پابندی اب عمارا موقف کیا ہے؟“ یہ کہ جو غمی حالات اجازت دیں یا زیادہ سے زیادہ جنگ کے ختم ہونے پر مستقبل کے دستور کے بارے میں مسئلہ کا ذکر سزاوارتہ لیا جائے اور ۱۹۴۷ء کے انڈیا ایکٹ کو پیش پیش کے لئے قسم کھایا جائے۔ ہم اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ حکومت برطانیہ سے نت نئے اعلان کرنے کا مطالبہ کرتے رہیں۔ حقیقت میں ایسے اعلانات کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔“

اس کے بعد انہوں نے کانگریس کے حامی سیشن پر روشنی ڈالی جو اسی پختہ سلی کے بعد کے ضرورام گڑھ میں غور و خجہ صدر مولانا ابوالکلام آزاد کو کے زیر صدارت ہو رہا تھا اور جس میں گاندھی بھی شریک تھے۔ ۳۰ مارچ کو گاندھی اور ابوالکلام میں اتحاد خیال کرتے ہوئے صاف گاندھی نے کہا ہے۔ ”میرے نزدیک بھلا ”مسلمان“ پارٹی اور ہر جگہ سب برابر ہیں“ میں ایسی ہرگز سرائی نہیں کر سکتا ”ہم میرے خیال میں گاندھی نے بڑی بے ہوشی کی ہے۔ صرف اتحاد قوتی

ہے کہ گانوگلی بلکے تین روٹ ہیں اور میرا محل ایک روٹ ہے۔" جناح نے گانوگلی کی تقریر پر تبصرہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے واقفیت نہ تھی کہ گانوگلی اپنی بیب میں جگہ دے دیں۔ میں حقیقتاً نہیں جانتا کہ ان کی مانند ترین شخص کے بارے میں کیا کہوں۔" جناح نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ خود کو فکر کے ساتھ ایک ہندو لیڈر کے طور پر کیوں پیش نہیں کرتے ہندوؤں کی نمائندگی کرنا ہے اور مجھے سہت کے ساتھ مسلمانوں کی نمائندگی کرنے دیں۔ مجھے کانگریس کے بارے میں صرف اسی قدر عرض کرنا ہے۔"

## مسلمان اقلیت میں نہیں

جناح نے ہندو مسلم مسئلہ کے حل کے لئے یہ فارمولا خود کو ہر طرح محفوظ رکھتے ہوئے پیش کیا تھا۔ وہ نہ صرف یہ بات چاہتے تھے کہ کانگریس نے ایک سرگرم مسلمان کو اپنی سندھو ادارت میں شمولیت دے بلکہ یہ بھی کہ اگلے سینے دہائی میں ایک نیا نیا مسلم کانفرنس ہونے والی ہے جس میں تمام غیر ملکی مسلم جماعتوں کو مدعو کیا جاتا ہے جہاں انہیں مسلم لیگ سے اپنی پیروی کا اعلان اور کانگریس کے عمومی مطالبہ کی تائید کرنی ہے۔ جیسا کہ صوبے کے کشاہن کے نام اپنے خط میں وضاحت کی "یہ کانفرنس کانگریس کے زیر اہتمام منعقد نہیں ہو رہی ہے اگرچہ کانگریس مسلمان اس میں نمایاں کردار ادا کریں گے۔" کانگریس نے اپنے ہندو شخص کا اعتراف کرنے کی بجائے پہلے کی طرح اپنا قومی گیرکیشہ ثابت کرنے کا تجربہ کر لیا اور اس بات پر اصرار کیا کہ اس کے ذرا کرات 'پالیسیوں' پر وگرام میں مذہبی مصوبہ کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ اب جناح اور ان کی جماعت محل اقلیتی حیثیت پر شاکر رہے کہ چار دن تھے اور پنجاب کے صدر مقام کا انتخاب اس مقصد سے کیا گیا تھا کہ وہاں مسلم لیگ کے نو منتخب کردہ اس صوبہ میں کانگریس کا اعلان کیا جاسکے۔ "ملازمی کی بے جا بیعت یہ کس کا چاہنا ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہیں بے شک ہمیں ایک طویل عرصہ سے ایسا سمجھا جا رہا ہے اب اس مسئلہ کو دور کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ مسلمان اقلیت نہیں ہیں وہ ہر طرف کی رو سے ایک جدا گانہ قوم ہیں۔ ہندوستان میں مختلف فرقوں کے مابین گراؤ کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ واضح طور پر بین الاقوامی نوعیت کا سوال ہے اور اس سے اسی طرح منسلک ہے۔ جب تک اس بنیادی اور اعلیٰ مداخلت کا معرکہ نہیں کیا جاتا تو بھی دستور بنایا جائے گا وہ بالکل دیرپا رہے گا اور ہمارے ہاں وہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے نقصان دہ بلکہ انگریزوں اور ہندوؤں کے لئے بھی۔ اگر انگریز و صغیر کو لوگوں کو اس میں شمولیت سے منع کیا کہ جسے داخلی شخص ہیں۔ تو ہم سب کے لئے صرف ایک دوا ملے گی ہے وہ ہے کہ ہندوستان کو آزادی ریاستوں میں تقسیم کر کے ہندی قوموں کے لئے الگ وطن قائم کرنے کا سوچ دیا جائے۔"

جناح نے اپنی پوری تقریر میں کہیں پاکستان کا لفظ استعمال نہیں کیا نہ ہی قرارداد لاہور میں یہ لفظ شامل تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے ہندو مسلم مسئلہ کے فوری حل اور تقسیم کے بین الاقوامی مضمرات پر اپنی رائے کا محل کر اظہار کیا۔ جناح نے تقسیم کی مستحکم "قول" ملے ہوئے پاس کے بعد اثرات کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ تاہم ۱۹۴۰ء کے موسم بہار میں انہوں نے طوبہ سوچ کچھ کرے کر لیا تھا کہ ہندوستان کے اہم ترین مسئلہ کا واحد حل تقسیم ہے۔

لاہور میں جناح کے خطاب نے مستقبل میں متحدہ آزاد ہندوستان کے امکان کو قطعی طور پر مسترد کر دیا۔ جو لوگ قائد اعظم کی اس عادت سے واقف تھے کہ وہ جس بات کا اصرار کر لیں "بمگر ہرگز اس سے پیچھے نہیں ہٹے" انہوں نے جان لیا کہ انہوں نے کتنا اہم اعلان کیا ہے۔ اپنی دنیا کو ان کے اس قول کو حقیقت کا



دوب دھارتے ہوئے دیکھنے کے لئے سات سال انتظار کرنا پڑا۔ وہ اپنے اعلان سے سروسو پیچھے نہیں چلے۔  
 بعد مسلم اتحاد کے سفر نے خود کو مکمل طور پر پاکستان کے عظیم قائد کی حیثیت میں بدل لیا تھا۔ اب صرف  
 یہ کام رہ گیا تھا کہ سب سے پہلے ان کی پارٹی پھر ترقی پذیر قوم اور آخر میں ان کے برطانوی اتحادی اس  
 فارمولا کو تسلیم کر لیں جو انہوں نے پیش کیا۔ جس تک گامدھی، سوا آزاد اور باقی دہشتوں کا تعلق تھا، وہ  
 سب ایک صافے ملک کے دیکھ لیتے تھے اور ان کے ساتھ ڈیڑھ بیس کے قدیم اصولوں کے تحت معاملہ کیا جاتا تھا۔  
 جب وہ مانگہ دونوں سے ہٹ کر اپنی کڑی پر بیٹھنے لگے تو جیوم روشی سے باہل ہو گیا۔ انہوں نے کسی ناامی کے  
 بغیر بلکہ ترقی و کثرت کو یاد کر لیا تھا۔ جب انہوں نے نیا سرٹ سٹکا تو ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ "ہام  
 ان کے ہتھکڑے درست کام کر رہے تھے اور آواز صاف سنی گئی تھی۔ یہ صحیح معنوں میں ایک شاعر اور  
 کارکن کی تھی۔ ان کے قائدانہ کردار کے شایان شان یہ وہ اکیلے ہوا کر سکتے تھے۔"

## تیرہواں باب سکندر حیات کے خواب پریشان ہو گئے

قائد اعظم کی تقریر فتح محلے سے بعد رات ہی قرارداد پاکستان کو قتل کر دینے پر توجہ دی گئی۔ ایک کی سیکرٹریسی سبیلی  
 نے سہرا برج کی ابتدائی ماحول میں اپنے مرتبہ کا صوفیہ خود کو خوں کیا اور۔۔۔ پھر کہ اس پر تعلق رکھنے والے ہو گئے۔ سر  
 سکندر نے تقسیم کے تصور کو آخر تک ناقابل عملیت پایا۔ یہ تھا اس سے فوری طور پر اس کی پہلی نشست پارٹی اس میں  
 بعد مسلم اور سکھ تینوں قریب شامل تھیں ان کی موجودگی کے بنیادی نظموں کی بنی ہوئی تھی اور وہ ایک کی قیادت کے  
 بارے میں دوسرے خواب دیکھ رہے تھے وہ یہی طرز۔ لیکن ہوتے تھے۔ سہرا برج کے بننے کے بعد کہ جس کی تقریر پر  
 کیے پھر اس نے اصل کا اظہار کیا گیا کہ سر سکندر نے بقیہ بانیوں کو اب مسئلہ ان کی اصل ترین قیادت کے متعلق ان کی  
 فوٹوں کے پر راہونے کا کوئی امکان نہیں رہا۔ یہی تک کہ خود انہوں میں جو ان کا مرکز اقتدار تھا، سہرا برج کو اس  
 پڑاؤ کے گرد جس کی سیکرٹریسی سبیلی کا اجلاس ہوا تھا، نصرت میں بھرا ہوا ایک انجم "سکندر سہرا برج" کے نعرے لگا رہا  
 تھا۔ وہ یہ کہ ان معنوں نے سکندر حیات کو شش و پنج میں ڈال دیا۔ خود ہی پر بعد جتن دہلی پہنچے تو ان نو معنوں نے  
 نصرت کے اقتدار بل بوتے پر اب وہ گناہ پھاڑ پھاڑ کر قائد اعظم زندہ، "قائد اعظم زندہ" کہنے لگے۔ جس کی سبلی  
 یہ کہ کسرا تریب دوا اور معنوں کی دھن دہائی اس نے کمال فنی صراحت کا ثبوت دیا تھا۔

## قرارداد پاکستان کی منظوری

مسلم لیگ کا سہرا برج سہرا برج کو جس کے ذریعہ صدارت منصف ہوا، فضل الحق نے جو سیکرٹریسی سبیلی کے  
 چیرمین تھے، پہلی قرارداد پیش کی جس کے صوبہ ترقی تیسرے پڑاؤ میں لگا لیا تھا  
 یہ کہ کل انڈیا مسلم لیگ کے اس سیشن کی یہ خوب سوری گئی دہشت ہے کہ اس ملک میں کوئی آئینی منصوبہ  
 قابل عمل یا مسئلہ ان کے لئے قابل قبول نہیں ہو گا جب تک کہ سب ذیل آبادی اصول کے مطابق وضع نہ کیا  
 جائے یعنی جنرل پرنسپل کے لئے حق انصاف کی حد بندی کی جائے لیکن یہ نہیں میں دھکیل سکیں جو "بہل بدلی لہو" سے  
 مسئلہ اکثریت میں ہیں (مثلاً بعد ستان کے شمال مغربی اور مغربی خطے) انہیں ضمیمہ آزاد کردہوں میں تشکیل دیا  
 جائے جن کے مابقی اجزائے ترقی خود مختار اور متحدہ ہوں گے۔"

## کائنات کا شدید رد عمل

قراردادوں میں پاکستان کا قاضی موجود نہیں تھا۔ یہی اس کے الفاظ سے یہ بات واضح تھی کہ مسئلہ اقلیت کے ہر دو خطوں پر مشتمل ایک مسلم ریاست کا مسئلہ کیا کیا یا وہ آگے خود مختار اور آزاد ریاستوں کا ایک شکل سفلی قطع میں اور دوسری مشرقی علاقوں میں اور حق کلرنگ میں نکلا گیا ہے کہ کم از کم غیر مسلموں کی مکمل طور پر اقلیت کے ذہن میں آخر قرارداد کی تھی جب انہوں نے قرارداد مرتب کی اور پھر ہکا بکا بنیادی تھی۔ تاہم ان کی قبولیت مسئلہ حل کے ساتھ میں تھی۔ جب انسانی کمیٹی نے سوال کیا کہ کیا اس قرارداد سے ایک ریاست مراد ہے یا ایک سے زیادہ علاقوں کے واضح اور دو ٹوک جواب نے نکال دی کہ مسلم اکثریت کی اکثریت پر عہدہ کی کمی مراد ہے۔ اگلے دن کے اخبارات نے اور دوسرے دنوں کو کہ "پاکستان ریجنلوشن" کی مشورہ ریفنڈ کے ساتھ شائع کیا گیا اور پھر اس کی مطبوع کے ساتھ جاری ہوا۔ سکندریہ حیات نے ایک قسم کی دفاعی مرکزی حکومت کے ایسے تصور پر غور کیا جس میں اقلیت کے خود مختار خطوں کو اٹھا لیا جائے گا۔ نومبر ۱۹۴۷ء میں اپنی وفات تک اس امر کے ساتھ یہ بات سمجھتے رہے کہ قرارداد اور دیگر کے لئے محض سودا بازی کا نکتہ ہے۔ سکندریہ حیات کے نزدیک واقعی یہ بات تھی کہ لیکن جیلز کے لئے نہیں۔ یہ جواب کے گورنر سرحدی کریک نے اس قرارداد کے بارے میں واضح رائے کو روک دیا کہ "یہ کانگریس کے دعوئی کا انتہائی سوڈن تھی کہ جی جواب ہے جس نے کانگریس کے اس دعوئی کو تائید کر دیا ہے کہ وہ تمام اقلیتوں کے ہندوستان کی طرف سے ہونے کی سختی ہے۔"

چند روز بعد گڑھی سے پہنچا ہوا کہ مسلم لیگ نے تقسیم ہند کا جو مطالبہ کیا ہے اس کے جواب میں کب حل ہونے کی تحریک چلاؤں گے؟ انہوں نے جواب دیا میں تسلیم کرتا ہوں کہ لکھنؤ میں لیگ نے جو قدم اٹھایا ہے اس سے پکڑا سہنے والی صورت حل پیدا ہو گئی ہے تقسیم سے اسے اتنی پکڑا سہنے والی نہیں سمجھتا کہ حل نافذ ہوا کہ ناگہان جاسے۔ مسئلوں کو اب ہی حق خود ارادیت مانا جاتے ہیں۔ جیسا کہ آجی خاندان کو حاصل ہے۔ ہم اس وقت مشرقی خاندان کی طرح ہیں۔ خاندان کا کوئی بھی ممبر تقسیم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

کانگریس کے وہ حصے لیڈروں نے اس سے زیادہ ختم و عمل ظاہر کیا۔ وہ اس کے چکروالی راج کو بالکل ہمارے لئے جوہد اور اس ہندوستان کے پہلے گورنر جنرل نے "انڈیا رائے" کرتے ہوئے کہا "میں اسے ہندو ناپیت کی علامت سمجھتا ہوں کہ مسٹر جین نے خود ہندوستان کے نظریہ کو ایک غلط تصور اور تاریخی زیادہ تر مشکلات کا موجب قرار دیا ہے۔" سنو نے قرار دیا کہ بہت گھٹا "پنل کی پیش کی تلخ مزاج خیالی اور عجیب و غریب چیزیں۔" انہوں نے اسے "مہمناپہ کی وہ حق سامراجی پالیسی کا شائبہ بنالغیہ اور بدنامی مزم کہ میں کانگریس نے قرار دیا منظر کی۔ کہ ہندوستان کا دستور آزادی، جس صورت اور قومی انقلاب پر مبنی ہونا چاہئے جس میں ہندوستان کو تقسیم کرنے یا اس کی وحدانیت کو ٹھوسے ٹکڑے کرنے والی کوششوں کو مسترد کر دیا جائے۔

قرار اولاً لاہور نے مجھے نئی زندگی دی ہے

تیسرے مذہبِ لیاقت علی خاں نے عمل از حد ہر رنگ کا اجلاس بلایا اور شہزادہ کو بتایا کہ کانرا اعظم خود لڑی ہو اور  
تخلف لا رہے ہیں مگر شہزادہ مذہبِ مصحفیات نے کانرا اعظم کو رد عمل کروا دیا کہ کانرا اجلاس شروع ہونے کے باوجود

بعد پڑاؤ میں پہنچ گئے۔ اصل میں اجلاس کی صدارت کر رہے تھے جب ڈاکٹر ابو عالم نے ابو کانگریس کو چھوڑ کر  
 سائے تلے بیگ میں آئے تھے گزشتہ روز پیش کے گئے رہنمائی کی تکیہ کی۔ یہ قرارداد زبردستی تکیوں کی گونج کے  
 ساتھ منظور کی گئی۔ اگلی قرارداد فلسطین کے بارے میں تھی جس میں عربوں کے مسئلہ کو مکمل طور پر ڈالنے پر برطانیہ کی  
 خدمت کی گئی تھی۔ اس کے بعد سیشن ملتوی کر دیا گیا۔ رات کے ۹ بجے کاروبار ختم ہوا۔ قراردادیں شروع ہوئی۔ اجلاس کی  
 صدارت کرتے ہوئے قائد اعظم نے بدلت ہو خاسکادوں کی طرف سے ایک قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ  
 مسئلوں کی اس فکری تنظیم پر سے پانڈی انٹیلی جنس فب کی تحقیق کے لئے غیر جانبدار کمیٹی مقرر کی جائے  
 انہوں نے سوچا کہ یہ خود دیا کہ انکی کمیٹی مقرر ہونے پر وہ زیادہ سے زیادہ شہرتیں پیش کریں۔ اپنی ہم درجہ کمیس کے دور  
 خدادادی۔ کہے کہ سیشن کے اختتام کا اعلان کرتے ہوئے انہوں نے اسے بدستور کی باتیں کہیں ایک سنگ  
 میل سے تعبیر کیا اور کہا ”آپ جتنا زیادہ خود کو منظم کریں گے اسی قدر زیادہ اپنے حقوق حاصل کر سکیں گے۔“ یہ  
 اجلاس صلیب شب کے لگ بھگ ”قائد اعظم زندہ باد“ کی لگ بھگ صدائیں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اگلے روز  
 لاہور سے دہلی کے موقع پر جناح نے رپورٹیں کو تلا میں لاہور میں اپنے قیام سے بہت لطف اندوز ہوا انہوں نے کہ  
 یہ وہاں بڑا تھوڑا خیر حالت اور زندگی میں قریب لڑک ہو گیا تھا۔

## سکندر حیات پھر میدان عمل میں

اپریل میں قلمبہ نے جناح کے ہم مراسلہ میں انہیں ایک مزید پھر تعین دیا کہ ”حکومت برطانیہ تمام مسلمان  
 طاقتوں کے ساتھ دوستانہ اور دوستانہ تعلقات رکھتی ہے اور ان میں سے بعض کے ساتھ اتحاد کر رہا ہے۔ لہذا  
 ڈیلیمنٹ کے ایک لکھ لکھوں کے سیکشنوں میں ڈیمنٹ ہونے کے بعد عملی اقدامات و قراردادیں لے لی تھیں۔ اس پر  
 جنرل سربراہان کو پھر کے نوٹوں میں سکھ قابل اہم سنگھ نے بدلتی سے لڑا کیا تھا اس کی جگہ ایل۔ ڈس۔ آرمس کو فاف  
 نیکرڈی تک مثبت مقرر کیا گیا اور جنرل سے پہلے فرسٹ لاما تک اپنی سرکاری چکا قلمبہ میں چرچا کر آرمس  
 کے اقتدار کی پٹیا پر چھپنے کے بعد دلی اور شملہ میں جناح کی اہمیت اور بدلتی۔ ”دوستانہ“ ”دوستانہ“ (دوستانہ) کے تجویز  
 طرز کو اس کے لئے۔ فیما را نے جناح میں شملہ سے جناح کے حد سے زیادہ دہم میں جٹا ہو جانے سے متعلق ایک  
 رپورٹ میں لکھا ”میں لکھا کہ یہ کہ یہ دہم سرکار کے دل بدلتا ہے بھی مسئلہ ہو گیا ہے۔ یہی کوئی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا  
 خواہ وہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو“ لہذا جناح ناراض ہو جائیں۔

اس بڑک موٹے پر سکندر حیات نے اس موقع سے کہ وہ جناح کو ایک طرف دھکیلتے ہیں کہ اس پر ہوا جائیں گے۔  
 قلمبہ کی خاموش حمایت سے کانگریس کے ساتھ فیڈل اسٹیج پر حکومت کے لئے مذاکرات کی سرکردہ کوشش کی۔  
 داکٹر نے لے لہا کہ گاڑی میں اور جناح کے بائیں مذاکرات کا ایک دور دورہ ہو۔ لیکن جناح کانگریس کے دور اندازہ کس  
 سنے کو چارہ نہ تھے انہوں نے مذاکرات کی۔ موت اس بنا پر صورت کر دی کہ جب تک میں اپنی ”رنگ“ سنبھال کا اجلاس دیا  
 کہ ان سے متعلق نہ لے لہا۔ انکی بات چیت میں شریک نہیں ہو سکتا اور گاڑی نے لے لہا کہ ان کو لکھا کہ وہ قیام  
 اس کے مسئلہ میں عدالت کے لئے جرحی یا جناح کیس ضرورت ہو جائے گا چارہ ہیں۔ ان کا فیصل تھا کہ ”میں  
 ہل کر آتا ہوں نہیں گھٹا ہوتا ہے ظاہر کیا جا رہا ہے۔ لیکن یہ کہ جٹا ایک ستانہ طاقت رہی ہو اور شاید اب بھی ہو۔“  
 تمام قلمبہ نے مسرتی کی وہ دیکھیں نہیں کی۔

جن جن نے ایک کی دو تک کھلی کا احساس وسط جن میں پہلی میں طلب کیا۔ تین دن کی مگر گرم بحث کے بعد جس میں سرحد و حیات نے ایک کی یکایت اپنے ہاتھوں میں لینے کی اختیاری کو خوش کی سب سے پہلے انہوں نے قائد اعظم کے اس موقف کی تائید کی تو انہوں نے آخر میں پیش کیا تھا اور انگریزی حکومت کو یاد دلایا جس وقت تک ہم نے جنگ جاری رکھنے کے مسئلہ میں نہ کوئی رکاوٹ ڈالی ہے نہ ہی حکومت برطانیہ کو ہراساں کیا ہے ایک کی اپنی ممکن فائنل جاہلیت کی بدھتی ہوئی دشمنی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے جس نے بے ہودہ دیگر سمت ہی قوموں کو ان کی تھوڑی اور مدت سے محروم کر دیا ہے اور ایسے موقع پر جبکہ فرانس سمت ہی شدید مشکلات سے نمودار ہے انہوں نے خلاف اقل کے بااختیار مل کو اختیاری پسندیدہ طور پر غیر اختیاری سمجھو ہے۔

جن جن نے یہ عرض کیا کہ وہاں کو شمل میں دھڑلے سے ایک تفصیلی طاقت کی۔ بعد ازاں انہوں نے ایک غیر رسمی مواصلہ کھساج میں شمل کا حق قرار دیا پاکستان مسلم اتحاد میں کامیابی نہیں کیا ہے اور یہ کہ واقعہ اس نے ان کے ساتھ دیا گیا ہے کہ حکومت برطانیہ عبوری یا حتیٰ انہیں کی کسی ایسی تنظیم کو محفوظ نہیں کرے گی جسے مسلمانوں کی جنگی منظوری حاصل نہ ہو۔ انہوں نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ جنگی مسائل کو حل کرنے کے لئے ہر ممکن قدم اٹھایا جائے اور بعد مسلمان کے مسئلہ وسائل کو اس کی اندرونی حفاظت اور اس دور آئینی برقرار رکھنے نیز بین الاقوامی سطح پر فتح کرنے کے لئے اس کے دفاع کی خاطر حرکت میں لایا جائے جن کا اس امر کا حق یہ مقصد صرف اس صورت میں حاصل کیا جاسکتا ہے جبکہ حکومت برطانیہ مسلم قیادت کو مرکز اور صوبوں میں دونوں جگہ مسلمانی حصہ دار کی حیثیت سے شریک اقتدار کرنے پر تیار ہو۔ خصوصاً جنگ کے دوران یہ خطرہ ہے کہ کونین میں وسیع کر کے اس میں اسے مسلمانوں کو شامل کیا جائے جتنے بعد میں بڑھ چکے تاکہ اس تجربہ کو ان کے بصورت دیگر مسلمان جن کا انتخاب ایک کر کے کی کونین کے انتظامی ارکان میں انہیں حاصل کر لیں گے

## جنگ کے بارے میں گاندھی کی نئی منطق

وسط ۱۹۴۰ میں برطانیہ جو مسلمانوں سے ۱۱ چار قرار اس کے تمام بھوں کی انتظامی بارش سے بچنے کے لئے محروم اور ہواک سے تھکے جن جن نے دانشورانہ انداز میں سوا کہ یہ وقت انگریزوں سے کر لینے اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے سونپ دیں۔ اس موقع پر گاندھی نے برطانیہ کے برضی کے ہم "کھیلے خط" میں انہوں کی کہہ دینی طور پر حالت جنگ کو ختم کر دے۔

معمولی بھی مقصد انہوں نے انتظامی مسئلہ نہیں نہ ہو اس لئے اختیار عقل عام کی اہلیت نہیں دے سکتا تو وہ یہ کہ واقعہ یہ ہو رہا ہے جس میں انگریزوں کی شکست نہیں چلتا نہ ہی میں انہیں حیوانی طاقت کے اس مقابل میں فتح نہ دیکھا جاتا ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی اہم سے جھڑپوں کے بغیر پس نہیں یہ پتہ کیوں لگا کہ آپ ہر اعتبار پر یکدم ہی کہ آپ کے ہاتھوں میں ہیں کیونکہ آپ کو افسانیت کو نہیں چاہیے اس طرح آپ مظلوم مسلمانوں کو دانتوں کے کہہ ان میں سے نہیں آپ اپنے تہذیبیت کہتے ہیں تو کہہ جاتے ہیں "لے لیں" انہیں اپنے غرض سے جبراً پر قابض ہونے دیں "اپنی سمت ہی غرض سے ملادیں بھی ان کے ہاتھ لے دیں۔ آپ یہ سب چیزیں ان کے سپرد کریں لیکن اپنی اہم اور خط نہیں۔ اگر وہ شریف قوی آپ کے شکایت پر جھٹکے کہ اپنے کریں تو ممکن ملای کریں۔ آپ کو ہر لکھے کاراستہ نہیں دے گا انہیں اہلیت دیں کہ آپ سمیت ہر صورت اور چہ کو دفاع کرنا نہیں لیکن آپ ان کی دفاعی قبول کرنے سے انکار کریں۔ جڑا کیسی عیسیٰ دھڑلے سے یہی گولوں



جنگ نے اس موقع پر انگریزوں کو بار بار یاد دلایا کہ جنگ کے معاملہ میں مسلمان تھے دھڑلے رہے ہیں اور یہ حکومت میں شرکت کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے اپنے مخالفین کے ان تینوں کیہوں پر زور دیا۔ پہلی کی ایک جو حکومت ہند میں شامل تھے جو سرت و ہندوؤں کی فکری تنظیمیں اور جسے کانگریس مسلمان پہلے گروپ میں دیا تھا کہ وہ بھی شامل کر لیتے تھے جس کے منہ پر انہیں یہ کہنے کا سامنا تھا کہ "آپ نے مجھے وہی سلیب پر دھڑکا رکھا ہے۔" اس وقت جنگ وائسرائے کو "ہندو کا گروہ اور آریاؤں کی ہڈیاں" سمجھتے تھے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہوئے تھے کہ کانگریس اور شیعہ میں موجود اس کے دہائی تعلق اس میں بدلنے پر تادیبی عدو حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جنگ کے بعد ہمیں دھڑلے علاقوں کے طور پر یاد رکھا جائے گا اور یہ کہ بعض بھی عساکر ہائے جنگی۔ جبکہ وہاں جو تھے جو مسلمانوں سے دوسرا ملک کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کے ساتھ جڑی میں کیا جا رہا ہے۔ جنگ تک کانگریس مسلمانوں کا تعلق تھا جنگ انہیں متروک اور انہیں گروہ کی حقارت کرتے تھے۔

## پاکستان کیا ہوگا؟

لوائل فوڈری (۱۹۳۰ء) میں شاہجہاں خاں نے جہان کے لئے "پاکستان کیا ہے؟" کے عنوان سے ایک خیریت یادداشت تیار کی۔ یہ "استاذِ شعل مغرب اور شعل مشرق" میں داخِ مسلم خفوں کے درصوبہ کی تباہی کے لئے اود جھو کے تجویز پر مبنی مبنی نیراں میں بعدِ ستانی ریاختوں سے متعلق مبنی عکت عملی پر مبنی مشورے شامل تھے۔ اس کتاب سے اس کے کم تر کم جہان کو یہ معلوم ہو گیا کہ "ہائپک کی علاقلی حدود میں مبنی دھول کرنا گزیر ہو جھو۔ شاہجہان نے تجویز کیا کہ ہائپک کو خارج کر دیا جائے۔ جس میں بعدِ ستانی اود عکسوں کی رفاقت ہے۔ نیز اپنی اپنی لحاظ سے مبنی رفاقت ہے۔ ۱۹۳۱ء میں۔ مزید برآں شعل مشرقی خط کے لئے جس جہان کو انکھ کرنا گیا کہ

”اسلام میں مسلم آبادی کا تناسب کم از کم ۳۸ فیصد ہے، جبکہ بنگلہ کے بھارتیوں میں یہ تناسب ۱۰ فیصد ہے اور بنگلہ میں مسلم آبادی کی مجموعی شرح ۱۵ فیصد ہے۔ اگر بھارتیوں میں کوئی نسل کا تناسب کے خرمال ملے گا تو بنگلہ میں ملے گا۔ یہاں تو یہاں مسلمانوں کی آبادی ۹۵ فیصد ہو جائے گی۔ اس آبادی میں سرخسٹ کے چھ لاکھ دواہ (۱۵ لاکھ خلی) نے بھارتی ریاستوں پر مشتمل تیسرے بھارتی کی سرحدوں میں بھی کی تھی کہ اگر مسلمانوں کو یہاں سمیت اکثریت دیا جائے تو اس کی ریاست کی بنیادی جماعتی جماعت ہو۔ خود بھارتی کے حقوق بحال رکھنا چاہتے تھے۔ خود آباد کے بارے میں اس کی رائے یہ تھی کہ یہ خاص بنیادی ریاست ہے اس لئے بنیادی کی طرف اس عمل کو خود مختار ریاست کا دور دینا چاہئے۔ اگر وہ تین چار فیصد کے ساتھ برادری ریاست تعلقات استوار کر سکے۔ مشتمل میں بھارت کو بین مشتمل طلبہ مذاکرات سے واسطہ دے گا۔ اس میں بھارت نے پیش کردہ ایک ہی دستاویز اٹھایا۔

مدد اس کے سفر میں اعصابی و پاؤ کا حملہ

مسلم لیگ کا سچا اہلاس اور ایمان (اسلام) سے دور اس کے بیٹلر یا کچھ میں منتقل ہوا۔ اس میں ایک ناک سے زیادہ ہر وہی مسلمان اپنے کام کے اور شہادت دینے کے لئے قیام ہوئے اس سلسلے میں عالم جہان کیا کیا ہے

موسلمانی مروجہ کے بعد اس سلسلے میں چھ گھنٹہ پڑھتے تھے۔ تاہم انھیں اگلے دور و حرام سے گزرنے میں تیزی سے ان کے پاس پہلی نظر میں گھنٹوں کے کل گزرتے ہو کر پھر جن کی بات ہے کہ یہی طرف دیکھ کر فرسہ ہی بھی بیٹھنے لگے۔ لیکن ایک بہت زیادہ تعداد کو اور خود ہی محسوس ہوئی۔ انہوں نے اپنا ہاتھ پیٹے کہ یہ ہر دیکھا جست

نہایت اچھے اور ہمارے کو کھڑے ہونے پر تھکے رہتے ہیں کئی شیخیں آگیا اور گاڑی رک گئی۔ پلیٹ فارم پر  
 ہزاروں سرگرم حضرات منہ مسلمان قائد اعظم زندہ باد کے خوب لگاؤ پر تھے۔ میں نے کہتے سے اپنے ذہن کا ہوا  
 کھلا اور لوگوں سے کہا: "میں نے یہاں کا یہ اعظم اکرام کر رہا ہوں انہیں خطبہ پر اور سخت متوجہ ہیں۔ ہونے کو کسی  
 ڈانکڑ کو بلاؤ۔ چند منٹ میں ڈانکڑ آگیا اس نے سوار کرنے کے بعد خطبہ مسخرین پر اصرار کیا اور کامل ہوا ہے۔  
 پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ہم جواہرلوں سے کہ وہ اپنی شکل و حرکت بند کر دیں اور کم تو کم ایک ہفتہ ہمیں اکرام  
 کریں۔ جلد ہی ہم دوسرا اس پہنچ گئے۔ قائد اعظم اسے کھڑے تھے کہ انتہائی اجلاس میں شریک نہ ہو سکے۔ ہم اگلے  
 دن اصرار کیا کہ میں اپنا صدارتی خطبہ حضور پر چھو گیا۔ میں نے اس کی مخالفت کی۔ لیکن جب محسوس کیا کہ وہ اپنے  
 فیصلے کا قائم ہیں تو میں نے استدعا کی کہ آپ تقریر کو مختصر کریں انہوں نے یہ بات مان لی۔ تقریر کے نوٹس پہلے سے  
 لکھے ہوئے نہیں تھے۔ ایک دھڑ بولا شروع کیا تو وہ کھینے سے زیادہ عرصہ تک بولے۔ وہ اس موقع پر انہوں نے  
 فرمایا:

مخواتین و حضرات! سب سے پہلے میں ان ساقیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری علامت سے پریشان ہو  
 کر خیریت پر اصرار کیا۔ مجھے اس قدر خطرات اور لڑائی تھیں کہ میں سب کا کٹاؤں طور پر جواب دیتا  
 تھا۔ میں نے مجھے موقع ہے کہ آپ میرا دل شکریہ قبول کر لیں گے۔

میں نے کچھ جملہ ادا کر کے جزئیات کی کامیابی میں جیلوں کے مابین بائیں مسلیم ایک گھڑی وضاحت تھی  
 جہاں ہندوستان کے سوترا رہا اور کانگریس کی چٹان غیر برہمن جیسٹس پارٹی کے صدر ای وی رام سواہی ناٹھ  
 ذرا اچھے بیان شریک کے "مجموعہ" ہی لیڈر نیز قائد اعظم کے ہاتھ دست مسزات بی بی بی بی سمیت تیل طاقت کی سہ  
 کو وہ فضیلت چلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا: "میں نے یہاں میں میں ہو سکتے ہیں حق بجانب ہوں کہ سلطنت خطیب  
 کے حال کے بعد سے اب تک مسلم ہندوستان پہلے بھی اتنا مسلم اتحاد اور سیاسی طور پر مرکز ہوا غیر میں خواتین کا  
 کچھ نکل ہے۔"

جب وہ تقریر کر رہے تھے تو میں کا ایک ہاتھ سطح لیٹس کی ڈیکٹ میں تھا اور دوسرا ہاتھ دایرہ میں۔ انہوں نے بی  
 میں خلیان رکھی تھی کہ نہ اس کے سبب نہیں گئے نہ ہی گھوڑی سے ڈانکڑا کر گریں گے۔

میں نے اپنا جملہ "مسلم ہند" کا قوی جملہ ادا کیا ہے۔ ہم نے ایک شکر اور پلیٹ فارم مہیا کر دیا ہے جو سارے  
 مسلمانوں کے عملی اتحاد کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

انہوں نے فیصلہ تقریر کی اور ان کے انگریزی لہجہ میں کوئی غلطی واقع نہیں ہوئی۔ ان کا چہرہ انگریزوں کا  
 ادا ہے۔ خواتین کی ایک کے بہت خوشی سے چٹکا ہوا محسوس ہوا تھا۔

میں نے سارے آئین ترین زبان میں اپنی اس خط کا حقین کو دیا ہے جس کے حلق مسلمان ہندوستان میں ملک  
 لوہاں مار رہے تھے نہ صرف ہندوستان ہے یہ ہمارا ہمسایہ کاپانی ملک منصوبہ ہے۔ ہم مسلم ایک کا تصور اور اس کی ضرورت  
 نہ صرف ہندوستان ملک بلکہ دنیا کے اسی دور دورہ اور حصوں تک بڑھ گئے ہیں کہ اب وہ جس اور دنیا پر مبنی تھیں  
 ہادی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اب لگاؤ تم کیا ہو گا؟ کوئی قوم اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک  
 اس کے لئے کام اور ہادی مل نہیں سے کام نہ کرے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ۔ حق اپنا مسلم ایک  
 کے مقصد پر جو ہے ملک کے کوئے کوئے سے پہنچ رہے ہیں اس بات پر خود کریں اور ایک کاپانی ملک منصوبہ  
 مانیں۔ اس منصوبے کا ایک 20 یا 25 ہوا ہے کہ مسلم ہندوستان کی قومی زندگی کے مختلف شعبوں کو کس طرح چھٹی

سے اور بعض طریقہ سے نئی ہی جاسکتی ہے۔

انہیں مزید دانشمندوں اور جری ماہانوں "بیسوں پانچوں اور بیگنڈی ضرورت اور طلب فی ہر جن کے انہیں عمل کر سکیں جن کی تفسیر کر سکیں اور انہیں ہر قوت سے مجاز کر سکیں۔ جہاں تک جن کی اپنی قوت کا تعلق خاص کی واقعی تیزی سے ختم ہو رہی تھی اور قدم قدم پر جن کی دلوں میں دلے افکار ہی تھے۔ اس وقت تک کہ کچھ بکھرے ہوئے اور بہت زیادہ گرمیہ نال میں تقریر سے ہونے والے نفسیاتی بڑے کو صرف محسوس کر رہے تھے۔ ہاں وہ انہوں نے اپنے مشن سے پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا تھا۔ لگتا تھا کہ لوگوں کی ہر ہی توجہ انسان اور جذبہ ایثار سے انہیں غیر ملکی قوت حاصل ہو رہی ہے۔ انہوں نے جنگ شروع ہونے کے بعد سے کئی نئی جدوجہد کے لوگوں کے لئے جتنے جہم سے منہ موڑنا پڑا۔ کچھ انہوں نے جنگ شروع ہونے کے بعد سے کئی نئی جدوجہد کے مختلف چھوٹے بڑے فنی ذیلی اور آخر میں اپنے ہی منہ سے مرضی کی طرف پھٹے ہوئے کھلے۔

کانگریس کیا جاسکتی ہے؟ کانگریس نے ایک ایسی ہیروئن اختیار کر لی ہے جس کے حلقوں اب کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔ میں ہر اس قوتی سے جو ذرا سی بھی متحرک رکھتا ہے "پوچھتا ہوں۔ کیا آپ واقعی سمجھتے ہیں کہ گھڑی نے "جو کانگریس کے پیچھے لپڑا لگاؤ اور جہاں ہیں یہ سب کہ حلق آلودی بھلا دے حاصل کرنے کے لئے شروع کی ہے؟ کیا آپ کے خیال میں یہ انگریزوں پر مبنی دہائیوں اور انہیں ایک میل کرنے کا اختیار نہیں؟ جو اس وقت زندگی کے لئے ہیں۔ تاکہ اپنی دہائی میں اور کانگریس کے مطالبات تسلیم کر لیں۔"

اپنی تقریر کے آخر میں انہوں نے انگریزی حکومت کو خیر کیا اس لئے کہ اس ملک پر تسلط اور حکومت برصغیر انہی کی ہے۔ جہاں نے کہا "ہر گرام جن کی یاد دہانی کا سلسلہ قطع نہیں ہو گیا۔ کی حلق کو بھلا دے دے گئے ہوئے ہیں جو جنگ کو جاری رکھنے کی مہم کر رہے ہیں۔ آپ ان سے بھلا دے نہیں کر رہے ہو۔ آپ کا ساتھ دینے پر تیار ہیں؟ ظلم کے ساتھ آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں راضی کرنے کے خواہاں ہیں جو سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں سب سے بہتر قرار دیئے گئے ہیں۔"

ظلم جہاں نے لکھا ہے کہ اس جتنے جہم کے عرش و فرش نے طاقت کے خاک کا کھمبہ "انہم میں جاتی تھی کہ یہ ماضی ہے۔ کنوڑی حکومت اور بھلا دے ضرور اپنے کام رکھیں گے۔

## نیشنل ڈیفنس کونسل کی تشکیل

اپنے وقت میں مل کر کیا دیکھیں جن کی جانیں تروا بہم پہنچانے کے لئے جہاں جہاں ریاستیں مسور اور ہوا کھڑے گئے۔ تاکہ وہ اس میں صرف شہر و قلعے بنائے ہو سکے۔ دہلی کی تشکیل میں ماضی طور پر بھلا دے ہوئے تھے۔ انہوں نے مرض جن کی واقعی کو ناک کر دیا تھا۔ اب جہاں تفسیر شکل اختیار کرنا تھا اس میں سب سے بہتر فنی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ جن ساری گرمیوں میں جن کی صحت خراب رہی۔ جہاں میں وہ اپنے کنوڑی تھے کہ گورنر نے سختی و راجہ جن کی حکومت پر ہانک نہ کر سکتے۔ گورنر انہیں ملک میں آگئی تبدیلیوں سے حلق وافر لے کے منصوبوں سے انہیں کھانا تھا۔ اس نے ہر جہاں کی کو خیر طور پر قائم اعظم کو کھڑا۔

"وہ (واٹرمن) بڑے جہاں کی حکومت کی اجازت سے ایک قوی ڈیفنس کونسل قائم کریں گے۔ یہ کونسل قریباً ۲۰ ممبران پر مشتمل ہوگی جن میں سے ۱۰ ریاستوں سے لئے جائیں گے۔ لگھو اس بات کو لازمی سمجھتے ہیں



کہ کونسل میں عظیم مسلمان اقلیت کو نمائندگی دی جائے اور اعلیٰ ترین صلاحیت پر مشرک کے حامل مسلمانوں کو شامل کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے آسام، بنگال، پنجاب اور سندھ کے وزارت کے اہم کو اس میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ وہ اس بارے میں فور کر رہے ہیں کیا آپ کو یہ عموماً ہائے تاکہ اگر آپ ضروری سمجھیں تو کونسل میں شمولیت کے لائق اشخاص کے بارے میں تجویز پیش کر سکیں۔ تاہم آپ کے عام رویے سے آگاہی دیتے ہوئے انہوں نے طے کیا ہے کہ یہ بات قابل ترجیح ہوگی کہ آپ کو تجویز کے بارے میں بلا کر بیان نہ کیا جائے۔

## سکندر فضل الحق اور سعد اللہ کی گوشمالی

اس خط کو پڑھ کر جناح پریشان ہونے کی بجائے اُٹھ کھڑا ہو گئے۔ انہوں نے سر سکندر حیات، فضل الحق اور آسام کے وزیر اعظم سر محمد سعد اللہ خاں کے نام دائرے کے براہ راست دعوت نامہ کو اپنی اتھارٹی "قوت اور صدور مسلم لیگ کے لئے بیچ بچھا۔" دراصل سکندر نے دائرے سے کونسل میں پنجاب کو نمائندگی دینے کی بہت ذاتی طور پر اپیل کی تھی۔ اور شکوکہ عرصہ سے محسوس کر رہے تھے کہ جناح کے مقابلے میں اس کے ساتھ معاملہ کرنا نہیں آسان ہے۔ تاہم اہم نے شملہ کی طرف سے دینے والے بیچ بچھے سے غلطی کے لئے فوری طور پر ہمکنی میں درنگ کھینچی کا اظہار کیا۔ فضل الحق، سکندر حیات اور سعد اللہ خاں نے یہ بیان دلیل پیش کرنا چاہی کہ وہ ویٹس کونسل میں صوبائی وزراء کی حیثیت سے شامل ہوتے ہیں، مسلمانوں کے نمائندہ کے طور پر نہیں۔ جناح نے ان کا رد مسترد کرتے ہوئے دو نوک الفاظ میں کہا کہ یا تو کونسل جمہوریوں یا مسلم لیگ سے نکل جائیں۔ سر سکندر نے بعد میں ان کے ساتھ ایک طویل مئی ملاقات کی اور کھینچی کے فیصلہ کی عقل پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے بلا تاخیر کونسل سے استعفیٰ دے دیا۔ سر سعد اللہ نے بھی ان کی پیروی کی۔ البتہ فضل الحق نے قدم سے تنہا رہ کر آسام کے نام لیا۔ انہوں نے کونسل سے استعفیٰ ہونے کا وعدہ تو کر لیا مگر اسے اچھا کرنے میں بہت دیر لگنے لگے۔ زیادہ دیر لگا کر انہوں نے کونسل کے ساتھ ساتھ صدر مسلم لیگ کے آمرانہ اختیارات کے خلاف احتجاج اور جناح کی قیادت کے خلاف سخت ترین کراہی اٹھاتے ہوئے مستقبل کے بگڑے ہوئے پاکستان کی بارگاہی سے حکومت کرتے ہوئے لیگ کی درنگ کھینچی سے بھی مستقبل ہو گئے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ حالیہ واقعات نے مجھے یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کل انڈیا مسلم لیگ میں جسوریت اور خود مختاری کے اصولوں کو فرد واحد کی سنی مانی خواہشات کے تابع کر دیا گیا ہے جو ہمہ مشورہ کی حیثیت سے صوبہ بنگال کے ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ مسلمانوں پر اپنا آمرانہ حکم چلا رہا ہے۔ لہذا اس صوبہ کو مسلم ہند کی سیاست میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

## بیگم شاہنواز کا اخراج

سکندر حیات، فضل الحق اور سعد اللہ کے برعکس بیگم شاہنواز اور سر سلطان احمد نے ویٹس کونسل کی رکنیت چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے انہیں پانچ سال کے لئے درنگ کھینچی سے نکال دیا گیا۔ بیگم شاہنواز کے لئے اس کردار کو لکھا آسان نہ تھا۔ یہ کہ گول میز کانفرنسوں کے دوران انہیں جناح کی انتہائی قربت حاصل رہی تھی۔ پانچ سال پر مہرے ہونے کے بعد ان کے معاملے میں تری بی کی اور پھر سے درنگ کھینچی میں

مثال کر لیا گیا۔

اکتوبر میں میرا فضل کے موقع پر قوم کے نام پیغام میں جناح نے لکھا کہ ”حکومت نے ہماری مخالفت کرتے ہوئے ہمارے بعض ممبروں کو اس استحکام کے ساتھ دہشت گردی کے ہم سے توڑنے کی سازش کی۔ ان تین صوبائی وزرائے اعظم میں سے دو درنگ کینٹی کے رکن تھے ’آپ کو معلوم ہے آگے کیا ہوا؟‘ مجھے اس بات سے خوشی ہوئی اور میں اس پر غور ہے کہ انگریزی حکومت کو ایک سبق سکھا دیا گیا ہے۔ شریں سے فریجڈ ہوا ہے۔ مسلم ہندوستان نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ثابت کیا کہ وہ طاقت ہندی سے مسلم لیگ کے ساتھ ہے مجھے امید ہے کہ مستقبل میں ہمارے قاضیوں کو یہ بات یاد رہے گی کہ ہماری صفوں میں اختیار پیدا کرنے کی کوشش کرنا صیٹ ہے۔ اب اس باب کو بند کر دیا گیا ہے۔“

جناح نے حکومت کے طرز عمل پر اپنے عدم اطمینان سے دائرہ رائے کو متاثر کرنے کے لئے مرکزی اسمبلی سے اپنے منتخب ارکان بھی دائیں بازو لئے اور مسلم سماج کی بابت انگریزی پالیسی کا واضح اعلان کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ برطانیہ کو مسلمانوں کے عائلی ”اقدار“ اور ”آزادی“ کے بارے میں عدم مداخلت کی پالیسی پر قائم رہنا چاہئے۔ قائد اعظم نے فضل الحق کی جگہ مصطفیٰ کو درنگ کینٹی کا رکن مقرر کر دیا۔

## کانگریس کے بارے میں اعلیٰ سطحی اختلاف

پہلے بار پر حملہ کے بعد چاہان کی حیثیت ناک فتوحات نے کوریجوں کے لئے ہندوستان پر مشرقی جانب سے چڑھائی کا موقع پیدا کر دیا۔ اپنی انتظامی کابینہ میں توسیع کے بعد سے قطعاً چرچہ چل کینٹ پر زور دے رہا تھا کہ نسوا اور دوسرے اہم کانگریسی لیڈروں کو جیل سے رہا کرنے کی اجازت دے دی جائے کیونکہ ان کے غیر سرکاری مشیروں کا حضور بھی تھا۔ دائرہ رائے نے ممبران کو یہ دکھانے کے لئے بے چین تھا کہ واقعی ان کے حضوروں پر عمل کیا جاتا ہے ”جبکہ چرچہ چل نے قدم اٹھانے سے اس خط پر متاثر تھا کہ ان قیدیوں کی رہائی کو بلاشبہ گاندھی دہائی کی طرح سے تعبیر کیا جائے گا۔ نسوا اور دیگر افراد نے جرائم کا ارتکاب کریں گے جس کا تقاضا ہو گا کہ ان پر از سر نو عقوبات چلائے جائیں اور سزائیں دی جائیں۔ کسی جتنے کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا نہیں کیا جائے گا۔ پھر بھی دائرہ رائے کا اصرار جاری رہا۔ ایمرے (یکٹر نری آف ٹیٹ) اس کا بہتر این کیا۔ کابینہ کے زیادہ تر ارکان بھی ان کی باتیں پس پس لگاتے گئے۔ یہاں تک کہ جب لوائل دسمبر میں چرچہ چل نے اس مسئلہ پر بحث کی فرض سے وار کینٹ کا اجلاس طایق تو وہ ان کے رجحان کو فوراً سمجھ گیا اور قدرے افسوس کے ساتھ بولا۔

”میں اپنی بار تسلیم کرتا ہوں۔ تاہم یاد رکھیں اگر ہندوستان آپ کے ہاتھوں سے نکل جائے تو مجھے الزام مست دینا۔“

## ناگپور میں طلباء سے خطاب

اپنی سالگرہ کے موقع پر مسلم سٹوڈنٹس لیڈر لیٹن سے خطاب کرنے کے لئے جناح ناگپور پہنچے۔ ۱۶ دسمبر (۱۹۴۵) کو نو جوانوں کے ایک پرجوش اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

”میرے نزدیک وہ دو ستارے! آج اب اپنی حالت کا مقابلہ صرف تین سال پہلے کی پوزیشن سے کریں۔ پانچ سال پہلے ہماری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ دس برس پہلے آپ بائبل مردہ تھے۔ اب مسلم لیگ نے آپ کو ایک نصب العین دے دیا ہے۔ جو میری رائے میں آپ کی روحانی اس موجودہ وطن کی طرف کسے گا جہاں ہم اپنا پاکستان قائم کریں گے۔ لوگوں کو جیسے وہ چاہیں باتیں کرنے دیں۔ بلاشبہ جو سب سے آخر میں مسکرائے گا سب سے اچھا مسکرائے گا۔“

## فضل الحق مہاسبحا کے جلال میں

فضل الحق نے گلگتہ میں لیگ کی وزارت کا استعفیٰ پیش کر دیا اور نئی حکومت بنائی جس میں ان کی پرہیزگاری کے ساتھ ڈاکٹر شمیم پٹواری کی ہمدرد مہاسبحا شامل تھی۔ انہوں نے نواب آف ڈھاکہ کو بھی ترغیب دے کر اپنی کابینہ میں شامل کر لیا۔ اصطفا نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ”نواب صاحب دشمنوں سے چائے پیں۔“ اس خلاف توقع تبدیلی نے فضل الحق نے ایک بار پھر اپنی سیاسی مہارت اور احتیاط کا لوہا منوا لیا۔ اصطفا نے کب انہوں سے ملنے ہوئے کہا۔ ”برادری کو سزا دینے سے اب باریش کی کالی بھیڑ کھا جائے“ صرف ایک کھیل کھیل رہی ہے اور وہ ہے وقت حاصل کرنا۔“ اور ہنگامہ میں طلباء سے خطاب کے دوران جتلیج نے سوال کیا:

”ہنگال میں کانگریس باؤٹی کیا کر رہی ہے؟ وہاں کانگریس فضل الحق کی سربراہی میں بننے والی نئی حکومت کے ساتھ دسے رہی ہے اور اس کی حمایت کے لیے مسز حق حکومت بنانے اور بطور وزیر اعظم اپنے منصب پر فائز رہنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ میں فضل الحق کو کرسی قضا کے طور پر لاوارز قضا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میں نواب آف ڈھاکہ کو کئی سال کے قضا کے طور پر گورنر ہنگال کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میں انتظامی خوشی اور مسرور ہوں کہ مسلم ہندوستان کو ایسے لوگوں سے نجات ملی تھی ہے جنہوں نے مسلمانوں سے عظیم ترین قربان اور فداکاری کا اقرار کیا ہے۔“

ہر روز ہنگال رہنماؤں سے جتلیج کے الفاظ میں ملے گا کہ کواں کر دیا گیا۔“

## جتلیج کو لچکی و دعوت

دائیں رائے نے گورنر ہنگال سے کہا تھا کہ وہ جتلیج کو کھانے پر نہ لو کہے۔ اس نے جنوری ۱۹۴۲ء میں اس وقت اس دعوت کی قبول کی جب آکسفورڈ سے لاڑکو لینڈ اپنے غیر سرکاری دورہ پر کسی شہت آئینی سمجھوتہ کی خاطر میں گلگتہ پہنچا۔ گورنر نے دائیں رائے کو پرہیز دیتے ہوئے کہا۔

”میں نے جتلیج کو لچکی کی دعوت دی اور آج وہ میرے ساتھ کھانا کھائے آئے۔ وہ سارا وقت چائے و ستارہ سوا میں رہے اور اگر ان کے ساتھ اس مسلم شہری رابطہ کا کوئی اثر پڑے گا تو وہ یقیناً سرائیکی ہو گا۔ کھانے کے بعد میں نے ان کے ساتھ بہت چہیت کی ”میرا ارادہ تھا کہ محکمہ مختصر ہو تاکہ وہ کوپ لینڈ سے نہٹ نکلیں“ لیکن بات چیت شروع ہوتے ہی وہ مجھے مسلم لیگ کی پوزیشن سے آگاہ کرنے لگے، جس میں ۳۵ صحت گزر گئے۔ مسلم لیگ

کے نقطہ نظر سے وہ ساری محنگروں پر دوستانہ اختلافی اور مدلل حتمی لیکن مجھے ان کی ہر زمین میں تبدیلی کا کوئی شائبہ دکھائی نہیں دیا۔ وہ ہمارے رویے سے بالکل مطمئن تھے۔ اگرچہ انہوں نے بعض خدشات ظاہر کئے کہ کانگریس اور دوسرے حدود پر دوپیکٹہ کرنے والے برطانوی پریس اور رائے عامہ پر اثر انداز ہوں گے۔

گورنر جنرل کے دلائل کی منطق سے خاصا متاثر ہوا تاہم ذرا کرات کے اختتام پر اسے آنکھیں کھل گئیں اور کوئی امکان نظر نہیں آیا۔ ”ہندوستان ہندی ہے کسی کے ساتھ اور مجھے شک ہے کہ باقی ملتان ہندوستان میں ملے گا۔ ہندی قوموں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ جسے ہم پاٹ نہیں سکتے۔ ہندی طرف سے انتقال اقتدار کا حتمی مرحلہ ہوں ہوں قریب آ رہا ہے۔ یہ تقسیم زیادہ ٹھیکیں اور پختہ ہوتی جا رہی ہے۔“ گورنر جنرل نے جنوری ۱۹۴۷ء کے اختتام سے قبل شکوک کو مٹایا۔

اصلی کو جب شکوک کی اس شکست خوردہ حالت کا پتہ چلا تو اسے ہندی تشویش ہوئی۔ یہ رپورٹ پڑھنے کے بعد اس نے ایمرے کو مطلع کیا کہ دائرہ رائے کی قوت فیصلہ پر سے اس کا اختتام ہندی حد تک اٹھ گیا ہے۔ اس نے تجویز کیا کہ اب یہاں سے کسی اور کو ہندوستان سمجھا جائے جس کے دوسرے مشن لگایا جائے کہ وہ سی ای لینڈروں میں اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اس کام کے لئے لیبر پارٹی کی طرف سے سریشوہار کپریس امیدوار تھا جو حالی میں اسکو سے ملتا تھا جہاں اس نے برطانوی سفیر کے طور پر فرائض انجام دیے۔

## کلکتہ سیشن سے خطاب

جنرل امر فروزی کو سمجھتی سے روانہ ہونے۔ اور پورے دن اور رات بھر کے سفر کے بعد کلکتہ پہنچے۔ ہاؤس آف اشیشین پر ایک مسودہ و شلڈن جیمز ان کا منتظر تھا۔ وہاں سے انہیں ایک بڑے جلس کی شکل میں گھر علی پارک لایا گیا جہاں مسودہ فروزی کو انہوں نے مسلم لیگ کا سہرا لپٹی پر جم لرایا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا۔ ”اس وقت تک مسلمان بالکل افسردہ و شکستہ دل تھے۔ ہمارا خون جم گیا تھا۔ ہمارا گوشت کام کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اور مسلمان قوم جملہ سیاسی مقاصد کے لئے مردہ ہو چکی تھی۔ کج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے خون کی گردش بہتر ہو رہی ہے ہمارا گوشت مضبوط تر ہو رہا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارا ایمان پہلے سے زیادہ صاف ہو گیا ہے۔“ کلکتہ سے انہیں سراج محل پہنچایا گیا تاکہ وہاں صوبائی لیگ کانفرنس کی صدارت کر سکیں۔ اس موقع پر انہوں نے لوگوں کو یاد دلایا ”خواتین و حضرات! مسلم لیگ کے دشمن بہت ہیں، ہم زندگی اور موت کی کشمکش سے گزر رہے ہیں ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا اور اپنی قوت ہندو پر محروس کرنا ہو گا۔ اگر ہمیں اس دنیا میں یکدم حاصل کرنا ہے۔“

## سنگاپور جاپان کے قبضہ میں

۱۹۴۲ء فروری ۱۹۴۲ء کو غیر متوقع طور پر جاپان نے سنگاپور پر قبضہ کر لیا۔ قریب ۶۰ ہزار انگریزی فوج نے ایک گولی نہ اٹھائی اور ہتھیار ڈال دیے۔ جس سے نئی دہلی، شملہ اور وائٹ ہال (لندن) میں اضطراب کی فوجی لہر دوڑ گئی۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ اس بحران میں کے ساتھ اتفاق سے اپنے اندر کی مضبوطی کچھ پیدا کی جائے کہ ہم نے

انگریزوں کی ایک کمپنی کو نوائی دینڈ پاور دے کر ساری چٹانیں ریت بن کر رہ گئی ہے۔ امریکہ نے فروری کے آخر میں  
 آئس لینڈ کو اس کے ساتھ لکھ کر "گرینلینڈ" کی جگہ پر لانا اس ٹھوس کی جوتی چاہئیں۔

"اگر ایسے کافی سوچے ہوں جو متحد ہو کر ایک نڈ یعنی جٹا چاہیں تو دوسرے صوبوں کو اجازت ہوگی کہ وہ اس  
 ڈو مینٹ سے الگ رہیں اور حق انتخاب (Option) کی مدت کے بعد اس میں شامل ہو جائیں یا اس کی علیحدہ  
 اور مینٹ قائم کر دی جائے" جن کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ یہی کانگریس کو محسوس ہو گا کہ جن علاقوں پر  
 اس کا کنٹرول ہے وہاں اسے عمل آزادی کا موقع فراہم کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔"

## آزادی ہند کی بابت صلاح مشورہ

ایڈوانس نے برطانیہ کی جنگل کابینہ کے لئے ایک نوٹ تیار کیا جس میں ہندوستان میں آئینی تبدیلیوں کے  
 ہندوستانی فوج پر اثرات کا جائزہ لیا گیا۔ انگریز آرمی آف انڈیا جنگ سے اب تک ساتھ میں قریباً دو لاکھ (۱۵ لاکھ سے  
 زائد) ہو چکی تھی۔ جنگ سے پہلے ہندوستانی سپاہیوں نے ایسی صورت میں جبکہ برطانیہ کانگریسی مطالبات کے  
 آگے ہتھیار ڈال دیتا ہے "اپنے مستحق کے بارے میں بے چینی کا اظہار کیا تھا" اب بھی ایسے فوجی خیالات  
 موجود تھے کہ کانگریز امر کا مسودہ ہو نا پسند کی دانت کی جتنی طاقت ہے۔ "دانت ہال نے اپنے نوٹ میں لکھا۔

"یہ کتنا مشکل ہے کہ فوجی عملہ کے بارے میں کانگریس کو کیسی مراعات دینی چاہیں گی تاکہ جنگل کو جنگوں میں  
 مدد مل سکے۔ اس کے برعکس یہ اقدام ہندوستانی فوج "بیساک" رو اس وقت ہے مٹی چاہی ہو بیچ ہو سکتا ہے۔"

اس نوٹ کی روشنی میں امریکہ نے وزیر اعظم کو مشورہ دیا کہ "آئینہ کے لئے ہندوستانی پارلیمنٹ پر کسی اعلان  
 میں واضح طور پر یہ بات شامل ہونی چاہئے کہ ہم نے ۱۹۳۰ء میں مسلمانوں اور دھرمیان ریاست سے جو وعدہ کیا تھا کہ  
 ان پر کوئی ایسا نظام مسلط نہیں کیا جائے گا جسے وہ قبول نہ کرتے ہوں" ہم اب بھی اس پر قائم ہیں۔ یہ سچ موجودہ  
 حالات میں اشد ضروری ہے تاکہ انگریز آرمی میں مسلمان عناصر پر خوشگوار اثرات مرتب ہو سکیں۔"

گرینلینڈ کو فروری میں دار کینٹ میں بحیثیت لارڈ آف آف پر یو سیل شامل کر لیا گیا اور دار العوام کا قاعدہ جاری  
 کیا اسے نائب وزیر اعظم اسٹی کی جنگل کمیٹی میں کام کرنے اور اس صوبہ میں وعدہ کرنے کے لئے بھی مقرر کیا گیا  
 جس میں وعدہ کیا گیا کہ ہر گھنٹہ کی حکومت ایک نئی انڈین یونین کی تشکیل کے لئے جو ایک آزاد اور برطانوی  
 دولت مشترکہ کے اندر دوسری ڈومینینوں کے ہم مرتب ہوگی جلد اسم قراردادت کرے گی۔ ہر حال تجویز اعلان پر  
 اتفاق رائے سے عمل دنگن جاپانوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ جن نے چرچل کو ناروا بنس میں کانگریس کے مشن  
 ایکٹ سپر کی بظاہر خوشنما "اسرار اور بعد ازاں آزاد و دھوکہ دینے والی جگہ سے خود کرتے ہوئے کیا تھا کہ  
 اگر برطانوی حکومت کانگریس کے دہم میں بخش مٹی تو مسلم ہندوستان کو بہت عرصے تک چھٹے چڑیں کے "مخصوصا  
 جنگل کو ششیں بہت ہی طبع متاثر ہو گی۔ ۲۲ فروری کو جنگ دور تک کمیٹی کے اجلاس میں جنرل نے اعلان کیا کہ  
 اگر برطانیہ نے سپر کی تجویز کو صرف آئینی اسکیم منظور کر لی تو ہم "راستہ اقدام" پر مجبور ہو جائیں گے۔

اس لئے چرچل نے سپر کوئی ایسا اعلان جو ہندوستان کو ڈومینین کا درجہ دینے کے آئینی طریق کار پر مبنی  
 ہو "بہت ہی اہم بات ہو گا۔ اس کے چھاننے اس نے گرینلینڈ کو آزادی عطا کیا تاکہ موقع پر فرقیوں سے

ذرا کرت کر کے کاغذ کی محکور کردہ تجویز کی ہدایت ان کے تاثرات جان سکے۔

”جس دستاویز پر ہم نے اتفاق کیا ہے وہ ہماری حتمہ پالیسی کو ظاہر کرتی ہے۔“ چرچل نے بارش کے شروع میں گفتگو کو مطلع کیا۔ ”اگر ہندوستانی پارٹیوں نے جن کے نامہ کے لئے یہ انتہیم وضع کی گئی ہے اسے منظور کر دیا تو دنیا پر ہماری ایک نیچی ظاہر ہو جائے گی اور ہم حتمہ ہو کر اس کا مقابلہ کریں گے“ اگر اس کی ضرورت پڑی۔“

## کرپس کا مشن ناکام ہو گیا

وزیر عظم چرچل نے ۱۴ مارچ ۱۹۴۲ کو پلاس آف کاحو میں دوپہر کے وقت اپنے مفوض مصلحتوں اور لہجہ میں ایک اہم اعلان کیا۔ ”ہندوستانی مصلحت سے متعلق، برطان نے جو جاپان کی پیش قدمی کے باعث پیدا ہوا ہے ہمیں یہ خواہش کرنے پر ابھارا ہے کہ ہندوستان کی جملہ طاقتوں کو اکٹھا کیا جائے اور انھیں بارش کی خدمت سے ملک کو بچانے کی خاطر بطور وسائل استعمال کیا جائے۔“ اس کے بعد انھوں نے دارکھٹ کے ایک معزز رکن (کرپس) کو پرنسپل کی حکومت کے عملی امور کے ساتھ ہندوستان پیپس کا اعلان کیا جو صرف ہندو اکثریت سے بلکہ ان بڑی اقلیتوں سے بھی جن میں مسلمان سرفہرست رہے ہیں رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔“ اس طرح کرپس کو اس کی زندگی کے سب سے زیادہ پیچس کن مشن پر روانہ کر دیا گیا۔

کرپس بذریعہ علیہ ۱۴ مارچ کو کراچی اور وہاں سے اگلے روز یعنی ۱۵ مارچ کو پاکستان ڈے (کو دہلی پہنچا۔ ایک نے قرار دالا لاہور کی دوسری ساگر کے موقع پر ایک میل لمبا جلوس نکالا اور ایک بڑے جلسہ عام کا اہتمام کیا جس میں قائد اعظم بھی شامل ہوئے۔ اردو پارک میں پچاس ہزار سے زائد سامعین سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے واضح کیا ”میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مسلم ایک اس ملک کی آزادی و خود مختاری کے لئے کسی دوسری جماعت کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور ہے۔ یہ خود ہندو کر رہی ہے۔ ہم انصاف اور مصلحتانہ تعبیل کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ہم اپنی جیسی اقلیتوں کے بارے میں کوئی برے عوام نہیں دیکھتے۔ ہم اس مہذب میں ایک آزاد اور پلہ قار قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔“ کرپس مشن کا حوالہ دیتے ہوئے قائد اعظم نے کہا:-

”جہاں یہ شہر کیا جا رہا ہے کہ کرپس کانگریس کے دوست ہیں۔ وہ صوبہ کے صوبانہ رہ چکے ہیں۔ یہ سب درست ہے لیکن ہمیں اس بات سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ آپ ہر اسٹانڈ ہوں۔ اگر کوئی ایسی انتہیم یا عمل نمودار کیا جو مسلمانوں کے مفادات کے لئے ضرر دہاں ہو تو ہم اس کی حمایت کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ ہم اسے منظور کریں گے اور ڈنٹ کا کالفت کریں گے۔ اگر ہمیں اس کوشش میں چل رہی پڑی قوم لڑتے ہوئے جان دیں گے۔“

کرپس نے ۲۵ مارچ کو سب سے پہلے مولانا آزاد سے ملاقات کی جو ان دنوں قتل سے باہر تھے۔ کرپس نے محسوس کیا کہ صدر کانگریس کی انگریزی اتنی اچھی نہیں جتنا کہ وہ عربی اور فارسی پر دسترس رکھتے ہیں۔ آزاد کا اصرار تھا کہ ہندوستان کو سوڈن طور پر جنگ کے لئے تیار تیار کرنے کی غرض سے ضروری ہے کہ ملک کے راج کا

کنٹرول لین کے ہاتھ میں دیا جائے۔ کہیں نے واضح کیا کہ وفاقی خطہ نظریے سے ہندوستان کو عظیم جنگی جہاز کا ایک حصہ سمجھا ضروری ہے۔ تاہم آزاد نے اس وضاحت سے اتفاق نہیں کیا۔ کہیں اس نتیجے پر پہنچا کہ دراصل کانگریس کا نشانہ یہ ہے کہ ہندوستان کا وزیر داخل کوئی ہندوستانی ہو "ہا ہے ان لوگوں کی فصل و حرکت اور دوسرے فنی انتظامات میں اس کا حقیقی دخل نہ ہو۔"

جناح وائسرائے کیس میں میں اس وقت داخل ہوئے جب مولانا آزاد وہاں سے نکل رہے تھے۔ کہیں نے بتایا کہ میں نے ازراحتی سال پہلے اپنے دورے کے دوران مسلم لیگ پاکستان کے پریوینٹو کو زیادہ سمجھدی سے نہیں لیا تھا۔ تاہم اب اس نے اپنی رائے بدل لی ہے کیونکہ ہندوستان کی فرقہ وارانہ سوچ میں زبردست تبدیلی آئی ہے اور پاکستان کی تحریک کا تصور ہوا ہے۔ پھر اس نے وہ دستخط جناح کے حوالے کی جو وہ لندن سے لایا تھا۔ جس کے بارے میں اس نے کہا کہ پاکستان کیس کے معاملہ میں اس کے مختلف حصوں کے مابین پایا جانے والا قائلہ بیا تعجب خیز ہے۔ تاہم میں اس بارے میں کسی رائے کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ہم نے اس کے اثرات پر جو خصوصاً بنگال اور پنجاب پر مرتب ہوں گے طویل بحث کی تھی۔ اہم بات جو مجھے پریشان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ کیا یہ اصولی طور پر حاصل ہوا گا کہ اگر وہ چاہیں تو دفاع سے الگ ہو جائیں۔"

جناح نے وعدہ کیا کہ وہ اس معاملہ کو دہلی میں اپنی ورکنگ کمیٹی کے سامنے رکھیں گے اور پھر جلد ہی دوسری ملاقات کرنے آئیں گے۔ وہ احتمالی پر عرض تھے جب ہم جدا ہونے تو انہوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ "ایک بڑی اہم بات یہ ہے کہ ہم سے ہندوستان کو اپنے دفاع کے لئے صرف آرا کیا جائے اور یہ کہ دو ذاتی طور پر ایسی خطا یہ کرنے کے لئے احتمالی جواب ہیں۔ کہیں کے ساتھ اپنی اولین ملاقات میں ایک مابعد اکرار تکتہ کی حیثیت سے جناح نے ضرر رساں نکتہ چینی سے اجتناب کیا۔

## گاندھی کی نئی چال

۷۔ ہر مارچ کو گاندھی کے ساتھ کہیں کی ملاقات خوشگوار فضا میں نہیں ہوتی۔ گاندھی نے سرکاری فوٹ کی اشاعت کو احتمالی نامناسب قرار دیا اور کہیں سے کہا کہ ایسا کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ جناح کی رائے کیا ہے؟

"میں نے گاندھی کو بتایا کہ ان کی تجویز یہ ہے کہ افلائے راؤ سے بچنے کے لئے اس کی اشاعت میں زیادہ تاخیر مناسب نہیں ہوگی۔ انہوں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ جناح میری انسیم کو قبول کر لیں گے۔ پھر میں نے ان سے دریافت کیا۔ فرض کرو جناح انسیم کو قبول کر لیتے ہیں اور کانگریس مسترد کر دیتی ہے "ایسی صورت میں آپ کا مشورہ کیا ہے" مجھے کیا کرنا چاہئے؟" وہ بولے "ایسی صورت میں آپ کے لئے صحیح راستہ یہ ہو گا کہ دوسری بار جناح پر زوال دیں اور انہیں بتا دیں کہ اب وہ کانگریس کو قائل کرنے کے لئے براہ راست ان سے مذاکرات کریں یا میری (کہیں) موجودگی میں ان سے بات چیت کریں گاندھی کا خیال تھا جناح پر یہ واضح کر دیا جائے کہ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو انہیں ہندوستان میں کتابخانہ تمام حاصل ہو جائے گا۔ اس بات سے شاید وہ خوشحال ملحق ہو کر رہتے ہو جائیں اور ممکن ہے کامیابی ان کے قدم چومے۔"

یہ گاندھی کی سب سے زیادہ دشمن جماعتوں میں سے ایک تھی کہ انہی تین ذمہ داری اور اقتدار جناح کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ تاہم کئی انگریز دانشور اسے یا کانینہ کے لیڈر میں اتنی ہمت و فراست نہیں دیکھی کہ وہ ان جماعتوں کو آزاد کے دیکھتے۔

موت نے ہندو مارچ کو کریس کے ساتھ ہاتھ کیا بھروسہ دونوں گاندھی اور مولانا آزاد اور دو ٹھک سبکی کے دیگر ارکان سے ملے براہ پاؤں پیچھے۔ کریس نے ان کی باتیں سنیں اور ان کی کھٹے ٹھک دلا کر دیئے۔

اس نے بعد میں اکتشاف کیا "نہو کا عمومی رویہ" اس میں ٹھک نہیں کہ وہ کھٹے ہوئے تھے اور ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی "نرم اور مصالحتیانہ تھا" انہوں نے مجھے پوری طرح ٹھک میں جکا کر دیا کہ پتہ نہیں کہ انگریز میری انہیم کو منظور کرے گی یا منظور اور یہ کہ شاید ان کے خیال میں مجوزہ انہیم اس قابل نہیں ہے کہ اس پر بحث کی جائے یا رد و بدل کے لئے دوا والا جائے یا یہ کہ وہ انہیم کے عام گیر یکسر نیز ہندوستان کو حکومت خود اختیاری دینے سے متعلق تہجیز کے پیش نظر اس کی پابست اپنے مخصوص اعتراضات پیش کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔" ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ کریس کا آڑی بھل احمد ہندوستان کے حالات کی پیچیدگی کی سوزن "ابہام اور غیر واضح ٹھک کی شکل میں تحلیل ہوئے ٹھک۔

کریس اس فرقہ وارانہ تھی کو سلجھانے کے معاملہ میں نہو اور کرشنا مینن کے ساتھ اپنی دوستی پر انحصار کئے ہوئے تھا "جس نے سولے "ناٹیکو" ریزے "یکٹر" انڈ" اور موتی لال نہو جیسے تجویہ کار لوگوں کو باپوں اور دل ٹھک کر دیا تھا۔

وہ صحیح معنوں میں نہیں یا کم از کم بیباکی سے یہ امید رکھتا تھا کہ وہ بھٹوں کے اندر وہ کچھ حاصل کرے گا جس کے حصول میں گزشتہ ۲۵ سالہ سرتوڑ کو کوششوں اور بے شمار محنتوں پر متعلق مذاکرات کے باوجود انہستان "ہندوستان کے بحریں دماغ کا نام ہو گئے تھے۔ اس کے داندروں میں سے ایک نے لکھا ہے "اگر اس نے مجوزہ سمجھوتہ کو کامیاب بنا دیا تو کریس یقیناً چرچل کی جگہ لے گا۔" بہر حال اس میں اہم غالی یہ تھی کہ وہ خود کو "محل کل" سمجھتا تھا۔ کپٹنک نے اس کے ٹھک ہیئت اہدائے کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا "اسے فراموش کر دیا اور یہ اس کا بیضا کہ مشرق سے زبردستی اپنی رائے منوالے گا۔"

## کرمل جانسن کی آمد

اس برطانوی سرطے پر امریکی صدر روز وولٹ نے سابق نائب وزیر جنگ کرمل لونی جانسن کو اپنے ذاتی نامہ کی حیثیت سے ہندوستان بھیجا اور لٹیکہ سے اس کا تعارف ابن الفاظ میں کر لیا۔ "ایک ایسا شخص جو فوجی چٹائی سے متعلق رکھنے والے مسائل کا جاسا تجویہ رکھتا ہے۔" اس کا انتخاب اس کی نمایاں قابلیت اور اعلیٰ کردار کی بنا پر کیا گیا تھا۔ چرچل "بہرے اور لٹیکہ سب کے سب کرمل جانسن کے متعلق کے بارے میں غلطی جاتی ہیں وہ بیگانہ کے مضمرات کے متعلق سوچ رہے تھے "واٹکٹن سے لٹیکہ کے نامہ نے لکھا "لگا ہے روز وولٹ یہ کچھ رہے ہیں کہ فیڈریشن سے متعلق منصوبہ زیادہ نہیں چلا اس لئے صوبوں کو فوج کی تحلیل و تعمیر کے اعتبار سمیت مکمل خود مختاری دینی ضروری ہے۔"



فلسفہ "پر چل اور ابھرے کو جو نئی پند چلا کر جانیں اور روز و رات ہم قانون کرنوالی (مذہب کا شعار" جیسا کہ جانسن نے کہا) کانگریس مزید سے مطالبات منوا کر ہمارے لئے کچھ نہیں کریں گے تو کہیں مشن فٹ ہو جائے گا صرف کہیں نے یہ سامنے سے انکار کیا کہ اس کی کوٹھیں باقلم ہو گئی ہیں۔ اس نے بعدوحتی لینڈروں سے ملے "پہلیں کانفرنسوں سے خطاب کرنے لندن کو طویل طویل غصہ کاریں بھیجے اور اس ٹھوڑے کو جس پر وہ سوار تھا "قرب دہی سے دوڑانے کا سلسلہ جاری رکھا "کہیں جو اپنے سیاسی کیرئیر میں ایک روشن اور ابھرتا ہوا ستارہ تھا بعدوستان کے پندرہ مہینوں والے سورج کے چمکے گھن میں آگیا۔ ۲ اپریل کو مولانا آزاد اور منو نے کانگریس دورنگ کھینچی کی قرار دلو کہیں کے حوالے کردی "جس کی رو سے کہیں کی پینشنل شکرادی گئی تھی۔ ان کا ہر پہلو اور کر کے گھری راہ لینے کے بجائے کہیں نے وہ پوری قرار دلو بند دیکھ کر چل کو بھیج دی اور مولانا آزاد "منو اور فلڈ مارشل سر دیول کے ساتھ انٹیمی ملاقات ملے کرلی۔ کم کو کانپور انجیف جو اسکے سال فلسفہ کا جانشین ہوا "ان دنوں ملایا اور میا میں ہارنے والی خزانہ شروع کر دیا تھا اور بزم خورشید یہ کہتا تھا کہ وہ جانتوں کو بعدوستان کی مشرقی دیوار تک پہنچنے سے پہلے شکست دے دیگا نہ تو اسے فرصت تھی نہ ہی سیاسی کمیل ٹھیلنے کی قابلیت۔ شیشے کی ایک آنکھ لگائے والے اور بہت کم منکرانے والے دیول کی شخصیت نے منو "آزاد یا کہیں کو قلعہ حاذق نہیں کیا۔ نہ ہی وہ رضا کارانہ طور پر ان فوجیوں میں سے کسی کو رہا کرنے پر آمادہ تھا جو اس کے کنٹرول میں تھے "ہاں ہم کہیں نے دیول اور منو کو ایک ساتھ جوت کر کام لینے کا ارادہ کر لیا۔

## الہ آباد سیشن سے خطاب

جناح ۳۰ اپریل کو رات کی ٹین کے مارچے پہنچی سے الہ آباد کو روانہ ہوئے جہاں ۳ اپریل (مصر) سے مسلم لیگ کا سالانہ سیشن شروع ہو رہا تھا۔ سیشن ریل سے سیشن الہ آباد پر لوگوں کا بھاری تھم قائم اسٹیم فوڈ ہاؤس کے فوڈوں سے ان کا استقبال کرنے کے لئے موجود تھا۔ وہاں سے انہیں ایک جلوس کی صورت میں ہار گاہ (محمود آباد گارڈن) لایا گیا۔ راستہ میں انہیں پینکوں آرائشی عمرانیوں سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے سامعین کو کہیں تیار ہوجے کے بارے میں اختصار سے بتایا اور کہا۔ اب جبکہ وہ اسٹیم جنٹیل معنوں میں ختم ہو چکی ہے "مسلمانوں کو یہ جان کر کھتا دکھ ہو رہا ہے کہ مسلمان قوم کے "وجود اور یک جہتی "کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ بعدوستان کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوئی ایسی کوشش جس میں اصل حقیقت کو نظر انداز کرنا اور صوبوں کے علاقائی وجود پر "بہر محض انگریزی پالیسی کے تحت میں جانے لگے اور ان کی حیثیت انتظامی پونٹوں سے زیادہ نہیں "ضرورت سے زیادہ زور دینا غلط بات ہے۔ مسلم بعدوستان اس وقت تک مطمئن نہیں ہو گا جب تک قومی خود ارادیت کے حق کو غیر مبہم الفاظ میں تسلیم نہ کیا جائے۔

## قومی حکومت بنانے کی تجویز

اس سال ایلر کے روز (۸ مارچ) کراچی جانسن نے واقعہ اپنے ہاؤس میں دوسرے کے کھانے پر کہیں سے پہلی ملاقات کی اور ہر ایک نے دوسرے میں ایک طاقتور اتحادی کا وجود محسوس کیا۔ "دونوں اعتدال پسند قانونی

زہنی کے مالک تھے انہوں نے خود کو وائسرائے اور اس کے کماؤ پر الجھنے سے اپنی طور پر اتاری اور پایا جتنا کہ وہ  
 تخلیقی طور پر مولانا آزاد اور نسو سے دور تھے۔ دونوں کو لندن اور واشنگٹن کے اعلیٰ مقامات پر جس اعتبار کی نظر سے  
 دیکھا جاتا تھا، اپنی دینی یا شعلہ میں کہیں اس کا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ دونوں میں سے ہر ایک اپنے مذہب سے جذبات  
 نسو کی وسیع الشرب دلکشی کا امیر ہو چکا تھا۔ اس نے ایئر سٹوڈے کے موقع پر اس امید پر کہ اس مشن کو جو  
 دراصل گڈ فرائیڈے (ایئر سے پہلے آؤ گاہ جس) کو ختم ہو گیا تھا۔ از سر نو شروع کیا جائے وہ ایک دوسرے کے  
 حامی بن گئے۔

انہوں نے مولانا آزاد، نسو اور دوسرے کانگریسی رہنماؤں کے ساتھ پروری قومیائی "طوش قدیمی اور اشتیائی  
 افغان" سے کام لیتے ہوئے شب و روز ملاقاتیں شروع کر دیں۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان کی  
 آئینی سرگ کے آخری سرے پر روشنی موجود ہے۔ کانگریس جو کچھ چاہتی ہے وہ محض وزارت وفاق کا کنٹرول  
 ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک جامع و مفصل نوکھانہ مولانا وضع کیا جس کی مدد سے مذکورہ وزارت کو برائے نام کسی  
 ہندوستانی کے چارج میں دینا مقصود تھا، جبکہ اس کی جملہ فنی ذمہ داریاں کماؤر الجھنے کے ہاتھ میں رہیں جسے  
 وزیر جنگ کے نام سے پکارا جاتا تھا، انہوں نے واقعی سمجھ لیا کہ اس طرح ہندوستان کا سیاسی مسئلہ حل ہو جائے  
 گا۔ کہیں نے قومی قومی حکومت کے لئے کابینہ کے وزراء کی فہرست بھی بنالی تھی جو وہ بنانا چاہتا تھا۔ اس نے  
 صدر کانگریس مولانا آزاد کو اپنی کابینہ میں وزیر داخلہ (پولیس کا اچھا راج) کا قلمدان سونپنے کی تجویز دی تھی۔ وہی  
 مولانا آزاد جن کے ساتھ جناح بات تک نہیں کرتے تھے اور انہیں کانگریس کا مسلم "شوہرے" سمجھتے تھے۔  
 جاس نے طیال کیا کہ میں نے نسو کو حکومت سے تعاون کی مصیبت اور اس یقین کا قائل کر لیا ہے کہ وہ کانگریس  
 کو اپنا ہم طیال بنائے ہیں، جیسا کہ کہیں کے بارے میں اس کی (جاس) کی رائے تھی کہ وہ چرچل سے اچھا بات  
 منوالیگا۔ یہ ایک مراب تھا جو ہندوستان کی شدید گرمی نے ان کی نگاہوں کے سامنے پیدا کر دیا تھا۔

آئندہ چند دنوں کے دور ان لندن اور ہندوستان کے درمیان بہت سے کاروں کا چلنا ہوا انہیں میں چرچل کا  
 وہ نام بھی شامل تھا جس میں کہیں کو اطلاع دی گئی تھی کہ کرل جاس اس خصوصی مشن سے بہت کم  
 ہندوستان کے ایجنیشن اور اس سے متعلق دیگر موضوعات کے بارے میں ہے، کسی دوسرے معاملہ میں صدر  
 روزویلٹ کا نام نہ نہیں ہے۔ یہ سب خارجی غیر ضروری تھیں۔ کانگریس نے "ادارہ مل کو نظر ثانی شدہ تجویز بھی  
 مسودہ کر دی" جیسا کہ گاندھی نے پہلی ملاقات میں جٹی گوئی کی تھی اسے استواء کے دھار میں کانگریس کے صدر  
 مولانا آزاد نے کہیں کو لکھا۔

"اس کے باوجود ہم ذمہ داری سنبھالنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ صحیح معنوں میں قومی حکومت بنائی جائے۔  
 موجودہ حالات میں قومی حکومت لازماً مکمل استیارت سے لیس کینٹ حکومت ہونی چاہئے۔ اس کی حیثیت محض  
 وائسرائے کی انتظامی کو نسل جیسی نہیں ہونی چاہئے۔ ہم آپ پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے جو تجاویز پیش کی  
 ہیں، وہ صرف ہماری نہیں بلکہ اسے اہل ہندوستان کا متحد مطالبہ سمجھا جائے۔ ان امور پر مختلف گروپوں اور  
 جماعتوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔" چند دن بعد جتل تک مولانا آزاد کی یہ لن قرانی پٹی قومیوں نے  
 فوراً پر لیں کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک بے بنیاد دعویٰ ہے۔ مسلمان ہند نے اس دعویٰ کو جھٹلایا ہے۔ ہم اس بات پر قائم ہیں کہ کانگریس مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتی بلکہ بہت سے دوسرے متنوع اجماعت تھے۔ غیر برہمن ہندو اور دوسری اقلیتوں والے اسے اپنا نمائندہ نہیں مانتے۔" کانگریس نے دوسری جماعتوں سے الگ ہلا کرپس کے ساتھ جو قراردادیں کئے تھے، جن میں نے ان کو تسلیم قرار دیا اور اپنے اسی بنیادی موقف کو دہرایا، جس پر وہ گزشتہ دو سال سے زور دے رہے تھے کہ "اگر تمام جماعتیں مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان یا تقسیم ہند نیز مسلمانوں کے حق خود ارادیت پر متفق ہو جائیں تو ہم موجودہ صورتحال کے بارے میں کسی مستقل فیصلہ کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔"

## کرپس کا اعتراف شکست

کرپس نے ہر ایہمل کو چیلن کرکے کہا۔ "میں واضح طور پر سمجھوتہ کی کوئی امید نہیں میں اتوار کو یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔" اس نے آؤلو کو مطلع کیا۔ "آپ تہذیب کرتے ہیں کہ صحیح معنوں میں ایک قوی حکومت تشکیل دی جائے جو قانون اور دے اختیارات کے ساتھ کیٹ گورنمنٹ ہو، جیسا کہ آپ جانتے ہیں انتخابی وسیعہ قسم کی وسیع آئینی تبدیلیوں کے بغیر ایسا کرنا ممکن نہیں ہو گا۔" پریجیٹی کی حکومت کی طرف سے پیش کردہ تجاویز میں جہاں تک تمنا کرلی تھی اس کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔"

روزو ویٹ نے چیلن پر زور دیا کہ کرپس کی روانگی ملتی کرادے کیونکہ امریکہ میں یہ خیال عام پایا جاتا تھا کہ ہندوستان میں موجودہ گورنر ہندوستانوں کو حق خود ارادیت دینے کے معاملہ میں برطانوی حکومت کی ناراضگی سے پرہیز کرنا ہے۔ اگرچہ ہندوستانی عوام انگریز حکام کا ٹیٹیکل ملٹری اور نیول کنٹرول قائم رکھنے کے حق میں ہیں۔ امریکی عوام یہ سمجھتے تھے کہ اگر برطانوی حکومت ہندوستان کے اجڑائے ترقی کو برٹش ایمپائر سے ملے گی کا حق دینے پر آمادہ ہے تو وہ دونوں جنگ انہیں حکومت خود اختیار دینے کو کہیں تیار نہیں؟۔ چیلن نے یہ کہہ کر اپنی کابینہ کو دکھانے کی بجائے اسے شک کرنا مناسب سمجھا کیونکہ چیلن اس لئے وزیر اعظم نہیں بنا تھا کہ اپنے زیر صدارت کابینہ کے اجلاس کو برٹش ایمپائر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا فیصلہ کرنے کی اجازت دے دیتا۔

## کرپس تجاویز کا منظور

ایک کی ورک سمیٹی نے کانگریس کی منظوری کے فوراً بعد کرپس وکیل کے بارے میں اپنی قرارداد جاری کر دی جس میں کہا گیا تھا:

"سمیٹی اس بات پر اصرار نظر کرتے ہوئے کہ پاکستان کے انسان کو تسلیم کیا گیا ہے اور ہندوستان میں دو بڑا نژاد بھتیجیوں کے قیام کی تمنا کرلی رکھی گئی ہے۔ اس بارے میں امریکہ کا اظہار کرتی ہے کہ قبولیت تجاویز نہیں مانی گئیں۔ بنیادی معاملات کی بہت برطانوی حکومت کے اس غیر بھگوار رویے کے پیش نظر کہ ان معاملات میں ردعمل کے لئے کوئی بحث نہیں ہو سکتی، سمیٹی کے لئے یہ سمجھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ تجاویز موجودہ صورت

میں داخل قبول ہیں۔ مسلمانوں کو اسے اہم سوال کی بابت 'جو ان کی آئندہ قسمت کو متاثر کرنے والا ہے' ایسے اعلان سے مطمئن نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اس موضوع پر ایک واضح اور قطعی اعلان چاہتے ہیں۔ ہندوستان کے آئندہ مسئلہ کے حل کی کوئی کوشش جس میں اصل امور سے روگردانی کی گئی ہو 'بہرحال' ثابت ہوگی۔"

جنتاح نے ایک مرتبہ پھر جدید آدرج ہند کے سب سے اہم سیاسی سوال پر سمجھوتہ کے لئے مذاکرات کی سب سے کم شرائط پیش کر دیں۔ پاکستان کا مطالبہ کوئی "نازک" مسئلہ نہیں تھا۔

## چودھواں باب --- دہلی میں طلوع صبح (۱۹۴۳ء)

جنتاح کی پوزیشن جنگ عظیم دوم کے بچے سالوں کے دوران خاصی مضبوط رہی۔ وہ مطالبہ کرتے رہے کہ ایک کو گورنمنٹ کی ہر کونسل میں کانگریس کے برابر نمائندگی دی جائے اور مسئلہ کے لئے سمجھوتہ کے قیام سلا' میں مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کو تسلیم کیا جائے۔ چونکہ کانگریس نے پہلے سے زیادہ اختلافات اور عدم تعاون کا رویہ اپنا لیا تھا، اس لئے نہ صرف حکومت ہند بلکہ حکومت برطانیہ کو ہندوستان پر اپنا تسلط قائم رکھنے کے لئے مسلمان سپاہیوں اور مسلم لیگ لیڈروں پر پہلے سے زیادہ انحصار کرنا پڑا۔ اس طرح جنتاح کی حکمت عملی کے ساتھ ساتھ دہلی اور شملہ میں بھی نئی باتوں کو چھونے لگی۔

## جنتاح اور انگریزوں کے درمیان ہم آہنگی

دعوتِ ہال میں جنتاح کے سیاسی انداز و اطوار کو کبھی غلط نہیں سمجھا گیا۔ اصرار نے ایک رپورٹ میں شکوکہ کو لکھا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ جنتاح کانگریس سے کم قوم پرست نظر آنا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہ موجودہ آئین کے تحت آنا پسند نہیں کریں گے۔" ان دنوں کہیں ہندوستان میں آئندہ کے لئے ممکنہ اصلاحات پر کام کر رہا تھا۔ اصرار نے مزید لکھا: "اگر وہ رضامند ہو تو میرا خیال ہے کہ آپ اسے بعض شعبوں سے دیں تاکہ اس کے آدھی امید کر کے برابر ہو جائیں اور ایک یا دو نئے ہندو شامل کر لیں۔ لیکن پھر بھی آپ کی موجودہ انتظامی کونسل میں اکثریت قائم رہنی چاہئے۔ آپ دونوں جماعتوں میں سے سیاسی لیڈروں کو کونسل میں لینے کے خیال کو بالکل ترک کر دیں۔ میرے خیال میں مسلم لیگ پھر بھی سرکاری طور پر مخالف رہے گی تاہم مللی طور پر پاکستان کے امکان کی جتنی رعایت کے پیش نظر 'جو ہم نے ممکنہ حد تک ہے' پہلے سے زیادہ تعاون کرے گی۔"

## سکھ میدان عمل میں

کہیں مشن کے دہلی میں پنجاب کے گورنر نے رپورٹ دی۔ "سکھ برادری وادیکھت کی تہذیب کی نوعیت پر بحث زیادہ تلخ بنا رہی ہے۔" سکھوں کو یہ خوف تھا کہ اگر پنجاب نے کل اڑوا فیڈریشن میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تو مسلم اکثریت کے اس خوشحال صوبہ کو 'جنس پر مبنی' میں سکھوں کی حکومت رہ جائے گی ہے 'پاکستان کی جدائی' تاریکی اپنی پیٹ میں لے لگی۔ وہ خوفزدہ ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو سکھ مسلمانوں کی فیر ہندو دانہ اور خاندان

حکومت کے نظام میں کردہ جانسی کے۔ ”نکاح مسلم دشمنی کی جڑیں بنی گئی ہیں، جو سترہویں صدی کے عقل و ادب تک پہنچی ہوئی ہیں۔“ ”صورتحال سے غصے کے لئے جو کچھ ممکن ہے وہ ہم کرو رہے ہیں۔“ ”مگورنر کیلنسی نے دائرہ رائے کو یقین دلایا۔ اس موقع پر کنگ نے وائٹ ہال کو ایک انتہائی اہم دارکنگ دی کیونکہ جنگجو نیکو سکھ انڈین آری میں جلاوطن اور مسلمانوں کے بعد دوسرے نمبر پر تھے۔

چنڈت سو نے پیش گوئی کے طور پر کہا۔ ”خون اور آئسو ہمارا مقدر بننے والے ہیں۔ خواہ ہم انہیں پسند کریں یا نہ کریں۔“ ان کی یہ پیش گوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔ کہیں کے چلے جانے کے بعد وسط ایشیاء میں اپنے آبائی شہر اٹھارہ آباد میں اٹھارہ لاکھوں سے خطاب کرتے ہوئے چنڈت سو نے کہا۔ ”ہمارا وطن اور آئسو ہمیں گے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ہندوستان کی جنگ سرزمین کو ان کی ضرورت ہے تاکہ آزادی کے صوبہ پہلے دوبارہ آگ بجھیں۔“

کہیں کے آکر ایشیاء کو لندن میں ایک پریس کانفرنس کی اور اس میں زور دیکر یہ بات کہی کہ ”یہ مسئلہ آپ شخص سیاسی نہیں بلکہ ہندوستان کے دفاع کا مسئلہ بن گیا ہے۔ اس مسئلے میں مجھے سب سے پہلوؤں نے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ سوال کیا گیا کیا آپ نے صور اور چنڈت سو کو لندن آنے کی دعوت دی ہے؟“ اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس کا خیال تھا کہ موجودہ حالات میں ”اگر دعوت دی جائے تب بھی ان میں سے کوئی لندن نہیں آئے گا۔“

## را بھوپال اجاری مطالبہ پاکستان کے حامی بن گئے

دوسرے دن اس میں را بھوپال اجاری نے دارالحکومت میں جنگی کوششوں میں حکومت سے اور سیاسی معاملات میں مسلم لیگ سے تعاون کی راہ اختیار کر لی۔ انہوں نے دوسرا اس اسمبلی کے ۴۶ کانگریسی ممبران کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے دو قراردادیں پیش کیں، جن پر ایشیاء کے آخر میں اتفاق رائے ہو گیا۔ پہلی قراردادیں کہا گیا تھا ”چونکہ جنگ کے دوران لوگوں کے لئے غیر جانبداری یا خاموشی کے انداز میں سوچنا ممکن ہو سکتا ہے اس لئے کانگریس کے لئے انتہائی اور فوری طور پر لازم ہے کہ وہ قومی انتظامیہ کی تشکیل میں ہر کلاٹ کو دھڑکے، اس لئے آل انڈیا کانگریس کو چاہئے کہ وہ مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم ہند کو قبول کرے اس مسئلے میں پائے جانے والے جملہ شکوک و شبہات رفع کرے اور لیگ کو ایسے سمجھوتہ کی اپیت صلاح مشورہ کی دعوت دے جس کے تحت قومی حکومت تشکیل پائے اور موجودہ جنگی صورتحال کا مقابلہ کیا جاسکے۔“ دوسری قراردادیں آل انڈیا کانگریس سے استدعا کی گئی تھی کہ دوسرا اس کانگریس کو مسلم لیگ اور دیگر صوبائی جماعتوں کے ساتھ اتحاد کی اجازت دی جائے تاکہ ایک متحدہ وزارت قائم کر کے دوسرا اس میں جمہوری حکومت بحال کی جاسکے۔ یہ دونوں قراردادیں بھاری اکثریت سے منظور کی گئیں۔ کانگریس کی تعاون نہ کرنے والی مضمون میں یہ پہلی دروازہ تھی پھر چنڈت سو اور کانگریسوں کی پالیسی کی کی زندگی سے فتح ہو گا دوسری اور سو کے لئے سب سے بڑا پیغام بن گئی۔

## ”ہندوستان چھوڑ دو“ کی قرارداد

آل انڈیا کانگریس کا اجلاس آگے بڑھتا رہا جس نے را بھوپال اجاری اور اس کی قرارداد کو مسترد کر

دیا۔ اچاری نے ۳۰ اپریل کو درکنگ کینٹی سے استعفیٰ دینا۔ گاندھی جی ان دنوں وارد حامیں تھے۔ انہوں نے اپنی پیاری شاگرد سیراجین کو ایک قرارداد کا مسودہ جو انہوں نے خود مرتب کیا تھا، دیکر اٹھ تباہ بیچھا۔ قراردادیں کر گیا تھا۔

”چونکہ سرسینھو درکنس کی طرف سے برطانوی دلوں کا بیڑہ کی فوجی کردہ تباہی سے برطانوی ایمپائرزم اتنی مبراں شکل میں ظاہر ہوا ہے جتنا کہ پہلے نہیں ہوا تھا۔ کانگریس کی درکنگ کینٹی کی رائے میں برطانیہ ہندوستان کا دماغ نہیں کر سکتا۔ یہ ایک مغربی بات ہے کہ وہ جو کچھ کرنا ہے وہ اس کے اپنے دماغ کے لئے ہے۔ برطانیہ اور ہندوستان کے مفادات میں دائمی ٹکراؤ ہے۔ ایک ہندوستانی فوج محض اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ ہندوستان کو غلام بنائے رکھا جائے۔ اسے ملک کی عام آبادی سے بالکل الگ تھک رکھا گیا ہے اس لئے وہ اسے کسی لحاظ سے اپنی فوج نہیں سمجھتے۔ جاپان کا ہندوستان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔ وہ برٹش ایمپائر کے خلاف برسرِ پیکار ہے اس میں ہندوستان کی شرارت کو امریکی نمائندوں کی تائید و حمایت حاصل نہیں۔ یہ سراسر برطانوی کارروائی ہے۔ اگر ہندوستانی آزاد ہوتے تو اس کا سلاطین کا ہاتھ یہ ہو تاکہ جاپان کے ساتھ مذاکرات کئے جائیں۔ اس لئے درکنگ کینٹی مطالبہ کرتی ہے کہ برطانیہ ہندوستان سے نکل جائے۔“

شہر کا استدلال یہ تھا کہ اگر کانگریس اتحادیوں کے کار کے لئے زیادہ حمایت کنندہ بن جائے تو کرل جائیں اور صدر روز و سلٹ ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ میں اس کی مدد کریں گے درکنگ کینٹی نے ایک مصالحتہ قرارداد منظور کی۔ گاندھی کا اپنا طریق کار تھا۔ اگرچہ کچھ غلطی کو منظور کردہ قرارداد میں اپنی کی طرف سے غلطی ازم اور غلطیت سے فطرت کا اعتبار موجود تھا۔ برسرِ حال گاندھی جی نے ارجون کو لکھا۔

”مجھے فاشٹ و ہٹلر فوجوں اور اتحادیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ یہ سب استحصال کرنے والے ہیں۔ یہ سب اپنے مقصد کے حصول کی حد تک قہم و دھند کا سارا لیتے ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ بڑی عظیم قوتیں ہیں۔ تمام ان کی عقلت کو کئی انسانیت، خصوصاً وہ افریقہ میں بہتی ہو یا ایشیا میں کئی زنجیر کے تھے، بے وقعت سمجھی جائے گی۔ انہیں انسانی آزادی کے بارے میں بات کرنے کا کوئی حق نہیں، جب تک وہ اپنے ہاتھ خلائاتِ قتل سے پاک نہیں کر لیتے۔“

اسی پہنچے دو امریکی صحافیوں نے وارد حامیں گاندھی جی سے انٹرویو لیا اور ان سے پوچھا۔ ”آزاد ہندوستان سے آپ کی کیا مراد ہے بلکہ بقول مسٹر بلنٹ، ”مسلطین ہندو راج کو قبول نہیں کریں گے؟“۔ مہاتما نے جواب دیا۔ ”میں انگریزوں سے یہ نہیں کہتا کہ وہ ہندوستان کو کانگریس کا ہندوؤں کے حوالے کر دیں وہ ہندوستان کو خدا کے سپرد کر دیں، یا جیسا کہ جدید زبان میں کہتے ہیں طواغیت الملکی کو سوپ دیں۔ اس صورت میں تمام پارٹیاں کتوں کی طرح باہم دست و گریبیں ہو گی یا جب حقیقی دہر داری چلے گی تو کوئی مفصل سمجھو کر لیں گی۔ میں توقع کرتا ہوں کہ اس بحران سے ہم نبردِ جنم لے گا۔“

دونوں ہندو کے رپورٹرز نے انہیں یاد دہایا کہ وہ اب تک یہ کہتے رہے ہیں کہ ”ہندو مسلم اتحاد کے بغیر سول راج نہیں ملے گا۔“ پھر ان سے پوچھا گیا کہ ”آپ آخر تک اس بات پر کیوں اصرار کرتے ہیں کہ جب تک ہندوستان کو آزادی نہ مل جائے اتحاد نہیں ہو سکتا۔“۔ سوائے سلاہ بھاتا ہوئے۔

”وقت ہے رحم و رحمت ہے۔ میں نے خود اپنے آپ سے ہر چھاکہ وصول اتحاد کی غلطیوں دل سے کی گئی ہر کوشش جس کے کئے والوں میں خود بھی شامل ہوں، ناکام کیوں ہو گئی اور اتنی بری طرح ناکام ہوئی کہ میرا حاکم بالکل ختم ہو گیا۔۔۔۔۔ بعض مسلم اخبارات کہتے ہیں کہ میں ہندوستان میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہوں۔ یہ جڑی عجیب بات ہے۔ میں صرف اس حقیقت کو اس کا سوجب گردانا ہوں کہ تیسری طاقت چاہے وہ قصود اس کی خواہشمند نہ ہو، حقیقی اتحاد بنا نہیں ہوئے دے گی۔ اس لئے میں نے یہ جمہوری نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دونوں قومیں ہندوستان سے برطانوی قوت کے قطعی خاتمہ کے بعد فوراً متحد ہو جائیں گی۔“

جنگ نے اس کے برعکس میں فوراً کہا۔ ”مجھے یہ چلن کر چوٹی ہوئی ہے کہ آخر کار مسٹر گاندھی نے سرعام اعلان کر دیا ہے کہ اتحاد اور ہندو مسلم یکجہوت صرف اس وقت معرض وجود میں آسکتا ہے جب ہندوستان آزادی حاصل کر لے اور انہوں نے دو چہلا ادا کر دیا ہے جو گذشتہ ۲۲ برس سے پھن رکا تھا۔“

## کانگریس کی طرف سے اعلان جنگ

کل انڈیا کانگریس کا اجلاس اگست میں پھر ہوا۔ اس موقع پر گاندھی نے اپنے بیچ و کاروں کو بتایا۔ ”یہ بڑی بڑک کھڑی ہے۔ ہمیں اپنی آزادی کو کھینچنی ہوگی۔ یہ آسمانوں سے نہیں اترے گی۔ اگرچہ اس وقت ہمیں آزادی دینے پر مجبور ہو جائیں گے جب ہم کافی قربانیاں دیں گے اور اپنی طاقت ثابت کریں گے۔ ایسے وقت میں جب کہ میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی قربانی کرنے والا ہوں، میرے دل میں کانگریس کے خلاف کوئی غرت نہیں۔ یہ خیال کہ چرنک آہنگل وہ مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں، مجھے انہیں ایک دھکا دینا چاہئے۔ میرے خیال غارتہ دار سے قطعاً خارج ہے۔“

سوار فیل کے بارے میں روایت ہے کہ اس نے دعویٰ سے یہ بات کہی کہ کانگریسی فوج ہندوستان کو اسی طرح خالی کرنے پر تیار ہے، جس طرح اس نے بھارتی کہا تھا اور یہ کہ تیسرے گمراہ تحریک ایک ہفتہ کے اندر رخ سے ہٹتا رہ جائے گی۔ ”اگر یہ ایک ہفتہ میں ختم ہو جائے تو یہ ایک عجیب ہو گا اور اگر ایسا ہوتا ہے تو اس کے سنے یہ ہوں گے کہ کانگریسوں کا دل پھٹنا شروع ہو گیا ہے۔“ گاندھی نے مزید کہا:

”ممكن ہے کہ واپائی کانگریسوں پر کھل جائے اور وہ یہ بات سمجھ جائیں کہ ان لوگوں کو فیل میں ڈالنا غلط ہو گا۔ ہر ان کے لئے فرما چاہئے ہیں، ممکن ہے آخر کار مسٹر جناح کے ذہن میں تبدیلی آجائے۔ وہ یہ سوچنے لگیں کہ جو لوگ تو رہے ہیں وہ فرزند زمین ہیں، اور اگر وہ خاموش بیٹھے ہیں تو پاکستان ان کے کس کام کا ہو گا۔ خدا نے ہماری مدد کی ہے۔ جب میں نے ”ہندوستان بھونڈو“ کا نعرہ لگایا تو ہندوستان کے وہ لوگ جو باجی کا شعار ہو گئے تھے، سوچنے لگے شاید میں نے ان کے سامنے کوئی نئی چیز رکھی ہے۔ اگر آپ حقیقی آزادی چاہتے ہیں تو آپ کو حقہ ہونا پڑے گا اور اس طرح کے طاقت سے جی، مسوریت جنم لے گی۔“

## مسلم لیگ کو اختیارات دینے کی پیشکش

وزارت جنگ نے تشویش کو عمل اختیار دے دیا کہ وہ گاندھی اور کانگریس درمیان یکجہوتی کو جس وقت مناسب

بھیس گرفتار کر سکتے ہیں۔ لندن نے کانگریس کی تاخیر فرما دہوں کو حکومت کے خلاف "اعلامیہ ہتکوتہ" قرار دیا۔ سر سیکندر نے گورنر گلینسٹی کو اپنے اس شک سے آگاہ کیا کہ ممکن ہے گاندھی بدلتی ہو پاکستان کی داخلہ پیش کش کر کے ان کے ساتھ معاملہ کرنے کی کوشش کرے اور پھر حکومت کو ایک حتمی حوالہ کار سامنا کرنا پڑے۔ گاندھی جی نے ہر اہمیت کو اپنے اختیار میں لکھا۔

"بڑے بڑے مسلم لیگ کانگریس کے فوری مطالبہ آزادی سے پوری طرح کسی جگہ سے اپنی حفاظت کے بغیر" تعاون کرے "کانگریس انگریزی حکومت پر قطعاً اعتراض نہیں کرے گی اگر وہ بڑے اختیارات بد اس وقت اسے حاصل ہیں" ہر دے ہندوستان کی طرف سے مسلم لیگ کو غفلت کر دے۔ کانگریس مسلم لیگ کی حکومت کی راہ میں جو وہ عوام کی حمایت سے بنائے گی۔ کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کرے گی بلکہ آزاد ریاست کی پیشگیری چلانے میں حکومت کا ہاتھ پائے گی۔ یہ پیشکش پوری سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ کی جا رہی ہے۔"

اگر جناح صاحب گاندھی کی بات پر یقین رکھتے یا اعتبار کرتے ہوتے تو ایسی پیشکش انہیں ور لاء ملتی تھی۔ لیکن انہوں نے صرف چند دن پہلے ہی پس کو تپا تھا کہ آزاد ہندوستان کے بارے میں مسز گاندھی کا تصور ہمارے تصور سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ مسز گاندھی آزادوں سے ہندو راج مراء لیتے ہیں۔ میں مسز گاندھی سے کہتا ہوں کہ وہ یہ تاخیر دے کہ مسلمانوں کو یہ وقف بنائے کا مکمل ترک کر دیں کہ ہم اپنی منزل۔۔۔ پاکستان۔۔۔ کے حصول کے لئے انگریزوں پر انحصار کرتے ہیں مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔"

ہر اہمیت کو ہندوستان کی وسیع حکومتی پیشگیری پوری طرح تیار تھی۔ ہم بائیں واقع آتا جس کا عمل گاندھی جی ان کے غاندھن کے چند مثبت افراد اور سربراہی پانڈو نیز ایمل ملینڈی کی بنی ہوا یمنین سمیت بھلے بیڑا کا دون کے لئے سب سے زیادہ محفوظ "آرام دہ اور سوزوں" قید خانہ "بھو کر بن لیا گیا قلعہ درنگ کھیتی کے جاتا مہراں کو امر گر کے قلعہ میں قید کرنا تھا۔

ہر اہمیت کی شام کو "ہندوستان خالی کر دو" رپورٹوں کی منظوری کے بعد گاندھی نے اپنے کانگریس ساتھیوں کو نصیحت کی۔

"آپ میں سے ہر ایک کو اس لمحہ کے بعد خود کو آزاد مرد یا آزاد خاتون سمجھنا چاہئے اور اس طرح کام کرنا چاہئے گویا آپ آزاد ہیں اور اس ایمپریلزم کے پہلے سے نہیں رہے" مجھے ایک معذرت اتر رہا ہے جو بڑا خطرہ ہے" آپ جاہل تو اسے اپنے دلوں پر غفلت کر لیں اور ہر سانس کے ساتھ اس کا اظہار کریں "منتر یہ ہے۔" گویا "مر جاؤ۔" ہم کیا تو ہندوستان کو آزاد کرانہیں گے یا اس کو غفلت میں اپنی جان دے دیں گے۔"

## کانگریس اور رنگ کشینی گرفتار

حلقہ کاراجان مہر لہریز ہو گیا۔ اس نے مزید انتظار کے بغیر پوری درنگ کھیتی کو صبح سویرے حراست میں لے لیا۔ ملک کے نام گاندھی جی کا آخری پیغام صبح ۵ بجے ان کی گرفتاری سے چند منٹ پہلے لکھا گیا۔

"ہر ایک کو آزادی ہے کہ وہ اپنا اس کے وقت جہاں تک جاسکتا ہو جائے" پڑتوں اور تشدد سے پاک دیگر



دارالخ کے مل پر حمل، جوان پیدا کر دیجئے۔ تیرہ گروہوں کو مرنے کے لئے باہر آنا چاہئے۔ زندہ رہنے کے لئے نہیں۔ انہیں موت کی آواز دو اور اس کا سامنا کرنا چاہئے۔ افراد جان دینے کے لئے باہر نکلیں، فقط اس صورت میں قوم زندہ رہے گی۔ کریں گے یا مریں گے۔“

کانگریس کی نئی قسم کی بابت اپنا رد عمل ظاہر کرتے ہوئے مسز جناح نے ایک بیان میں کہا۔ ”میں چوری شدت سے اعتماد افسوس کرتا ہوں کہ کانگریس نے آخر کار اعلان جنگ کر دیا ہے اور کئی افراد پارٹیوں اور تنظیموں کی طرف سے متعدد جیسات کے باوجود انتہائی خطرناک عوامی تحریک شروع کر دی ہے۔“ گاندھی کے برعکس انہیں جنگ کے جلد ختم ہونے کی کوئی امید نہیں تھی، نہ ہی ان کا یہ خیال تھا کہ انگریزوں کو شکست ہو جائے گی۔ مزید برآں انہیں ہرگز توقع نہیں تھی کہ تیرہ گروہوں سے خلائی راہ نکلی گی۔ انہوں نے اپنی درکنگ کھینچی کا اجلاس اور آگست کو بمبئی میں طلب کیا تاکہ لیگ کی مشترکہ کمیٹی کی منصوبہ بندی کی جاسکے کھینچی کا اجلاس چاروں ملک ان کے گھر میں منعقد ہوا اور ایک پانچاٹھ منظور کردہ قراردادیں کانگریس کے اس فیصلے پر افسوس ظاہر کیا گیا کہ اس نے ہندوستان میں ہندوؤں کا غلبہ قائم کرنے کے لئے اطمینان بخوات کا آغاز کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ ناقابل فہم اور جان دہاں کی بے پناہ جہی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ لیگ ”ہندوستان بھوڑو“ کی تحریک کو ایک ایسی کوشش سے تعبیر کرتی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو کانگریس کی شرائط اور ہدایات کے آگے سر جھکانے اور ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنا ہے۔

## ملک بنگالوں کی لپیٹ میں

گاندھی کی گرفتاری کے چند دن بعد بمبئی سے تھکد کی لمراٹھی اور جلد ہی پولی، دہلی اور بہار تک پھیل گئی۔ حکومت نے شروع میں سے پہلے جس برقی رفتار اور دلاؤ داری کے ساتھ کام رکھا تھا ”ابتداء میں ہر جگہ اس کا بے حد پس کر دینے والا اثر ہوا۔“ پولیس کو بنگالوں یا بڑائیوں کی کوئی خیر شائع کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ بہر حال تشنگہ نے ”آگست کو ایئرے کو کہا۔“ دہلی میں خاصی گڑبڑ ہوئی ہے ”جانی نقصان بھی بہت ہوا ہے اور شہر بھی تنگ کی گئی ہیں۔“ بنام میں اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ یہ بڑائی پر ہکا بکھڑا دیکھنے کی وجہ سے ہوا۔ چیف کمشنر کو پراپچس ہے کہ وہ صورتحال سے نمٹ لے گا۔“

لیکن وسط آگست تک بمبئی میں ۳۰ سے زائد افراد مارے گئے وہاں پولیس نے بطور سزا کوڑے مارنے کا سلسلہ ماز میں شروع کر دیا تھا۔ مشرقی ہندوستان میں ہینڈ کے اور گروہ قائم رہے۔ لائسنس لکھاؤ دی گئیں۔ انگریزوں نے تیزی سے ساڑھ ملاؤں میں ریکورڈ فوج دے دیجئے۔ تشنگہ نے انہیں اجازت دے دی تھی کہ تحریک کاروں پر مشتمل گھوڑوں سے گاڑنگ کی جائے۔ بہار میں فوجی دستوں نے جو مقام ڈھانے ان کی دھڑ رت کسی اہلکار میں شائع نہیں ہو سکی۔

انگریز باغیوں کو سخت ہدایات تھیں کہ وہ فوج کی نقل حرکت اور آپریشن کو انتہائی پوشیدہ رکھیں۔ دائرے نے ایک دھڑ رت میں لکھا۔ ”میں صورتحال سے مضطرب نہیں ہوں، بہت سے ہراساں کردہ اے واقعات اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ دہلی سے لیکر آف اور نیپالوں کی تربیل و اعانت کی کوششوں میں

اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ صورتحال مزید سنگین ہو سکتی ہے اور ہندوستان جیسے وسیع ملک میں اس سے موثر طور پر نمٹنا واقعی بہت مشکل ہے۔

گاندھی کی گرفتاری کے ایک ہفتہ بعد قلمیہ نے نوٹ لکھا کہ برطانوی کارروائی نے بسنٹی کی صورتحال کو مضطرب کر دیا ہے۔ وہ اس بات سے مطمئن تھا کہ دہلی میں حالات نہایت سکون ہیں کیونکہ کسی ملک کے مرکزی شہر میں سنگین اور طویل پانگہ آرائی ایک اچھا نشان نہیں ہوتا۔ مہمد میں وزیر اطلاعات و نشریات رام سری آنیاو نے واقعات کو منع کیا کہ مسلم لیگ ڈانٹتی ہے اور گاندھی کے ساتھ مذاکرات کی طوائش مند ہے جنح کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ حکومت کو پیش قدمی کر کے امن کی تدبیر کو انجام دینا چاہئے۔ میں ایک قدم اور بڑھا کر یہ کہنے کی جرات کروں گا جیسا کہ ایک گورنر نے کہا ہے کسی حکیم کو پکڑنا غلط طریقے کی جڑی کرنا ہے۔ اس سے عملی آنیاو نے واقعات سے عرض کی تھی کہ اسے گاندھی کے ساتھ حکومت کے لئے مذاکرات کی اجازت دی جائے۔ قلمیہ نے اسے گاندھی سے ملاقات کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا پھر اسے قائل کرنے کی فضول کوشش کی کہ وہ وزارت کی مجلس میں جتا رہے۔ آنیاو جو کہ ماضی میں ریاست خزاؤنگو کا راجہ (وزیر اعظم) رہ چکا تھا واپس اپنے علاقہ داری محل کو لوٹ گیا جس کے بارے میں اسے توقع تھی کہ وہ برطانیہ کی سب سے بڑی طاقت کے زیر سایہ محفوظ رہے گا۔

## جنح کی پوزیشن مضبوط ہوگئی

قلمیہ نے امرتسر کے اخبار کو اطلاع دی کہ "جنح نے واقعات کے لئے سوڑے سے ہمارے اور کانگریس کے خلاف اپنی شرائط دہانے کے لئے قاعدہ انشایا ہے (اگرچہ ان سے زیادہ فرق نہیں پڑتا) یہ جنح کے پاور ٹیم (داعی کا ٹیم) میں ایک نیا اور انتہائی اہم قدم ہے۔ کیونکہ مجھے یہ بات ناقابل فہم لگتی ہے کہ گاندھی پاکستان کے اصول کو تسلیم کرنے کا خواہاں کوئی بھی اس کی پشت پناہی کرے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب تک جنگ جاری رہتی ہے کانگریس یا ایک "دونوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا۔"

## مسلم لیگ کو مالی امداد دینے والے

سابقہ واقعات لارڈ اردن (حال برطانوی سفیر برائے امریکہ) نے اگست کے آخر میں واشنگٹن سے وزیر خارجہ آئسلی لین کے نام ایک انتہائی مخفیہ پیغام براہ راست بھیجا جس میں اسے مطلع کیا گیا تھا کہ نئی دہلی سے امریکہ کے قونصل جنرل "ہارج" کو میل نے وزارت خارجہ کو حال ہی میں خبر دی ہے کہ مسلم لیگ اپنے لئے "بہلی ادلو" (زیادہ تر ہندو نور سلطان والیان ریاست سلطان جاگیرداروں اور انگریز تاجروں (خصوصاً ٹکٹ والوں) سے وصول کرتی ہے۔ "اس رپورٹ میں وضاحت کی گئی کہ والیان ریاست اور انگریز تاجر برادری مسلم لیگ کی اپنی مقاصد کے لئے مدد کرتی ہے جس کے لئے حکومت اس کا ساتھ دیتی ہے یعنی ہندوستان کے نمائندوں کو حصول اقتدار سے باز رکھنا ہندوستان کے مسئلہ کے واضح حل سے اجتناب کرنا اور سوچنا۔" (جوان کو طول ۱۰)

ایک ثانوی سبب جس کی بنا پر سلطان جاگیردار مسلم لیگ کی مدد کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں، یہ ہے کہ وہ کانگریس کے اس پروگرام سے طائفہ ہیں کہ تمام قدرتی وسائل کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا۔

اواخر اگست میں قلعہ نے ہڈیہ نامہ چھپل کو امریکی مداخلت سے آگاہ کیا۔ واقعہ اُنے نے ملک میں پائی جانے والی بے چینی کو بڑھانے کے بعد انتہائی سنگین بغاوت قرار دیا۔ جس کی سختی اور وسعت کو ہم نے قومی سیکورٹی کے نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ ہجوم پر تشدد کی دوا دوائیں دینا ملتی ملاتی ملک میں عام ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ شاید تجربہ میں بھی ہمیں ہماری جنگی کوشش کو سبوتاژ کرنے والی شدہ کارروائی سے سبقت دے گا۔ دور دراز کے مقامات پر رہنے والے پورے حصوں کی زندگیوں خطرے میں ہیں۔ اگر ہم انٹراڈی پین سے اس کام کو خراب کر دیں تو ہندوستان کو جو کہ مستقبل میں مشترکہ آپ بھڑکی میں بننے والا ہے اور چین کو امریکی امداد کے لئے شہرہ کا کام دے گا "داخلی ملاتی نقصان پہنچائیں گے۔ یہ ایسے حالات ہیں جن میں مجھے ہینڈل دینی اور شہرہ الاوی کی طرف سے معاہدہ کی دھمکیاں دینی جاتی ہیں۔ آخر کار کرنے دھمکی دینی ہے کہ وہ ہندوستان اس امید میں آنا چاہتا ہے کہ وہ مداخلت کر کے ہماری مدد کر سکے۔ امریکی مشائخ "جن کا مقصد وسیع ہو رہا ہے" کے بارے میں میرا تجویز یہ ہے کہ ہمیں تیار کارروایاں سکھانے میں ان کا جوش و خروش ہمیں درپیش مسائل کی سمت ہی بالکل ابتدائی باتوں کے شعور میں بہت متکثر رکھنا ہے۔"

ایمرے نے کم تجربہ کو قلعہ کو لکھا۔

"آج صبح کابینہ میں امریکی تحریک کاروں کے مسئلہ پر بحث کے دوران آپ کے ساتھ خاص ہندوستانی طاہرہ کی مٹی اور اس واضح یقین کا اظہار کیا گیا کہ آپ صاف صاف انکار کر دیں کہ کسی کو نہیں پھوڑا جائے گا اور قیدیوں پر کڑی نظر رکھیے گے۔ اس کے برعکس ایٹان اور بعض دوسروں کا خیال تھا کہ یہ اقدام آپ کو اس امر کی سبقت فراہم کرے گا کہ آپ ہندوستان کے امریکیوں سے بات چیت کر سکیں اور ہمارے معاملہ کو سلجھا سکیں۔ دیکھی کہ خوب اچھی طرح دیکھا جا رہا ہے اور دشمن اس کے لئے بہترین شراب کا انتہام کرتے ہیں، قلعہ اڑیں کابینہ کے اسی اظہار میں چھپل نے ہندوستان کے بارے میں کہا تھا کہ اس پر قطعی طور پر غور کیا گیا ہے، یہی سبب حقیقت سے ظاہر ہے، جس پر انہوں نے بحث اصرار کیا ہے اور کانگریس ہمسائے دیکھیں "ہمسایہ کاروں اور برہمنوں کے کسی اور کی فائدہ دہی نہیں کرتی۔"

## بلاکست خونریزی کا طوفان

ہر خبر کو ہندوستان کے قلعہ مداخلت نے ایک رچ روت میں ڈالا کہ "اگست سے اب تک پولیس فائرنگ کے نتیجہ میں ہمارے ہمسایہ ڈاکٹر شکم انکم ۳۳۰ ہندوستانی ہلاک اور ۳۳۰ زخمی ہو چکے ہیں۔ جبکہ کچھ تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو گی، پولیس کے ۲۸ اہلکار مارے گئے۔ قومی دستے کم و بیش ساتھ ساتھ کئے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر مقامات پر اب بھی توجہات ہیں۔ اہل ہند کے خلاف دوسری جنگ عظیم کے دوران قریباً ۵۵ سالین فوج "جو تعداد میں دیکھ کر برقی قومی کے سپاہیوں کے برابر ہو گی" میں طرز اور الزامات کے حصول کے دوران استعمال کی گئی۔ ہمارے میں ہلاک شدہ کات اور زخمیوں کی تعداد کچھ طور سے معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں کہ کچھ انگریزی میٹروں نے

سول کلبی پر بار ہا مشین گنوں سے فائرنگ کی تھی۔

جناح نے سمر جبر کو اپنی رہائش گاہ پر غیر ملکی اخباری رپورٹروں کو بتایا۔ ”مجھے بیٹھ یہ خدشہ رہا کہ برطانوی حکومت اور کانگریس کے مابین دلت آمیز سمجھوتہ نہ ہو جائے۔“ سوال کیا گیا تھا ان کی پارٹی نے پاکستان کا یہ مطالبہ کیا ہے۔ اس میں کچھ رد و بدل ہو سکتا ہے؟ جناح نے جواب دیا۔ ”اگرچہ رے سولہ آئے (ایک روپیہ) مانگتا شروع کریں تو اس میں سودا بازی کی گنجائش ہوتی ہے۔ مسلم لیگ نے ایسا کوئی مطالبہ ہرگز نہیں کیا ہے کوئی معقول آدمی غیر معقول قرار دے سکے۔ مسلم لیگ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی چاہتی ہے۔ ہندو اذیتا نے ملک کا تین چوتھائی اپنی جیب میں ڈال لیا ہے۔ اور یہ ہندو اذیتا ہے جو بقیہ ایک چوتھائی کو بھی ہڑپ کرنے کے لئے سودا بازی کرنا چاہتا ہے۔“

## برطانیہ پر امریکی دباؤ

امریکی عوام کی طرف سے برطانیہ پر دباؤ بڑھ رہا تھا کہ وہ ہندوستان کے لئے کچھ کرے، جنگ کے وسیع ہونے سے امریکی ہتھیاروں، افراد اور سرمایہ نے اتحادی افواج کو سارا دینے میں اہم کردار ادا کیا، یہاں تک کہ مغربی یورپ یمن اور جنوب مشرقی ایشیا کو واپس لینے میں بھی اس نے زبردست مدد دی۔ بال ٹکس نے المین کو خبردار کیا۔ ”ہاری ہوپ کنزے گڈنڈو رات اس شخص دہاکے بارے میں مجھ سے بات کی جو صدر امریکہ پر ڈالا جا رہا ہے۔ کابینہ کو اس کا احساس کرنا چاہئے کہ ان غلطیوں پر اسے عامہ سطحی مضبوطی سے حرکت کر رہی ہے۔ یہ کہنا ممکن ہے کہ اس کی تردید کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہئے، اور نہ گھٹے ڈر ہے کہ امریکی پریس، جس نے ہندوستان کے حالیہ بحران میں تاراج اٹھل کر ساتھ دیا ہے، تیزی سے اور شاید عملی طور پر اپنا رویہ بدل لے گا جو اینگلو۔ امریکن تعلقات کے لئے بہت زیادہ ضرر دہاں ہو گا۔“

دوسرے اثناء جبر کی ایک شام کو ایک گارڈن پارٹی میں جرجیل نے امریکے سے پوچھا ”حکومت ہندوستان میں کوئی بات ہے جس پر ہم غور نہ ہوں؟ ہم سفارت خانہ کیوں ہوں یا یہ کیوں کہیں کہ ہم بعض ہندوؤں کے کئے پر کچھ کرنے کو چار ہیں؟ گڈنڈو ۱۹۴۵ء میں سے ہم نے ہندوستان کو اس وقت آشتی اور خوشحالی دے رکھی ہے جو اس ملک کو جیسا کہ اس کی تاریخ بتاتی ہے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ ہم نے سارے طبقات کا خیال رکھا ہے اور تمام گروہوں کے مفادات کی حفاظت کی ہے۔ میں وہاں سے دم دیا کر رہا گئے کی پالیسی میں فریق نہیں ہوں گا۔“

## برطانیہ ہندوستان کا مقروض

جرجیل اور اس کی کابینہ اس روز انہوں نے قرضہ کے بارے میں بہت غصہ کیا تھے جو برطانیہ نے دور امن جنگ میں ادا اور تمام مفادوں پر تیزی سے ہندوستانی سامان کی برآمد کے لئے ہندوستان سے لیا تھا۔ اس جنگ کے آغاز تک ہندوستان ریل سے، ٹیلیگراف، خبرات عامہ کی دوسری انجینوں کے لئے بیٹھ برطانیہ کا مقروض رہا جس پر کڑیوں روپے لاکھ لاکھ ہندوستانی افواج کے جھون تک مصروف جنگ ہوئے اور ہندوستانی

صنعتوں کے جنگ کے لئے ہر قسم کی پیدوار دینے کے باعث قوانین اٹا ہو گیا۔ برطانیہ صنعتی لے خور کو اپنی ہی ایک نوآبادی (ہندوستان) کا قریباً ۳۰۰ ملین ڈالر کا مقروض پایا۔ چر بل کا اصرار تھا کہ قرض اٹارنے کے لئے کچھ نہ کچھ فوری طور پر کرنا چاہئے۔ اس کی دلیل یہ تھی 'جیسا کہ تو قریباً خور کھا کر تھا۔' یہ ان کے طریقہ کی بری سازش کرنے والی دینا ہے۔ تاہم اس طرح کی بری سازش کرنے والی نہیں۔ "ایمرے اور قلعہ اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ معاملہ کو چھٹی دیار بنے وہ یہ جانتے تھے کہ اس مرحلہ پر جبکہ قوانین ہندوستان کے حق میں ہے برطانیہ نے انڈین پرنسپل ڈرائیگیوں کے فائدہ کو بد گمانی کی کوئی کوشش کی تو تجارتی اور صنعتی حلقوں میں احتجاج کا شدید طوفان اٹھ کھڑا ہو گا۔

## راج گوبال اچاری کا نیا منصوبہ

اکتوبر (۱۹۳۲ء) میں راج گوبال اچاری نے ہندوستان کے بحران کو حل کرنے کے لئے اپنا منصوبہ پیش کیا جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ وائسرائے کو اسی طرح کا قدم اٹھانا چاہئے جیسا کہ برطانیہ میں بحران کی وقوع پذیر ہونے کی صورت میں شاہ برطانیہ کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے۔ انہیں ہندوستان کے مقبول ترین اور مقبول ترین رہنماؤں کا انتخاب کرنا چاہئے جو قومی حکومت چلانے میں ان کی مدد کریں۔ پہلے کانگریس سے پانچ اہم افراد (طاہر ان سے بعض تیل میں ہوں) چنے جائیں پھر بنگال کو چاہے اپنی مرضی سے بھرتی کریں۔ کنڑا تھیلوں کی نمائندگی کے لئے تین دیگر افراد بھی کانپنڈ میں شامل کئے جائیں۔ اچاری کو یقین تھا کہ کانگریس یا لیگ ان کے منصوبہ کو اپنی قیادت سے محروم ہوئے بغیر مسترد نہیں کر سکے گی۔ بہر حال جتنے نے فوری طور پر اسے دوسری ہوائی انجینوں کی طرح کی ایک اسٹیم قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔

جتنے نے مسلم لیگ کو نسل سے امر فوئبر کو دلی میں خطاب کرتے ہوئے خبردار کیا کہ وہ اس پروپوزیشن سے ہوشیار رہیں 'وہ مسلم لیگ کو بدنام کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ کبھی انہیں ہندوستان میں برقی ایجنسیوں کا اٹھادی قرار دیا جاتا ہے اور کبھی آزادی و حسرت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے کہا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آج کل امریکہ میں اس قسم کی سم جیسے دودھوں پر ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایسے لوگوں کے بارے میں جو ملکی ممالک کی امریکی صحیح طور پر جڑی کر رہے ہیں 'ایسا الزام نہ صرف توہین آمیز ہے بلکہ خلاف واقعہ بھی۔ آج کل پروپیگنڈہ کے ایسے نعرہ مرتبے لکھ آئے ہیں کہ ایسے مکمل بھروسہ اور کوہنہ کر رہے ہیں۔ وہ تمام خطرات و مشکلات سے انگوٹھے۔ ہر قسم کے دھوکے محسوس کر رہے تھے اور وقت کے گزرنے کا پوری طرح شعور رکھتے تھے۔ سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا "وقت ہاتھوں سے اٹھا جا رہا ہے۔" جتنے اور راج گوبال اچاریہ کی ملاقات کے دو دن بعد قلعہ نے "جس کی بلور وائسرائے دست تقویٰ اپریل ۱۹۳۳ء میں ختم ہو رہی تھی" ایک راج رٹ میں اعلان کو مطلع کیا کہ جتنے نے کوئی بات نہیں مانی بلکہ اچاریہ کو اس ملاقات نے سخت مایوس کیا ہے۔

کرپس کا استعفیٰ

کرپس نے اپنے مشن کی ناکامی کو بری طرح محسوس کیا۔ اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ چر بل کی وار کانپنڈ میں

سے نوجوان وزیر اعظم اپنے موقف پر ڈٹا رہا۔ اور قائد اعظم کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ حقیقت میں غمخیز کابینہ کے صرف ایک رکن شوکت حیات نے قائد اعظم کے اس مطالبہ پر کان دھرا کہ کابینہ ہونی نسل کی بجائے مسلم لیگ وزارت کھلانے کا اعلان کرے۔ اس پر غمخیز حیات نے گورنر گلگت سے کہہ کر کسی ”بدعنوانی“ کی بنا پر شوکت حیات کو جی آسانی سے برطرف کرا دیا۔ گورنر کے اس اقدام سے ہونی نسل پارٹی کو تھکات تھی۔ مسلم لیگ کی انکسین سکھنے لے مئی کے آخر میں غمخیز حیات کو لیگ سے نکالنے کی قرارداد منظور کر لی۔ چنانچہ جنگ کے باقی عرصہ کے دوران پنجاب کو لیگ کے صوبائی انتظامی ادارہ میں شمار نہیں کیا گیا۔ جناح - سکندر بیکت اپنی موت آپ مر گیا۔ گلگت اور دہل پنجاب میں لیگ پینٹل گارڈز کی سرگرمیوں سے خاصے پریشان تھے اور دائرہ رائے نے لکھا کہ ”میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو دیکھنے کے لئے جناح کے ساتھ انتہائی سخت رویہ اپنانا ہو گا۔ جن میں غمخیز حیات نے خیرباد کیا کہ جناح ہونی نسل حکومت کے خلاف مذہبی خطوط پر احتجاج کی فرض سے بچنے سے بہت سے ممبروں کو پنجاب بھیج رہے ہیں۔ غمخیز نے دائرہ رائے سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو باہر نکال دیا جائے نیز جناح اور مسلم لیگ کے نمایاں لیڈروں کو بھی پنجاب سے دور رکھا جائے۔ دہل غمخیز کو بہت پسند نہ آیا تھا تاہم یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کوئی مضبوط کردار نہیں۔ اسے یہ بات جی جیب لگتی تھی کہ پنجاب کے ان بڑے جاگیرداروں پر جناح جیسا دور افتادہ مقام کا مکمل پلا دتی حاصل کر لے۔ جناح کے مشعل اس مسئلہ پر غور و خوض سے صاف پتہ چل گیا کہ دائرہ رائے میں قائد اعظم کی نظرت یا ان کی کج عاقبت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی۔

### سی۔ آر فار مولانا

ہونی کے گورنر سر موس ہارٹ نے جو گاندھی کو ہندوؤں کی کھپ کے برابر ہو شمار سمجھتا تھا۔ دہل کو خیرباد کیا کہ وہ گاندھی سے ملاقات نہ کرے۔ دائرہ رائے کو گاندھی یا جناح سے ملاقات کرنے کی جلدی نہیں تھی۔ اسے ٹھک سول چٹائی کے سیکرٹری سر اکبر حیدری کی اس رائے کے درشت ہونے میں شک تھا کہ ”جب تک یہ دونوں برسرِ زمین ہیں کوئی خوشرفت ممکن نہیں“ اگرچہ تار کے ذریعے اپنے سخت رعنا داس لندن بھیجے جا رہے تھے ”تاہم گاندھی - جناح مذاکرات کے لئے دور کا اہتمام بھی ہو رہا تھا اسی دوران رائے پال اہلری کا ایک سیاسی فارمولا نظر عام پر آیا ”جنس کے بارے میں اس نے اصرار کے ساتھ لکھا کہ گاندھی جی اسے قبول کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ جناح بھی اس سے متفق ہوں۔ اس فارمولا میں توجہ کیا گیا تھا کہ ”مثالی مغرب اور مشرق کے مسلم اکثریت پر مشتمل اضلاع میں ہندوستان سے علیحدگی کے سوال پر رائے شادی کر لی جائے۔ اگر اکثریت نے ہندوستان سے الگ خود مختار ریاست کے حق میں فیصلہ دے دیا تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اس سے سرحد پر واضح اضلاع کا یہ حق سٹاڈ نہیں ہو گا کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک ریاست میں شامل ہو جائیں“ ”پاکستان“ کی طرح یہ فارمولا مذاقات کے لئے موقف پر خاصے طور و فکر کی دعوت دیتا تھا۔

### گاندھی جناح مذاکرات

جناح اہلری کی اس عین دہائی کو رائے پر تیار نہیں تھے کہ اس فارمولا کو گاندھی جی کی منظوری

حاصل ہے۔ وہ اس بارے میں اپنے پرانے حریف سے براہ راست تحریری تجویز پہلی چاہتے تھے۔ آخر کار ۱۷ جولائی ۱۹۴۳ء کو مراٹھانے قائد اعظم کے نام مراٹھ (اصل خط انگریزی میں تھا) میں لکھا:-  
برادرم جناح!

ایک زمانہ وہ تھا جب میں آپ کو تحریک دیتا تھا کہ اپنی بلوری زبان میں بات چیت کریں۔ آج میں خود یہ جرات کر رہا ہوں کہ آپ کو اسی زبان میں خط لکھوں۔ میں نے جیل سے آپ کو ملاقات کی دعوت دی تھی۔ میں اپنی دہائی سے اب تک آپ کو خط نہیں لکھ سکا لیکن آج میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں آپ کو خط لکھوں۔ آپ جہاں پہنچ کریں ہماری ملاقات ہو سکتی ہے۔ مجھے اسلام یا اس ملک کے مسلمانوں کا دشمن نہ سمجھیں۔ میں نہ صرف آپ کا بلکہ پوری دنیا کا دوست اور خادم ہوں۔ براہ کرم مجھے باجوس نہ کیجئے۔  
آپ کا مخلص

گاندھی

جناح نے سری منگھ سے دواگچی کے موقع پر جواب میں گاندھی جی کو مطلع کیا۔ یہی پہلی دواگچی پر ۲۸ اگست کے وسط میں ہوئی۔ آپ میرے مکان پر تحریف لائیں تو میں بخوشی آپ کا خیر مقدم کرواؤں گا۔ "دار کاہنہ کو گاندھی کے حالیہ اقدامات سے انکھ کرنے کے لئے میرے نے ایک یادداشت ان میں تقسیم کی۔ پر جیل اس بات پر آپ سے باہر ہو رہا تھا کہ گاندھی بدلی جہزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں اور اس تحفہ و نذرانے کے ساتھ شاید ایک اور دواگچی کے نوذرات کرنے چاہیں گے۔ ہندو سماج کا لیڈر اور گاندھی کے ہونے والے قاتل کا کردہر ملادر کہہ گی گاندھی کے آواز اقدام سے بھڑکے پڑے تھے۔ اس نے بذریعہ تکرار میرے کو خبردار کیا "ہندو سماجی اپنے کنبی اور مقدس وطن کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔"

مسلم لیگ کو نسل کا احساس ۳۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو ۱۰۰۰ میں ہوا جس میں قائد اعظم کی زیر صدارت راجہ پال اہلویہ کے پیش کردہ فارمولا سمیت ملک کی تمام ترین سیاسی صورت حال نیز گاندھی کے ساتھ کوئی ملاقات کے بارے میں چاروں خیال کیا گیا۔ وہ اس بات کے لئے تیار تھے کہ اپنے پرانے حریف کے ساتھ ملاقات میں نہ اسے کوئی رعایت دیں گے نہ قبول کریں گے۔ لیگ کو نسل نے ان کی رائے کی تحفظ حمایت کی قائد اعظم نے منظر سے اجلاس کے اختتام پر پیش گوئی کی کہ "انکھ اندھ پاکستان جلد کر رہا ہے۔"

گاندھی - جناح نوذرات کا آغاز ۹ جنوری کو ہوا۔ گاندھی جی کا پارلر پر قائد اعظم کے بلکہ میں پہنچے تو ان کا ہرچاک خیر مقدم کیا گیا۔ دونوں رہنما سرخوڑ کر بیٹھے اور ساڑھے تین بجے تک فنی اور فقہی بات چیت کی۔ ایک خط واکل کی حیثیت سے جناح نے اس خفیہ بات چیت کا مکمل ریکارڈ رکھا۔ گاندھی نے پہلے روز کی بات چیت کے بارے میں سی آر کو بتایا کہ "میرے میرے کے امتحان کے علاوہ کچھ نہیں ہوا۔ اپنے فحش پر طور مجھے حیرت ہے۔ ہر حال وہ خوشگوار بات چیت تھی۔" اس کے بعد انہوں نے سی - آر - کو ان کے پیش کردہ فارمولا کی بابت جناح کے حکارت سمجھا دیا۔ اور خود ہی سر کے بارے میں نوچیں پر جلی خیالات سے انکھ کیا "جیسے گاندھی نے "پکرا دینے" سے تعبیر کیا۔ جناح کا کہنا

ہے کہ "آپ نے ان کا مطالبہ قبول کر لیا ہے اسی طرح میں بھی مان لوں" میں نے کہا۔ "میں واجبہ کی فارمولہ کی توثیق کرتا ہوں اور آپ چاہیں تو اسے پاکستان کا نام دے سکتے ہیں۔ اس پر وہ قرار داد منظور کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔" گاندھی نے یہ بھی ٹاپا کہ "جناح نے مجھ سے کہا ہے۔ اگر میں نے پاکستان مان لیا تو مجھے جیل جانے یا گولیاں کھانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ وہ فوری پاکستان چاہتے ہیں۔ آزادی کے بعد نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم آزادی پاکستان اور ہندوستان کے لئے حاصل کریں گے۔ پہلے انہیں میں سمجھوتہ کر لیں پھر حکومت سے کہیں کہ وہ اسے قبول کر لے بلکہ اپنا عمل منوانے کے لئے اسے مجبور کریں۔ مسلمان کہتے ہیں کہ ————— ایک مسلمانوں کی ناسمجھی کرتی ہے اور وہ علیحدگی کی خواہاں ہے۔"

ان کے مابین دوسری ملاقات بھی پہلی کی طرح نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئی۔ گاندھی نے سی۔ آر کو مطلع کیا کہ جناح نے ان کے سامنے حکومت پاکستان کی بنی و مکمل تصویر پیش کی۔ ان کے خیال میں وہ ایک مکمل جمہوری حکومت ہوگی۔ "گاندھی نے قائد اعظم کو فوراً یاد دلایا وہ اکثر کہتے رہے ہیں کہ جمہوریت ہندوستان کو داس نہیں۔" لیکن جناح کا اصرار تھا کہ میری وہ رائے مسلمانوں کو جمہوریت کے بارے میں تھی۔ انہاری ناسمجھ گاندھی اور جناح کا انتظار کر رہے تھے صبح کے میٹنگ کے بعد جو جنی دونوں باہر نکلے 'رپورٹروں نے پوچھا۔ "ہمارے لئے کوئی خبر ہے؟" گاندھی نے جواب دیا "میرے پاس کچھ نہیں۔ کل آپ لوگوں نے ہمارے چروں کے بعض اثرات دیکھ لئے تھے۔ میں چاہتا ہوں آپ ہمارے چروں سے امید کے علاوہ کچھ اور اٹھ نہ کریں۔" پھر وہ جناح کی طرف پلٹے۔ "کیا میں ٹھیک کر رہا ہوں؟ کیا آپ نے آج صبح اخبارات دیکھے ہیں؟" جناح کا جواب تھا۔ "آپ کیوں فکر کرتے ہیں؟"

جناح نے مذاکرات کے بے نتیجہ ہونے کا احساس کر لیا تھا۔ وہ ساتواں کے مکمل کو خوب اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ ۳۰ جنوری کو دو گئے جن کے ساتھ انہوں نے گاندھی کو کہا۔  
"خیر مسٹر گاندھی!"

شب آپ ۳۰ جنوری کو مذاکرات دوبارہ شروع کرنے کے لئے یہاں آئے تو آپ نے بہت اچھا کیا مجھے یہ یاد دیا کہ آپ کے پاس میرے ۳۰ جنوری والے خط پر توجہ دینے کے لئے وقت نہیں۔ ہم آج آپ کی طرف سے کسی جواب کی وصولی کے بغیر دوبارہ ملے۔ میں اب بھی جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔ اس لئے براہ کرم جتنی جلدی ممکن ہو مجھے ان نکات کے بارے میں جن کا میں نے اپنے مذکورہ بالا خط میں ذکر کیا ہے اپنے جواب سے مطلع فرمائیں۔

آپ کا قصص

ایم اے جناح

گاندھی نے ۳۰ جنوری کو جواب دیا۔ اپنے اس خط میں انہوں نے پہلی بار لفظ پاکستان دلوں کی علامت کے بغیر لکھا۔ شاید اس کا مفہوم دیکھنا لگانے یا تسخیر اڑانے کے سوا کچھ اور تھا۔ ممکن ہے اس سے جناح کی حوصلہ افزائی ہوئی ہو کہ وہ ساتواں کے ضمن پر مثبت اثر ڈال رہے ہیں۔ بحرحال جناح نے



ای روز قومی طور پر بعد دوپہر ایک بجے پر چاک مراسل کھا۔ جس میں کہا گیا تھا۔  
 "میں بخوبی سمجھتا ہوں کہ دینی جمہوری حکومت تمام پارٹیوں کی نمائندگی کرے گی۔ میں اچھی طرح  
 سمجھتا ہوں کہ جب وہ کر آئے گا تو بعض واقعات رونما ہو سکتے ہیں۔ تاہم زیر بحث فارمولا پر عمل  
 بخیز طریقے سے مشکوک کرنے سے پہلے میں یہ بات دہرانا چاہتا ہوں چونکہ یہ آپ کا فارمولا ہے اس لئے  
 آپ کو چاہئے کہ میرے سامنے اس جمہوری حکومت کا سرسری خاکہ پیش کریں جو آپ کے زیر غور ہے  
 نیز اپنے قصور کا خاکہ بھی۔"

اگلے روز گاندھی نے جو خط لکھا۔ اس کی ابتدا "ڈیر گاندھراظم" سے کی گئی۔ اس میں لکھا تھا،  
 "میں نے وقتی طور پر راجہ جی فارمولا" کو ایک طرف رکھ دیا ہے اور آپ کی مدد سے اپنا ذہن  
 جمہوریت کے ساتھ لاہور کی مشہور قرار داد پر مرکوز کر رہا ہوں۔" اس کے بعد انہوں نے واضح کیا کہ  
 اس قرار داد میں بجائے خود دو قومی نظریے کا کوئی حوالہ نہیں ملتا جو کہ ہر حال کلیتہً غیر حقیقی ہے مجھے  
 اندیشہ ہے اس کے حوالہ کوئی مثال نہیں ملتی کہ مذہب تبدیل کرنے والوں کی کسی جماعت اور ان کی  
 اولاد نے آباد اجداد سے الگ قوم ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ اگر ہندوستان اسلام کی آمد سے پہلے ایک قوم  
 تھا تو اس کے فرقہ واریوں کی ایک بڑی تعداد کی تبدیلی مذہب کے باوجود اسے ایک قوم ہی رہتا چاہئے۔"  
 اس تصور کی موجودگی میں مسلمان کی پاکستان کو تسلیم کر لینے کے لئے آمادگی صرف ایک دن قائم رہی۔  
 اس مشکل خیز تصور کی بابت گاندھی کے صحیح احساسات کمال کے سامنے آ گئے۔ سمجھو یہ پہنچنے سے حلق  
 جناح کی وقتی واقعات پر اس کے صحیح اثرات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جناح نے دو روز بعد جواب میں لکھا۔ "میرا فرض ہے کہ آج آپ پر لاہور رجسٹریشن کی وضاحت  
 کر دیں اور آپ کو اسے قبول کر لینے کی ترغیب دیں۔ میں نے غیر مسلم ہندوستانوں کی خاصی بڑی تعداد  
 کو نیز غیر ملکوں کی بڑی جماعت کو اپنا چمڑا بنالیا ہے۔" اور اگر آپ کو اپنا ہم خیال بنالوں "کیونکہ  
 آپ ہندو اذیتا پر بہت زیادہ اثر رکھتے ہیں۔ تو یہ میری بہت بڑی کامیابی ہو گی۔" ہر حال جناح نے  
 نوٹ کیا کہ گاندھی کے خط میں اصل وضاحت طلب کرنے کی بجائے زیر بحث موضوع پر طویل بحث کی  
 گئی تھی۔ انہوں نے گاندھی کے لئے بہت سی کتابوں کے نام تجویز کئے "ان میں ڈاکٹر جی۔ آر۔  
 ایسپر کر کی بھی ایک کتاب شامل تھی۔ انہوں نے قرار داد لاہور والے فقرے دہرائے ہوئے کہا۔ "ہم  
 اس امر کا دعویٰ کرتے اور اس بات کے قائل ہیں کہ قوم کی ہر تفریق اور معیار کی رو سے مسلمان  
 اور ہندو دو بڑی قومیں ہیں۔" آخر میں انہوں نے لکھا۔ "میں اقوامی قانون کے اصولوں کے مطابق  
 ہم ایک الگ قوم ہیں۔ جہاں تک آپ کے آخری پروگرام کا تعلق ہے۔ یہ واضح ہے کہ آپ  
 ہندوؤں کے سوا کسی اور کی نمائندگی نہیں کرتے۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ نہ صرف  
 مسلمانوں بلکہ ہندوؤں کی بھی اصل بھلائی ہندوستان کی تقسیم میں مضمر ہے جیسا کہ قرار داد لاہور میں  
 تجویز کیا گیا ہے۔ یہ خود گاندھی آپ کا کام ہے آیا یہ آپ کی پالیسی اور پروگرام ہے یا نہیں جس پر آپ  
 اصرار کرتے ہیں۔ اور اگر ہمارے ہندوستان کی چاقی نیز لوگوں کی تکلیف و مشقت اور دولت و فساد کی  
 سب سے بڑا سبب ہے۔ جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے اور جس پر کئی افسوس لئے میں میں کسی سے

بیچے نہیں ہوں۔

## ذراکرات کی ناکامی کا زمرہ وار کون؟

اگلے روز وہ دوبارہ ملے تاہم "بہت زیادہ غصہ کھنگھرائیں ایک دوسرے کے قریب نہیں لائیں۔ کوئی بات ملے نہیں ہو پائی اور کوئی فارمولا ان کے مابین وسیع ہوئی ہوئی خلیج کو نہیں پاٹ سکا۔ گاندھی جی نے اپنے "پیارے قائد اعظم" کو لکھا "میں دو قوی نظریے پر جتنا غور کرتا ہوں۔ یہ مجھے اسی قدر وحشت ناک لگتا ہے۔ اگر ایک بار یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو ہندوستان کو متعدد حصوں میں تقسیم کرنے کا مطالبہ کرنے والوں کی کوئی حد نہیں رہے گی جو ہندوستان کی جاہلی پرست ہوگی" چودھری رحمت علی جنہوں نے سب سے پہلے لفظ پاکستان متعارف کرایا "اب ہندوستان کے اندر دس ٹیلیڈ "قوموں" کا پرچار کر رہے تھے۔ رحمت علی کا آخری پبلٹ ان کے "آل انڈیا ملی سوسائٹی بیٹے کوارٹرز" (۳۶) مونیٹر روڈ آکسفورڈ سے ۲۰ جون ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا اور دوبارہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۸ء کو منظر عام پر آیا۔ رحمت علی کے بے شکینہ مدافع نے ان قوموں کے نام صدیقستان "قائد قستان" "ہندوستان" "سینستان" اور مایہستان وغیرہ تجویز کئے جن سے وہ بالترتیب سی بی "بہار واڈیہ" "ہندوستان" "راجستان" اور جنپلی ہندوستان مراد لیتے تھے۔

جنگ رحمت علی یا "پاکبشاد" کے لئے ان کے عجیب و غریب منصوبوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ تاہم گاندھی کے علاوہ کانگریس کے بہت سے بھارتی تھے اگر دو قوی نظریے کمان لیا جائے تو شاید ہر دس قوموں کا وجود تسلیم پڑے گا۔ ۱۹۴۳ء میں عید الفطر ۲۳ ستمبر کو منائی گئی اور اس کی مناسبت سے "سراسر ذراکرات" قلم کر دیے گئے۔ عید کے دن جنگ نے گاندھی کو لکھا۔ "آپ کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے میں نے ان دنوں طویل ذراکرات کے دوران نیز غلط و کتابت کے ذریعے آپ کی رائے بدلنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن بد قسمتی سے ایسا لگتا ہے کہ میں ناکام ہو گیا ہوں۔" گاندھی نے اس تجویز سے اتفاق کیا "ہر بھی انہوں نے جنگ سے کہا۔" آپ مجھ سے جو کہہ چاہتے ہیں واضح الفاظ میں لکھ کر دے دیں "میں اس پر دخل نہ دوں گا۔" جنگ نے اسی دن جواب دیا۔

"یہ آپ سے کسی کی نمائندگی کرتے ہوئے دستخطوں کے لئے کہنے کا سلسلہ نہیں جب تک آپ خود کو اپنی نمائندہ حیثیت نہ دیں" اور آپ کو اختیار حاصل نہ ہو۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا تم ان بنیادی اصولوں پر قائم ہیں جو قرار داد لاہور میں شامل ہیں۔ میں آپ سے ایک بار پھر اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنے پروگرام اور پالیسی کو بدلیں کیونکہ اس برصغیر کا مستقبل در عوام کی بھلائی تقاسم کرتی ہے کہ آپ حقائق کا سامنا کریں۔"

گاندھی نے اس کے جواب میں جنگ کی طرف بہت لمبی جست لگائی جس سے سامنا کے دل میں تبدیلی کا اعتماد ہوتا تھا لیکن جنگ نے اگلے ہی روز اس جذبہ غیر ملکی کو توہین آمیز انداز میں یہ کہنے ہوئے مسز کر دیا کہ "آپ نے پہلے قرار داد لاہور کی بنیاد اور بنیادی اصولوں کو مسز کر دیا ہے۔ آپ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ مسلمان ہندوستان ایک ٹیلیڈ قوم ہیں۔ آپ یہ بھی نہیں مانتے کہ

مسلمان سرحدی طور پر حق خود ارادیت کے مالک ہیں۔ آپ کو اس سے بھی اتفاق نہیں کہ پاکستان شمال مغرب اور شمال مشرق کے چھ صوبوں اور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ہمارے درمیان ہونیوالی بحث اور مداخلت سے میں نے محسوس کیا ہے کہ انڈیا کو پاکستان اور بھارت میں تقسیم کرنے کا مسئلہ صرف آپ کی زبان پر ہے۔ آپ کا دل اسے نہیں مانتا۔ پھر میں سوچ رہا تھا کہ آپ نے یہ تجویز پیش کر دی کہ "اگر تقسیم مانگزی ہے تو یہ جدائی دو بھائیوں کے درمیان ہونی چاہئے"۔ بہر حال آخر اللہ کرے جتنا نے خود یہ وضاحت کرتے ہوئے حال ہی میں استعمال کیا تھا کہ پاکستان سے کیا مراد ہے۔ جب گاندھی پاکستان کو قبول کرنے پر آمادہ نظر آ رہے تھے "جنگ کی طرف سے غصہ کے ساتھ ان کی تجویز کو مسترد کرنے سے ظاہر ہوا کہ وہ کانگریس کے ساتھ کسی باقاعدہ سمجھوتہ کے لئے مذاکرات میں حصہ نہیں لینا چاہتے تھے اور گاندھی نے آخری مرحلہ پر تجویز سے جس طرح اپنی پوزیشن بدلی "اس سے وہ میں سوچ رہا تھا کہ پچھلے تھے۔ اس مرحلہ پر کانگریس - لیگ سمجھوتہ کی خبریں صورت لیگ کے انتخابی کامیاب منظم حق اثر سے نکل گئی "جس کا بڑا حصہ ہندو کانگریس اور ہندو راج کے خلاف مسلمانوں کی شکایات کے لئے اس کی درد بھری عوامی اپیلوں پر مبنی تھا۔

جتنا نے بہر حال غیر مناسب گاندھی کے نئے باتوں کے لئے اپنا دروازہ نفسی طور پر بند نہیں کیا۔ اس نے اپنے ۲۵ تجربہ کے خطاب آلود مراسلہ کے آخر میں انہوں نے دلیل پیش کی - "لیکن اب آپ نے ایک نئی تجویز پیش کر دی ہے "جو آپ کی اپنی ہے اور واقعی حیثیت میں پیش کی گئی ہے "جس پر مزید بحث کیا مشکل ہے۔ جب تک آپ اسے اپنی نامزد حیثیت میں پیش نہ کریں "پھر آپ قرار داد لاہور کے بنیادی اصول کیوں تقسیم نہیں کر لیتے تاکہ ہم حیثیت کی طرف رجوع نہیں"۔ گاندھی نے جواب میں جنگ سے کہا ایسی پیشکش کو ٹھکرانے سے پہلے بچاؤ موجب سوچیں جو فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی خاطر مداخلت کے جذبہ کے تحت پیش کی گئی ہے۔

جتنا نے گاندھی کی تمام اپیلوں کو مسترد کر دیا۔ ان میں یہ درخواست بھی شامل تھی کہ انہیں مسلم لیگ کو نسل یا لیگ کے عام اجلاس سے خطاب کرنے کا موقع دیا جائے جتنا نے سہ ماہی کے ساتھ اس کی یہ تجویز پیش کی کہ "صورت دکن یا متحدہ کونسل کے اجلاس یا عام اجلاس میں ہونیوالی بحث میں حصہ لینے کا ہار ہونا ہے۔ علاوہ انہیں یہ تجویز انتخابی غیر معمولی اور عدم اشتغال نوعیت کی ہے۔ بہر حال میں آپ کے طور پر کامیاب ہوں اور اس بات پر معذرت خواہ ہوں کہ میں آپ کو قائل کرنے اور اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب رہا "چنانچہ مجھے اپنی کامیابی کی بڑی امید تھی۔"

گاندھی نے اپنے ۳۶ تجربہ کے آخری خط میں اصرار کے ساتھ کہا - "میں اعتراف کرتا ہوں میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ نے اس حقیقت کو سامنے سے انکار کیوں کیا کہ میں نے اپنے ۲۳ تاریخ کے خط میں آپ کو یہ فارمولا پیش کیا نیز راجہ لڑ کی طرف سے جو فارمولا پیش کیا گیا "تپ کو وہ سب بکھ رہا ہے جو قرار داد لاہور میں شامل ہے۔ آپ یہ کہتے رہے کہ میں بعض تحریکات کو قبول کر لوں جبکہ میں حق سمجھتا رہا چنانچہ مسئلہ کی بابت ہمارا انداز فکر مختلف ہے "میں یہ طریقہ یہ ہے کہ ہم مطالبہ کے اصل کو "جیسا کہ وہ قرار داد لاہور میں موجود ہے "مان لیں اور باقی اطمینان کے مطابق

اسے حل کر لیں۔

دعبل نے انکے کو مطلع کیا کہ "گاندھی - جناح واکٹ ہائی دیو سے جاری تھے - تازہ ترین افواہ یہ ہے کہ ان میں فاصلہ پیدا ہو گیا ہے۔ گاندھی اپنی ساگرہ کے لئے واردہا جا رہا ہے تاکہ وہ فز واصل کر سکے جو اس کی ایلی کی یاد میں منع کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جناح کے ساتھ بحث کے بارے میں بیان واردہا سے جاری کیا جائے گا۔" جناح نے پریس کو بتایا "مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میں گاندھی کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش میں ناکام ہو گیا ہوں۔ اس کے باوجود ہمیں توقع ہے کہ لوگ کئی محسوس نہیں کریں گے 'ہمیں یقین ہے کہ یہ ہماری کوششوں کا قطعی اختتام ثابت نہیں ہوگا۔"

گاندھی نے بلا ہاؤس میں اخباری نمائندوں کی بھاری تعداد سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "یہ فاصلہ برائے نام ہے۔ یہ غیر حتمی التواء ہے اب ہم میں سے ہر ایک کو لوگوں سے مل کر اپنا اپنا نقطہ نظر ان کے سامنے رکھنا چاہئے میرا گذشتہ تین ہفتوں کا تجربہ میرے اس خیال کی تائید کرتا ہے کہ تیسری طاقت کی موجودگی مسئلہ کے حل میں رکاوٹ ہے۔ جس زمین پر غلامی کے پیرے ہوں وہ آزادانہ طور پر کام نہیں کر سکتا۔ پریس اور پبلک کے لئے اہم بات یہ ہے کہ وہ پارٹی بازی اور کشیدگی پیدا کرنے سے اجتناب کریں۔" جب ان سے آنکھ کے منسوبوں کی بات پر چھا گیا تو مساتھ نے وعدہ کیا کہ "میں اپنی اندرونی گزارش کے مطابق کام کروں گا۔" اگلے روز نیو کرائسل "بھئی کو انکروج دیتے ہوئے انہوں نے یقین ظاہر کیا کہ "جناح ٹھس ہیں۔" تاہم میرے خیال میں وہ فریب فکر کا شکار ہو جاتے ہیں جب وہ یہ بات سوچتے ہیں کہ ہندوستان کی غیر فطری تقسیم مختلف لوگوں کے لئے شادیانی یا خوشحالی لا سکتی ہے۔" دعبل نے اپنے روزنامہ میں لکھا۔

"وہ عظیم پہاڑ لے ہیں اور ایک بہت ہی مستحکم فیز چوہا برآمد ہوئی ہے۔ یہ ناکای لیڈر کی مثبت سے گاندھی کی شہرت کو لے ڈوبے گی۔ جناح کا کام آسان تھا۔ اسے گاندھی سے یہ کہتے رہنا تھا کہ وہ (مساتھ) مسئلہ باقی کر رہے ہیں۔ جو کہ درست تھا اور جناح نے اپنی پوزیشن کی کوئی کمزوری ظاہر کئے بغیر یا کسی طریقہ سے پاکستان کی طرف کئے بغیر قدم بدمیزی سے لی کیا۔ میرا خیال ہے کہ اس سے اپنے پیروکاروں میں تو جناح کا وقار بڑھ جائے گا تاہم مستقل توہین کے نزدیک اس کی شہرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔"

سولہواں باب — شملہ (۳۴-۳۵)

جناح — دعبل اختلافات کی ابتدا

اواخر اکتوبر ۳۴ء تک دعبل کے لئے یہ باور کرنا مشکل ہو گیا کہ جناح اپنی تمام غامبیوں کے باوجود 'انتہائی ذہین و فطین' محض اور وہ قوی نظریے کے بارے میں پوری طرح ٹھس ہیں۔ اسے پاکستان کی تہذیب اتنی 'مہم' نا قابل حل لگنے لگی کہ دائرہ اس کے گاندھی کی طرح اس کے بارے میں جناح کے

دلائی کو جلدی سے لینے میں بڑی دقت پیش آئی۔ دہلی نے امرے کے نام ایک خط میں لکھا "صرف ایک مثال لے لیں۔ نکلنے کے بغیر شمال مشرق میں اسلامی ریاست بہت پھولی رہ جائے گی۔ لیکن نکلنے بڑی حد تک ایک ہندو شہر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جتنی کسی ایسی چیز کی ولایت کر رہے ہیں جس پر انہوں نے ہر دلی طرح غور و خوض نہیں کیا۔" امرے نے چرچل کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے خود کاہر کیا کہ "یہ اپنی دلیل میں ہاتھ پاؤں مارنے کی بجائے کوشش تھی ہے۔"

سر فرانسس سٹوڈی (وزیر داخلہ) نے وائسرائے کی اجازت سے ۲۴ نومبر ۱۹۴۳ کو نئی دہلی میں جتن سے ملاقات کی اور انہیں کونسی کھڑکیاں اور باغی "پلا۔ جناح نے اسے بتایا کہ سلطان نے آئین کی تدوین کے لئے کہیں کے طریق کار کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ انہوں نے نامیہ کانفرنس کی "جو حکومت کے زیر اہتمام ہونے والی تھی" کوئی خاص طاقت نہیں کی اور کہا کہ ۱۹۴۰ء کی طرح وہ اب بھی مرکزی حکومت میں حصہ لینے پر آمادہ ہیں۔ انہوں نے ہندو اور مسلمانوں کی متضاد آہاد کی تصدیقات نہیں بتائیں تاہم واضح کیا کہ ان کے نزدیک مسابا اور کانگریس ایک جیسی ہیں۔ وہ تعاون کرنے پر پوری طرح رضامند ہیں خواہ کانگریس ایسا کرنے سے انکار کرے۔" دہلی نے بجا طور پر شک ظاہر کیا کہ جناح نے سٹوڈی سے زیادہ حاصل کر لیا ہو گا اور اپنی طرف سے بہت کم دیا ہو گا۔"

جناح نے ۶ دسمبر کو دہلی سے ملاقات کی۔ وائسرائے نے انہیں "بہت زیادہ قریب آنے والا اور دوستی پر آمادہ" پلا۔ جناح نے وائسرائے کو بتایا کہ "ہندوستان بھی ایک قوم نہیں رہا اور نہ رہ سکتا ہے۔ ہندوستان کا اتحاد بعض انگریزوں کا پیدا کردہ ہے اور ایک قوی حکومت کے تحت ہندوستانی کے اتحاد کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ ملکی نقطہ نظر سے یہ بالکل ناممکن ہے۔ گزشتہ ۳۰ سال سے اس کی کوشش کی جا رہی ہے مگر بری طرح ناکام ہو گئی ہے۔" وائسرائے کا استدلال تھا کہ ملکی نقطہ نظر سے ہندوستان کے اتحاد کو "جو کہ انگریزی راج کے دوران پیدا کیا گیا ہے کم از کم سماجی اور اقتصادی مقاصد کے لئے قائم رکھنا چاہئے۔"

وسط دسمبر ۱۹۴۳ تک بنگال کا نیا گورنر رجسٹری کیسی نکلنے میں بہت سے ایڈروں کے ساتھ اس موضوع پر بات چیت کر رہا تھا کہ پاکستان "ملکی حقیقت سے زیادہ سیاسی خوش فہمی کا مسئلہ" ہے۔ کیسی کو توقع تھی کہ سبز جناح کانگریس سے مخالفت کر لیں گے اس سے پیشتر کہ پاکستان "جس پر وہ سواری کر رہے ہیں" ایک خودکام شہر کی شکل اختیار کرے۔ اسے انجین تھا کہ بہت سے بنگالی مسلمانوں کو پاکستان کے خیال سے درخشاں آسمان ہے تاہم اس بارے میں احساس تھا کہ انگریزوں میں سے کوئی بھی ایسا کر کے اپنے اور جانشینوں کا التزام لگوانے کا غلطہ سول نہیں لے سکتا چنانچہ اس نے دہلی کو اپنا ہمنوا بنانے کی غرض سے لکھا۔ "مجھے یقین ہے کہ اگر مسلمانوں کو یہ احساس دلا دیا جائے کہ عظیم تر نکلنے کا پاکستان میں شامل ہونا ناقص ناممکن ہے تو مشرقی پاکستان کے تصور کو ایک زبردست دھچکا لگے گا۔ مشرقی پاکستان کے بارے میں خواہہ ناظم الدین کا تصور بڑی حد تک ایک آزار دہندہ خیال ریاست کے تصور سے قریب تر تھا جیسا کہ ۱۹۴۵ء کے بعد بنگلہ دیش کا تصور ہوا۔ کیسی نے اپنے نوٹ میں مزید

لکھا۔ "ناظم الدین" سرحدی اور فضل الحق سمیت اکثر بنگالی لیڈروں کے خیال میں مشرقی پاکستان کی بنگالی ریاست ایسی ہوگی جہاں ہندو اور مسلمان مل جل کر رہیں گے اور کاروبار حکومت کی دوسری دہری میں آبادی کے تناسب سے حصہ دار ہونگے۔" وہیل نے جواب دیا۔ "پاکستان یا فرقہ وارانہ شجاعت جو اس سے پیدا ہو رہے ہیں، قبضی سوچ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ میں یہ بات نہیں مانا کہ پاکستان قائم رہ سکے گا۔ اس سے اقلیتوں کے ہارے میں اسے ہی بڑے مساکن پیدا ہونگے جن سے ہم آج کل دوچار ہیں۔ نیز پاکستان کی ریاست یا ریاستیں اقتصادی لحاظ سے خراب حالت میں ہوں گی۔ اس کے برعکس ایسے تمام جذبات و نظریات کی طرح جن پر اچھی طرح غور نہ کیا گیا ہو، یہ حالات میں بد امن چڑھ رہا ہے۔ بعض زیادہ قتل مسلمان شامہ اسے ایک سواہادی سمجھتے ہوں، تمام مسلم لیگ کی بھارتی اکثریت کے لئے اس کا حقیقی امکان ہے اور وہ اس نظریے سے بڑی جذباتی دانگلی رکھتے ہیں۔ ہم اس وقت تک پاکستان کی اطالیہ حالت نہیں سمجھتے جب تک ہمارے پاس اس کے بدلہ میں پیش کرنے کے لئے کوئی زیادہ پرکشش چیز نہ ہو۔"

جنرل وسط دسمبر تک دہلی میں رہے۔ پھر وہ بمبئی لوٹ گئے، جہاں انہوں نے اپنی ۶۸ ویں سالگرہ سادگی سے منائی اور وہاں سے کراچی چلے گئے۔ ۲۷ دسمبر کو مقامی ایمان صنعت و تجارت نے ان کے اعزاز میں عشاء دیا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے مسلم تاجر برادری پر زور دیا کہ وہ انہیں اور یکو کریں۔ انہوں نے سامعین کو یاد دلایا کہ معاشی پروڈیون کسی قوم کے مضبوط ترین ستونوں میں سے ایک ستون ہوتی ہے۔ پاکستانی علاقوں میں آپ اس پر نگاہ رکھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ دراصل وہ سندھ کے سٹی وزیر اعظم غلام حسین بدایت اللہ اور مسز بی ایم سید کے مابین اختلافات ختم کرانے کے لئے دہلی گئے تھے۔ ان اختلافات کے نتیجہ میں مسلم لیگی وزارت تقریباً ختم ہونے والی تھی۔ یہ جائزہ نظریاتی اختلاف سے زیادہ محض اقتدار کی دوسری کٹی کا نشانہ تھا۔ تمام وزارتوں پر تقریروں اور ضمنی انتخابات کے لئے امیدواروں کا چننا کرنے کے لئے جنرل کی موجودگی لازمی تھی۔ سندھ کے دورہ کے دوران مسلسل طاقتوں نے انہیں بری طرح بڑھال کر دیا۔ جنوری کے شروع میں بمبئی واپس پہنچنے پر انہوں نے سندھ کی باہت ایک بیان جاری کیا جس کے آخر میں کہا گیا تھا "اب یہ اہل سندھ کا فرض ہے کہ وہ ہماری تنظیم کو اتحاد، تعاون اور معتمد طریقے سے تعمیر کریں۔ وسط جنوری میں وہ احمد آباد گئے جہاں گجرات مسلم انجیریشنل کانفرنس کے اجلاس سے خطاب کیا۔ اس میں شامل مسلم بھارتیوں کے بڑاؤں طلباء شریک ہوئے۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے طلباء کو بتایا "مجھے عاموں کی پیاری (موجب دعت) کا جانا تھا اور لوگ مجھ سے دور بھاگتے تھے۔ تمام میں نے زندگی اپنی جگہ بنائی اور میں ٹائے اور پتہ کے بغیر جگہ جگہ کا دورہ کیا۔ اور سوہر قتل کو بدل ڈالا۔ مسلم لیگ کے حق میں وہ ہیں جن پر مجھے۔ صدر مسلم لیگ کی حیثیت سے مجھے بہت سے فرائض انجام دینے ہوئے ہیں اور شامہ ہی کوئی دن ایسا گزرنا ہے جب مجھے دعوت نامے قتل نہ کرنے پڑیں۔ ہم ایک ایسے سرط پر پہنچ گئے ہیں جہاں ہمیں ایک قبضی تنظیم کے لئے اپنے عوام کی تعلیمی، معاشی اور

سانی بیورو کے لئے اپنی قوتوں کی راہ نمائی کرنی اور ان سے کام لینا ہے۔" اسی دن ایک نیا اسکول کھولا گیا۔ اس موقع پر انہوں نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ "تعلیم ہماری قوم کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔"

ہندوستان کے بعض موسم میں بھی ایک ماہ کے دورہ کے باعث وہ بے جا بن 'غرضال اور اسٹے کزور ہو گئے کہ فروری کے آخر میں دہلی میں ہونے والے مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں شرکت کے قابل نہ رہے۔ مجبوراً انہوں نے فروری و مارچ کے دوران اپنی تمام مصروفیات منسوخ کر دیں۔ جن میں راج کے ساتھ ملاقات بھی شامل تھی۔ یہ عرصہ انہوں نے ملا بارل پر اس طرح گزارا کہ نہ کسی کو ملاقات کا وقت دیا نہ ہی ٹیلیفون کیا۔ واکس رائے کو بتایا گیا کہ "میں ذات الجلب کا عارضہ لاحق ہے اور کچھ عرصہ ہسپتال پر رہنا پڑے گا۔" مارچ کے آخر تک وہ انتہائی حقیر خطوط لکھوائے گئے۔ جیسا کہ یہ خطا ہے "میں انیسویں کے ساتھ آپ کو مطلع کر رہا ہوں کہ کچھ عرصہ کے لئے یہ بالکل ممکن نہیں کہ میں کسی عوامی مصروفیت میں حصہ لے سکوں کیونکہ مجھے عمل آرام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہماری کا یہ عمل صبر کے لئے ایک سنگین تنبیہ ہے اور ڈاکٹر کا مشورہ یہ ہے کہ میں عمل آرام کرنے کی ہدایت پر پوری طرح عمل کروں۔"

## ڈیپٹی۔ لیاقت فارمولا

جنوری ۱۹۴۵ء میں گاندھی پر بھی ہندو کی بابت ہوا۔ ان دنوں ہر دہیدہ شخصیت کے پس پشت کانگریس اور لیگ کے لیڈران لیڈروں میں ایک نیا سیاسی فارمولا وضع کرنے کی امید اٹھانیاں لینے لگی۔ مرکزی اسمبلی میں کانگریس کے جہاں دہیدہ لیڈر بھولا بھائی ڈیپٹی اور نوابزادہ لیاقت علی خان 'جیسا کہ قیاس کیا جاتا ہے' مرکز میں عبوری حکومت کی بابت فارمولا پر متفق ہو گئے۔ جس کی دوسرے طے پایا کہ کانگریس اور لیگ کو کابینہ میں ۳۰-۳۰ فیصد نمائندگی حاصل ہوگی۔ جبکہ باقی ماندہ ۲۰ فیصد بابت میں سکھ اور اہمیت حصہ دار ہو گئے۔ واکس رائے اور کانڈر انچیف بدستور انگریز رہیں گے۔ ڈیپٹی نے راج اور اس کے سیکرٹری سربراہوں، بینکروں کو یقین دلایا کہ جتنی اور گاندھی نے اس فارمولے کی منظوری دے دی ہے۔ تاہم یہ بات اب تک واضح نہیں ہو سکی کہ آیا لیاقت علی خان نے اس فارمولے کی بابت واقعی جتن کے ساتھ کبھی بات چیت کی تھی یا نہیں۔

بحر حال برطانیہ کی دار کابینہ نے ڈیپٹی 'لیاقت فارمولا کو "خامسا اہم اور فرسودہ دلائل کا حصہ بن کر دیا۔" قرار دیا۔ راج کو غم دیا گیا کہ وہ خود کو کسی نئے سیاسی فارمولا سے وابستہ نہ کرے جب تک اس کی طاقت اور بااقت کی شکل طریقے سے آزمائش نہ ہو جائے۔ راج کو لندن طلب کیا گیا تاکہ کابینہ کے ساتھ براہ راست صلاح مشورہ کر سکے۔ جتان سے یہ جان منسوب کیا گیا کہ "مجھے ڈیپٹی انجم کے بارے میں کچھ ظن نہیں۔" حقیقت یہ ہے کہ جنوری کے آخر میں ہی جتان نے ایسوسی ایٹڈ پریس

کو مطلع کر دیا تھا کہ ”میرے نام کو ان مذاکرات کے ساتھ جوڑنا سراسر بے بنیاد ہے جو شاہد نواب زلوعہ“ لیاقت علی خان اور مسز بھولا بھائی ایشائی کے مابین ہوئے ہوں۔“ اس کے باوجود ایشیائی قبی طور پر امراد کے ساتھ کھینے رہے کہ اگر حکومت میری اسیم کو مان لے تو میں جتان کی منظوری کی ضمانت دینے کو چار ہوں۔ وہ اس موقع پر ایک گزرائی ضرب الفیل بھی جاتے تھے جس کا مقصود یہ تھا کہ ”جنگ شاہد غذا کو دیکھ کر ناک ہوں چڑھائیں تاہم اسے کھائیں گے۔“

## انتظامیہ کی نااہلی

ایک طرف راجل‘ انگریز اور کانپنہ ہانسی بجائے میں مصروف تھی‘ دوسری طرف بنگال اور ہندوستان قلم‘ جنگ اور نوکر شاہی کی حالت کے باقوں طرح طرح کے آلام و مصائب کا شکار ہو رہا تھا۔ گورنر کیسی نے اپنے کیم مارچ ۱۸۵۷ء کے مراسلہ میں برطانوی انتظامیہ کی جس نااہلی کا ذکر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں لکھا۔ ”بنگل میں کم از کم دس سالہ انگریزی راج کے بعد بھی ہم کسی میدان میں کسی نمایاں کامیابی کی نشاندہی نہیں کر سکتے۔ اگرچہ انتظامیہ کو اس پالیسی کے تحت چارہ لگایا کہ سرکاری خزانہ سے عائد شدہ کم سے کم خرچ کیا جائے۔ ٹیکس بہت کم لگائے جائیں اور ترقیاتی کاموں کے لئے قرضوں کی رقم خرچ نہ کی جائے۔“ نتیجتاً یہ ایک پڑوسی پالیسی ثابت ہوئی جس کے تحت بنگال کے وسائل اور توانائیوں کو ترقی نہیں ملی۔ سرعہ ترقی کے کھانکھننے والے نظام نے ساری اسیم کو کھیت کر دیا ہے اور خدمت گاروں کے ذہنوں میں (جن سے نئے منصوبوں کی توقع تھی) مایوسی اور اپنے دعویٰ کی خود تردید کرنے کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔“

## بنگل اور سرحد میں حکومتوں کا خاتمہ

کیسی کی تجویز میں کارفرما فوجی اقدام کے مطابق اور سخت و دہائی کے باوجود کچھ نہیں کیا گیا۔ راجل نے اس کے علاوہ کا جواب تک نہیں دیا۔ مارچ کے اختتام سے پہلے خواجہ ناظم الدین کی وزارت اختتام کا وقت کھو بیٹھی۔ جس دن وہ صبح کے تحت صوبہ کا انتظام کیسی نے خود اپنے ماتحتوں میں لے لیا۔ مارچ کے وسط میں سرحد میں اور گلزیب خان کی وزارت بھی ختم ہو گئی۔ انکار کا شکار ہو گئی۔ گورنر سر جارج کنگسم نے کانگریسی لیڈر ڈاکٹر خان صاحب کو دعوت دی کہ وہ حکومت تشکیل دیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مرحلے پر ڈاکٹر خان صاحب کو گاندھی جی کا ایک ”سربمہر“ تحفہ موصول ہوا‘ جس میں انھیں بدامنی کی کٹی گھی کہ وہ گورنر کی دعوت قبول کر لیں۔ اس طرح ۱۸۵۷ء میں وزارتوں کے مستحکم ہونے کے پانچ سال بعد پہلی بار کانگریس اس قاتل بدگلی کے پتھر میں صوبائی حکومت بنا سکے۔ کانگریس کی اس کامیابی نے جتان کو آگ لگوا کر دیا۔ تاہم جہانگیر آبادی کے باعث وہ سرحد کا سفر کرنے کے قابل نہ



تھے۔ اگرچہ انہیں کئی مہینے پہلے دعوت دی گئی تھی کہ وہ چٹانور اٹارنگ کی صفوں میں پائے جانے والے اختلافات ختم کر لیں۔ جیسا کہ انہوں نے سندھ میں کیا تھا۔ انہوں نے لنگ کے صوبائی صدر تاج علی کو دسمبر ۱۹۳۳ء میں ہی لکھ بھجا تھا۔ ”اپنے صوبہ کے معاملات کو درست رکھنا آپ کی اپنی ذمہ داری ہے۔ مدد دینے اور رابطائی فراہم کرنے میں مرکز اپنی سی کوشش کر رہا ہے۔ تاہم اس کی جز خود صوبہ میں ہے۔ اس لئے آپ سب کا فرض ہے کہ مسلم لنگ کے نصب العین کے لئے بے لوث کام کریں اور کچھ اور لوگوں کے مابین یک جہتی پیدا کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں میں عمل اتحاد و یکجہتی پیدا کرنے کی ضرورت بھی ہے۔“ بلاشبہ یہ نتیجیں بھی منبہ تھیں، تاہم ان خطرات کو نہ ٹال سکیں جو سرحد کلینڈ کو درپیش تھے۔ جنار نے ۲۳ مارچ کو ”پاکستان آئے“ کے موقع پر ایک اخباری پیغام میں کہا ”کانگریسی مسلمانوں نے وارہا سے موصولہ علم کے تحت جملہ بنیادی اصولوں کو پس پشت ڈال کر دزاتی منصب سنبھال لئے ہیں۔ یہ یاد کرنا چاہئے کہ کوئی مسلمان جس میں ذرا سی خود داری اور وقار کی رشت باقی ہو، مسلم اکثریت کے صوبہ میں ایسی دزادت کو برداشت کر سکتا ہے جو مسٹر گاندھی یا کانگریس سے انتظام ملتی ہے اور اس کے زیر کنٹرول ہے جو مسلمانوں کی جملہ اسگوں اور مطالبات کا اذلی دشمن ہے۔“ جنار کے اس پیغام میں اپنی بنیادی سے متعلق اشارات اور ”سازشی قوتوں“ نیز پوشیدہ جوڑ توڑ سے غریب وار کرنے والی جہد بھی شامل تھی۔ ان سب پر مسلمانوں کے اتحاد اور اللہ پر مکمل اتکاء کے ذریعے کام پایا جاسکتا تھا۔ پیغام کے آخر میں کہا گیا تھا۔

”میں اپنے ارد گرد صحیفہ کار طاقتوں کو دیکھ رہا ہوں، ہمارے دشمن پوری طرح سرگرم عمل ہیں۔ ہمیں بھی جرات کے ساتھ کسی خوف و ہراس کے بغیر آگے بڑھنا چاہئے۔ میری انگلی مسلم ہندوستان کی نبض پر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی نازک لمحہ آیا تو اس کو دوسرا مسلمان ہمداد کی شکل میں حمد ہو سکے۔ اگر برسرِ اقتدار گروہ نے ہمیں دبانے، نظروں اند کرنے یا پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی تو مسلمان کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ پاکستان اب ہماری گرفت میں ہے۔ انشاء اللہ ہم کامیاب ہو گئے۔“

دوبل نے ۲۰ مارچ کو دہلی سے پروانہ کی اور تین دن بعد لندن پہنچا۔ امرے نے تجویز کیا تھا کہ دھرم رائے کو خوش آمدید کہنے کے لئے ایک چھوٹی سی پارٹی دی جائے، تاہم جے ایل نے بڑی نرمی سے جواب دیا۔ ”بھتر ہو گا کہ اس کے ساتھ میری ملاقات سراسر سرکاری نوعیت کی ہو۔“ انہی کی سربراہی میں کام کرنے والی وار کلینڈ کی ایڈیا کھنٹی سے خطاب کرتے ہوئے دوبل نے استدعا کی کہ اسے اپنی انتظامی کونسل ہندوستان کی سیاسی قیادت میں سے چنے کا اختیار دیا جائے کیونکہ ایمانہ کرنے کی صورت میں سیاسی و انتظامی طور پر صور حال خراب سے خراب تر ہوتی جائے گی۔ اس نے کلینڈ کو بتایا کہ وہ سال گاندھی خاصا پیار ہے جو بعض دہم رتوں کے مطابق بشکل چند صفت تک مسلسل سوچ سکتا ہے۔ مسلم لنگ پر جنار کے کنٹرول کی بابت اس کی دانے یہ تھی کہ آپ پہلے سے زیادہ غیر یقینی ہو جا رہا ہے۔ اس نے صوبہ سرحد میں ملنے والی دزادت کے خلاف نیز سندھ، آسام اور پنجاب میں لنگ کے باہمی

خازنات کا بطور خاص ذکر کیا۔ اور کابینہ کو آگاہ کیا کہ ”جناح پوری طرح چوکس اور مستعد نہیں، اگرچہ اس کا دماغ اب بھی پہلے کی طرح فعال ہے۔ چونکہ نمو ابھی ختم نہیں ہوئی اس لئے اس کے بارے میں یہ کہا مشکل ہے کہ اس کا دماغ کیسے کام کرتا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ابھی تک تندرست مزاجی پر قائم ہے۔ کانگریس کے بانیوں تک پر اب بھی اس کی مضبوط گرفت ہے۔ تمام صنعت کاروں پر نہیں جن سے کانگریس کو مالی امداد ملتی ہے۔“

اس سے پہلے کہ کابینہ دیول اور ہندوستان کے متعلق کوئی فیصلہ کرتی یورپ میں جنگ ختم ہو چکی اور جرمن حکومت نے استعفیٰ دے دیا۔ دیول نے اپنے روزنامہ میں نوٹ کیا۔ ”وہ جان بوجھ کر مجھے گھیب طرح کے انداز میں“۔ برطانوی دیول کو اجازت مل گئی کہ وہ ہندوستانی لیڈروں کی کانفرنس بلانے پر حق انتظامی کو نسل کی تشکیل میں مدد دے سکے۔ وہ کونسل جی پی جی قوموں کی نمائندہ ہو اور اس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی نمائندگی برابر برابر ہونی چاہئے۔ دیول نے جون ۱۹۴۵ء کو واپس دہلی آیا اور اس نے اپنی کابینہ کو متوجہ تبدیلیوں سے متعلق کیا۔ کونسل کے قریب سارے ہندوستانی جمہوریوں نے زور دیا کہ وہ فوری طور پر ہندوستان کو مکمل درجہ نو آبادیات دینے کا اعلان کرے۔ ”تمام ایسا کرنا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔“

ساتھوں کو اپنی فوری تقریر میں واضح رائے نے اعلان کیا: ”یہ آئینی مجموعہ حاصل یا سلا کرنے کی کوشش نہیں ہے۔ بریٹین کی حکومت کو توقع تھی کہ ہندوستانی پارٹنرس کے قانونی فرقہ وارانہ مسئلہ پر آپس میں کوئی مجموعہ کریں گے جو کہ ہمارے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لیکن وہ امید پوری نہیں ہوئی۔“ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے جنرل ممبران کو دیول سے کہا گیا تھا۔ ”مجوزہ کانفرنس سے متعلق ایک اگلائی بیان میں گاندھی جی نے ”کاسٹ ہندو“ (Caste Hindu) کی اصطلاح کو ”ہمارا جان“ لفظ اور ہندو ازم کے چھ رنگوں کے خلاف ”قرار دیا۔ جناح کا ابتدائی رد عمل ”جان“ کے اس تبصرہ میں سامنے آیا کہ ”ہر ایک کسی ایسی انتظامی کونسل میں شامل نہیں ہو سکتی جس میں غیر ملکی مسلمانوں کو شامل کیا گیا ہو۔“

## شملہ کانفرنس

دیول نے جناح کے لئے شملہ کے سیل ہوٹل میں ایک کمرہ مخصوص کرا دیا۔ اور انہیں ۲۲ جون کی شام کو دہلی سے شملہ کے لئے روانہ کیا۔ جناح کی دعوت دی جبکہ کانفرنس ۲۵ جون کی صبح کو شروع ہونے والی تھی۔ جناح نے دعوت قبول کر لی تاہم تجویز کیا کہ کانفرنس دو ہفتے کے لئے ہوتی کہی جائے تاکہ نئی طاقت میں واضح رائے کی طرف سے انہیں جن ”وضاحتوں“ کے لئے کی توقع ہے ان پر اپنی رنگ کمیٹی سے متوجہ کر سکیں۔ دیول نے ایسے خاکرات کرنے سے انکار کر دیا اور شیڈول کے مطابق کانفرنس کے انعقاد پر اصرار کیا۔

دس جون میں دیول نے اپنے روزنامہ میں نوٹ کیا ”گاندھی اور جناح اوچیرا کی انتظامی حکمتوں

مواج بہترین گلوکاروں کے سے طرز عمل کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اور انفرادہ کر اپنے ناموں کو مجھے موصول ہونے سے پہلے ہی پریس میں شائع کرا رہے ہیں۔ گانہ جی کم از کم اتنی موت سے کام لیتے ہیں کہ دیسے ناموں کو اجازت لے کر شائع کراتے ہیں اب واقسرانے نے تسلیم کرنا شروع کر دیا کہ سمجھوتہ کے بارے میں اس کی مدد ہی وقاحت اتنی حقیقت پسندانہ نہیں ہیں جتنا کہ اس نے برطانوی کابینہ کو یقین دہانی کرائی تھی۔ ۲۳ جن کو دہل نے لچ سے پہلے صدر کانگریس مولانا ابوالکلام آزاد سے اور لچ کے بعد گاندھی سے ملاقات کی۔ مباحثہ کے ساتھ اس کی بات چیت کا یہ پتلا موقع تھا۔ گاندھی کسی قدر کھوئے ہوئے (ہالندہ مارچ) لگ رہے تھے۔ انہوں نے محفل میں گول مول باتوں سے کام لیا۔ تاہم مجموعی طور پر تہاڑ پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ جو جی گاندھی جی واقسرانیکل علاج سے نکلے "جناح وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے واقسرانے کے ساتھ ڈیڑھ گھنٹہ گزارا۔ دہل نے انہیں "گاندھی سے زیادہ کھرا اور راست باز پایا تاہم ان کے طور طریقے بہت زیادہ ناگوار محسوس ہوئے۔"

لارڈ دہل نے شملہ کانفرنس کا مضابطہ افتتاح ۲۵ جن کو ۱۹۳۰ء بجے قبل از دوپہر کیا۔ ہندوستان کے سرکردہ ۲۴ سیاسی رہنما واقسرانیکل علاج کے ہال دوم میں جمع ہوئے۔ مولانا آزاد نے کانگریس کی نمائندگی کرتے ہوئے اس کے غیر فرقہ وارانہ کردار پر اظہار خیال کیا۔ اس کے بعد جناح نے ٹیگ کی طرف سے تقریر کرتے ہوئے مولانا آزاد کے ثابت کو ذمہ بھٹ تہاڑ پر سے غیر محض قرار دیا اور واقسرانے سے درخواست کی کہ وہ خود صرف ان تہاڑ کے بارے میں خطاب کریں۔ دہل نے انہیں کو مٹھلے کیا کہ "کانگریس کی نوعیت کے محض میں نے واضح کیا کہ تہاڑ میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی بنا پر اسے فرقہ وارانہ عقیم قرار دیا جاسکے۔ یہاں جناح سے نہ رہا گیا اور وہ سچ میں ہل چڑے کہ کانگریس صرف ہندوؤں کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس دھارک پر ڈاکٹر خان صاحب نے شدید اعتراض کیا۔ میں نے کہا کہ کانگریس اپنے ممبران کی نمائندگی کرتی ہے۔ کانگریس اور جناح دونوں نے یہی بات سے اتفاق کیا۔ جناح نے پہلا بیٹن غم ہونے سے پہلے ایک بار بولنے کی اجازت مانگی اور اس بات پر اصرار کیا کہ ٹیگ کسی ایسے دستور کو منظور نہیں کرے گی جو پاکستان کے بنیادی اصول پر مبنی نہ ہو۔ انہوں نے مزید کہا ایک تعاون کے لئے پاکستان کو قبول کرنے کی پہلی شرط مان کر کتنی بھی "تأمیم وہ واقسرانے کے طلوس پر احمد اور اس یقین کی بدولت کانفرنس میں شریک ہونے پر آمادہ ہے کہ برطانوی حکومت اور موام ہندوستان کے ساتھ واقعی مصفاہ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔" دہل نے اس رات ہی راست محسوس کی اور سمجھا کہ کانفرنس کا آغاز بہت اچھا ہے۔

۲۶ جن کو کانفرنس پھر شروع ہوئی۔ واقسرانے نے تمام پارٹی لیڈروں سے کہا کہ جی کو نسل کے لئے اسے وادوں کے پاس کی فرست پیش کریں۔ مولانا آزاد فوراً رضامند ہو گئے جبکہ جناح نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ اپنی درنگ سبکی سے مطلوبہ کے بغیر کوئی فرست پیش نہیں کر سکتے۔ اس طرح کانفرنس ۳ جولائی تک پھوٹی گئی تھی۔

دہل نے ۸ جولائی کی شام کو ایڑھ محفل تک جناح کے ساتھ بحث کی جس نے دہل کے بھل

میں وہیں لاکڑا کیا جہاں سے ابتدا ہوئی تھی۔ ”وہ ظاہر انتہائی امصلیٰ کھجور کی حالت میں تھا اس نے ایک سے زیادہ بار مجھے بتایا کہ اس سے آگے اس کا بس نہیں چلا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں لیگ کو تیار نہ کروں۔ ظاہر وہ جی مشکلات میں پھنسا ہوا ہے جو زیادہ تر اس کی ہٹ دھرمی اور انتہا پسندی کی پڑا کھ ہے۔ وہ ڈرتا ہے کہ اسے کانفرنس کی ہنگامی کاؤمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔ اس کے باوجود وہ تمام مسلمانوں کی نمائندگی کے دعوتی سے خرمو پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔“ واقسرانے نے ایمرے کو راج روٹ دی۔ طاقت کے اختتام پر جناح نے دہلی کو مسلم لیگ کے امیدواروں کی فہرست دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ واقسرانے اس سلسلے میں انہیں ایک خط بھیجیں جس میں واضح طور پر بتایا جائے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اگلے دن مراسلہ موصول ہو گیا اور ۹ جولائی کو مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے اس پر غور کیا۔ خط میں کہا گیا تھا۔

”مجھے آپ کی مشکلات کا تحمل احساس ہے، تمام القوس سے کہنا پڑتا ہے میں آپ کو یہ ضمانت نہیں دے سکتا کہ مجوزہ کونسل کے جملہ مسلم ممبران کا نام مسلم لیگ سے ہونگے۔ میں ایک ایسی کونسل کی تشکیل کے لئے کوشاں ہوں جو سب کی نمائندہ، باصلاحیت، اور عام طور پر قابل قبول ہو۔ اگر آپ مجھے نام دے دیں تو اس سے جی مدد ملے گی۔ میں نے آئندہ نام مانگے ہیں۔ تاہم ان میں پانچ یقیناً قبول کئے جائیں گے۔ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ختم ہونے پر جناح نے اسی دن جواب میں لکھا۔ ”کمیٹی نے معاملے کا جی اعتبار سے جائزہ لینے کے بعد مجھے یہ کہنے کا اختیار دیا ہے کہ میں نے جیسے القوس کے ساتھ دیکھا ہے کہ آپ یہ ضمانت نہیں دے سکتے کہ مجوزہ انتظامی کونسل کے مسلم ممبران کا انتخاب مسلم لیگ میں سے کیا جائے گا۔ کمیٹی اسے اپنے بنیادی اصولوں میں سے ایک سمجھتی ہے۔ اندر میں حالات مجھے القوس ہے میں اس پر زور میں نہیں کہ آپ کو نام بھیج سکوں۔ ہمارے لئے اپنے بنیادی اصولوں سے انحراف کرنا ممکن نہیں۔“

## کانفرنس کی ہنگامی کاؤمہ دار کون؟

واقسرانے بھی اپنی اس بات پر ڈا رہا کہ وہ اس اصول کو نہیں مانتا اور اسی رات ایمرے کو بذریعہ مار مجوزہ کونسل کے لئے اپنی طرف سے تجویز کھ تاپوں سے آگاہ کر دیا۔ ان میں سے چار (امارت علی خان، ظیق الرحمن، ناظم القدرین اور اسماعیل سینو) کا تعلق مسلم لیگ سے تھا اور پانچویں (سر محمد نواز خان) ایک پنجابی جاگیردار تھے۔ ہندوؤں میں سے سنو پٹیل، راجندر پر شاہ، ڈاکٹر ایم ایس اسے اور سر پتی امین داتا کے نام تجویز کئے گئے۔ باسٹ مارا اگلے کو عسکوں کی اور ڈاکٹر امید کو نیز خنی سواری پانی کو ایمرتوں کو نمائندگی کرنی تھی۔ مدد اس پر غور خنی کے ڈاکٹر جان حسانی (جو بعد میں صوبہ کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے) کو ایمین کر بھیج کی نمائندگی کے لئے چنا گیا۔ یوں واقسرانے اور کانڈر ایچیف کو مارا کونسل کی مجموعی تعداد سولہ تک پہنچ گئی۔“

برطانوی کابینہ نے عد سے زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بات پر اصرار کیا کہ دہل دہل جانے سے طاقت کرے اور اسے ان ناموں سے آگاہ کرے جو وہ تجویز کرنا چاہتا ہے اور جناح کو اس بات پر تیار کرنے کی کوشش کرے کہ وہ ان ناموں کو اپنی پارٹی کی تیار کردہ فہرست کے طور پر قبول کرے۔ ایک ایسے سپاہی کی طرح حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دہل نے ۱۱ جولائی کو جناح سے طاقت کی اور انہیں اپنے موقف میں لچک پیدا کرنے کی ترغیب دی۔ "انہوں نے ان ناموں پر اس وقت تک غور کرنے سے انکار کر دیا جب تک انہیں تمام مسلم ممبران کے انتخاب کا کلی اختیار نہ دیا جائے نیز اس بات کی ضمانت دینے سے مدد ملے گی کہ کوئی ایسا فیصلہ جس کی مخالفت کو فیصل کے مسلم ممبران کریں صرف دو تہائی اکثریت کی رضامندی سے منظور کیا جائے گا۔ حقیقت میں یہ ایک قسم کا فرقہ وارانہ دینہ تھا۔ میں نے کہا کہ یہ شرائط سراسر ناقابل قبول ہیں۔ اس کے ساتھ ہی طاقت ختم ہو گئی۔" دہل نے اپنی وائزی میں ریکارڈ کیا کہ اس کے ایک نمونہ بعد گاندھی جی سے ملا اور انہیں کانفرنس میں پیدا ہونے والے فاصلے سے آگاہ کیا۔ گاندھی نے وہ افسوسناک خبر دیے سکون سے سنی اور کہا کہ "حکومت برطانیہ کو جلد یا بدیر یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ بعد نقص نظر کو قبول کرتی ہے یا مسلمانوں کے موقف کو کیونکہ دونوں میں ضمانت کا کوئی امکان نہیں۔"

شط کانفرنس کی قطعی ہلاکی نے فرقہ وارانہ و اتحادی کی سطح کی سطحی کو "جو کہ ہندوستان کا کلیدی سیاسی مسئلہ تھا مزید گہرا کر دیا۔ بحث سے اگلیں حکام کو توقع تھی کہ اس ہلاکی سے لیگ پر جناح کی گرفت کمزور پڑ جائے گی۔ اس کے برعکس ان کی صدارتی حیثیت مزید مضبوط ہو گئی کیونکہ پاکستان کے مطالبہ کو ملک بھر کے مسلمانوں میں پہلے سے زیادہ پذیرائی حاصل ہونے لگی۔ صدر جولائی کو کانفرنس کے اختتامی سیشن میں کو جناح نے اعلان کیا کہ "پاکستان اور حصہ ہندوستان ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔ اور یہ کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کا پختہ مزاج کر لیا ہے۔"

صورت حال سے آگاہ ہوتے دہل نے اپنی وائزی میں لکھا۔ "پارٹیوں کے مابین بھڑکام و خشم پیدا کرنے کی جھڑک کو ششیں نکال کر ہو چکی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اختلافات کی سطح تقوی و سطح ہے۔ کیا میں نے ایسی کوشش کر کے زیادہ کیا ہے یا برا؟ اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔ جناح نے معاملہ کو زیر بحث نہ لاکر چڑ توڑ کی بحث بنی قطعی کی ہے۔" قائد اعظم کے حلقہ دہل کی قطعی رائے یہ تھی کہ "وہ ملک بھر اور ہٹ دھرم ہیں۔ انہیں زیادہ تر کانگریس سے خوف اور براہمندی نے تحریک دی ہے۔ آجی لکھا ہے کہ وہ دوسری پارٹی کے ساتھ دوستانہ تعاون کرنے کے قابل نہیں۔"

انگریزوں نے اپنی ہوشیاری کے ساتھ دہل کو یاد دلایا کہ شط کانفرنس کی بدولت "کانگریس لیڈروں کو ایک مزید پھر اس حقیقت کا احساس ہو گیا ہے کہ ان کی قوتوں کی راہ میں دراصل مسلم لیگ حاکم ہے" میں یا آپ حاکم نہیں ہیں۔ اب انہیں لازماً یا تو چپ چاپ پاکستان قبول کرنا ہو گا یا سوچنا پڑے گا کہ وہ کسی نہ کسی طرح جناح کے مقابلہ میں مسلمانوں کی حمایت حاصل کریں اور یہ کہ اصل فائنل ہے ان کانگریس مسلمانوں سے کام نہیں چلے گا۔" نیکرزی لف شیٹ نے اس سال سبھیوں

میں احتجاجات کرانے کی تجویز پیش کی لہذا دعویٰ سے کہا کہ "اس سے بلاشبہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم صوبوں میں جناح جہادی تنظیمیں جیت لیں گے۔ اگر واقعی وہ ایسا کر گزرتے ہیں تو ممبران کے اس مطالبہ کو نظر انداز نہیں کیا جائیگا کہ اگر سارے مسلم ممبران ایک سے ہونے چاہئیں۔" اگبرے نے خود بھی ملای میں اکتھب ۱۷۱ اور ٹھکست کھائی تھی۔ جنگ کے بعد لیبر پارٹی کو جو غیر معمولی فتح حاصل ہوئی اس کے نتیجہ میں اٹلی اور اس کی جماعت برسر اقتدار آگئی۔ جب واقعات کو پتہ چلا کہ وائٹ ہال میں اس کا نیا پاس لارڈ پٹنک لارنس کو دیا گیا ہے تو اس کا ابتدائی رد عمل یہ تھا "ممکن ہے اس نے پرانی طرز کے خیالات کا تکرار کیا ہے" ساتھ تعلقات کے نتیجہ میں اٹھ گئے ہوں۔" برہما اگست ۱۹۴۵ء کی صبح تدریج کو بھید شیماپہ اعظم بم کے ہولناک دھماکے سے ایک ایسے دور کا آغاز ہوا جس نے تدریج کی رفتار بہت تیز کر دی۔ طویل دوری جنگ عظیم ایک ہفتہ کے اندر اندر فتنہ نوکیلی اور برطانوی راج کو پیر و کسی کی فرسودہ گرفت سے آزادی مل گئی۔

## سترہواں باب --- کوسٹہ اور پشاور (۱۹۴۶-۱۹۴۵ء)

شلہ کانفرنس کی تقصیر بھائی کے بعد نئی دہلی میں گورنر جنرل کا اجلاس ہوا تاکہ وائٹ ہال کو ان کے اگلے سیاسی اقدام کا فیصلہ کرنے میں مدد دی جاسکے۔ سربراہوں کے احتجاجات پر زیادہ تر اتفاق رائے پایا گیا، تاہم پنجاب کے گورنر گھانسی نے شدید مخالفت کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ جب تک پاکستان کے وسائل میں پوشیدہ خاموشی کو ابھار کرنے کے لئے ایک اقتصادی منصوبہ بنی کانفرنس نہ بلائی جائے ایسے احتجاجات بے معنی ہوں گے۔ اس نے زور دے کر یہ بات کی کہ اگر مسلم لیگ کو پاکستان کی تمام خیالی سے نکال دیا گیا تو پنجاب جنگی کا زیادہ تر غلہ ہے اور مرکز میں فوری احتجاجات سے مسلم لیگ کی ہرزعلی منصوبہ ہونے کا امکان ہے۔ گھانسی کو خوف تھا کہ پنجاب کے مسلمان محض ایک مذہبی مسئلہ کو سامنے رکھ کر ووٹ دیں گے، اس کے خدشات نے غلہ حیات کے حقیقی ترین امیدواروں کی ترقی کر دی۔ بنگال کے گورنر نے اس بات سے اتفاق کیا کہ "بنگال کا کوئی بھی سرکردہ رہنما میرے سامنے یہ وضاحت نہیں کر سکا کہ پاکستان سے ان کی کیا مراد ہے۔ آخر کار وہ جناح کا سارا لینے پر مجبور ہو گئے۔ یعنی انہوں نے یہ کہہ کر جان بھڑائی کہ جناح اس بارے میں مطمئن ہیں کہ اقتصادی لحاظ سے پاکستان بڑا مضبوط ہو گا، میں ہم بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ ایسا ہی ہو گا، کسی کے خیال میں دقت ایک اہم عامل تھا کہ اسے علم تھا کہ جناح کا کوئی حقیقی چاہی نہیں، اس کا استدلال یہ تھا کہ جناح کے بغیر نظریہ پاکستان کے پڑنے کا جائز نہیں ہے۔

### گاندھی کا اصلی چرو

جناح نے شلہ کانفرنس کے بعد بمبئی میں اپنے پہلے عوامی بیان میں سنو کے ۱۹۴۷ء کے مشہور فارمانہ کو دہلے تنقید بناتے ہوئے دعویٰ سے کہا کہ "ملک میں صرف دو ہی جماعتیں ہیں۔ گاندھی کی اور مجھے یہ دعوت دے دیجیے مجھے ان کا پس منظر یہ تھا کہ گاندھی ایک جماعت کے مسئلہ رہنما ہیں اور

ہیں۔ کبھی ان کے علم کی دہائی دینے لگتے ہیں۔ گاہ گاہیاں بکتے ہیں اور انگریز "حکومت کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ ہم کسی ایسے انتقام سے متعلق نہیں ہو سکتے جس کا مقصد ہندوؤں کی آزادی، ہندو راج کا قیام اور مسلمانوں کی غلامی و تلخی ہو۔" سامعین نے ایک ہی دن تین لاکھ روپے کی خطیر رقم ان کی نذر کی۔ جناح نے ان روپوں کو "مسلم لیگ کی چاندی کی گولیاں" قرار دیا۔

جوشک لارنس نے اپنے پہلے ہفتہ واری مراسلہ میں دیول کو لکھا کہ "مطہر پارٹی بلاشبہ اپنے کامل اعتقادات اور لیگ میں اطلاعات دونوں کی مدد سے اپنے اس وعدہ کی پابندی ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش بروئے کار لائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ میرے رفقاء کار انتخابات کرانے کے بارے میں آپ کی تجویز کا خیر مقدم کریں گے۔ میں ایک دستاویز میں جس پر آئندہ چند دنوں میں غور کیا جائے گا، اپنے انتخابات کی حمایت کر رہا ہوں۔" نیا سکرزنی تھ "شیش ہندوستانی فکر اور تشعب سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ ۲۷-۱۹۳۶ء میں کئی مرتبے دیول کی مالی اپنی حکمت کے ساتھ ہندوستان کا دورہ کر چکا تھا۔ پھر ۱۹۳۶ء میں اس نے گول میز کانفرنس میں خدمات انجام دیں۔ وہ انڈیا آفس میں سول جیگرو اور دالے کے وقت سے ہندوستان کی قومی خواہشات کو سب سے زیادہ بھرپور انداز میں سمجھتا تھا۔

### تقسیم پنجاب کے مضمرات

گھانسی نے ان انتخابات کو بڑی کراہی کی بھرپور کوشش کی۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ مشعل کانفرنس کے بعد پنجاب کے مسلم اضلاع میں جناح کی مقبولیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس لئے کہیں پاکستان کے مسئلہ کو تقویت نہ پہنچ جائے۔ جناح کے اسلام کے بعد کے طور پر نام لگائے جا رہے ہیں۔ میں اعتراض کرتا ہوں کہ اس صورتحال نے مجھے پریشان کر رکھا ہے کیونکہ اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ مسلمان ایک انتہائی بے سود پاکستان کی بنیاد پر انتخاب لڑیں گے۔ بے خبر مسلمان کوتاہیاں ہائے کار کا انتخاب میں اس سے بڑا سوال پوچھا جائے والا ہے وہ یہ ہے کہ کیا وہ مسلمان ہے "کافر ہے یا نادر؟ اگر پاکستان نے ایک واضح حقیقت کا روپ دھار لیا تو ہم وسیع پیمانہ پر غور و خیر کی دعوت دیں گے۔ غیر مسلم خصوصاً سکھ محض غلی دھمکیاں نہیں دے رہے ہیں کہ وہ انعام کے ساتھ ایسی حکومت کی اعانت قبول نہیں کریں گے جس پر مسلمانوں کی حکومت کا قبیل لگا ہو۔" کسی بھی انگریز نے پنجاب کی تقسیم کے مضمرات کی بہت ایسی صاف درجہ بندی سے کام نہیں لیا تھا۔ تاہم گھانسی کی توجہ وراثت ہل کے ایمانوں میں صدامبر آجاتی ہوئی۔

دسمبر ۱۹۴۷ء کو دیول کو کئی کاغذ سے مشورہ اور یہ اعلان کرنے کا اختیار دینے کے لئے لندن بلا دیا گیا کہ پورے ہندوستان میں انتخابات موسم سرما میں ہوں گے۔ ہندوستان سے روانگی سے قبل وائسرائے نے جوشک لارنس کو ایک سری بھیجی جس میں مسئلہ پاکستان کا تجویز کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے ان باتوں کی وضاحت کی گئی تھی جو گھانسی نے پنجاب کی تقسیم کے بارے میں لکھی تھیں اور ان کا اطلاق اسی طرح پکال لیا جاتا تھا۔ "تاہم پنجابی بنگالیوں کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہیں اور سکھ، پنجاب کے اقلیت سے پہلے یہاں حکمران رہ چکے ہیں" اپنی مقدس سرزمین کو مسلمانوں کے قبضہ میں جانا دیکھ کر

ہیں۔ کبھی ان کے علم کی دہائی دینے لگتے ہیں۔ گاہ گاہیاں بکتے ہیں اور انگریز "حکومت کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ ہم کسی ایسے انتقام سے متعلق نہیں ہو سکتے جس کا مقصد ہندوؤں کی آزادی، ہندو راج کا قیام اور مسلمانوں کی غلامی و تلخی ہو۔" سامعین نے ایک ہی دن جین لاکھ دودھ کی خلیمر رقم ان کی نذر کی۔ جناح نے ان دلوں کو "مسلم لیگ کی چاندی کی گولیاں" قرار دیا۔

جوشک لارنس نے اپنے پہلے ہفتہ واری مراسلہ میں دیول کو لکھا کہ "مظہر پارٹی بلاشبہ اپنے کامل اعتقادات اور لیگ میں اطلاعات دونوں کی مدد سے اپنے اس وعدہ کی پابندی ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش بروئے کار لائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ میرے رفقاء کے اختیارات کرانے کے بارے میں آپ کی تجویز کا فیرقہ قدم کریں گے۔ میں ایک دستاویز میں جس پر آئندہ چند دلوں میں غور کیا جائے گا، اپنی اختیارات کی حمایت کر رہا ہوں۔" نیا سیکرٹری آف فیسٹ ہندوستانی فکر اور مصلحت سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ ۲۷-۱۰-۱۹۳۶ء میں کئی دنوں کی عادی اپنی حکم کے ساتھ ہندوستان کا دورہ کر چکا تھا۔ پھر ۱۹۳۶ء میں اس نے گول میز کانفرنس میں خدمات انجام دیں۔ وہ انڈیا آفس میں سولیکیٹر اور دارلے کے وقت سے ہندوستان کی قومی خواہشات کو سب سے زیادہ بھرپور انداز میں سمجھتا تھا۔

### تقسیم پنجاب کے مضمرات

گھانسی نے ان اختیارات کو بڑی کرانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ "مشعل کانفرنس کے بعد پنجاب کے مسلم اضلاع میں جناح کی مقبولیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس لئے کہیں پاکستان کے مسئلہ کو تقویت نہ پہنچ جائے۔ جناح کے اسلام کے پورے مانگ گائے جا رہے ہیں۔ میں اعتراض کرتا ہوں کہ اس صورتحال نے مجھے پریشان کر رکھا ہے کیونکہ اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ مسلمان ایک انتہائی بے سود پاکستان کی بنیاد پر انتخاب کریں گے۔ بے خبر مسلمان کوتاہیاں ہائے کار کا انتخاب میں اس سے بڑا سوال پوچھا جائے والا ہے وہ یہ ہے کہ کیا وہ مسلمان ہے "کافر ہے یا خدا؟ اگر پاکستان نے ایک واضح حقیقت کا روپ دھار لیا تو ہم وسیع پیمانہ پر غور و خیر کی دعوت دیں گے۔ غیر مسلم خصوصاً سکھ شخص غلامی دھمکیاں نہیں دے رہے ہیں کہ وہ آرام کے ساتھ ایسی حکومت کی امانت قبول نہیں کریں گے جس پر مسلمانوں کی حکومت کا قبیل لگا ہو۔" کسی بھی انگریز نے پنجاب کی تقسیم کے مضمرات کی بہت ایسی صاف و درجہبی سے کام نہیں لیا تھا۔ تاہم گھانسی کی تواضع و انتہا ہل کے ایمانوں میں صدا بھر اجات ہوئی۔

دسمبر ۱۹۴۵ء کو دیول کو کئی کاؤنڈ سے مشورہ اور یہ اعلان کرنے کا اختیار دینے کے لئے لندن بلا دیا گیا کہ پورے ہندوستان میں اختیارات موسم سرما میں ہوں گے۔ ہندوستان سے روانگی سے قبل وائسرائے نے جوشک لارنس کو ایک سری ٹیلیگرم میں مسئلہ پاکستان کا جواب کیا کیا تھا۔ اس سے پہلے ان باتوں کی وضاحت کی گئی تھی جو گھانسی نے پنجاب کی تقسیم کے بارے میں لکھی تھیں اور ان کا اطلاق اسی طرح پکال پکال ہوتا تھا۔ "تاہم پنجابی بنگالیوں کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہیں اور سکھ "بھوج پنجاب کے اقلیت سے پہلے یہاں حکمران رہ چکے ہیں" اپنی مقدس سرزمین کو مسلمانوں کے قبضہ میں جانا دیکھ کر



یقیناً لڑائی کریں گے۔" اس کے بعد اس نے یہ بظاہر مصلحت انگیز کہی کہ "پاکستان کے تصور کو پاکستانی صوبوں کے مقابلہ میں مسلم اقلیتی صوبوں میں زیادہ حمایت و تائید حاصل ہے۔" دیول نے خیال ظاہر کیا کہ اس نے بیٹ پاکستان کے قاتل مل ہوئے اور اس کے مضمرات کی بابت واضح بتانے پر غوری حقیقت کرانے سے گریز کیا ہے کیونکہ اس کی عمل از وقت رائے یہ تھی کہ جناح ایسی کانفرنس یا کمیشن کا بائیکاٹ کریں گے اور ایسے اقدام سے محض فرقہ وارانہ سوچ کو فروغ ملے گا۔ بہرحال اس نے محسوس کیا کہ قیام پاکستان کے امکان کو مسلسل نظر انداز کرنے سے پاکستان ختم نہیں ہوگا۔

دیول اکیبت کے ختم ہونے سے پہلے لندن پہنچا اور چیٹک لارنس کو 'جو کہ یوزما گک رہا تھا' خوش و خرم اور مردانی سے پیش آنے والا پایا جو اسے سوز میں کبیر جڑے گیا۔ اگلے دن دونوں نے وائٹ ہال میں اجلاس منعقد تک چارہ خیال کیا۔ وہ دن بعد دیول نے ایٹل کی زیر قیادت کابینہ کی انڈیا کمیٹی سے ملاقات کی۔ سر شیپورڈ کریس 'جو اس وقت ہورا آف نریڈ کا صدر تھا' کابینہ کاسب سے سخت ممبر محسوس ہوا۔ وائسرائے نے کمیٹی کو بتایا کہ اس نے اس امر کو سب سے زیادہ غیر قرین قیاس سمجھا کہ جناح پاکستان کی طاقت 'کم از کم اصولی طور پر ہی سہی قبول کئے بغیر مذاکرات میں شریک ہو جائیں گے۔ دیول کا اعزاز یہ تھا کہ ہندوستان کی مسلم آبادی کو ہندوؤں کے تسلط کا اندیشہ لاحق ہے اور جناح اس آبادی کے ۱۹ فیصد لوگوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جناح کی اصل قوت کا راز ہندوستانی مسلمانوں میں وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے اس حقیقی خوف میں مضمر ہے کہ ہندو افسیس ذہن کر کے ہندو راج قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وائسرائے نے دعویٰ سے کہا کہ ۱۹۴۳ء سے ہندوستانی پارٹیوں کی پوزیشن بہت زیادہ سخت ہو گئی ہے اس لئے اس وقت کوئی بھی پارٹی کریس کی پیش کش قبول کرنے پر تیار نہیں۔ جہاں تک دستور ساز اسمبلی کا تعلق ہے اگر پاکستان کا مطالبہ منظور نہ کیا گیا تو مسلمان لازماً اس کا بائیکاٹ کر دیں گے اور اگر اسے منظور کیا گیا تو ہندوؤں کی طرف سے دیکھی ہی کارروائی خارج از امکان نہیں۔"

ایٹلی کے سامنا جو بحیثیت وزیر اعظم ہندوستان کے لئے بہت کم وقت دے سکا تھا کابینہ کے اراکین میں سے کریس اور چیٹک لارنس نے خود کو ہندوستانی معاملات میں بہت زیادہ الجھا لیا تھا۔ کریس اپنے دوستوں برلا اور سیمو کو جناح کی طاقت اور قاتلی کو منزل کی طرف دیکھنے میں حق بجانب سمجھتا تھا۔ وہ دیول کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیتا تھا۔ اس کے برعکس دیول سیمو اور جیل کی نگاہ سے حقیقی دھاروں سے غور فرما رہا تھا کہ اگر اس ایک دفعہ بھر حکومت سے چار آزادی کی قیاریاں کر دی تھیں۔ جناح اور مسلم لیگ کی طرف اور زیادہ طاقت ہوئے لگاتار وہ حیرت محاذ آزمائی میں اس کے حلیف ثابت ہوں۔ چنانچہ لیبر پارٹی کی ہندوستان کے ساتھ تمام تر ہمدردی اور سیاسی مسئلہ کے حل میں مدد دینے کے اعلانہ وعدوں کے باوجود 'ایٹلی پیشہ کابینہ کی طرح یہ کابینہ بھی ۱۹۴۳ء کی کریس پیش کش سے زیادہ کچھ نہیں دے سکی اور درمیانی تین سالوں میں دولہا ہو دیوالی تہنیں کو نظر انداز کرتے ہوئے بزم خلیف اس موقف پر ثابت ہوئی کہ "اگر ہندوستانی پارٹیاں یا ان میں سے کوئی ایک تعاون کرنے پر تیار ہوئی تو یہ دوسرا داری ان پر ہوگی۔ دیول اور چیٹک لارنس نے ہندوستان کو یہ بات ذرا کمتر طریقے سے تادی تھی کہ برطانیہ کی فنی ایجنسی پالیسی وہی ہے جو ہامی میں کریس نے پیش کی تھی۔ وائسرائے نے

چہل سہ اس کی لپک کو سو کو رواگی کے موقع پر ملاقات کی۔ وہ یہ جان کر ہلکا ہوا کہ یہ چہل سہ پہلی شملہ کانفرنس سے صرف اس بنا پر اتفاق کیا تھا کہ انڈیا سمیٹی نے اسے یہ بات ابھی طے نہ کیا تھی کہ وہ کانفرنس لازماً باقلم ہوگی۔

### کوئٹہ کا دورہ

جنگ انکسشن سے قبل لکھنؤ جمع کرنے کے دورہ پر کراچی کے بعد کوئٹہ پہنچے۔ وہاں کی جنگ محضی آپ دہوا ان کے ممبروں کے لئے بہترین سمجھی جاتی تھی انہوں نے جہاں کہیں بھی تقریر کی ان کا پیغام سلو اور ایک ہی تھا کہ مسلم لیگ ہندوستان بحر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور با اختیار جماعت ہے اور لیگ کا واحد پلیٹ فارم پاکستان ہے۔ جنگ نے ایک علیحدہ قوم کے سرور کو حیثیت سے کام لے کر شروع کر دیا تھا۔ علامہ ازمی اس موقع پر انہوں نے اسٹیج کو تار دیا جس میں یہودی تاریکین وطن کے فلسطینی میں داخلہ پر پابندی ختم کرنے کے خلاف احتجاج کیا گیا تھا انہوں نے وزیر اعظم کو خیرباد کیا۔

"آپ کو اس سے مطلع کرنا میرا فرض ہے کہ عربوں کی قربانی پر یہودیوں کو خوش کرنے کی کوشش کا زبردست برا متایا جائے گا۔ عالم اسلام سختی سے اس کی مزاحمت کرے گا اور اس کے نتائج برے ہوں گے۔"

۱۹۴۵ء کی احتجاجی مہم کے دوران جنگ کو بلوچستان میں قیام کرنا چاہیے تاکہ وہ سفر کرنے کے قابل نہ تھے۔ ان کی غیر حاضری میں لیاقت علی خاں 'درنگ کمیٹی' سنٹرل پارلیمانی بورڈ اور انکسشن سمیٹی کے ممبران نے دہلی کے ہیڈ کوارٹر میں چنے کر مسلم لیگ کے معاملات کو چلایا اور اسپیکروں کو ٹھٹھ دے صوبوں خصوصاً بنگال 'سندھ اور سرحد میں معمولی باتوں پر غبار اور ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کے واقعات شروع ہو گئے وسط جبر میں سر فیروز خان نون نے واقعات کے کونڈے سے بطور وزیر دفاع استعفیٰ دیدیا اور پنجاب لوٹ آئے تاکہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر اسمبلی کا انتخاب لڑ سکیں۔ تاہم ایک ماہ بعد دہلی نے پرنسٹن لارنس کو اطلاع دی کہ "سر فیروز خان کو عمومی طور پر خوش آمدید نہیں کہا گیا اور مجھے شک ہے کہ وہاں پارٹی اتنی حمہ اور سرگرم نہیں جتنا کہ اسے ہونا چاہئے۔ مسلم لیگ کی تنظیم لاگرس کے مقابلہ میں پیشہ غراب رہی ہے۔ اور اگر انہوں نے یہ وقت واقعی بھگروں میں کھو دیا تو اس کے نتائج انتخابات میں بھیجئے ہوئے۔"

اکتوبر کے آخری ہفتہ میں کوئٹہ سے بھیجی جاتے ہوئے جنگ نے امر آباد میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا اور لوگوں کو بتایا کہ "پاکستان ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں نے انکسشن کرنے کے لئے چاندی کی گولیوں (سرایہ) کی اپیل کی تھی اور امر آباد 'بھتی کے بعد دوسرے نمبر پر رہا ہے جہاں سے مجھے دو لاکھ روپے کا چیک ملا گیا ہے۔ تمام مسلمان ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور ایک قوم ہیں۔ وہ پاکستان چاہتے ہیں اور اسے حاصل کر کے رہیں گے۔ یہ ایسا قومیہ اور جلا ہے جس سے ان کی طاقت اور عظمت بڑھے گی۔ پاکستان کا بدد کال ورغش ہے اور ہم اس تک پہنچ کر دم لیں گے۔" میں کی اس دہنیز تقریر پر ہوم نے پربش ہدایاں بھیجیں۔

یک نومبر کو جناح نے جھنگوی کی کہ مسلم لیگ انتخابات میں بھاری اکثریت سے جیت جائے گی۔ ایسوی ایڈ پریس کے رپورٹر کو اطلاع دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”میں پاکستان کے ان کچھ جنہوں سے اتفاق نہیں کر سکتا جن کا استدلال یہ ہے کہ یہ منصوبہ قابل عمل نہیں ہمارا اگلا قدم یہ ہو گا کہ برطانیہ سے پاکستان کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کریں۔“

کانگریس ایک ایسی حکومت کے تحت جو کانگریس ہائی کمان کی منتخب کردہ ہو پورے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ کر رہی تھی۔ راول نے اپنے حکام کو چھٹس کر دیا اور مارشل لا کا اعلان کرنے کی تجاویز کرنے لگا۔ سیاست میں چٹنگ لارنس نے راول کی رپورٹوں میں سے کوئی بھی نہ پڑھی جن میں کانگریس کی مہم پر مبنی تشویش کا اظہار کیا گیا تھا اس کے برعکس اس نے دائرے کو تار و تار دیکر دریافت کیا۔ ”کیا جناح کو پاکستان کی ترمیم شدہ شکل قبول کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے جسے منظور کرنا ممکن ہو۔“

کرپس نے کابینہ کی کھلی کو مشورہ دیا کہ ایک پارلیمانی وفد ہندوستان بھیجا جائے اور دائرے سے کہا کہ وہ گاندھی سے ملاقات کر کے اس امر کی رپورٹ دے کر آیا اس کے خیال میں گاندھی ہندوستانی رائے عامہ کو احتمال بندی کی طرف مائل کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہے۔ اگر انتخابات کے بعد جیسا کہ پیشگی کہا جا رہا ہے کانگریس اکثریتی پارٹی بنتی تو اس کے ساتھ غیر مسلم دارانہ سلوک کیا ممکن نہیں ہو گا۔ اس طرح لیبر پارٹی کے چٹنگ لارنس اور کرپس نے یہ طے کر لیا کہ دائرے کو ہندوستان کے آزاد راج کی طرف وہاں کی سنگار سیاسی سڑک پر دوڑنے کا پورا موقع دیا جائے بجائے اس کے کہ وہ کوئی فوجی مہم تر راستہ اپنائے۔

بہر حال مذاکرات کے لئے ہندوستان کی بدھتی ہوئی سیاسی پیچیدگی اور میلان خاطر کی بدولت راول کا بیان صبر لازم ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی خاموشیاں زیادہ تنہید کنندہ بن چکی تھیں۔ جوش تقریریں دہلی میں دل کھینچتی تھیں اور دہلی بورڈ سے فوجی کے اصرار پر ہوا ہو گئی جیسا کہ ستمبر نومبر ۱۹۴۵ء میں گاندھی میں نقل کیا تھا:

”راج شام یو پی سے واپس ہوئی۔ یہ سب سے بے لطف دورہ تھا جو میں نے کیا۔“ تھکانے والا۔“  
 اس وقت گاندھی اور بہت ہی گرم دورہ۔“ لارنس کے جواب میں راول نے دانت ہال کو فوری استعفیٰ خطیہ لکھ دیا۔ ”میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں گاندھی کو ملاقات کی دعوت دوں۔“

### فوجیوں کے خلاف مقدمہ بغاوت

راول ”اس کا کمانڈر ایچف جنرل آسٹک نیز بہت سے فوجی دستوں اور چھ حکام جس دہلی کا شمار تھے“ نومبر میں اس وقت عام ہو گئی جب سولہ ماہ چنر یوس کی قائم کردہ آزاد ہند فوج کے اولین یٹروں کے خلاف دہلی کے ہال قلم میں مقدمہ بغاوت کی کارروائی شروع کی گئی اور ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کے لئے ہر طرف سے بیچ پکار ہونے لگی۔ یوس خود تو نارووما کے ایک فضائی حادثہ میں ہلاک ہو گئے تھے ”لیکن ان کے تین نائبین ایک ہندو، ایک مسلمان اور ایک سکھ جو سنگاپور میں حبسین انگریزی فوج میں اس کے جتیار والے تک شامل تھے اور بعد میں بغاوت کر کے یوس آرمی سے جا

لے تھے۔ اب قوی بیروز بن گئے۔ سوہا بہلا بھائی ڈیپانی اور بیج بہلاو بہرو جیسے نامور وکلاء نے ان امیروں کا دفاع کرنے کے لئے اپنی خدمات و رضا کارانہ طور پر پیش کر دیں۔ جنہیں دیکھوں میں جکڑ کر حصّہ اس لئے ہندوستان لایا گیا تھا کہ عرب وطن کے طور پر ان کا پرستے ملک میں خیر مقدم کیا جا سکے۔ یوں کے وطن ملک میں انتظامی مظاہروں اور جنگوں میں اتنی شدت پیدا ہوئی کہ نہیں سے زیادہ افراد مارے گئے اور بیٹکوں ڈھکی ہو گئے۔ لاکھوں روپے کی املاک غرق آتش کر دی گئیں اور لوٹ لی گئیں۔ قصہ کی سماعت جو ش شروع ہوئی آکٹر انگریز حکام کو محسوس ہوا کہ انہوں نے آزاد ہند فوج کی اتنی پہنچ کر کے اور اتنا نمایاں پلٹ فارم مہیا کر کے زبردست غلطی کی ہے۔

جیل سرکار آسٹک نے دہل کے نام ایک انتظامی خطبہ سراسر میں ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء کو لکھا:-  
 "ہمیں جو شادقتیں ملی ہیں اور ان میں تجزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوج میں عمومی رائے (بعض پڑھوں میں افراد کی رائے کے برعکس جو کچھ کی مخصوص وجہ دیکھتے ہیں) نری اختیار کرنے کے حق میں ہے۔ اگر آپ موجودہ مقدمات کے معاملہ میں اتفاق کریں تو سڑاؤں میں تخفیف کر دی جائے گا۔ مقدمات کے اختتام پر شادقتوں سے ثابت ہوا کہ ملزمان نے جو کچھ کیا، اس جہن کے ساتھ کیا کہ وہی کچھ ان کا فرض تھا۔"

آسٹک کے اس خط نے دائرہ ہال سے موصول ہونے والے کسی پیام سے زیادہ اس حقیقت کا قائل بنا دیا کہ انگریزی راج کے دن گئے جا چکے ہیں۔ برطانیہ نے عالمی جنگ تو جیت لی، لیکن ہندوستان کو کھو دیا۔ جناح نے انڈین نیشنل آرہی کے ان تاریخی مقدمات میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اگرچہ مسلم لیگ نے خود کو متعلق سے وابستہ رکھا۔ جیسا کہ برٹش انڈین جہن نے ایک رپورٹ میں رائے ظاہر کی۔ "مسلمانوں کے خلاف مقدمات کے اثر کو مسلمانوں اور لیگ میں یکساں بری طرح محسوس کیا جا رہا ہے۔"

## مسلمانوں کے لئے لیگ کی قربانیاں

جناح ۱۹۳۶ء کے بعد پہلی مرتبہ ایک ہفتہ کے انتظامی کمپ پر سرحد پہنچے۔ ۲۴ نومبر ۱۹۳۵ء کو پشاور میں ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "ہمارا کوئی دوست نہیں، نہ انگریز ہمارے دوست ہیں نہ ہی ہندو۔ ہمارے وطن صاف ہیں کہ ہمیں ان دونوں سے لڑنا ہے۔ اگر یہ دونوں دنیا ہونے کے باطنے ہمارے خلاف متحد ہو جائیں ہم بھر بھی خوفزدہ نہیں ہو سکتے۔ ہم ان دونوں کی متحدہ قوت کا مقابلہ کریں گے اور انشاء اللہ آخر میں فتح ہماری ہو گی۔" جب جناح نے ہوم سے پوچھا۔ کیا وہ پاکستان چاہتے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے اللہ اکبر کے لفظ شکام نہیں سے جواب دیا۔ جناح نے انہیں جہن دایا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مسلم لیگی امیدواروں کو ووٹ دیں۔ آخر میں وہ عدالت پر اتر آئے۔ خط و تقریریں کے تھم پر سامنے گئے اور فیصہ میں بھر گئے۔ "ہندو پوچھتے ہیں کہ جناح اور مسلم لیگ نے مسلمانوں کے لئے کوئی قربانیاں دی ہیں؟۔ یہ درست ہے کہ میں جیل نہیں گیا، کوئی پردہ نہیں، میں ایک برا توئی ہوں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں۔ ۲۱ - ۲۲ء میں کس نے

قربانیاں دیں؟ مسٹر گاندھی ہماری تحریروں پر بھی ہوئی قیادت کی گویا ہر چہہ بٹھے ہیں۔“ تقریر کے اس آخری حصہ نے جناح کی اس عینیت ترین رنجش کا انکشاف کر دیا جس سے ان کی سیاسی زندگی میں گتے دلاوا بدترین زخم ہوا کیا جب انہوں نے واقعتاً "محسوس کیا تھا کہ گاندھی نے کانگریس کی قوی قیادت کے تحت ہر چہ سے کئے ان کی کھوپڑی پر پاؤں رکھ دیا ہے۔

آزادی کی راہ میں کون حائل ہے؟

لومر ٹکٹ میں آنکھ بند فوج کی حمایت میں ہونے والے ہنگاموں نے، جن میں ۲۳ افراد ہلاک، سینکڑوں زخمی اور پورا شہر چاند ہو کے رہ گیا تھا گورنر کیسی کو باجی اور انشورنس مندرجہ سے مذاہل کر دیا۔ اس نے لواحق دسمبر میں گاندھی سے ملاقات کی اور دیول کو رپورٹ دی کہ "اس کے سیاسی استدلال میں حقیقت پندہی اور توازن کا فقدان تھا۔ ہر حال اس میں سلیپانے کی کوئی علامت نہ تھی۔" دوسری ملاقات میں کہیں نے گاندھی کو بتایا کہ "ہندوستان کو حق خودارادیت دینے کی راہ میں انگریز حائل نہیں ہیں بلکہ وہ مسلم لیگ ہے جو ہندو تعلقہ کے دہم میں مبتلا ہے۔" اس نے گاندھی سے کہا کہ کانگریس کو چاہئے کہ اختلافات کی علیحدگی پر کرنے کی غرض سے مسلمانوں کے لئے ان تفرقات پر مشتمل بنیادی فرسٹ کا اعلان کر دے جو وہ نئے آنکھیں میں شامل کرنے پر رضامند ہے۔" گاندھی نے جواب دیا "میں نے جناح کی طرف سے مانگے گئے ایک تعلقہ کے بعد دوسرا تعلقہ تسلیم کیا" جو مسلسل اپنی قیمت بوجھانے لگے "جس تک کہ وہ پاکستان کے مطالبہ تک پہنچ گئے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس سے کم کوئی چیز انہیں مطمئن نہیں کر سکے گی۔" گاندھی نے کہیں کو یہ بھی بتایا کہ جناح جیسے باادب طلب ہیں اور ان کی نگاہیں اس بات پر بھی ہوئی ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا رابطہ مشرق وسطیٰ نیز دوسری جگہ کے مسلمانوں سے قائم کیا جائے اور یہ کہ انہیں یقین نہیں کہ جناح کو ایسے خواہوں سے باز رکھا جاسکتا ہے۔

مرکزی انتخابات میں لیگ کی شاندار کامیابی

لیگ نے دسمبر کے انتخابات میں مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لئے مخصوص جگہ میں قطعی جیت لیں (جن میں جناح کی سیٹ بھی شامل تھی) اس شاندار کامیابی سے جناح کی پیش گوئی درست ثابت ہو گئی اور ظاہر ہو گیا کہ پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کے لئے عمومی کشش رکھتا ہے۔ کانگریس نے اگرچہ ہند کی ہادی عمال دھکی تاہم وہ چار سینٹوں سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ جناح نے اپنے سوار و معزز حامیوں کو یقین دلایا۔ "وہ دن دور نہیں جب پاکستان ہمارے قدموں میں ہو گا۔" انہوں نے صوبہ بہ صوبہ چہہ کر تعلقہ کی اور اس کا مسئلہ اڑاتے ہوئے اسے نہ خرچ پڑنے سے قیصر کیا جو کسی بات کو ہرگز نہیں بھلا تا اور کبھی بوجھانے نہیں ہوتا وہ پطرس کے قریب کے سوا کچھ نہیں۔

چونکہ لارنس نے مسلمان آزاد اور جناح کو پارلیمانی وفد کے آئندہ دورہ سے مطلع کرتے ہوئے دریافت کیا کیا وہ وفد سے ہندوستان کے مسائل پر بحث کرنے کے لئے ملاقات کریں گے؟ جناح نے لیبر پارٹی کے پروفیسر آر۔ رچرڈز کی قیادت میں آنے والے "۳۔ دہلی وفد سے ۱۰ راجدوئی وفد کو دہلی میں ملاقات کی اس سے پہلے روز گیل انہوں نے دیول کے ساتھ ایک کھنڈ تک بات چیت کی۔ تاہم

انہوں نے لیاقت علی خاں کو دہل سے ملاقات کی اجازت نہیں دی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کے ساتھ انہوں نے مذاکرات کے معاملہ میں وہ اپنے بائین پرست کم انداز کرتے تھے۔ پاکستان کی ہمدردی انہوں نے کسی کو یکہ دے بغیر تنہا لڑی۔

## کیبنٹ مشن کی آمد

جوں جوں صوبائی انتظامیہ صم میں گمراہی پیدا ہوئی۔ ہندو مسلم فسادات اور زہریلے پروپیگنڈہ کی باعث مخصوصاً پنجاب میں 'دہر رتوں میں اضافہ ہوا تھا۔ ملاوہ ازبیں چٹک لارنس اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ مذاکرات کے دوسرے دور کو ایسے واقعات پر چھوڑنا مفید نہیں اور یہ کہ کلینڈ مشن سے کم کوئی چیز ہندو مسلم فتنہ کو دور نہیں کر سکے گی چنانچہ ملے جلا کر صوبائی انتظامیہ کے فم ہونے سے ذرا پہلے مارچ میں کسی وقت 'نیکرزی آف ٹیٹ کی قیادت میں تین وزراہ کا تحمل اختیارات سے لیس وفد ہندوستان پہنچا جلا۔ کلینڈ نے محسوس کر لیا تھا کہ شاید یہ مشن برطانوی ہند کے کمیل میں اس کا آخری کارڈ ہو گا جو پڑی تیزی سے اپنے انہام کی طرف بندہ رہا ہے۔ اگر مذاکرات ناکام ہو گئے تو سول باغوانی شروع ہو جائے گی اور حالات زیادہ دیر تک تھکد سے پاک نہیں رہیں گے۔ ممکن ہے فوج بھی مہم نہ مانتے کا فیصلہ کر لے۔ آزاد ہند فوج کے افسروں کی سزاؤں میں کمی نے صورت حال کو پڑی تیزی سے بدل دیا اور باغیوں کو قوی کردہ سمجھا جانے لگا۔ سرکاری ملازمتوں میں ہر حصہ کی تعداد تیزی سے گھٹ چکی تھی کہ بہت سے بڑے اشخاص نے پیش لکھ کر جانے کے حق اختیار کو استعمال کیا۔ جتنی وقت بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔

کلینڈ نے فوری میں فیصلہ کیا کہ کہیں 'اے' دی 'ایگزیکٹو (فرسٹ لارڈ آف انڈیا) اور چٹک لارنس جیسے بڑے وزراہ کو ہندوستان بھیجا جائے۔ دہل کو ڈر تھا کہ ان تین "بڑوں" میں کہیں کو کلیدی حیثیت حاصل ہوگی۔ اس کا خیال تھا کہ کہیں کانگریس کے نقطہ نظر کا مضبوطی ہے اور معاملہ کرنے میں ہری طرح دباؤ تھا۔ کلینڈ مشن کی ہندوستان کی روانگی سے ایک ماہ پہلے پارلیمانی وفد نے واپس پہنچ کر اپنے دورہ کی رپورٹ وزیر اعظم کو پیش کر دی۔ وفد کے زیادہ تر ممبر اس حق میں تھے کہ پاکستان کی کوئی نہ کوئی صورت منظور کرنی پڑے گی اور جتنی جلدی تسلیم کرنی جائے اتنا ہی بہتر ہو گا۔ سزور نکل گول نے اعتراض کیا کہ اس نے ہندوستان کے اتحاد کو برقرار رکھنے کی شدید ضرورت کے تاثر کے ساتھ دورہ شروع کیا تھا لیکن اس نے پنجاب کو "دھماکے خیز" جلا دیا کی ساری مسلمان آبادی کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا جا چکا ہے "اس لئے اسے لانا منظور کرنا پڑے گا۔ اس نے اس نتیجہ کا اظہار کیا کہ جناح اپنے مطالبہ میں ترمیم کر لیں گے لیکن صرف اس صورت میں کہ پاکستان کے اصول کو ابتدائی مرحلہ پر ملن لیا جائے۔ ریگنڈیز آفسن لو کی رائے تھی۔ یہ بات ہمہ جہت ہو گی کہ حکومت برطانیہ پاکستان کے حق میں کوئی اعلان جاری کرے۔ اسے اس بات سے اتفاق تھا کہ شاید ایسا کرنا ضروری ہو "تاہم اسے خدشہ تھا کہ پاکستان کوئی پائی رہنے والا مسئلہ نہیں۔ پارلیمنٹ کے رکن رجسٹرار سورنسن نے پاکستان کو سراسر باغی قرار دیا۔ اس کے نزدیک جناح کو مستقل

فرض سمجھا مشکل تھا۔ تاہم اسے نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ مسز آر قمر پانچلے کو پاکستان کا حضور  
پہنچ نہیں آیا تاہم اس نے درج ذیل امور کو ضروری خیال کیا۔ (الف) وسیع مغل و غار ٹھہری کی روک  
تھام (ب) اپنے تہذیبی مشاورت کا تحفہ کیونکہ جہاں کانگریس کے اکثریتی صوبوں میں برطانیہ کے ساتھ  
تہذیبی اپنیکات کا رجحان پایا جاتا ہے ان مسلمان تہذیب کے ساتھ لین دین جاری رکھنے کے خواہشمند ہیں۔

## پاکستان کی بقا کی ضمانت

انہی دنوں چٹنگ لارنس کے ذہین اور لائق پرائیویٹ سیکرٹری فرانسس ٹرن مل نے "پاکستان کے  
باقی رہنے کی صلاحیت" پر ایک نوٹ تیار کیا جس نے کابینہ مشن کو مذاکرات شروع کرنے سے پہلے  
اس مسئلہ کی بابت پریف کرنے میں مدد دی۔ مسز ٹرن مل کی تیار کردہ اس گرفتار دستاویز میں اقتدار  
میں تنصیب کی گئی تھی کہ "سیاسی آزادی کے بارے میں مسلمانوں کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے  
بھاری اقتصادی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔" نوٹ میں مزید کہا گیا تھا: "ہندوستان کی معیشتیں شیعہ دشمنی  
میں جنم لے گی اور یہ فرض کرنا یقیناً ناقابل اعتدائی ہو گی کہ پاکستان کی ریاستوں اور جبرہ ہندوستان کے  
بائیں مواصلات اور اقتصادی میل جول کی پیشگیری کو مربوط بنانے کی کوششوں پر اس کا اثر نہیں پڑے  
گا۔ اس نتیجہ کو رد کرنا محال ہے کہ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جہاں تک لوگوں کے ذریعہ  
معاشرہ کا اصل ہے ہندوستان کی تنظیم متاد کے برعکس ہو گی۔"

ہندوستان کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لئے جنگ سال کے باہت برصغیر کے اکثر صوبے قادی  
لیٹ میں آگے اور قادی کی باہلی بنگال سے شروع ہو کر سرحدی علاقوں تک پہنچ گئی۔ دہلی نے گاندھی  
اور جناح سے اپیل کی کہ لندن اور امریکہ جانے والے سرکاری خوراک وفد میں شامل کرنے کے لئے  
اپنے اپنے ہاتھیں ہلا کر دیں۔ جناح نے انہماک میں جڑا ہوا جبکہ گاندھی نے کہا کہ مولانا آزاد کو بلا کر  
ان سے بات کریں اور وہی اجناس راشن بڈی کے تحت فی کس ہارہ اونس پوسہ کی شرح سے ملے  
گئیں۔ اس پر شیعہ احتجاجی مظاہرے ہوئے گئے جن کا آغاز ۱۲ افرہ تہذیب سے ہوا لیکن جلد ہی مت سے  
شہروں میں بھائی کیفیت پیدا ہو گئی۔ لوگوں کی بھڑکتی ہوئی صحت کے متعلق عام نظر آنے لگے۔ راشن کی  
موردت میں ہر خوراک ملتی تھی ۱۵ ۳۰۰۰ خوراکوں سے زیادہ نہیں ہوتی تھی ہر کہ روز موہ کی باروں  
سرگرمی کے لئے مطلوب کم از کم مقدار کے نصف سے بھی قدرے کم تھی۔

## بھتی میں بھتی کی ہڑتال

۱۵ فروری ۱۹۴۷ کو بھتی کی ہڈر گاہ میں عظیم بھتی فوج نے ہڈر گاہوں میں اضافہ کے مطالبہ پر ہڑتال  
کر دی۔ اگلے دن تقریباً ۳۰۰۰ "بائیوں" نے بھتی شہر میں مارچ کیا اور ہڈر گاہوں میں حکومت کے  
خلاف بھوت پر اہمارہ ایچ ایم مٹی ایس "کوار" اور ایچ ایم آئی ایس "لاہور" ہائی بھائیوں پر  
کانگریس کے جھڈے لہرا دئے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ مت سے سرفروش بھتیوں نے اپنے بھتیوں پر  
ہر خود کو سولہاں چھ پوسہ کی آزاد ہڈر فوج کی طرف ہر اڑھیں بھتیوں بھتی کے اراکین کہتے تھے

کانگریس کے چھوٹے چھوٹے بھندے آجواں کر لئے۔ ۲۲ فروری کو پانیوں سے کہا گیا کہ ان کی طرف سے صرف "غیر مشروط طاقت" قبول کی جائے گی۔ سمجھوتہ کے کماؤد سر آرم - نوکارت کے پاس خاصی فوری تھی۔ اگر اگر جہازوں کی طرف سے فائر کھولا جائے تو انہیں لڑنا پڑے گا۔ اس موقع پر دلہ بھائی بھیل میدان میں آئے۔ انہوں نے جہازوں پر جا کر طاعون کو غیر مشروط سرخرو پر آواز کر لیا۔ کراچی میں شیعین ہندی والوں نے بھی ہڑتال میں حصہ لیا۔ دونوں شہروں میں جو احتجاجی ہنگامے ہوئے، ان میں دو سو سے زائد سال افراد مارے گئے۔

## صوبائی انتخابات کے نتائج

فروری کے آخر میں صوبائی انتخابات کے نتائج سامنے آئے تو پنجاب میں ۸۸ میں سے ۷۷ سلیکٹ مسلم لیگ نے جیت لیں۔ یہ گویا صوبہ کے مسلمانوں کی طرف سے پاکستان کے حق میں واضح مینڈیٹ تھا۔ اگرچہ مسلم لیگ کو اپنی اکثریت حاصل نہ ہوئی کہ وہ سکسوں یا کانگریس کی مدد کے بغیر وزارت بنا سکے۔ سندھ میں لیگ کی حالت سب سابق پٹی دہی اسے ۳۴ میں سے ۲۸ سلیکٹ تھیں۔ تمام میں اگرچہ اس کے ۳۴ میں سے ۳۱ امیدوار کامیاب ہوئے تاہم کانگریس نے لیگ کے ساتھ حکومت بنانے سے انکار کر دیا۔ البتہ بنگال میں جتلی کی پارٹی کو منظوریت کی فتح حاصل ہوئی جہاں ۵۵ میں سے ۴۳ سلیکٹ اس کے حصہ میں آئیں تاہم صوبہ سندھ میں مسلم لیگ ۳۸ میں سے کچھ عدا دشمنیں جیت گئی۔ گویا جمہوری طور پر صوبائی الیکشن میں لیگ کو مسلمانوں کے ۸۸ فیصد سے زائد ووٹ ملے جو دنیا کی تقویموں میں پاکستان کے مطالب کو جان بوجھ کر لئے گئے تھے۔

جبکہ گورنر اور کابینہ میں اس کے دوسرے رفقاء کار ۲۳ مارچ ۱۹۴۶ کو ہندوستان چلے۔ انہوں نے اپنے پہلے بیان میں واضح طور سے کہا کہ حکومت برطانیہ اور برطانوی عوام کو ملحقہ تعلق کے بغیر 'ان وعدوں اور عہدوں کو پورا کرنا چاہئے ہیں جو ہندوستان کے ساتھ کئے گئے تھے'۔ مگر دارالولت کابینہ مشن کے ساتھ کریس کے مسلمان کی حیثیت میں ہندوستان لیا تھا 'وہ اراکین وفد میں سے سب سے پہلے ۲۷ مارچ کو جتلی سے ان کی رہائش گاہ پر ملا۔ ممبرانہ کی ایک پرائیویٹ ٹاسا' ایک نوایسورٹ وڈینو جو کہ سرحد فیصلہ کی ہوتی۔ ممتاز (مورف ٹاؤن) تھی 'وہ جتلی کے بہت قریب تھی جو ممبرانہ کو جتلی کی مصروفیات 'ان کی سوچ اور لیگ کی اندرونی تعلق سے آگاہ کرتی رہتی تھی۔ وائٹ نے ۲۸ مارچ کو کریس کو رپورٹ دی کہ "مسلم لیگ ثابت قدمی سے جتلی کے پیچھے ہے۔" کریس نے ۳۰ مارچ کی صبح کو جتلی سے ملاقات کی۔ اس کا پہلا ٹائپ تھا۔ "وہ پر سکون اور معقول نظر آئے البتہ پاکستان کے مسئلہ پر پوری طرح ڈٹے ہوئے تھے۔" اس گفتگو کے نتیجہ میں جتلی گاندھی کو مذاکرات کی دعوت دینے پر آمادہ ہو گئے۔ جیسا کہ گاندھی نے مذاکرات کے شہر میں ہوا تھا 'ابتداء میں جتلی کا رویہ یہ تھا کہ نہ تک ٹھکراؤ اور بدگمانی دور کرنا تھا۔

## جتلی کو حکومت بنانے کی پیش کش

گاندھی نے ۳ اپریل کو مشن سے ملاقات کی۔ "ان کے تین پر ایک دعویٰ کے ساتھ تھا۔



و حیرت انگیز طور پر صحت مند لگ رہے تھے۔" وہیل نے اپنی رپورٹ میں لکھا ۔

"مسٹر گاندھی نے انکشاف کیا میں نے مسز جناح کے ساتھ ۱۸ دن گزارے۔ گاندھی مسز جناح کے

جلس دوست ہونے کے دعویدار ہیں۔ تمام پاکستان کو گھنٹے سے قاصر ہیں جس کے بارے میں مسز جناح

کہتے ہیں کہ پاکستان سے ان کی مراد..... ان کا پاکستان ایک گمناہ ہے جس کا ارتکاب وہ (مسز

گاندھی) کسی صورت میں نہیں کریں گے۔ پاکستان کا خلاصہ جو گھگھے ہیں۔ یہ ہے کہ قذیفہ و حقان کے

فروغ اور جائز کمزوریوں کے اتحاد کی آزمائی حاصل ہو۔ دو قومی نظریہ بہت ہی خطرناک چیز ہے۔ مسلم

آبادی لمبے لمبے تبدیل کرنے والوں پر مشتمل ہے۔ وہ سب ہندوستان میں پیدا ہوئے والوں کی اولاد ہیں جناح

مخلص آدمی ہیں تاہم ان کی منطق سراسر غلط ہے، خصوصاً اس لئے کہ وہ ایک قسم کے غلط (بالی فریا) میں

جما ہیں۔ انہیں خود بھی سودائی کا جانا تھا اس لئے انہوں نے جناح کو سودائی قرار دے دیا انہوں نے

جناح سے دریافت کیا آیا ان کے بیٹے (بھرا نال گاندھی) کے مسلمان ہو جانے سے اس کی قومیت بھی

بدل گئی ہے؟ گاندھی نے وکٹس کی کہ جناح کو پہلی حکومت بنانے کا موقع دیا جائے جس کے ارکان کا

انتخاب وہ ملک کے نامزد افراد میں سے کریں۔ وائسرائے ان کا تقرب و کمی طور پر کریں گے، حقیقت

میں ان کا انتخاب جناح خود کریں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو حکومت بنانے کی دیکھی ہی نہیں گئی

گانگریس کو کی جائے۔ عبوری حکومت لازمی طور پر قومی ہونی چاہئے۔ مسز جناح آزاد ہیں اپنی حکومت

کے لئے جسے چاہیں جنہیں لیں۔ وہ اس اسٹیبل کے ووٹ کے تابع ہونے چاہئیں جہاں سے ان کا انتخاب

کیا جائے۔"

بعد مسلمان ایک ساتھ نہیں رہ سکتے

بہت جلد دعویٰ کر رہے ہیں۔ "ہندو معاشرہ اور فلسفہ دنیا میں سب سے زیادہ اگلی تھلک رہنے کا جانی ہے۔ آپ دس کروڑ مسلمانوں کو 25 کروڑ ہندوؤں کے ساتھ کیسے اکٹھا رکھیں گے جن کا طرز زندگی 60 عکس ہے۔" اس پر کہیں نے جناح سے سوال کیا۔ آیا ان کے خیال میں بنگال کے ہندو اور مسلمانوں کے باہمی عداوت ختم کے پانچواں اور مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے فرق سے زیادہ ہے؟ جناح نے جواب دیا۔ "بنیادی باتیں تمام مسلمانوں میں مشترک ہیں۔ میں ہر جگہ گیا ہوں جہاں کہیں مسلمانوں سے ملا میں نے دیکھا کہ وہ سب ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ قومیں اور انسانی برادری میں مساوات پر یقین رکھتے ہیں۔ ہندو ان اصولوں میں سے کسی ایک پر اعتقاد نہیں رکھتے۔"

جینک لادیس اور کہیں دونوں نے جناح کے ساتھ دفاع خصوصاً شمال مغرب سے پاکستان کے حملہ کی زد میں ہونے کے باعث اس کی کمزوری پر بحث کی۔ انہوں نے جناح سے یہ بات سنانے کی بھرپور کوشش کی کہ تمام مختلف پارٹیوں کے لئے کسی قسم کا حصہ دفاعی ڈھانچہ بہتر ہو گا لیکن جناح ہر لحاظ سے بخیر رہا۔ انہوں نے پاکستان کے مطالبہ پر اٹے رہے۔ اور اپنی وکالت کی منفرد حق کا مظاہرہ کرتے رہے۔

### نسو کی ماؤنٹ بینین سے پہلی ملاقات

نسو ان دنوں جنوب مشرقی ایشیا کے دورے پر تھے۔ ملا کی سیاحت ان کے لئے بڑی کامیابی کا سبب بنی۔ وہاں لارڈ اور لیڈی ماؤنٹ بینین سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔ وہاں ہندی دونوں انتہائی گرم برقی سے ملے اس دورہ کی بہت ایک انگریز افکار نے انڈیا آفس کو بھر دیا رت بھیجی "اس میں کہا گیا تھا کہ نسو نے اس دورہ میں جتنی بھی عوامی تقریریں کیں "ان کا مرکزی نقطہ انڈیا کی اتحاد تمام انسانوں نے جناح کا ذکر قدرے تحقیر آمیز لہجہ میں کیا اور اس بات پر بہت زیادہ شک و شبہ کا اظہار کیا کہ یا تو جناح کی نیت یہ ہے یا ان کے پاس اتنی طاقت ہے کہ اگر انہیں پاکستان نہ ملا تو ہندوستان میں بغاوت پھیلے گی۔ جناح کی باتوں پر غور کرنے سے مجھے وہ شخص یاد آتا ہے جسے اس کے باں اور باپ کے قتل کا ظلم نصرا گیا ہو اور وہ عدالت سے اس جہاں پر معافی کی درخواست کرے کہ وہ ایک عظیم ہے۔"

اس وقت کہیں نے کانگریس اور مسلم لیگ کے لئے غور و خوض کی خاطر اپنا انتخابی خیمہ دو حصوں میں مشتمل حل پیش کیا۔ حصہ اول میں تجویز کیا گیا تھا کہ آل انڈیا یونین "ہندو اکثریتی حصوں" مسلم اکثریتی حصوں اور راجدھانی کی ریاستوں پر مشتمل ہوگی یہ تینوں برائے نام مرکزی حکومت کے کنٹرول میں ہونے پر مرکوز تھے اس میں صرف دفاع "خارجی امور اور مواصلات کے شعبے ہو گئے جبکہ حصہ دوم میں کہا گیا تھا کہ برٹش انڈیا کو ہندوستان اور پاکستان دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ریاستوں کو حق حاصل ہو گا کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کر لیں۔ پاکستان کی تقسیمی حدود کا تعین شمال مغربی اور شمال مشرقی خطوں کے جملہ اضلاع میں لینے والی آبادیوں کی ذہنی مشاہدات سے کیا جائے گا۔ چونکہ پاکستان کا وجود نہ صرف برقی دو قومی نظریہ کا موجد تھا بلکہ اس لئے یہ چیز اس نظریہ کے بالکل منافی ہو گی کہ بعض غیر مسلم ملائے پاکستان میں شامل کر دئے جائیں بلکہ اس کی اقتصادی اساس منہدم ہو سکے۔ نہ ہی اسے حقیقی انتظام نصیب ہو گا اگر بڑی اقلیتوں کو ان کی خواہش کے خلاف پاکستان میں شامل کیا گیا ان دو خود مختار اور آزاد ریاستوں کے باہمی لازمی اقتصادی معاملات نیز دفاع خارجہ پالیسی مواصلات

کے مسائل سے نکلنے کے لئے ایک قسم کا معاہدہ کرنا پڑے گا جو دونوں قوموں کے لئے انتہائی اہم ہو گا۔ چونکہ وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔ کہیں نے جملہ بڑی پارٹیوں کے قانہین کے سامنے ان دونوں انجمنوں کی حقیقت پیش کرنے کے بعد واضح کیا کہ وہ چند دن کے اندر امور پان الہ باب کو منکھو کرنے کے بارے میں اپنی دغا بندی سے مشن کو آگاہ کر دیں۔ اگر ان منصوبوں میں سے کسی کو بھی عمومی منظوری حاصل نہ ہوئی تو ہم سفارش کریں گے کہ اس انجیم کو فوراً نافذ کر دیا جائے جس کی پشت پر سب سے زیادہ حمایت ہو۔ عمومی منظوری نہ ملنے کی صورت میں ہم اس انجیم کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا ہر اثر و رسوخ استعمال کریں گے جسے سب سے زیادہ حمایت حاصل ہو گی۔

## انگریزی دماغ شکست کھا گئے

انگلے جیتے ہوئے طاقتیں کی تمہیں ان سے مشن کی مطوعات میں بہت تھوڑا اضافہ ہوا۔ البتہ ان قتال انجمنوں کو بھڑکانے میں مدد ملی جو سب سے پہلے ۲۶ اپریل ۳۶ کو جناح کے سامنے رکھی گئی تھیں۔ دہل نے اپنی رپورٹ میں بتایا۔ "جناح کے ساتھ انڈیج سے قبل ۲۰ منٹ پرئس فوٹو گرافی کی تھوڑی ہو گئی جبکہ ہم ایک گول میز کے ارد گرد بیٹھے رہے اور کوئی کام نہیں کر سکے۔ میں پبلیٹی کے لئے اس جگہ غلہ کو پسند نہیں کرتا۔" نرن مل دہل اور کہیں تینوں نے اس بارے میں اپنے اپنے "ہر جس" تیار کر رکھے تھے کہ جناح سے بھر طور پر کیسے نظر جائے۔ یہ گویا ان کی بحث کرنے کی ملا جلتوں کو منکھو خزانہ حسین تھا۔ پشک فارنس نے پشک کا انتخاب کرتے ہوئے جناح کو بتایا کہ ان کے مطابق پاکستان کے عمل اور پورے طور پر منکھو ہونے کا کوئی امکان نہیں اور یہ کہ انہیں معقول طور پر اس بات کی امید نہیں کرنی چاہئے کہ مشرقی وسطیٰ پورے کے پورے مل جائیں گے کیونکہ ان کے زیادہ حصے میں غیر مسلم آباد ہیں۔ اس لئے پان الہ اور پانچن ب' دونوں آپ کے مطالب سے مطابقت رکھتے ہیں' آپ کو کسے کو ترجیح دیں گے؟

مسٹر جناح نے پوچھا 'پاکستان مجوزہ کل انڈیا یونین کے تحت کیسے آتا ہے؟' انڈیج کے غیہ دیکھارہ سے چند دن پہلے کہ اس سوال کے جواب میں نیکیرونی آف سیٹ لے گیا۔ "منکھو طور پر وہ مطلوبے ہیں۔ ایک جمہور پاکستان جسے اقتدار اعلیٰ کے حقوق اور مطابقت کرنے کے اعتبارات حاصل ہوں گے اور دوسرا بڑا پاکستان آخر کار کل انڈیا یونین میں برابری کی بنیاد پر ہندوستان کے ساتھ شامل ہو گا۔

کہیں نے بتایا کہ دوسرے قتال کے تحت وہ فیڈریشن تشکیل دی جائیں گی جو ایک یونین مرکز سے وابستہ ہو گی۔ مرکز میں فرقہ وارانہ قوتوں بعض اقتدارات کے ذریعے عمل رکھا جائے گا خواہ وہ اس میں اس میں مل جائیں۔ مسٹر جناح نے سوال کیا۔ یونین کی انتظامیہ کیسے چلی جائے گی؟ کہیں نے جواب دیا کہ یونین انجیکٹو کے ممبروں کا انتخاب دونوں فیڈریشن کریں گی۔ مسٹر جناح نے پھر پوچھا۔ اگر دونوں فیڈریشن کی نمائندگی مساوی ہوئی تو فیصلے کیسے کئے جائیں گے؟ کہیں نے کہا۔ اگر انتخاب رائے نہ ہو سکا تو ذمہ داری دونوں فیڈریشن کی طرف عود کر جائے گی۔ مسٹر جناح نے شک کا اظہار کیا کہ شاید یہ انتظام عملی طور پر کام نہ کر سکے۔ ذہنیس کے بارے میں امور کو ردوائے ملے کرنا ہو گا۔ آپ تک ہر

کچھ کر گیا ہے اس سے ان کے بچے کوئی ایسی بات نہیں پڑی جس کی بنا پر وہ یہ کہہ سکیں کہ بچہ میں کا تصور غور و فکر کے لائق ہے انہوں نے مزید کہا کہ کالج پر دی گئی سہولت کی کوئی بھی مقدار کام نہیں آئے گی۔ مثال کے طور پر کیا ملازمتوں میں ہر قوم کا مساوی حصہ ہو گا نیکرٹری آف ٹیٹل نے کہا۔ ایسا لگتا ہے مسٹر جناح دوسرے مقابل کی طرف جا رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے مسٹر جناح سے اس کے بارے میں ان کی رائے دریافت کی۔ مسٹر جناح بولے : ایک دفعہ پاکستان کا اصول تسلیم کر لیا جائے تو پاکستان کے رقبہ سے متعلق سوال پر بحث ہو سکتی ہے۔ وہ چھ صدیوں کے لئے دعویٰ کر رہے ہیں۔ تمام رقبہ کی بابت بحث کرنے پر آمادہ ہیں۔ ممکنہ طور پر وہ یہ بات قبول نہیں کریں گے کہ ٹکٹہ کو مکمل پانچ یا چھ لاکھ ہندوؤں کی بناء پر بنگال سے نکال دیا جائے۔ جو کہ زیادہ تر پست طبقات سے ہیں اور پاکستان میں شمولیت کو ترجیح دیں گے۔ ان میں سے اکثر وہ آمد کردہ مزدور ہیں۔ نیکرٹری آف ٹیٹل نے زور دیکر یہ بات کہی۔ دفعہ نہیں سمجھتا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی چائن کا ٹکٹہ کے لئے فوری طور پر قابل قبول ہو گا۔ مسٹر جناح نے کہا۔ میں آپ کے ساتھ عرض کرنا کہ ٹکٹہ کا ٹکٹہ کو کچھ نہ کھولے گا پورا چین ہے۔ ہندوستان کا اتحاد بعض افغان ہے۔

جناح کی کافی مستعدی دیکھائی اس سے کہیں زیادہ ثابت ہوئی کہ دھچک لائنس کریں یا انگریزوں انہیں عیاری میں مات نہ دے سکے اگرچہ تینوں دانشمند دانشوں نے اپنی پوری کوشش کی۔ آخر کار نیکرٹری آف ٹیٹل نے تجویز کیا کہ جناح اس معاملے پر حیدر سوچ بچار کریں۔ امید ہے کہ دفعہ کی کشمیر سے واپس پر وہ اپنی رائے سے آگاہ کر دیں گے۔ پہلا دور ختم ہو گیا۔ اگرچہ جناح نے کسی کو چاروں شانے جیت نہیں کرایا تمام وہ کھٹی بجے سے پہلے پراٹس پر بیٹ گئے اور انہیں مزید آرام کا موقع مل گیا جن کی انہیں ضرورت تھی۔

## اشجارہ و اہل باب --- شملہ کا دورا دورہ (۱۹۳۶ء)

### لیگ کا دہلی کنونشن ۱۹۳۶ء

جناح نے ایک حکم پند لیڈر کی حیثیت سے کلینڈر مشن کے ساتھ پورے مذاکرات کے دور ان اپنی قوتوں کی خوب صف بندی کی اور اپنی نومولود قوم کے ہاندے کشمیر، زن پور اپنی گرفت خوب مضبوط کر لی۔ مسلم لیگ کے جملہ منتخب اراکین اسمبلی اور اعلیٰ ایچ ایچ ایچ میں جمع ہوئے اور انڈیا کو حاضر و ناظر جان کر مقدس صفا اٹھایا ایک اقرار پر دستخط کئے اور اس امر کا اعلان کیا کہ "ہر مضمین آزاد مسلمان قوم کی سلامتی مضامین منہات اور قسمت صرف حصول پاکستان میں مضمر ہے۔ اور اپنے مقصد کی صداقت اور سچائی پر یقین رکھتے ہوئے میں صحت کر آہوں کہ میں ہر خطہ یا آزاد ملک کا مقابلہ کروں گا اور ہر قسم کی قبضہ کی جو مجھ سے طلب کی جائے گی انوں کا"۔ مسلم لیگ کے ہر منتخب اراکہ نے تالیوں کی گونج میں مذکورہ بالا پیش کی توثیق کی۔ ہر مسلم لیگ لیڈر کی طرف سے دستخط کردہ ایسی دستاویزات سے لیس ہو کر کانگریس نے اپنے پیروکاروں کو یاد دلایا:

"ہم نے اس عہدہ اور تکرار بھی کنونشن میں ایک مقدس عہدہ کیا ہے یہ کہ جہاں ہم معجز کی توقع رکھتے

ہیں وہیں ہم بدترین کامیاب کرنے کو تیار ہیں۔"

رات کو بنگال کے سرداری نے میٹنگ کی قرارداد پیش کرتے ہوئے سوال کیا: "اس کے بعد کیا ہو گا؟ ہم اسمن سے رہنا چاہتے ہیں، ہم خانہ جنگی شروع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ ہم ایسا وطن چاہتے ہیں جہاں اسمن سے وہ نکلیں۔ میں نے بہت زیادہ غور کیا ہے، کیا مسلمان لڑائی کے لئے تیار ہیں۔ میں ایمپلوری سے کتاہوں کہ بنگال کا ہر مسلمان پوری طرح تیار اور اپنی جان کا ذرا نہ قش کرنے پر آمادہ ہے۔" تاکہ اعظم کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ ہمیں آزمائیں۔" قلعہ کی پٹیٹ میں آیا ہوا بنگال جلدی خون میں نہانے والا تھا۔ طبعی اثران نے اردو میں خطاب کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ "مسلمان اب اپنی تقدیر کا فیصلہ آپ کریں گے۔" اپنے عظیم قلعہ کی طرف جو ایٹکو حرکت ہال میں کریم رنگ کی شیدوائی سفید شلوار اور پتھن کی ٹوپی پہنے ایک بائبل پٹ نامہ پر تشریف فرما تھے، سرگ کرتے ہوئے انہوں نے اس عزم کو دہرایا کہ "ہم پاکستان کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔"

بنجاب کے نواب مہراٹ نے اپنا طاقتور دایاں بازو اٹراتے ہوئے اعلان کیا "ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ ہم اپنے پاکستان کا دفاع کیسے کریں گے؟ میں کہتا ہوں کہ بنجاب کے ہمارے سپاہی جنہوں نے ہازی جادھیت کے خلاف برطانیہ کا دفاع کیا وہ اپنے دارو وطن کی حفاظت بخوبی کر سکتے ہیں۔" شمال مغربی سرحدی صوبہ سے چھان لیڈو خان عبد القدیم خان نے پر زور تاکید کی کہ بنگال میں اعداد خیال کرتے ہوئے کہا "خدا کے فضل سے لڑنے کے لئے ہمارا ایک میٹرو ایک لیڈر ایک بائبل قارم اور ایک مثالی تصور پاکستان ہے۔ ہم صرف قطعی حکم فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا حصول پاکستان کے لئے ایسا حکم دینا ضروری ہے یا نہیں۔" فوجیان سردار شوکت حیات خان نے اپنے عظیم رہنما کو حقیق دایا "میں باجلی سپاہیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے خوش اعلان کرتا ہوں کہ بنجاب کے ساڑھے سات لاکھ راجاؤں فوجیوں نے عہد کر رکھا ہے کہ پاکستان حاصل کر کے دم نہیں گے۔ بناب والا آپ ہمیں روک رہے ہیں۔ ہم آپ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمیں موقع دیں تاکہ شک کرنے والوں پر ثابت کر سکیں کہ ہم پاکستان کی حفاظت کیسے کریں گے اور قلعہ پاکستان سے ہماری کیا مراد ہے۔" سر فیروز خان فون نے "شاید ہر دھماکے کی بجائے دھمکے جو میں کہا، ابھی تک نہ تو انگریزوں کو علم ہے نہ حدودوں کو کہ ہم حصول پاکستان کے لئے کس حد تک جانے کو تیار ہیں۔ ہم ایک جیسے الیہ کی چو کھٹ پر پہنچ چکے ہیں۔"

اپنے وفاداروں میں ہمارے ساتھیوں کی تقریریں سننے کے بعد جتن نے صدائق خلیفہ میں کہا "ہم کس چیز کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں؟ اللہ کے فضل سے ہم مسلمانوں کے پاس سب کچھ ہے، دماغ ہیں، ذہانت ہے، صلاحیت ہے، جرات ہے اور وہ تمام خوبیاں ہیں جو کئی قوم میں ہونا لازمی ہیں۔ تمام ہمارے پاس وہ چیزیں کی گئی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی ساری فوج تین چھوٹی کے حصول پر مرکوز کر دیں۔ بجلی بات یہ ہے کہ غازی قلعہ اور ہندوؤں کا قلعہ، بطور خاص، ہماری معاشی زندگی میں امن اوصاف کے زوال کا سبب بنا ہوا ہے۔ ہم اپنا شرفانہ کردار پوری طرح کھو چکے ہیں۔ اور کہہ کر کیا ہے جو ہمارے ایمپلوری و راست ہازی، عقیدہ کامل دیانت داری اور قوم کی گہری بھلائی کے لئے ذاتی مفاد سے دست برداری کے لئے ہر وقت مستعد رہا۔ اس کے باوجود ہم نے جسے ہمراہ اعتقل کرنا سے اہم اہم سمجھتے ہیں، پانچ سالوں میں ہماری شکستہ فاسیہ کا سپاہی کا مجبور ثابت ہوئی ہے۔"



کریں جناح کے گھر گیا اور ان کے سامنے الف اور پ دو حصوں پر مشتمل پرانا پلان پیش کیا۔ جناح نے حصہ ب میں شامل پاکستان ہائے سے انکار کر دیا تاہم حصہ الف اپنی ورلڈ کپنٹی کے سامنے رکھنے پر رضامندی ظاہر کی بشرطیکہ کانگریس بھی اسے مان لے۔ اگلے روز کریں نے مولانا آزاد سے ملاقات کی۔ مولانا نے تجویز کیا کہ اس حل کی تفصیلات طے کرنے کے لئے کانگریس اور لیگ کے چار چار اعلیٰ نمائندوں کا اجلاس بلایا جائے۔ کریں یہ عرض فرمائی لے کہ فوراً اجلاس کے پاس پہنچا۔ جناح نے اسے یاد دلایا کہ انہوں نے پہلے جو کچھ لکھا تھا، وہ محض ان کی ذاتی رائے تھی، ضروری نہیں کہ لیگ کی رائے بھی وہی ہو، اگرچہ وہ اس تجویز کو اپنی ورلڈ کپنٹی میں پیش کرنے کو تیار ہیں۔ اس کے بعد مشن اور راجل نے جناح اور آزاد کے نام مراسلہ کا مسودہ مرتب کیا جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ شملہ میں ایک سیراج کانفرنس ہوگی۔ دہلی میں اس وقت شدید گرمی پڑ رہی تھی اس لئے ہر ایک نے اس بات سے اتفاق کیا کہ وہ اپنی اپنی چاڑی مقام پر سہلہ حل ہو جانے کے روشن امکانات ہیں۔

## دوسری شملہ کانفرنس

دھرم پانی ۱۳۴۰ کو (راجل کی ۳۴ ویں سالگرہ کے روز) دوبارہ شملہ میں جمع ہوئے۔ جناح کے ہمراہ لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب فخر، اور ذوالفقار علی بھٹو، اور فاطمہ جناح کی طرف سے آزاد، منو، پنچل، اور عبدالغفار خاں آئے تھے۔ گویا کانگریس کی ٹیم تو مسلمانوں اور تو مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ جناح نے مولانا آزاد کے ساتھ ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا جسے سب نے محسوس کیا۔ تاہم راجل کے خیال میں اجلاس کا انعقاد زیادہ برا نہیں تھا۔ پہلا اختلافی نکتہ یہی نہیں تھا کہ لیاقت کی بابت پیدا ہوا کہ کانگریس چاہتی تھی کہ مرکز کے پاس براہ راست موصول لگانے کا اختیار ہو اور وہ بیرونی مدد کے بغیر اپنی آگاہی سے کام چلا سکے جبکہ جناح کا موقف یہ تھا کہ اسے یکمشت ایک رقم دے دی جائے اور بوقت ضرورت وہ دونوں گروپوں سے مزید طلب کر سکے۔ پھر مرکزی مختار پر بھی اختلاف ہوا۔ کانگریس ایک مختار کے حق میں تھی، لیکن راجل کے بقول جناح کا رویہ حتیٰ امن کے دلائل کو رد اور غیر مشعل تھا۔ جناح کا قدرتی طور پر اپنے دو سرے گروپ (پاکستان) کی سطح پر مختار کی تشکیل چاہتے تھے اور کانگریس پارلیمنٹ کی کسی بھی شکل کے قیام کی مخالفت تھی۔ شملہ میں ہر اختلاف اور جھگڑا کے پس پردہ لیگ کے دو قوی خطرے اور کانگریس کے دو ذاتی کلام حکومت کے ہمیں پاسے جانے والے بڑھاپائی اختلافات کارفرما تھے۔

راجل کی صبح کو جناح اور منو کے ہمیں زیروست ملاؤ آؤ لائی ہوئی جس نے چند گھنٹوں تک تاریکی سب سے شدید لڑائی کی شکل اختیار کر لی۔ منو کا اصرار تھا کہ یہ ہمیں آف انڈیا، طرہ اختیار رات کی فرسٹ فکٹر کیلئے نہ ہو، مضبوط اور توانا ہونی چاہئے۔ سرووں کو تعلیم اور صحت جیسے امور میں تاہم تعاون کرنے سے نہیں روکا جائے گا، تاہم انہیں کسی گروپ یا ایجنسی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ انہوں نے لیگ سے اپنی کی کہ وہ اس نتیجہ پہنچی ہو دستور وضع کرنے والی جماعت میں شامل ہو جائے کہ وہاں کسی پر اثر نہیں کیا جائے گا۔ مسٹر جناح کا کہنا تھا کہ وہ ایسی جماعت کو قبول نہیں کر سکتے۔ تاہم اگر کانگریس نے گروپوں کو قبول کر لیا تو لیگ ہمیں کو مان لے گی۔ منو نے واضح

کیا کہ مسز جناح یونین کے ضد مخالف کو نہیں مانتے کیونکہ مخالف کے طریقہ میں کا وجود بیکار اور سراسر ناقابل قبول ہو گا۔

جس وقت صوبہ اور جناح بھگڑ رہے تھے، دانشور رائے نے دیکھا کہ فیملی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک بار ہاتھ دوسرے صوبہ رائے ایک بیان میں کیا کہ گروپ بنانے کا سوال دستور کی تدبیر کے بعد پیدا ہو گا۔ انہوں نے زور دے کر یہ بات کہی کہ پہلا سوال یونین کے کردار کا ہے۔ اس کے بعد صوبہ جناحوں کے کہ یونین کے دستور کے تابع رہتے ہوئے اپنی خود مختاری کو بروئے کار لائیں اور صوبائی نمائندوں کو حق حاصل ہو گا کہ وہ اہل انڈیا مجلس دستور سازی میں گروپ سازی کے لئے جملہ جوش کریں۔

## بعض نئی تجاویز

کہیں نے "اقابی نکات" کے عنوان سے ایک نئی دستاویز مرتب کی تھی وہ شام کے وقت گاندھی کو دکھانا چاہتا تھا۔ اس نے دیول سے کہا کہ جناح سے وہ طور نہ لے۔ ساتاچی شمل میں فیملی اور مہا اتحاد خاں کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے اگرچہ وہ مشن سے ملاقات کرنے کے ارادہ سے نہیں آئے تھے۔ کہیں کو امید تھی کہ وہ ساتاچی حمایت حاصل کر لے گا، لیکن وہاں کوئی دال نہیں تھی۔ گاندھی نے جواب دیا کہ "تھوڑے عرصے میں پاکستان انجیم سے بھی بدتر ہے اس لئے وہ ناگرس سے اس کی منظوری کے لئے سفارتی نہیں کر سکتے۔ خانہ جنگی کے امکان سے وہ بالکل حاشا نہ ہوئے جس سے دیول نے یہ تجویز افہ کیا کہ گاندھی 'فیملی کے اس خیال سے حلقہ گتے ہیں کہ اگر یہ (غرض) اپنے پاؤں پر ڈٹ جائیں تو سلطان ہرگز نہیں لڑیں گے۔ اگلی شام کو دیول نے جناح سے ایک گفتگو تک ملاقات کی۔ اگرچہ ان کا رویہ دوستانہ تھا تاہم انہوں نے ناگرس کی بات اپنی مری اور شدید بے چینی ظاہر کی۔ انہوں نے اس حد تک اظہار کیا کہ وہ مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہندوؤں کا تسلط قائم کرنے کے عزائم رکھتی ہے۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ اگرچہ جو کچھ دوست اور انصاف پر مبنی سمجھتے ہیں وہی کریں لیکن مجھ پر حد سے زیادہ دباؤ نہ ڈالیں۔ دوسرے اثناء کہیں نے گاندھی سے ایک اور ملاقات کی۔ خلاف توقع اس دفعہ ساتاچی نے اس تجویز کی مکمل منظوری کا یقین دلایا جو تین حصوں پر مشتمل تھی۔ دیول 'جو کہیں پر قطعاً اقبال نہیں کرتا تھا اور گاندھی کے پاس میں کوئی حسن ظن نہیں رکھتا تھا' یہ بات مانتے پر بالکل آمادہ نہیں ہوا کہ کہیں کی راہنمائی میں گاندھی جی قریباً گاہ تک پہنچ گئے 'اس کے برعکس اس کی رائے یہ تھی کہ گاندھی جی کہیں کو اپنے پیچھے لگا کر اپنی پگھلائی پر لے آئے ہیں۔

دوسری صبح کو چٹک لارنس نے مسز جناح اور مولانا آزاد کو نوٹاتی مخالف فارمولہ کی تفصیل ارسال کی جس کی ابتداء اس طرح ہوتی تھی "اہل انڈیا یونین کی ایک حکومت اور مخالف ہوگی جس کے پاس امور خارجہ، دفاع، مواصلات اور بنیادی حقوق کے شعبے ہوں گے اور اسے ان شعبوں کے اختیارات کے لئے مناسب ضرورت لٹوز حاصل کرنے کا اختیار ہو گا۔ جبکہ جملہ اختیارات صوبوں کے پاس ہوں گے اور جیسا کہ کچھ فہرستیں کیا گیا ہے، صوبوں کے گروپ بنانے جائیں گے اور وہ گروپ ان صوبائی امور کا یقین کریں گے جو وہ مشترکہ طور پر لینا چاہیں گے۔" جناح نے اسی دن اپنی قیام گاہ "یاروڈ" سے جواب بھجوایا "میری رائے یہ ہے کہ اتفاق رائے کے



لئے ہوئے نکات تجویز کئے گئے ہیں۔ وہ اس ابتدائی فارمولا کی صریح خلاف ورزی ہے جو آپ کے بے حرج پہلو کے عراسلے میں شامل تھا اور جسے کانگریس نے مسترد کر دیا تھا۔ اندرونی حالات ہمارے طیلان میں اس دستاویز پر بحث کرنے سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو گا۔“

کانگریسی نے بھی اتفاق رائے کے لئے تقرر کردہ نکات کو دو سرے دہر بات کے علاوہ بنیادی طور پر اس لئے مسترد کر دیا کہ ۹ کروڑ مسلمانوں کو ۲۰ کروڑ سے زائد ہندوؤں کے مساوی حیثیت دینا پاکستان کی انجیم کو منظور کرنے سے بھی بدتر ہے۔

## نسو، جناح، جھڑپ

وہ اصل خاکہ کی طرف بھارت آئے کہیں مولانا آزاد سے ملنے کہا تو نسو بھی وہاں موجود تھے۔ وہیل نے جناح سے ملاقات کی۔ کہیں نے اول الذکر دونوں کو معقل اور معقل پایا، تاہم وہ اپنے وقت کے کارمان کا اشارہ جانا نہیں کی طرف تھا کے ہاتھوں سے جگہ تھے۔ جناح نے وہیل کو تعین دلایا کہ وہ معقولیت سے کام لینے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ان کے جانی پہلے ہی انہیں نشانہ بندی ہمارے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ایک قسم کی بوجھ حضور کر کے انہوں نے جھپار ڈال دی ہے ہیں۔ جو ان کی طرف سے کانگریس کے لئے جڑی "معاذت" ہے۔ انہوں نے پاکستانی گروپوں کے اجلاس پر اصرار کیا تاکہ اپنا علیحدہ دستور وضع کر سکیں۔ ہر سنی کی شام کو نسو نے تہرہ کیا کہ کانگریس اور ایک کو ایک "میانہ" کی سوجھ بوجھ میں اجلاس کرنا چاہئے تاکہ وہ ان کے متاثرہ نہ نکات کو حل کر سکے۔ جناح نے جواب دیا کہ وہ کانگریس کے کسی بھی ہندو نمائندے سے ملنے کو بخوشی چار ہیں۔ ایک صحت یا اس سے زیادہ عرصہ کے لئے سنی خیر خاموشی چھائی دی۔ پھر نسو نے تجویز پیش کی کہ وہ اور جناح اسی وقت اور اسی جگہ ملاقات کریں اور دیکھیں کیا وہ باہمی رضامندی سے کوئی چالٹ متقرر کرنے پر متفق ہو سکتے ہیں۔ اس پر ان دونوں کے سوا سب باہر چلے گئے اور ۳۰ منٹ تک باہر بیٹھے رہے۔ اس دوران نسو اور جناح کے درمیان زبردست جھڑپ ہوئی۔ بالآخر ان کے باہمی صرف اس بات پر اتفاق ہو سکا کہ اجلاس دونوں کے لئے ملتوی کر دیا جائے اور ہر سنی کو ۳ بجے بعد وہاں پہنچیں۔

نسو نے جناح کو مطلع کیا کہ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے میزوں کے نکات کے انتخاب پر بحث ختم کرنے کے بعد ملے کیا ہے کہ اس مقصد کے لئے جانا کانگریس ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کو خارج کرنا مناسب ہو گا۔ اس طرح میدان بحث ہی محدود ہو گیا تاہم کانگریس نے ایک حاسی فرسٹ تیار کر لی جس میں امریکی بھی شامل تھے۔ جواب میں جناح نے شکایت کیا کہ ایسا نہ کرنا انہیں کرنے کے علاوہ بحث سے نکات حل طلب ہیں۔ انہوں نے نسو کو مطلع کیا کہ وہ ہر سنی کو صبح ۱۰ بجے کے بعد کسی وقت بھی ان سے مل سکتے ہیں۔ نسو کی طرف سے جواب آیا "ایسا تاثر ہے تھا کہ ایسا نہ طور کرنے کی تجویز پر اتفاق رائے ہو گیا ہے اور ہمارا اگلا قدم نام تجویز کرنا ہو گا۔"

برہما ان دونوں کی صبح ۱۰ بجے جناح کی قیام گاہ پر پھر ملاقات ہوئی۔ وہ شام کے ۶ بجے تک بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ چٹک لادکس نے دہشت کی اور مسٹر جناح سے کہا کہ وہ اتوار کی شام کو شروع ہونے والے اگلے دور کے لئے اپنی قطعی شرائط تحریری شکل میں پیش کر دیں۔ جناح نے دوسرے دن ۱۰ اصولوں پر مشکل ایک

قہری بیان اسے الجھاتا جس میں کہا گیا تھا کہ پاکستانی اور ہندوستانی گروہوں کے لئے الگ الگ مجالس دستور ساز ہوں گی اور کسی یونین انگریز کو یا مشفق میں نمائندوں کی تعداد مساوی ہوگی۔ یونین میں کوئی تنازعہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ انگریزوں پر قبضہ کی اگلی صفحہ کی وضاحتی ہے۔ مولانا آزاد نے بھی کانگریس کی طرف سے سمجھوتہ کے تجویز کاغذات پر مبنی ایک قہری تجویز پیش کی۔ اس میں واحد مجلس دستور ساز کی تشکیل پر اصرار کیا گیا تھا جو تمام صوبوں اور ریاستوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہونی تھی۔ چٹھک لادنس نے اس شام دونوں پارٹیوں سے پوچھا "کیا ان کی اختیار کردہ پوزیشن کے پیش نظر سمجھوتہ ہونے کا کوئی امکان ہے؟ امیدداری سے کوئی فرق بھی ہاں نہیں کہہ سکا۔ اس لئے سیکرٹری آف پلیٹ نے محسوس کیا کہ کانفرنس ختم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیسٹ مشن اور واقعات نے جھڑپوں کو دہلی چلے جانے کا پروگرام بنالیا۔

سفر مئی ہندو سوامی راجل نے جناح سے بات چیت کی ہر شے نامے اور پتہ لگتے تھے۔ انہوں نے مبنی انتظامی کو نسل کے بارے میں چارہ خیال کیا۔ راجل نے لیگ کو کانگریس کے ساتھ "میں" (مساوی حیثیت) کی تشکیل کی اور بتایا کہ تجویز کاغذ میں ان کے علاوہ ایک سکھ، ایک بھارت اور ایک دھرمی اقلیتیں کے نمائندہ کو شامل کیا جائے گا۔ اس نے جناح پر زور دیا کہ وہ اس موافقہ کا جواب کو قبول کر لیں۔ جناح نے اس کی بات بدلی توجہ سے سنی لیکن اس پر کوئی راستہ نہ تھا۔ آخر میں انہوں نے کہا "مسلم لیگ میموری حکومت میں آئے گی یا نہیں" اس کا انحصار اس بات پر ہو گا کہ آیا میرے بیان سے طویل الیحاد مسئلہ کے حل کی کوئی امید پیدا ہوئی نظر آتی ہے۔" انہیں خوف تھا کہ کانگریس کا پلان یہ ہے کہ پہلے مرکزی حکومت پر کنٹرول حاصل کیا جائے اور پھر صوبوں میں کنٹرول حاصل کرنے پر توجہ مرکوز کی جائے۔ جناح نے پروگرام بنالیا کہ بحالی صحت کے لئے وہ کم از کم تین ہفتے مشلہ میں قیام کریں گے۔

## مشن کا نیا پلان

اب مشن مجبور ہو گیا کہ وہ اپنا عمل توجہ کرے جو اس فرسودہ تعمیل میں آخری اقدام تھا۔ وہ تمام دلائل میں پکا "جملہ دستاویزات کا مطالعہ کر چکا اور گواہوں پر اپنی حرج کھل کر چکا تھا۔ فیصلہ کو مزید سفر نہیں کیا جا سکا تھا۔ وزیر اعظم نے مشن کی کارکردگی رپورٹ طلب کر لی تھی۔ لندن اور مشلہ کے درمیان ٹیلی فونوں کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ لیبر گورنمنٹ کانگریس اور لیگ کی تڑائی میں "اگر اقتدار سے محروم ہونے پر نہیں تو تھوڑے ٹھوڑے ہونے پر بالکل تیار نہیں تھی۔

کیسٹ مشن نے اپنا پلان جھڑپوں ۱۹ مئی (۱۳۷۷) کی رات کو نجی دہلی ریڈیو سے پھریا۔ برطانوی راج کی کوئی نہ سے ہر امن طور پر ایک انگریز یونین کے تصور پر نہ ہونے کی یہ آخری امید تھی۔ اس بیان میں "مکمل طور پر آزاد اور با اختیار ریاست پاکستان" کے تصور کو متحدہ دعوہ کی بنا پر مسترد کر دیا گیا۔ ان میں سے ایک اہم وجہ یہ تھی کہ ایسا کرنے سے فرقہ وارانہ اقلیتی مسئلہ حل نہیں ہو گا بلکہ ایسے مزید مسائل کھڑے ہو جائیں گے جنہو سبھیوں کے لئے یہ حل کسی طرح قابل قبول نہیں ہو گا جبکہ اس اقدام سے ملک کی اقتصادی فنی اور انتظامی وحدت کو

ہر گز شہ ایک صدی کے دوران بڑی مشکل سے قائم کی گئی ہے 'زندہ رہ چکا' گے گا اور یہ قدم برطانوی راج کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہو گا۔ دستور کی جس بنیادی شکل کی سازش کی گئی وہ تین حصوں پر مشتمل انجیم تھی جس میں مرکزی حکومت کو محض امور خارجہ 'دفاع' 'مواصلات' کے محکموں پر اسے نام لکھ دیا گیا تھا۔ اس کے نیچے صوبوں کو انتظامی محکموں اور پولیس دستور ساز کے ساتھ گروپ اسے بنانے کا اور انچارج۔ ہر گروپ کو اختیار ہو گا کہ وہ ایسے صوبائی امور یا تھیں کہ جسے جو مشترک طور پر اختیار کرنے ہوں۔ ہر دس سال بعد کوئی صوبہ سب سے زیادہ ترقی کے مسائل سے دوچار ہو جائے اور دستور کی اصلاح کر کے گا۔ نئے دستور کی تفصیلات ایک ایسی آسانی سے وضع کر دی گئی جو ہندوستان کی زیادہ سے زیادہ آبادی کی نمائندہ اور وسیع اپنی ہوگی۔ ساری قوموں کو مناسب نمائندگی کا یقین دلانے کے لئے ایک جامع طریقہ کار بنایا گیا جس میں ریاستوں اور صوبوں کی نمائندگی پر مناسب توجہ دی گئی تھی۔

پان کے اختیارات میں کہا گیا تھا کہ:

"ہمیں 'ہماری حکومت اور ہمارے کام کو قریب قریب کے خود اہل ہندوستان کے لئے یہ ممکن ہو گا کہ وہ نئے دستور کی تدوین' جس کے تحت انہیں آئندہ زندگی بسر کرنی ہے' کے طریق کار پر متفق ہو جائیں گے۔ ان کو مشغول کے بارے میں ہندوستانی جماعتوں کے ساتھ ہم بھی شریک رہے' ایسا نہیں ہو سکا۔ اس لئے اب ہم آپ کے سامنے تجاویز پیش کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان تجاویز کی بدولت آپ اپنی آزادی مختصر عرصہ میں حاصل کر سکیں گے اور اندرونی اختلاف اور تصادم کو کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ تاہم یہ تجاویز سب پارٹوں کو پورے طور پر مطمئن نہیں کر سکیں۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ ان تجاویز کی منظوری کیلئے متبادل طریقہ کار پر غور کریں تاکہ علم و ہندوستان کے عوام کی جگہ خاندان کی جگہ علم کے علم کے علم سے بچا جائے۔ وہ گزرتے دن تک رہے گی اور اس کے نتائج کیا ہوں گے 'اس بارے میں سب سے زیادہ ہمیں کہا جا سکا۔ تاہم یہ بات یقینی ہے کہ 'لاکھوں کوڑوں آدمیوں' قوموں اور بچوں کی وہ چاہی ہوئی ہو گی۔ ہم ان تمام لوگوں سے 'ہندوستان کی بھلائی کے خواہاں ہیں' اپنی کرتے ہیں کہ وہ اپنی نگاہیں دست بردار کریں اور اپنی قوم یا علاقے سے بالاتر ہو کر پورے چالیس کروڑ ہندوستانیوں کے منافع کی بات سوچیں 'ہم دنیا کی بڑی قوموں کے ساتھ آپ کی روز افزوں خوشحالی اور ایسے مستقبل کے خواہاں مند ہیں جو آپ کے ماضی سے بھی زیادہ شاندار ہو'۔"

گاندھی نے اس کے روزانہ تجاویز پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "انگریزی راج نے ہندوستان میں جو بھی غلطی کی اگر مشن کا بیان درست ہے 'جیسا کہ انہیں یقین ہے کہ وہ ہے' تو وہ ان کے اعلان کردہ اس فرض کی لڑائی میں سرزد ہوئی جو ہندوستان کی طرف سے ان پر عائد ہونا چاہیے ہندوستان کی حمایت سے بچنا چاہتا تھا۔ اس بیان میں اس سرزمین میں دھرم کو سرحد کے گروہ میں بدلنے کی تجاویز شامل ہیں۔" "وہ شک و گمان اور کہیں نے ان کی صحت پر یقین نہ کیا تھا کہ 'شرع میں مسلمان گاندھی اس بیان سے بڑے مطمئن نظر آئے' لیکن بعد میں انہوں نے ایک ایسا اعتراض کیا جس نے سیکرٹری آف سٹیٹ کو الجھن میں ڈال دیا۔ وہ سوال یہ تھا کہ مجلس دستور ساز کے لئے جو طریقہ کار وضع کیا گیا ہے 'کیا اس میں تبدیلی کی جائے گی' 'کیا کانگریس کے ارکان اسمبلی کو یہ اجازت ہو گی کہ ابتدائی اجلاس میں اس طریقہ کار کی بات یہ سوال کر سکیں کہ کیا اسمبلی کو

تین صوں میں تقسیم کرنا چاہئے یا نہیں یا پہلے اسے جو میں کے دستور کا تعقیب کرنا چاہئے۔ ستر گاہ میں لے دیا  
کیا کہ مشن کے بیان کے لئے ان کی حمایت کا انحصار ان نکات پر ہے۔ ”والتحریر ہے واضح نہیں تھا کہ اس سوال  
کے پس پشت گاہ میں کے ذہن میں کیا ہے۔ جناح نے اس کے بارے میں کہا میں اس بات پر عمل نہیں دیکھتا  
ہوں کہ گاہ میں کا بنیادی مقصد عبوری حکومت کے مرکز میں اقتدار پر قبضہ کرنا ہے تاکہ وہ بعد میں کسی بھی وقت  
کوئی نازک فرقہ وارانہ مسئلہ اٹھا کر دستور ساز اسمبلی کو تار پڑا کر سکے۔“

جناح نے اصرار میں کو فون پر مری مگر اسے اطلاع دی کہ ”مشن کے بیان پر مسلمانوں کا رد عمل بڑا شدید ہے۔  
مجھے کوئی فیصلہ کرنے کے لئے ایک ماہ کی صلت دی جائے تاکہ میں اپنی وردنگ کمیٹی کے ساتھ صلاح مشورہ کر  
سکوں۔“ بظاہر وہ دودھیات کے لئے وقت مانگ رہے تھے ”ایک تو ان کی صحت خراب تھی دوسرے ان کی پارٹی  
کے بعض انتخابی بندوں نے جو روپہ اختیار کیا تھا اس پر سخت تشویش تھی۔ ان کی طرف سے کسی تاخیر کے بغیر عوامی  
دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ انہوں نے دیول کے پرائیویٹ ٹیکسٹری کو فون پر بتایا ”اگر دیکھ کر کوئی شروع ہو گئی تو  
سب کچھ جہہ ہو جائے گا۔“ مشن نے اگلی صبح لیاقت علی خاں سے طاقت کی لہر انہیں مطلع کیا کہ ”جناح کے  
جواب کے لئے چار پختے تک انتظار نہیں کیا جا سکتا۔ ستر جناح سے کہیں یا تو وہ فوراً دیول پہنچیں یا آپ کو بات  
چیت کرنے کا اختیار دے دیں۔“ لیاقت علی خاں نے کوشش کرنے کا وعدہ کیا اور ستر جناح کے ساتھ فون پر بات  
کرنے کے بعد مشن کو آگاہ کیا کہ ستر جناح ۳ اور حرجون کو وردنگ کمیٹی کا جبکہ حرجون کو الٹا مسلم لیگ  
کو نسل کا اجلاس طلب کر رہے ہیں۔ انہوں نے مشن سے استدعا کی کہ جلد بازی سے کام نہ لیا جائے کیونکہ  
لوگوں کو کئی تجاویز کی منظوری پر تیار کرنے میں وقت لگے گا۔ مشن نے قدرے تال کے ساتھ ان کی بات مان  
لی۔ جناح نے اپنے احرام کی بدست میں ایک ہفتہ کی کی کر کے حرجون کو دیول پہنچنے کا فیصلہ کر لیا۔

اور حرجون کا گاہ میں نے اسی روز (جس دن لیاقت علی خاں مشن سے ملے) کو انہیں صدر (نئی دہلی) سے جہاں  
وہ ٹھہرے ہوئے تھے ”چونکہ ہر نسل کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں اسی سوال کی بات ہو انہوں نے اپنی محکمہ میں  
پہلے اٹھایا تھا، یعنی چند نکات کی وضاحت طلب کی گئی تھی۔ ان میں سے ایک تھی یہ تھا کیا آپ کے خیال میں  
کسی سٹارٹ پر عمل کرنا دستور ساز اسمبلی کے کسی رکن کے لئے لازمی ہے؟ میں اس کی قانونی پوزیشن جانتا  
ہوں۔ میرا یہ سوال گروپنگ کی طاقت کے احرام سے متعلق ہے۔“ دیول نے اس خط کو صوبائی گروپوں کو جہہ  
کرنے کے سلسلے میں گاہ میں کی پہلی کوشش سے تعبیر کیا۔ کہیں نے گاہ میں کو جواب دیا ”ہم نے اعلان کیا ہے  
کہ ہم ان تجاویز پر مزید مذاکرات نہیں کر سکتے جو ہمارے خیال میں قطعی صورت میں ہیں۔“ مہر مئی کو گاہ میں  
نے ایک اور خط لکھا جو قدرے مضلل تھا۔ ”میں اپنے چوسے تھیں کے ساتھ یہ بات دیکھاؤں گا، انا چاہتا ہوں کہ  
اگر برطانوی افواج ہندوستان میں موجود رہیں، خواہ وہ اندولان ملک امن و امان کے لئے ہوں یا ان کی عدم  
موجودگی کے باعث پیدا ہونے والے خطرات کے باعث، ہندوستان کی آزادی جیسے ایک دعوے کو۔ اگر افواج  
کی یہی پوزیشن پر قرار دیتے ہیں تو آزادی یا تو دیا کاری ہوگی یا بے مقصد بیچ و پکار۔“ ”ہندوستان چھوڑ  
دو“ کا مطالبہ غیر مشروط طور پر قبول کرنا ہو گا خواہ دستور ساز اسمبلی کا سیاب ہو یا ناگام۔ وہیں میں سخت تہدلی  
شہر دی ہے۔ عبوری حکومت کے متعلق میں جہاں تک خیال کرنا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ایک مناسب قومی

حکومت کا قیام یہ حقیقت میں مرکزی مجلس دستور ساز کے ممبران کو بجا پہنچا ہوا 'ظہار از روئے قانون' دیکھنا نہ ہو۔  
 مجلس دستور ساز کے ممبران کے انتخاب سے پہلے عمل میں آنا چاہئے۔ اس کے بعد دو سو فیصد پانے پر پھیل جاتی ہوئی کسی  
 یہ عنوانی فتح نہیں ہو سکتی۔ ایسا کہ بغیر نفسیاتی اثر پیدا نہیں ہو گا۔ ایسی حکومت کی تشکیل میں ہونے والی ہر دوا  
 کی تاخیر بعد رحمت کے کہ ڈول فافہ روز عوام کے لئے موجب افسوس ہے۔"

## گاندھی کے اصل مقاصد

لارڈ الیزبتھڈ کو یقین ہو گیا کہ گاندھی کے پیش نظر دو مقاصد ہیں۔ ایک انگریزی حکومت کو نچا دکھانا 'ڈنیل  
 در سو اکرنا' اور دوسرا کہ گاندھی کی پالیسی کو فریضہ دینا 'دوسرے دستور کی تدوین کے بغیر اقتدار حاصل کرنا اور اس  
 طرح مسلم لیگ کے نقصانات مصلحت کو نہیں پشت ڈالنا۔

مشن نے اپنی کو تکرر کیا کہ صورت حال نے قربانی کی طرف کھینچ لی ہے۔ کانگریس نے عقدہ ظاہر کیا ہے  
 کہ اگر وہ یک جماعت بن جائے۔ وہ جمہوری حکومت میں اصول مساوات پر اعتراض کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا  
 تعاون حاصل کرنے میں یہ دو نکات الجھن کا سبب بن سکتے ہیں 'اس لئے ہم بہت جلد کانگریس کی طرف سے  
 راست اقدام کی دھمکی سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم نے ان کے مطالبات منظور نہ کئے۔ ہم سوچ رہے ہیں  
 اس صورت میں ہماری پالیسی کیا ہونی چاہئے۔' جن دونوں مشن مسلم لیگ کے اجلاس کا انتظار کر رہا تھا 'جواب  
 کے مسلمانوں کی طرف سے موافقت نہ ملنے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ تمام فرقہ وارانہ کشیدگی اور تناؤ میں  
 یہ دستور انسان ہو رہا تھا۔ "موصوفیہ بڑے شہروں" مثال کے طور پر کراچی میں جہاں برآمدہ میں کھڑے ایک بچے کے  
 ہاتھ سے لٹکا ہوا پانڈے کے گرجانے سے فرقہ وارانہ فساد ہوتے ہوئے رہ گیا۔ واقعہ اس نے راج رت دی کہ اگر مسلم  
 لیگ نے انہیں کو منظور کر دیا تو دو سو فیصد پانے پر فرقہ وارانہ ہنگاموں کے ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔"

بنگال کے گورنر سرفریڈرک ہارڈن نے ۲۴ مئی کو مشن کو بتایا کہ ہندو اور مسلمان دونوں اس بات پر غامض  
 مطمئن ہیں کہ اگر منصوبہ منظور ہو گیا تو ان کا منصوبہ تقسیم نہیں ہو گا۔ ہر حال اس نے فریوار کیا کہ جتن کی طرف  
 سے منصوبہ کے استرداد کی صورت میں ملکی وزارت مستعفی ہو جائے گی اور یہ بات جملہ کے لئے مشکل کا کام دے  
 گی۔ چنانچہ گاندھی کی صورت حال پہلے ہی حکیمین قحی جس کی ابتدا طلبہ کے ان مظاہروں سے ہوئی جہاں پاکستان انہیں  
 کی بالمشورہ پر احتجاج کے لئے شروع کئے گئے۔ ان مظاہروں کو وقتی طور پر روکوانے کے لئے مسلمان و ڈنیلوں کو  
 والی طور پر چنا کاٹک جانا پڑا تھا۔

## انگریز کو مزید ہنگاموں کا سامنا چاہئے

دوا وراثت نے ۲۴ مئی کو جہاں سے بات چیت کی تو قائد اعظم نے اسے بتایا کہ "ہندوستان کو سر جیکل  
 آہ بیکل کی ضرورت ہے۔" جہاں کو اس وقت تک لانا چاہی گیا ہو گا کہ ان کے پیچھے سے ملنا علاج سے  
 ٹھیک نہیں ہو سکتے انہوں نے جبر وراثت کی سہولت مشن کو کہہ مشورہ دینے کی دھمکی کی کہ وہ اپنا کام کیسے آگے

بوجائے بشرطیکہ واثق اس کے احکام کو نہیں نہ پہچانتے۔ واثق نے رازداری کے تحت ہر دو پارہ چین، ہائی کرائی اور اس چین کا اظہار کیا کہ جہاں مشن سے جو کچھ کتنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ "انگریزوں کو ہندوستانی مرکز میں تھو رکھنے والی قوت کے طور پر اعزاز دیا جائے اور پاکستان و ہندوستان کے امور خارجہ اور داخلہ سے ہر ریاست کے وزیر اعظم کے مشورہ سے نمٹنا چاہئے۔" جہاں کے خیال میں یہ ایک معقول حل تھا کیونکہ اس صورت میں کم سے کم جہاں ہوگی اور تمام ہندوستانیوں خصوصاً اچھیوں کو سب سے زیادہ تحفظ اور احترام میسر آئے گا۔ بلاشبہ وہ یہ بات کھلے بندوں کہنے کی جرات نہیں رکھتے اور انہیں کہیں یہ چین نہیں کہ وہ مذکورہ رائے کو مضبوطی سے خیر رکھ سکے گا۔ انہیں یہ چین بھی نہیں تھا کہ چٹھک لارنس گاؤھی کو کسی بات تانے سے باز رہے گا۔ اس کے باوجود چونکہ وقت بیکار سے گزر رہا تھا اور ان کی توانائی کم سے کم تر ہوئی تھی چنانچہ اس لئے وہ اپنا مشورہ بلا تاخیر مشن تک پہنچانے سے باز ہو گئے۔ واثق نے نوٹ کیا کہ وہ مشن کے بیان پر مسلم رد عمل کے بارے میں بہت متحفظ تھے اور انہیں اس کی حمایت کرنے میں بہت ہی زیادہ احتیاط تھے۔

واثق نے پوری ہوشیاری کے ساتھ جہاں سے یہ سوال کر کے اپنی بات ختم کر دی۔ آپ نے جو کچھ کہا اس کے پیش نظر "نیز آپ کے سوا اور انداز گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ مسلم لیگ کبھی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ درج ذیل خطوط پر قرارداد منظور کرے۔ انگریز اپنی بحث میں پاکستان کی حتمی خواہوں اور طریقہ کار پر اظہار خیال کرتے وقت حد سے زیادہ گئے تھے۔ انہیں اس سچے کے مسئلہ کرنے کا کوئی حق نہیں تھا جو کہ وہاں لوگوں کی مانگ ہے۔ پاکستان کے بارے میں ان کا تجربہ حد سے زیادہ سخت تھا۔ تمام مسئلوں نے انگریزوں سے کبھی یہ توقع وابستہ نہیں کی کہ وہ انہیں پاکستان دے دیں گے۔ انہوں نے کسی سے بھی یہ امید نہیں رکھی کہ وہ پاکستان دے دیں گے۔ انہوں نے مان لیا ہے کہ انہیں پاکستان بازو کے ذریعہ لیا ہو گا۔ کلینڈر مشن کے بیان میں جس اسٹیج کا خاکہ پیش کیا گیا وہ ناقابل عمل ہے اور عمل نہیں کتنی۔ اس کے باوجود حمایت کرنے کے لئے کہ وہ اسے گوارا چاہتے ہیں۔ اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ اس طرح مشینری کام نہیں کر سکے گی۔ وہ بیان کو منظور کرتے ہیں اور وہ طریق کار کو نام نہانے کے لئے پراسن راستہ نہیں چھوڑیں گے۔ تاہم وہ اس بیان کو پاکستان کو جانے والی شاہراہ پر پہلے قدم کے طور پر قبول کرتے ہیں۔"

یہ مفروضہ قرار دیا کہ وہ کہنے لگے اور کہا "چنانچہ بات ہے۔ آپ معاملہ کو سمجھ گئے ہیں۔ میں عمل نہیں رکھتا ہوں کہ مسلم لیگ یہی کہہ کرے گی۔" واثق نے بالکل بجا اور ٹھیک پیش گوئی کی تھی۔

چٹھک لارنس نے اس مرحلے کو ایسی کو کھلا:

مگر میں ابھی ہسپتال میں ہے۔ اگرچہ اس کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ انگریزوں نے جلیقہ کا معاملہ کرنے سے انکار کیا ہوا ہے۔ کیا ہونے والا ہے؟ میں نہیں جانتا۔ گاؤھی اشتعال انگیز طور پر ایک موقع ہونے لگا ہے۔ سرد گرم ہاتھیں کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں آزادلوں اور جہاں سب سمجھتے کے خواہش مند ہیں لیکن ہم پہلے ہی حد سہی و کثرت میں پہنچے ہوئے ہیں۔ آزادوں اور گاؤھی عام طور سے سواری دستوں میں کوئی بھی باضابطہ یا قانونی تبدیلی کرنے پر تیار ہیں۔ لیکن وہ حقیقت میں قریباً کل اقتدار کے خواہش مند ہیں اور وہ اس بارے میں کوئی ایسی چین دہانی چاہتے ہیں جو لوگوں کو تھائیں۔ جہاں یہ نہیں چاہتے کہ وائسرائے اپنے اقتدار سے ہٹا دیں۔

جائے اس کے برعکس ان کی خواہش ہے کہ ان کی جاگزاں حیثیت قائم رہے۔ میرے خیال میں اب داکٹر اے کو  
 چین ہو گیا ہے کہ اسے کانگریس کو مطمئن کرنے کے لئے ممکنہ حد تک جانا پڑے گا۔ میں نے ابھی اس امید کا دامن  
 نہیں چھوڑا کہ ہم اس الجھن پر قابو پا سکتے ہیں اور یہ کہ کانگریس اور لیگ دونوں ادارے جن کی کردہ منسوبی کی بہت  
 بے دلی سے اتحاد منظوری کر سکتی ہیں جس کی بدولت ہم ضرور جی کو یا اس سے پہلے دستور ساز اسمبلی کا اجلاس  
 طلب کرنے کے قابل ہو سکیں۔ ایسے بہت سے لوگ سوچ رہے ہیں جو مثبت انداز میں ہماری پیش رفت کا خیر مقدم  
 کریں گے۔

تم از کم پینک وارنس خود ان میں شامل نہیں تھا۔

جناح مرحوم کو داکٹر اے کی دلی پہنچ تھی۔ دہلی نے اگلی صبح ان سے ملاقات کی اور انہیں خوش و خرم پایا۔  
 جناح نے داکٹر اے کو آگاہ کیا کہ وہ مسلم لیگ کو نسل سے مشورہ کے بغیر میوٹی حکومت کے لئے نام نہیں دے  
 سکتے۔ تاہم دہلی کا تاثر یہ تھا کہ پانچ تو مسلم لیگ حکومت میں شامل ہو جائے گی۔ اس کے بعد جناح نے شکایت کی  
 کہ مسلمانوں کو مرکزی اسمبلی میں مساوی حیثیت نہیں دی گئی۔ اور یہ بات عمار کے ساتھ بھی کہ انہوں نے  
 یونین سے اتفاق کر کے بہت بڑی رعایت دی تھی۔ ممبرانوں نے پوچھا کہ اگر مسلم لیگ نے میوٹی حکومت میں  
 شمولیت قبول کر لی اور کانگریس نے انکار کر دیا تو پھر حکومت کیا کرے گی۔ داکٹر اے نے جواب دیا ایسی صورت  
 میں ہم اس پارٹی کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیں گے جو اس انتہیم پر ملحد آدمی کے لئے آمادہ ہوگی۔ جناح نے  
 داکٹر اے کو بتایا کہ آج شام ۶ بجے دو ٹک سبکی کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اگر اس سے انہیں کوئی زیادہ واضح چین  
 دہلی کر دی جائے تو بہتر ہو گا۔ دہلی نے کہا میں مٹن سے مشورہ کے بغیر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔  
 جناح نے زور دیا آپ مٹن سے مشورہ کریں۔ چنانچہ دہلی نے مٹن سے اجازت حاصل کر لی کہ وہ جناح کو زبانی  
 چین دہلی کر دے۔

مسلم لیگ کو نسل کا اجلاس مرحوم کو منعقد ہوا۔ اجملی جنس کے ایک انگریز ابھاری رپورٹ میں درج تھا  
 ”سبز جناح نے کہا میں اور دو ٹک سبکی کے دیگر ممبران اس بارے میں پریشان ہیں کہ اگر لیگ نے جناح کو  
 کر لیں اور کانگریس نے مسترد کر دیں تو پھر کیا ہو گا؟ داکٹر اے کا کہنا ہے کہ وہ کانگریس کی طرف سے کوئی انکار  
 برداشت نہیں کرے گا۔ اگر انہوں نے منظوری کے خلاف فیصلہ دیا تو وہ میوٹی حکومت مسلم لیگ کو سب سے  
 گارور ہر طرح ان کی حد کرے گا۔ یہ نکتہ کو نسل کے اجلاس میں بعض ممبران نے خصوصی طور سے اٹھایا۔ جناح  
 نے انہیں آمادہ میں لیا اور وہی جواب دہرایا جو دہلی نے دیا تھا۔ اگلے روز جناح نے کو نسل سے خطاب کرتے  
 ہوئے کہا ”اب مسلمان قوم کا اسمبلی کی حیثیت سے فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ میں بھر یہ بات کہتا ہوں کہ تاخیر  
 نہ برطانوی حکومت کے حق میں بہتر ہوگی نہ بعدوں کے حق میں۔ اگر وہ آزادی سے محبت کرتے ہیں اگر وہ  
 بعد مٹن کی محبت کے ساتھ ہیں اگر وہ آزاد ہونا چاہتے ہیں تو جی جلد اس امر کا احساس کریں“ اتنی ہی بہتر  
 ہو گا کہ مختصر ترین راست پاکستان سے اتفاق کرنا ہے۔“ ممبرانوں نے انہوں کی دھندلی دھندلی تعلقات پر روشنی ڈالتے  
 ہوئے عربوں پر زور دیا کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ غلطیوں میں یہودیوں کا ایک اور وطن قائم نہ ہونے  
 باعث انہوں نے انڈونیشیا پر ایٹھ کے سامراجی تسلط کی خدمت کی اور اپنی تقریر اس بات پر ختم کی کہ ”بعد مٹن

میں اکثر بندوں کے مدافع میں قرار پاتا ہے۔ اس قسم کی بھاری کا کوئی اطلاع نہیں۔ اگر کوئی شخص دہم میں جھکا ہو تو اس کے لئے صرف ایک یہ ہے کہ وہ پاؤں تانے میں داخل ہو جائے۔ اس خام خیالی کے باعث بندوں کا رویہ حکیمانہ، خالانہ اور جارحانہ ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ سارا نشانہ ہرگز ہو جائے گا۔ اگر وہ خود راہ اعتدال پر نہ آئے تو انہیں اعتدال پر لانے کے لئے ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔

## مسلم لیگ کا مینہ پلان منظور کرتی ہے

۱۶ جون کے قسم ہونے سے پہلے مسلم لیگ کو نسل نے بھاری اکثریت سے مینہ مشن کی منظوری دے دی۔ راجل نے اپنی رازداری میں نوٹ کیا: ”اب اصل لڑائی شروع ہو گی اور اہم سوال یہ ہے کہ کیا مشن کانگریس کا دلیری سے مقابلہ کرے گا؟ یا نہیں؟“۔ ”مہوری حکومت میں مساوات اہم ترین مسئلہ بن سکتا ہے۔“ فرانسس ڈین مل نے راجل کو پیرا کے ساتھ لٹچکایا اور محسوس کیا کہ وہ مسلم لیگ کی طرف سے ”مہوری حکومت میں برابری کے مقابلہ پر پیرا“ پر افورڈ ہو رہی ڈین مل نے خیال ظاہر کیا کہ گزشتہ سال شملہ کانفرنس میں کانگریس مساوات قبول کرنے کے قریب پہنچ گئی تھی۔ پیرا نے زور دے کر کہا کہ اس وقت صورت حال یکسر مختلف ہو گئی تھی ”جو عرصہ جنگ کے لئے ہنگامی حکومت کا قیام کر رہی تھی۔ لیکن اب انتخابات میں کانگریس نے زیادہ تر عمومی سٹیشن جیت لی ہیں اس لئے لیگ کے ساتھ مساوات کا سوال قیام پیدا نہیں ہوا۔“

## جناح، وزارت دفاع کے امیدوار تھے

جناح نے عمر جون کو دائرہ رائے کے ساتھ ایک مختصر گزارش اور راجل کو مطلع کیا کہ ”مہوری حکومت میں وزارت دفاع کا قیام ان وہ خود لینا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ امور خارجہ اور منصوبہ بندی کے شعبے ان کے وہ ساتھیوں کو ملے چاہئیں۔ یہ ”مہوری حکومت“ کل بارہ افراد پر مشتمل ہونی چاہئے جس میں پانچ مسلم لیگی پانچ کانگریسی اور صرف دو دیگر افراد ہوں۔ کسی ”مہوری حکومت“ میں حصول منصب کے لئے جناح کی طرف سے ذاتی دلچسپی کا یہ پتہ انکار تھا جو بدقسمتی سے آخری ثابت ہوا۔ جناح نے دائرہ رائے سے دریافت کیا۔ ”اگر میں ”مہوری کابینہ“ میں شامل ہو گیا تو اسمبلی میں جمعی نشست کا کیا ہے گا؟“۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ اگر وہ ”مہوری حکومت“ میں آگئے تو ان کے ”مسلم لیگ کا صدر رہنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔“

سنو اور مولانا آزاد نے عمر جون کو مشن سے ملاقات کی اور اصولی مساوات کے خلاف زوردار بحث کی۔ راجل ”الیکٹریڈز اور ڈیمک لارنس“ نے لیگ کے ساتھ زیادہ دواداری اور زیادہ تعاون کرنے پر زور دیا۔ ”اہم سنو کا اصرار تھا کہ مساوات کے اصول سے اتفاق کرنا کانگریس کے اختیار سے باہر ہے۔ اس کے بعد گاندھی نے دو مہینے راجل کے ذریعے ڈیمک لارنس اور کریس کو پیغام بھجوایا کہ وہ ان سے ملنے کے حتمی ہیں۔ راجل کی طرح الیکٹریڈز کو بھی اب گاندھی اور اس کے سادے طور طریقوں پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ کریس نے تجویز کیا کہ دائرہ رائے جناح اور سنو سے ملے۔ ڈیمک لارنس گاندھی سے ملنے کے لئے جانا چاہتا



تھا۔ لیکن انگریزوں نے اس کی سخت مخالفت کی۔ صحت منسلکے پر کہیں نے ایک نیا فیصلہ پیش کیا کہ میوری حکومت کی کابینہ میں دو نائب صدر ہوں، ہر پارٹی سے ایک۔ جناح اور نسو پارٹی باری اپنے منصب پر فائز ہوتے رہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جناح اور نسو کو وزیر بے عہد کے طور پر حکومت میں شامل کر لیا جائے۔ طے پایا کہ وائسرائے نسو اور جناح کو شام کے کھانے کی دعوت دے اور ان کے ساتھ میوری حکومت کے حلقہ چارہ خیال کرے۔ ہر ایک کی یہی رائے تھی کہ پارٹیوں کا نقطہ نظر سامنے آنے سے پہلے ان دونوں لیڈروں کا آپس میں بات چیت کرنا بہت ضروری ہے۔

اس رات کہیں جناح کو نسو سے ملاقات پر آمادہ کرنے کے لئے خود گیا، اگلی شام کو وہ مل بھی ان کے پاس پہنچا۔ کہیں نے جناح کے ساتھ ان کے گھر پر کسی کھینے گزرا دے اور وہاں کھنگو کا ایک ٹوٹ چار کیا جس پر کسی نے دھما نہیں کئے تھے لفظی سے ”بہرواٹ کا چار کردہ ٹوٹ“ کا عنوان دے دیا گیا، حالانکہ وہ واضح طور پر جناح کی کسی مذاکرات کی روداد ہے جو ناکام ہو گئے۔ اس دیکھاؤ کا یہ پیرا گراف قابل ذکر ہے: ”مسٹر جناح نے کہا کہ وہ پریٹی کے بارے میں کسی سے بحث کرنے کو چاہ نہیں۔ مشن کی تہاویز قبول کرنے پر انہیں اپنی پارٹی میں زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے خیال میں اس مخالفت کا پوری طرح جائزہ نہیں لیا گیا نہ ہی اس بات کا کہ وہ کتنی مشکل صورت حال سے گزر رہے ہیں۔ وہ واحد راستہ جس کی بدولت انہوں نے مسلم لیگ کو فاصل اور دو ٹکٹ کینٹی کو مشن کا بیان قبول کرنے پر آمادہ کیا، وہ یہ وعدہ تھا کہ وہ میوری حکومت میں شامل نہیں ہوں گے جب تک مسلم لیگ کو کانگریس کے مساوی حصہ نہ دیا جائے۔ اب وہ اپنے قول پر قائم ہیں۔ اس سے بھر نہیں سکتے۔ وہ اپنی مرضی کے مانگ ہیں۔“

جناح کے لئے ایک اور مفرد اعتراف، جس کی بات وہ جانتے تھے کہ کہیں اس سے حاشا ہو گا: ”وہ نسو یا کانگریس کے کسی اور لیڈر کے ساتھ میوری حکومت کے بارے میں اس وقت تک بات کرنے کو چاہ نہ ہوں گے جب تک کانگریس مشن کی تہاویز کو قبول نہ کر لے۔ اس وقت بات چیت براہری کی بنیاد پر ہوگی۔ جو خفی کانگریس تہاویز منظور کر لے گی وہ بلاشبہ نسو اور وائسرائے کے ساتھ ملاقات کرنے اور اپنے نامزد کردہ افراد کی فہرست مع ان کے عہدہ جات کے پیش کرنے پر رضامند ہوں گے۔“ یہ جناح کی بنیادی تدابیر میں سے ایک تھی کہ وہ خود کو بچا لیتے اور ضروری کام نمٹانے کے لئے اپنی توانائی تہاویز کرتے رہتے۔ خود بخود یہ اصرار کرتے کہ کسی اصول کو جو ان کی فہرٹیں مذاکرات کے لئے بہت اہم ہوتا، وہ سبہ فریق کے ساتھ بلاشبہ ملاقات سے پہلے تسلیم کیا جائے۔ خصوصاً ایسے معاملات میں جہاں وہ سمجھتے کہ نتیجہ مشکوک ہو گا یا جب انہیں فریق ثالثی کے مقابل پر مجبور نہ ہوں۔

جناح نے اس بنیادی مسئلہ پر سخت موقف اختیار کر کے کہیں کو ایک بار بھر یاد کرا دیا کہ وہ واقعی بڑے معاملہ فہم اور مستقل انسان ہیں۔ انہوں نے یہ ناظر افہ کرنے پر زبردست صبر کا اظہار کیا کہ یہ بات کہی جا رہی ہے کہ میوری حکومت کے لئے لیگ کے نامزد افراد دو ٹکٹ کینٹی کے بوزے ممبران میں سے ہوں گے۔ جناح نے اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں بہترین افراد روکا رہیں۔ یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ وہ ایسے لوگوں کو اپنے نامزد کردہ افراد کے طور پر پیش نہیں کر سکتے جو کام نہ کر سکیں، خواہ وہ مسلم لیگ میں مقبول و

صوف کیوں نہ ہوں۔ ان کے پاس سولی ملازمت میں بہت سے لاکھ و قاتل آویں موجود ہیں، وہ ان میں سے بعض کے نام پیش کر دیں گے۔ خواہ ان کے بارے میں کسی کو کچھ بھی علم نہ ہو۔ مسئلہ یہ ہے کہ کام کے مطابق صحیح آویں کا انتخاب کیا جائے۔ وہ شخصوں کی بہت سی بات چیت کرنے اور ردوبدل کرنے کو چاہتے تھے تاکہ کام کرنے والی اچھی ٹیم ہاتھ آسکے کیونکہ یہی وقت کی ضرورت تھی۔ کیا اس سے زیادہ مشکل بات بھی کوئی ہو سکتی ہے؟ اب اس ہر شر (جناح) نے انتظامی معاملات میں اپنی فرست و دوبرخی کا کوا ایک بار بھر نہوا لیا۔ وہ چاہتے تو اصول مساوات کے مطالبہ کی طرف جا سکتے تھے، لیکن اس مرتبہ انہوں نے فراموش کردہ مساوات کا بوجھ کانگریس پر ڈال دیا۔

## کانگریس جی اصل روپ میں سامنے آگئے

ایسا محسوس ہوا کہ وہ مساوات کی بنیاد پر تشکیل پانے والی کانینڈ کے تصور میں، جو ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا، تھوڑی دیکھی لے رہے ہیں۔ کریکس کا ٹوٹ خود ان کے اور ان کے ساتھیوں کے لئے مداخلت کے حروف تھا۔ کیونکہ وہ بیٹھ ایسے ”روش“ عمل پیش کرتا رہتا تھا جن کی بہت ہر کسی کا خیال ہو آ کہ یہ ناقابل عمل مسائل ہیں۔ کریکس نے اس ٹوٹ کے آخر میں یہ رائے ظاہر کی تھی کہ وہ جناح کی منطق و کلمات سے ذاتی طور پر بڑا متاثر اور حیرت ہوا اور انہوں نے جو مطالبات فراہم کیے، ان کی طرف اس کا ذہن پوری طرح کھلا رہا۔ ”میں نے (جناح کے علاوہ) مختلف ذرائع سے سنا ہے کہ جناح نے فی الواقع مسلم لیگ کو ٹول اور ورکنگ سکیٹی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ عبوری حکومت میں مساوات کے بغیر شامل نہیں ہوں گے۔“ اس آخری تجربہ سے جناح کی پوزیشن اور وہ جس دباؤ کے تحت کام کر رہے تھے، اس کی بہت مثبت طور پر عبوری ظاہر ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے موقف سے ایک انچ بڑے بغیر کریکس کو سب کے سب سے بڑی حد تک آزاد کر کے اپنا نام خیال بنا لیا۔

میں اس موقع پر جب جناح نے مشن کے سب سے اچھے ممبر کے ساتھ علوت کی محفل میں ایک اہم کامیابی حاصل کی ”سوا“ پیش اور کانگریس نے کانینڈ مشن کے ساتھ ساتھ واقف رائے پر بھی حقیقی تازہ پھوڑا۔ مشن نے ان کے متعلق رائے ظاہر کی کہ وہ تنگ حوزہ، نکار اور بھڑا لوچ ہیں۔ سوا عبوری کانینڈ کے لئے پھر وہ افراد کی فرست لائے تھے جس میں لیگ سے صرف چار ”کانگریس“ سے پانچ ”ہندو“ ایک کانگریسی اجماعت اور ایک کانگریسی خاتون اور ایک غیر کانگریسی ہندو کا نام تجویز کیا گیا تھا۔ دیول نے سوا کو کہا طور پر مطلع کیا کہ یہ فرست سفر جناح کے لئے قابل قبول نہیں ہوگی۔ اگلی صبح جناح آئے اور انہوں نے واقف رائے کو بعض باتوں پر مشتمل فرست دی۔ سوا دوسرے پھر دیول سے ملے، وہ کسی قدر افسردہ لگ رہے تھے۔ انہوں نے سولانا آزاد کے ساتھ جناح کی طرف سے ملاقات کے آثار پر زبردست تنقید کا اظہار کیا اور جناح کو سوا کا تذکرہ کبھی نہ فرما دیا۔ شام کو پیش آئے اور کوئی دیکھنے سے بغیر بڑی تیزی اور روانی سے بولنے لگے اور جناح نیز لیگ کے مختلف نمبر بھرا لگ لاپتے رہے۔ انہوں نے دھمکی دی کہ واقف رائے کی بدالی ہوئی کوئی حکومت

قہول نہیں کی جائے گی۔ اسی روز گاندھی نے واسرائے پر ایک مراسلہ میں زور دیا کہ وہ کانگرس اور لیگ کی فراہم کردہ فرسٹ بائزرنگ میں سے صحیح توہین کا انتخاب کرنے کے لئے جرات سے کام لیں۔ انہوں نے دہلی کو مشورہ دیا کہ "آپ کو اپنی پسند کے ایک گھوڑے کا انتخاب کرنا ہوگا۔ جہاں تک میں دیکھ سکتا ہوں آپ ایک وقت دو گھوڑوں پر سواری نہیں کر سکتے۔ یا تو کانگرس کے بیٹن کہہ ناموں کا انتخاب کر لیں یا مسلم لیگ کے دیتے ہوئے ناموں میں سے چن لیں۔ خدا کے واسطے چوں چوں کامیاب نہ بنائیں اور ایسا کرتے وقت کوئی خوفناک دھماکا نہ ہونے دیں۔ بہر حال آپ مشورہ وقت کی بدھشیں کر دیں اور ہم سب کو تادریں کہ مشورہ دست ختم ہونے پر انگریز یہاں سے چلے جائیں گے۔ امید ہے کہ میں نے اپنی بات آپ پر واضح کر دی ہے۔" گاندھی کے متعلق دہلی کی ساری عام خیالی دور ہو گئی۔ گاندھی کے بارے میں اس نے رائے قائم کی کہ "وہ انتہائی ہلاک 'بہت دھرم' بھرپور 'دو' دنی بات کرنے والا ایک سرطیعت کا مالک سیاستدان ہے جس میں شخص نام کو نہیں۔"

اوسر لندن میں کانپن نے ہندوستانی مذاکرات میں متوجہ برائوں کے "قوی مضمرات" پر غور کیا۔ اس نے یہ تجویز مسترد کر دی کہ اگر کانگرس ملحق پانچ کو قہول نہ کرے تو مرکزی اور ہندوستانی کو آزادی دے دی جائے اور پاکستان قائم کرنے کے لئے شمال مغرب اور شمال مشرق کی طرف واپس آجائیں۔ وزیر اعظم نے یہ دہشوں کے اعلان کے لئے منصوبہ چار کرنے کا حکم دے دیا۔ تاہم اس بات پر زور دیا کہ یہ راز کسی پر محفوظ نہ ہونے پائے۔ اصولی طور پر یہ بھی طے کر لیا گیا کہ آئندہ عورتوں اور بچوں کو ہندوستان نہیں بھیجا جائے گا۔

کانپن نے برطانوی حکومت کی کسی ایسی کارروائی کے خالصی حکمت عملی پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ بھی لیا جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ہم ہندوستان میں اپنی پوزیشن سے دستبردار ہو رہے ہیں۔ وزیر خارجہ ارنسٹ بیون نے خیبر کیا کہ:

"جہاں تک امریکی رائے عامہ کا تعلق ہے، ہم ان سے جس ہمدردی کی توقع رکھتے ہیں وہ کچھ زیادہ حوصلہ افزا نہیں ہوگی۔ بین الاقوامی آزاد خیال حلقوں میں ہماری دستبرداری کی پالیسی کو بخوبی وقت لے گی جو ہمارے لئے فائدہ مند نہیں ہوگی کیونکہ اس سے وسیع حلقوں میں اس بات کی توقع ہو جائے گی کہ اپنی دوسرے واپس پر دی کرنے کے لئے ہمارے پاس وسائل اور عزم و حوصلہ نہیں رہا۔ نتیجہ یہ کہ ہندوستان میں کسی حل کے بغیر اپنی پوزیشن سے دستبرداری کا پتہ چل گیا تو اس سے ہماری مالی پوزیشن خراب ہوگی۔"

نئی دہلی میں کانپن ملحق نے ایک ہی ہمدردی حکومت کی تشکیل کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ اور چونکہ دہلی نے اپنی داغی میں کھسا "دند کی طرف سے بچوں کو اکٹھا کھیلنے کی ترقیب دینے کی آخری کوشش شروع کر دی گئی ہے۔ کانگرس کی ساری سودا بازی اور معاملے کرنے میں جت بازی نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ کوئی صاف یا مدبرانہ انداز فکر اپنانے کے قابل نہیں۔ ان کے مقابلے میں جتن نے اپنے آپ کو اچھا ثابت کیا ہے۔"



## جنگ کا ساتھ چھوڑ دیا گیا

مولانا آزاد مشن کو لمبے چڑے اور تفصیلی طلب کن مراسلے بھیج رہے، گاندھی نے جنگ لارنس کے ساتھ، نسو نے کہیں سے اور وہیل نے بتائے سے ملاقاتیں جاری رکھیں۔ وہ اس عبوری کابینہ کے لئے ایک یاد ناموں پر جھڑپ رہے تھے جو ۳۰ کروڑوں انسانوں کی سرزمین کو وطن اور انکس کے سمندر میں غرق ہونے سے بچانے کی خاطر بننے والی تھی لیکن اس کا قیام عمل میں نہیں آسکا۔ کیا یہ معاملہ تھا کہ وہ سب اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ اگر وہ انداز سنبھالنے پر تعلق ہو گئے تو ایک احتمالی تباہیہ کر دینے والا کام ان کے گم نہ جانے گا؟ وہیل ان سب سے بڑا رہا ہو چکا تھا۔ ان میں جنگ بھی شامل تھی جن کے ساتھ اس نے ملکہ جون کو ملاقات کی جو "زیادہ غرورگار" نہیں تھی اور آخر میں یہ تبصرہ کیا "میں ان بعد ستانی سیاست دانوں سے جتنا زیادہ ملتا ہوں، اتنا ہی زیادہ بعد ستان کے بارے میں باخبر ہوتا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ درکنگ کبھی کا اہلاس آج رات ہو رہا ہے۔ تاہم اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ کانگریس کے مقابلہ میں ہماری پوزیشن ہر طرح کمزور جا رہی ہے۔ ہم ہر کھتہ پر اسے موقع دے رہے ہیں اور یہ کہ انہیں خود بھی ناقابلِ عداوت حد تک بچا دکھایا جا رہا ہے۔ جنگ نے مجھے قدرے افسردہ کر دیا اور باخبر کا تاثر دیا۔ ایسا لگا وہ محسوس کر رہے ہیں کہ وقت پر ان کا ساتھ چھوڑ دیا گیا ہے۔"

کہیں اس بات پر اٹھ تھا کہ اگر کانگریس مشن کے پلان کو مسترد کر دیتی ہے تو جنگ سے کیا جائے گا؟ وہ پوری عبوری حکومت کے لئے ناموں کی فہرست دے دیں۔ تاہم وہیل جنگ کو پوری حکومت کی تشکیل کی ذمہ داری سونپنے میں بہت محتاط تھا۔ وہ جنگ سے یہ کہنے کو ترجیح دے گا کہ اس بنیاد پر حکومت میں شامل ہو جائیں کہ انہیں اسی قدر حصہ ملے گا جتنا اب تجویز کیا گیا تھا۔ وہیل نے کسی قدر برہمی سے کہا "اس عبوری حکومت کے لئے ذمہ داری دافترائے کے کندھوں پر ہوگی اور جنگ وزیر اعظم نہیں ہوں گے۔" یوں گویا اس نے اپنی یہ قابلیت ثابت کر دی کہ وہ "بچوں" کے ساتھ کامیابی سے مکمل مکمل سکا ہے۔ کہیں نے جواب دیا "میرے خیال میں یہ مناسب ہو گا کہ جنگ کو حکومت کی حیثیت دیکھنے کے بارے میں خیالات کے اظہار کا موقع دیا جائے۔ اگر جنگ نے مناسب الفاظ میں ذمہ داری اٹھانے سے انکار کر دیا تو پھر ہمیں کانگریس کو تشکیل حکومت کی ذمہ داری دے دینی چاہئے۔ دافترائے نے کہا مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ میں اس کی بجائے سرکاری حکام کی حکومت بنا لوں گا۔ الیگزینڈر نے وہیل سے اتفاق کیا۔ جنگ لارنس نے کہیں کے ساتھ کسی قدر عبوری ظاہر کی۔ تاہم وہ اس حق میں نہیں تھا کہ دافترائے پر اپنا غم چھایا جائے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اگر جنگ کے انتخاب کا موقع آیا تو وہ واپس وطن جا کر اپنی اور اپنے رفقاء کار سے مشورہ کرے گا۔

مشن نے ۳۳ جون کو نسو، مولانا آزاد، ٹیل اور رابندر پرشاد کے ساتھ ملاقات کی۔ جنگ لارنس نے واضح کیا کہ وہ اور اس کے ساتھی اس بات سے خوب آگاہ ہیں کہ کانگریس قومی کردار کے اعتراف کو کتنی اہمیت دیتی ہے، تاہم انہیں پوری ترجیح ہے کہ اس خصوصی معاملہ میں کانگریس یہ خیال رکھے گی کہ

میوہی حکومت میں ایک کانگریس مسلمان کی شمولیت کا مطالبہ نہ کیا جائے، اگرچہ ایسا کرنے سے نہ کوئی نظیر قائم ہوگی نہ ہی کوئی اصول وضع ہو گا۔ نمونے احتجاج کرتے ہوئے کہا ایسا لگتا ہے وفد نے اس مفروضہ پر محکمہ کا اتفاق کیا ہے کہ بات چیت صرف مسلم لیگ کے قیادوں سے آگے بڑھ سکتی ہے۔ کانگریس نے عدم امتثال کا ہر یکہ کریں گے یہ دلیل پیش کر کے انہیں مطمئن کرنا چاہا کہ کانگریس مسلمانوں کی سہولتی حکومتوں میں شرکت سے کانگریس کے قوی کردار کا اعتبار بخوبی ہو جائے گا۔ لیکن نمونہ آڑو یا پھیل جس سے مس نہ ہوئے۔ پینک لارنس نے بھی مقبولیت سے کہا۔

”ہندوستان کے آزادی کی طرف بڑھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ کام شروع کرنے کی نا اہلیت تھی۔ فرض کیجئے کانگریس لٹا کھوے وفد سے یہ بات منوا لیتے ہیں کہ ایک کانگریس مسلمان کو میوہی حکومت میں شامل کر لیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے یقین نہیں کہ مسٹر جناح اسے قبول کر لیں گے“ اس طرح کوئی حکومت نہیں بن پائے گی۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ یہ بات واقعہ کانگریس اور ہندوستان کے بہترین مفاد میں ہے کہ وہ جرات سے کام لیں اور ان شرائط کی منظوری سے اتفاق کریں جن کے تحت حکومت کی تشکیل ممکن ہوگی۔ ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل ڈھونڈنا ہو گا۔ پارٹوں پر لازم ہے کہ وہ ملی مسائل میں مل جل کر کام کریں۔“

## کانگریس نے مشن پلان کی منظوری دے دی

بھرملا پینک لارنس کی دہائی کے آخری استدلال کا کوئی مثبت اثر نہیں ہوا۔ نمونے نے جواب دیا کہ کانگریس کے لیڈر گذشتہ ۳۰ برسوں سے فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل ڈھونڈ رہے ہیں، لیکن لیگ کے اس اعلان نے اس کی کوششوں پر پیش پانی پھیر دیا کہ وہ ایسے مسلمانوں کو جو قوی تصور کے حامل ہوں، تسلیم کرنے کو چاہ نہیں لور کانگریس ان مسلمانوں کو غما نہیں چھوڑ سکتی۔ پینک نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اس بحث پر سر تسلیم خم کرنے کا مطلب یہ ہو گا کہ سارے مسلمانوں کو کانگریس سے نکال دیا جائے۔ تاہم ۵۰ برسوں کو کانگریس کی ورکنگ سکیٹی نے باقاعدہ مشن پلان کی منظوری کے حق میں تھلہ دے دیا۔ البتہ مرکزی اقتدار کی حدود کے بارے میں، جیسا کہ وہ مشن تھوڑے میں شامل تھیں، نیز صوبوں کی گروپ بندی کے حلقوں بھی صوبے تفصیلات کا اعتبار کیا۔

دوہل نے کانگریس کا جواب وصول کرنے کے بعد مشن کے لئے امتحانی غلطی ”بادداشت“ میں نکھار: ”اب سارے لئے مسلم لیگ کی شرائط کے ساتھ میوہی حکومت کی تشکیل کی کوشش کرنا ممکن نہیں رہا۔ اور کانگریس دعویٰ کرے گی کہ کسی نئی کوشش میں مسٹر جناح کو ابتداء میں جو یقین دہانیاں کرائی گئی تھیں، وہ ختم ہو گئی ہیں۔ حقیقت میں کانگریس دوا کھات میں ہم پر سبقت لے گئی ہے لور کانگریس کی یہ قابلیت کہ وہ الفاظ اور قیادوں کو توڑ سوز لیتی ہے لور الفاظ کی ترمیم میں کوئی بھول چوک ہو جائے تو اس سے فائدہ اٹھاتی ہے، لیکن وہ غلط ہے جس سے مسٹر جناح پیش آرتے رہے ہیں اور یہی چیز ان کے ختم رویہ کا سبب

نی دی ہے۔ کانگریس کی کامیابی کا حصہ وہ (سنٹر جناح) محسوس کریں گے اہم سبب یہ ہے کہ اس نے مشن کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھا۔ یہی بات کانگریس، مشن اور واقعے کے بارے میں ان کی بدھندوں کو بڑھانے کا موجب بنے گی۔ لوگ تنگ مزاج ہو گئے ہیں۔ مسلم لیگ محسوس کرتی ہے کہ اسے دھوکا دیا گیا ہے اور کانگریس سمجھتی ہے اس نے ایک بہت حاصل کر لی ہے۔ اب اس سے قائد اٹھانے میں کوئی سستی نہیں کرے گی۔“ راج کو جلد ہی کہہ دیا گیا کہ وہ تھیل کے طور پر سرکاری افسروں پر مشتمل ایک نگران حکومت بنائے جو اس کی نفرت اور تجویز سے کہیں زیادہ اہم آہنگ ہو، بجائے اس کے کہ وہ حکومت کا بیڑہ کی صدارت کرتا پھرے۔

## عمدوری حکومت کی تشکیل میں تعطل

اسی شام کو مشن نے راج کی سمیت میں جناح سے ملاقات کی اور انھیں کانگریس کی قرارداد دیکھائی۔ یہ آخری ملاقات رات کے آٹھ بجے تک قریباً پانچ گھنٹے جاری رہی۔ راج نے جناح کو بتایا کہ وہ عسکری عدت کے لئے ایک نگران حکومت بنا رہا ہے جو دستور ساز اسمبلی اور دستور کی تدوین کے کام کو آگے بڑھانے کی کیونکہ مشن واپس جا رہا ہے۔ جناح کو یہ سن کر زبردست صدمہ پہنچا۔ انھوں نے پوچھا کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اب والد عمدوری حکومت نہیں بنانا چاہتا؟ میں تو یہ سمجھا تھا کہ اگر ایک جماعت نے اہم جون کی شخصیت ٹھکانا دی تو دوسری کو وہی وظیفہ کی جائے گی۔ مسلم لیگ نے اسے منظور کر لیا تھا۔ انھوں نے کہا ”مجھے عمدوری حکومت کی تشکیل کے مسئلہ کو جلدی کرنے کی تجویز پسند نہیں۔ میرے خیال میں یہ بات والد کے وقار اور خود ان کے وقار کے لئے بری ہے۔ اس سے دونوں قسم ہو جائیں گے۔“ صداقت کے اس لہر نے ان کی انا کو کس طرح ڈاش ڈاش کیا؟ یہ تمام سال ’یہ سارے عرصے ان کے لئے بڑے بڑے باموس کن رہے تھے۔ انھیں ایک مرتبہ بھرتا دیا گیا ”ابھی نہیں سر“ آپ کے لئے ابھی بالکل تیار نہیں، شاید اگلے مہینے یا اگلے برس؟“ کیا وہ اگلے سال تک زندہ رہیں گے؟ یہ ایک افسوسناک ملاقات تھی۔ راج نے اپنی ریمارٹ نہیں لکھا: ”بب ہم اصل کام کی طرف آئے“ مسٹر جناح کا موزہ بہت ہی خراب تھا، انھوں نے ہم پر بے چینی اور کانگریس کی حمایت کا الزام لگایا۔ اور کہا کہ انھیں حکومت میں شامل ہونے کا موقع دیا جائے۔“

اگلے دن انگریزوں نے جناح کو کہنے اور یہ بتانے کیا کہ اسے بڑے احساسات کے ساتھ جدا ہونے پر زیادہ کہ ہے۔ لیکن اس ملک دل شکنی کے بعد دوستی ’عمدوری‘ اور انگریزوں پر اعتماد کا احساس ’جو لندن کے پہلے دور کے وقت سے قائم تھا‘ جناح کے دل میں بھر بھی پیدا نہیں ہوا۔

## انیسواں باب۔ بمبئی سے لندن (۱۹۳۶ء)

### جناح کے اعتماد کو نہیں گنتی ہے!

جناح نے جولائی ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کو لندن سے بمبئی میں خطاب کرتے ہوئے ہدایت کی۔ ”اگر آپ

کے پاس کافی قوت نہیں تو وہ قوت پیدا کریں۔ مسلم لیگ کی طرف سے مسابو برکات، انصاف بلکہ اتحاد اور لیگ خواہشات کا پورا اہتمام کیا گیا۔ کانگریس نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کانینڈ مشن کانگریس کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ اس نے اپنا کھیل کھیل چکا ہے۔ کانگریس پر سے ان کا اتحاد ۱۹۳۰ء میں ہی اٹھ گیا تھا۔ قریباً پچیس سال بعد انھیں کانگریسوں پر بھی کوئی بھروسہ نہ رہا۔ نہ ان سے بھلائی کی کوئی امید باقی رہی۔ لیگ کے بعد پیدا ہونے والے مسائل اور دھاؤ نے انھیں کانگریس کے اشاروں پر ٹاپنے پر مجبور کر دیا۔

## ہنڈت شو کی قلابازی

جناح نے کئی و غیر فکری اخبار نویسوں اور اپنے ۳۵۰ بیوروکاروں سے جو انتخابی گرم پانی میں جمع تھے، خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ”میں مذاکرات کے دوران کانینڈ مشن اور دانشورائے شریع سے آخر تک کانگریس کی دھمکیوں اور خوف میں جھکا رہا۔ کانینڈ مشن اور دانشورائے اپنے قول سے پھر گئے ہیں اور اعلان کردہ آخری تہذیب کو بھی پشت ڈال دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کانگریس نے طویل المیعاد منصوبہ کبھی قبول نہیں کیا۔ اس کی مشروط منظوری سے کانگریس کے صدر نے ۵۴ جون کو مشن کو آگاہ کیا۔ مشن نے جو ایک دوسرے ہوئے آدمی کی طرح جھگے کا سارا لینے کو چاہ تھا، اس مشروط منظوری کو حقیقی منظوری سمجھ لیا۔ کانگریس کے منتخب صدر ہنڈت خواہر لال نسو نے مئی جولائی ۱۹۳۰ء کو بمبئی میں اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے طویل المیعاد منصوبہ کی بابت کانگریس کی پالیسی اور اس کے طرز عمل کو واضح کیا اور کہا کہ ”کانگریس کبھی چیز کی پابندی نہیں۔ فرض باتیں کرنے اور خواب دیکھنے سے کیا فائدہ؟“

## جناح کا احتجاج

جناح نے کانگریسوں کی وعدہ بھلائی اور کانگریس کی طرف سے لیگ کو مقابلہ کی دعوت اور مشن چٹن کی دھمکوری سے پیدا ہونے والی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے لیگ کو فیل کا اجلاس طلب کیا۔ اس موقع پر انھوں نے اپنے حامیوں کو بتایا ”میں یہ بات بلا طرف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مذاکرات کے دوران مجھے فریقوں میں سے لیگ نے ایک بدکار حکیم کے طرز عمل کا مظاہرہ کیا۔ ہم نے لیگ بمبئی سے کام کیا۔ مسلم لیگ ہی وہ واحد فریق ہے جو ان مذاکرات سے وقار اور صاف ہاتھوں کے ساتھ سامنے آیا ہے۔“ ہاتھوں کا صاف ہونا ان کے نزدیک بیش ایک بنیادی خوبی رہی۔ وہ ایک ایسے سیاسی سرگرم کے آپ بیتی دوم میں داخل ہونے سے پہلے نفسی جاری کی علامت سمجھتے تھے، جہاں ناقابل علاج مریض جرات کے انتظار میں لیٹا ہوا ہو۔ ”انتھالی چرچہ باز سے کم کوئی چیز کام نہیں دے گی جبکہ برطانیہ عقلی کاوند بھی اپنے مدد سے نہ کر گیا“ اس کانگریس کے سامنے جبکہ گیا اور بے بسی کا اہتمام کیا جس میں نہ تو شائستگی ہے نہ ہی عزت کا احساس اور جرات ہے۔ ”فقر جاری دیکھتے ہوئے انھوں نے مزید کہا: ”یہ تمام حقائق معمولی شک و شبہ کے بغیر واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ ہندوستان کے مسائل کا واحد حل۔۔۔ پاکستان۔۔۔ ہے۔ جب تک کانگریس اور

گامی یہ دعویٰ کرتے رہیں گے کہ وہ سارے جہودستان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جب تک وہ ان کے حقوق اور قضی صداقت کا انکار کرتے رہیں گے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد با اختیار عظیم ہے اور جب تک وہ اس شیطانی حلقہ میں اسیر رہیں گے نہ مصلحت ہو سکتی ہے نہ آزادی مل سکتی ہے۔ اب مسلم گامی ایک عالمگیر مشیر کی حیثیت سے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کانگریس اہل ہند کے لئے ترغیبی کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمیں ایک ایسے ترغیبی کا خاصا تجربہ ہے جو گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے یہاں موجود ہے۔ ہم کانگریس کو اپنا امین (ترغیبی) نہیں مانتا ہے۔ اب ہم باطل ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کی واحد ترغیبی مسلمان قوم ہے۔“

اس کے بعد جناح نے کہیں پر الزام لگایا کہ اس نے دارالعوام میں بحث کے دوران مٹن کے حلقہ سادہ ترغیبت سے صاف بچا لگنے کی کوشش کرتے ہوئے الفاظ کی جلدوگری کا سہارا لیا اور ایمان کو گمراہ کیا۔ اس پر اضافہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنے اس چرکے کا ذکر کیا جو شاید ان کے نزدیک سب دشمنوں سے گمراہ تھا۔ ”مجھے انہوں سے کتنا پتا ہے کہ سرٹیلورڈ کہیں نے اپنی قانونی صلاحیت کی قدردانیت کم کر لی ہے۔“ دھچک لارنس کے حلقہ جس نے دارالامراء کو مطلع کیا تھا کہ جناح کو مسلمانوں کی نمائندگی کی اجازت دہری نہیں دی جا سکتی انہوں نے یہ نواز بلند کہا میں کوئی بنیاد نہیں ہوں۔ میں عمل کے لئے مراعات کا مطالبہ نہیں کر رہا۔ نہ ہی میں اپنے کی طرح چیزوں کی قیمت کے بارے میں بحث اور مول قتل کر رہا ہوں۔“ اپنے آباؤ اجداد اور تاجر قوم کے کاروبار کو انہوں نے جس شدت سے مسترد کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذاکرات کے خاتمے کے بعد وہ خود کو کسی قدر فریب خوردہ سمجھ رہے تھے۔ کچھ مسلمانوں کے سامنے جن کے لئے تجارت، بیچارہ اور سودا سی طرح قابل نفرت تھے جیسے سود کا گوشت اور شراب۔ انہوں نے فر کے ساتھ خود کو مول قتل کرنے والے بنایا کا اسی طرح مخالف ظاہر کیا جیسے عقیدہ سنی ظاہر کرتے ہیں۔ یہ طایفہ کے قانونی جلد پر ان کا تعلق جس نے اب تک کہیں لارنس راجس میکڈانڈ مور نے اور کئی مشنوں سے ان کا حلقہ قائم کر رکھا تھا وہ پادری پادری ہو گیا۔ ذاتی مفاد کا عمل دوسری جہود کی عالمیاتی جہودوں سے ہوتا ہوا تھا۔ ان کے مفاد کو ہمارے کیا اور وہ ان سب سے بری طرح بدعن ہو گئے۔

## لیگ جہاد کی راہ پر

اس سے اگلے دن مسلم لیگ کو نسل نے اپنے اجلاس میں ممبران کی طرف سے پیش کی گئی ایک درخواست سے فائدہ قرار دیا جس پر غور و خوض کیا جن میں یہ فیصلہ کرنے کی استدعا کی گئی تھی کہ ”کیجٹ مٹن کی دہرہ عدالتی کے پیش نظر مسلم لیگ کو کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟“ لیاقت علی خان نے ہر قرارداد چمک کر سنائی۔ لیگ اس پر عمومی بحث شروع ہو گئی جو پورے دو دن جاری رہی۔ ملک فیروز خان نے کہا ”ہمارے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ ہم بخوشی یہ اعتراف کر لیں کہ ہم نے اس احکیم میں توجہ نہ دی کہ ایک قسم کی پونین کو قبول کر لیا اور اپنے قصور پاکستان سے پیچھے ہٹ گئے۔ دانشمندی کا لکھنا ہے کہ آئینی جہاد کو جمہوری طور پر مسترد کر دیا جائے۔ ہمارے سامنے صرف ایک راہ دکھانے والی روشنی ہے۔۔۔ ایک عمل با اختیار اور حقدار ریاست پاکستان۔“ مولانا حسرت موہانی پر خوش تابلیوں کی گونج میں لارنس پرتے اور بولے ”اگر قائد اعظم



حکم دیں گے تو مسلم ہندوستان ایک منٹ کے نوٹس پر بغاوت کے لئے اٹھ کھڑا ہو گا۔" دوسرے علماء خان صاحبان اور ملازمین نے بھی وہی راگ اٹایا۔ راجہ ششدر علی خاں نے وعدہ کیا "اگر مسٹر جناح نے حکم دے دیا تو ہر شخص زندگی سے مسلمان حصول پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لینے کے لئے نکل آئیں گے۔"

۱۹۴۷ء کو درگنگ سمیٹی میں دو قراردادیں پیش کی گئیں جو نوٹس کی آراء پر غور و فکر کرنے کے بعد مرتب کی گئی تھیں۔ پہلی کے درجے کاؤنڈیشن کی منظوری واپس لینے کو کہا گیا تھا جبکہ دوسری کے درجے ایک کے لئے مستقبل کارآمد راستہ اقدام تجویز کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا گیا تھا:

"چونکہ کسی کامیابی کے بغیر مسلم ہندوستان کی قوت سلب ہو چکی ہے۔ ہندوستانی مسئلہ کو مخالفت اور آہنی ذرائع سے پر امن طور پر حل کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں اور چونکہ کانگریس۔ انگریزوں کے ساتھ سازباز کر کے ہندوستان میں بعد راج قائم کرنے پر تکی ہوئی ہے اور چونکہ حالیہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستانی معاملات میں انصاف اور مساوی برکت نہیں بلکہ طاقت کی سیاست فیصلہ کن عنصر کی حیثیت رکھتی ہے، چونکہ یہ پورے طور پر واضح ہو چکا ہے کہ مسلمانان ہند پاکستان کی آزاد و خود مختار ریاست کے فوری قیام سے کم کسی بات سے مطمئن نہیں ہوں گے، مسلمان قوم کے لئے وقت آگیا ہے کہ وہ پاکستان کے حصول "اپنے حقوق کے تحفظ، اپنی خودمختاری کی حفاظت اور برطانوی حکمرانی کے بغیر مستقبل کے بعد قسط سے نہایت پائے کے لئے راستہ اقدام کا سارا لے۔"

دونوں قراردادوں کی پورے ہوش کے ساتھ منظوری کے بعد جناح نے خطاب کرتے ہوئے کہا "ہم نے سب سے اہم تاریخی فیصلہ کیا ہے۔ مسلم لیگ کی پوری تاریخ میں ہم نے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا، بیٹھ آہنی ذرائع اور مذاکرات پر عمل کرتے آئے ہیں۔ آج ہمیں یہ پوزیشن اختیار کرنے پر اس اقدام نے مجبور کر دیا ہے جس میں کانگریس اور انگریز شریک ہیں۔ ہم یہ دو ملازمین سے حل کیا گیا ہے۔ آج ہم نے آئین اور آہنی طریقوں کو خدا حافظ کر دیا ہے۔ دردناک مذاکرات میں شہرہ سے آخر تک امن دونوں فریقوں نے "جن کے ساتھ ہمیں سودا بازی کرنی پڑی" ہم پر بھرا ہوا رکھا۔ ایک کے پاس طاقت اور اس کے پیچھے مٹھیں مٹھیں تھیں، دوسرے کے پاس عدم تعاون اور سول نافرمانی شہرہ کرنے کی دھمکی، ہمیں اس صورت حال کا مقابلہ کرنا ہوا۔ ہمارے پاس بھی ہتھوں موجود ہے۔"

چونکہ لارنس نے دہلی پر زور دیا کہ وہ جناح سے جلد از جلد ملاقات کرے اور اس پر دہلی ڈائری کے وہ ایک کے ممبران کو اب بھی کانگریس کے ساتھ حکومت میں شامل ہونے کی اجازت دے دیں۔ دہلی نے جناح کے قلم و قلم اور مسلم لیگ کی شدید کارروائی کا درست اندازہ نہیں لگایا۔ اس نے یکم اگست کو بذریعہ نکلون کو مطلع کیا کہ عوامی تحریک کے فوری طور پر شہرہ ہونے کا کوئی غلط نہیں ہے۔ اس نے چونکہ لارنس سے کہا "وہ کاؤنڈیشن کو تادمے کہ جناح کو فوری طور پر بلانا مناسب نہیں ہو گا۔ اگر میں جناح کو فوراً بلاؤں تو اسے دھمکی کا درشت زہہ وہ عمل سمجھا جائے گا اور اس سے جناح کی اہمیت مزید بڑھ جائے گی۔ میں تجویز کروں گا کہ جناح کو اس کے حال پر بھروسہ دیا جائے۔" چنانچہ میکملن ڈیوڈ مکمل جاری رہا۔

## لیگ کا راست اقدام

لیگ کو نسل کے اجلاس کے بعد روزنامہ "نیٹیراف" کے نمائندہ نے جنرل سے انٹرویو کیا اور پوچھا کہ "راست اقدام" سے ان کی کیا مراد ہے؟ جنرل نے پہلے تو کہا کہ غیر قانونی عوامی تحریک چلائی جائے گی۔ لیکن جب اس نمائندہ نے اپنے مضمون کا متن انہیں دکھایا تو انہوں نے تصدیق غیر قانونی کو "غیر آجی" سے بدل دیا۔ جنرل کے سیکرٹری نے انکشاف کیا کہ درحقیقت کہنی نے اہم اہمست ۱۹۵۹ء (ہندو ہجو) مسلمانوں کی طرف سے عام ہڑتال کی تاریخ متروک کی ہے۔ واقف اس کے ذہنی پرانیعت سیکرٹری کو ایک دھچکا سا لگا۔ اس امر کے امکانات تھے کہ عام ہڑتال کی کیفیت جاری ہو جائے۔ تاہم دیول زیادہ پریشان نہیں ہوا۔ اس نے غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ جنرل کو حقیقی معنی میں پتہ نہیں کہ اس دن کیا کرنا ہے۔

۱۸ اگست کو چیف لارنس کی رضامندی سے کانگرس کے صدر نہرو کو دعوت دی کہ "آپ عبوری حکومت کی تشکیل کے لئے اپنی تجاویز پیش کریں۔ یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ اس بارے میں آپ پہلے مسٹر جنرل سے تبادلہ خیال کریں۔ مجھے یقین ہے آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ اس نازک مرحلے پر ایک مخلوط حکومت زیادہ موثر انداز میں ہندوستان کی منزل کی طرف ہمیں رہنمائی کر سکتی ہے۔" نہرو نے اہم اہمست کو گاندھی کے آشرم (اردو) سے جواب میں اس پیشکش کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ سہر اگست کو نہرو نے وہیں سے جنرل کو لکھا: "مجھے عبوری مخلوط حکومت کی تشکیل کے لئے آپ کا تعاون مطلوب ہے۔"

جنرل کا جواب جاری نگران کن تھا۔ "آپ کے اور واقف اس کے مابین کیا بات چیت ہوئی ہے؟ مجھے اس کی بہت کچھ علم نہیں۔ نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ آپ دونوں کے مابین کیا طے پا رہا ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ واقف اس نے آپ کو انتظامی کو نسل کی تشکیل کا حکم دیا ہے اور آپ کے مشورہ کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے پر پہلے ہی آمادگی ظاہر کر دی ہے تو میرے لئے اس پر یقین کو قبول کرنا ممکن نہیں۔ تاہم اگر آپ کانگرس کی طرف سے میرے ساتھ ملاقات کر کے ہندو مسلم تھپے کرنے اور عظیم نگران حل کرنے کے خواہاں ہیں تو آج شام ۱۸ بجے میں آپ سے ملاقات کرنے کو چار ہوں۔" یہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی تاریخ تھی پاکستان و ہندوستان کے قیام سے ٹھیک ایک سال پہلے۔ نہرو نے بعد ازاں مطلع کیا کہ "میں آج شام ۱۸ بجے آپ کے ہاں آ رہا ہوں۔"

ملاقات کے بعد نہرو نے دیول کو بتایا کہ "میں نے مسٹر جنرل کو یقین دہانی کرائی ہے کہ مجلس دستور ساز میں کسی جیسے فرقہ وارانہ مسئلے پر عمل نہیں کیا جائے گا تو تنگ دوئوں پارٹیوں کی اکثریت اس کے حق میں ووٹ نہ دے۔ یہ کہ انتظامی نکات تحفیہ کے لئے لیڈرل کوٹ کو بھیجے جائیں گے" یہ کہ چونکہ کانگرس گروپ سازی کے تصور کو پسند نہیں کرتی اور مرکز کے ماتحت خود مختار صوبوں کو ترجیح دیتی ہے اس لئے اگر صوبوں نے گروپ سازی کو پسند کیا تو وہ طاقت نہیں کسے گی۔" نہرو نے جنرل کو چودہ افراد کی کمیٹی میں مسلم لیگ کے لئے پانچ نشستیں پیش کیں۔ تاہم وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ اگر کانگرس اپنے پانچ کے کوہ میں ایک بیٹھت مسلمان کو شامل کرتی ہے تو مسلم لیگ کو اس پر کیوں اعتراض ہے۔ جنرل نے ایسی

شریعت پر نہ صرف سخت اعتراض کیا بلکہ اس صورت میں مہودی حکومت میں شریک نہ ہونے کی واصلی بھی دی۔ سمو کی رپورٹ کے مطابق ان کی واحد توجہ یہ تھی کہ اس ساری کارروائی کو چھ ماہ کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔ ہندوستان کی خانہ جنگی کے بدترین سال کے موقع پر غریب آقاہ کے وقت آبادی مل پر واقع جناح کے بلکہ سے نکلے ہوئے سمو نے مزید انتظار کرنے سے مہودی کا انتظار کیا۔

## کلکتہ میں عظیم خونریزی

بھارت میں اسے لیو مسود نے فورٹ ولیم کی چوٹی پر واقع اپنی چوکی سے رپورٹ دی کہ ۱۹ اگست کو بھارتی کنگ کے خوفناک رات والے شہر میں صبح ہوئی، ہڈیوں کی جھوٹوں سے مسلمان کارکنوں نے شہر میں آگ شعلہ کر دیا۔ ان کا رخ آئٹھ سوئی کی اس یادگار کی طرف تھا جہاں ایم دست اقدام مٹانے کے سلسلہ میں ٹیگ کا بھاری جلسہ عام ہونے والا تھا۔ اس سے بنگال کے وزیر اعلیٰ مسود دی اور دوسرے لیڈروں کو خطاب کرتا تھا۔ اس دن کلکتہ کی فضا میں عجیب قسم کی خاموشی تھی۔ صبح کے آسمان سے بیٹے اس قسم کی اطلاعات قلم کے برطانوی صدر دفتر میں پہنچیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے گاما اور بیچاچہ کے پل پر رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں۔ آج کلکتہ کے بریگیڈیر ان کمانڈر ہے۔ بی۔ سی میگل نے اس دن فوجی دستوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ ہر کھل سے باہر نہ نکلیں۔ گاما ۱۹ اگست کے دن ہندوستان کے سب سے بڑے سب سے زیادہ مہمان نواز اور فرقہ واریت میں سب سے زیادہ جھکاؤ شریک تھے۔ نرانا پھر ڈرا گیا تھا۔ مسود دی نے سرکاری ملازمین کے لئے تین دن کی غیر معمولی چھٹیاں دے دی تھیں۔

گورنر بنگال ہڈی نے اس رات دہلی کو تار دیا، فرقہ وارانہ، بھارت کلکتہ کے شمال مشرقی علاقہ بانک لڑا میں صبح سے بیٹھ ہی شروع ہو گیا اور پھر دن بھر جاری رہا اور پھیل گیا۔ شام کے ۱۲ بجے تک کی صورت حال یہ ہے کہ وسیع پیمانے پر متعدد بار فرقہ وارانہ تصادم ہوا جس میں بعض دکانیں بھی لونی تھیں۔ ہتھیار جن سے کام لیا گیا وہ دودھے اور پتھر تھے۔ آج رات ہی صورتوں میں دونوں قوموں کے افراد نے شامہ تھیں بھی استعمال کیں اور ہاتھ زنی کی بعض وارداتوں کی اطلاع بھی ملی ہے۔ شمالی کلکتہ کے ہندو تاجروں میں خوف و ہراس کا احساس صبح سے ہی مہیا تھا جو اصل حالات سے کہیں زیادہ وحشیانہ رچ روٹوں کی زیادتی کا سبب بنا۔ اب تک جو ہنگامے ہوئے ہیں وہ واضح طور پر فرقہ وارانہ ہیں، انگریزوں کے خلاف نہیں۔

لیفٹیننٹ جنرل سرفرائس کھر "انچارج ایجنٹ کمانڈر" کو غصہ رچ روٹوں میں موصول ہوئی کہ مسود دی نے اس درجہ بعد دوسرے مشفق ہونے والے بھارتی جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"کیجٹ مشن محض ایک قریب تھا۔ میں دیکھوں گا پختہ سمو بنگال پر کس طرح حکومت کرتے ہیں۔ ایم دست اقدام موصول آؤدی کے لئے بدھند کی طرف پہلا قدم ثابت ہو گا۔ میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ جلسہ اپنے گھر کو چلے جائیں۔ میں نے پولیس اور فوج سے مل کر یہ دیکھنا سیکھا ہے کہ وہ آپ سے کوئی تعاون نہیں کریں گے۔" اعلیٰ جنس وادوں کا کہنا ہے کہ جرم میں بہت سے مسلمان قتلے بھی شامل تھے اور یہ کہ جو جنس جلسہ ختم ہوا ان کی صفیں بکھر گئیں۔ انہوں نے ہمارے مراکز کا رخ کیا اور وہاں

بچے ہی حدودوں کی دکانوں اور مکانات کو لوٹا اور جانا شروع کر دیا۔ چار بج کر چند منٹ پہ فوجی بیٹے کو اورٹز نے "ریٹ" کا کڑوا دیا، جس سے ظاہر ہوا کہ پورے نکلنے میں غیر معمولی واقعات ہو رہے ہیں۔

فساد زدہ طاقتوں میں شام کے ۶ بجے کڑوا لگا دیا گیا لیکن جب ۸ بجے "ایریا کاناڈو" نے ساتویں در پینشنرز اور گرین ہولڈرز کو طلب کیا تو انہوں نے کالج سطح مارکیٹ کو شعلوں کی پلٹ میں ڈالا۔ جو چند گھر اور دکانیں جلتے سے بچ گئیں، انہیں مکمل طور پر جہا کر دیا گیا۔ امرت سطح میں زیادہ لوٹ مار نہیں ہوئی تھی۔۔۔ اب سرنگر روڈ پر بہت سی عمارتیں طبع کا ڈھیر بن چکی تھیں۔ پار سین روڈ پر بہت سے زمینوں اور فوفوہ کینوں کی چیلیں اور آہیں سننے میں آئیں۔ وہاں بہت سی تانہ لاشیں پڑی تھیں۔ نکلنے میدان جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ میجر لیور مور کو یاد آیا کہ "وہ قذیب و شرافت کے خلاف عوامی راج کی لڑائی تھی۔ زیادہ تر لاشیں فریوں، ٹپلے درجہ کے ان پڑھوں اور ایسے کمزور لوگوں کی تھیں جو لیورڈ اور جوم کے موڈی افراد سے اپنے مال کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔"

جیل مکر نے نوٹ کیا: "نزدیکی کے قتل عام پر ہمیں گھبرا دیا ہوا تھا" تمام یہ فوجی بڑی تلف تھی۔ یہ قاتل و جہنوں کے ساتھ بے گام برہمت تھی جسے قتل کرنے 'ہلاک کرنے' نکھوے کرنے اور جلائے کے لئے کھلا جھوڑ دیا گیا تھا۔ نکلنے کے دہڑیل طبقہ نے شر کا سکول اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اسے پچیس سکول نہیں کر دی تھی، دن کی روشنی میں کسی بس یا ٹیکسی کا نشان تک نظر نہیں آیا۔ دیکھتے تو پھر ڈر کر جلا دیئے گئے تھے۔ ٹکڑوں کے لئے کوئی ذریعہ مواصلات نہ تھا کہ وہ اپنے گھم پر جا سکیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آرام طلب اور کافل آدمی شہر میں موزکٹ کر رہے تھے۔ فسادوں نے ہاتھوں میں ڈنڈے "الٹیاں اور انہی سے ٹھیس اٹھا رکھی تھیں۔ ان کے چور خطرناک تھے۔ ایک شخص کو مار مار کر ہلاک کر دیا گیا، جو قاتل سے سو گز سے بھی کم فاصلہ پر پڑا تھا۔ پچیس اپنی گاڑیوں سے اترنے میں بڑی سست تھی، اس سے پہلے کہ وہ کوئی کارروائی کرتی، تین گزبیں کو ڈنڈوں سے ختم کر دیا گیا، ان کی لاشیں سڑک پر پڑی تھیں۔"

ہر اہستہ کو میجر لیور مور کے دستوں میں سے ایک نے محض ایک گلی کے چوک میں سے ۱۵۰ لاشیں اٹھائیں، تین دن لاشیں بے خمی بکھری پڑی رہیں۔ فوج کو موٹے ٹھکانے لگانے میں پورے دو دن اور دو راتیں صرف کرنے پڑے۔ ہر اہستہ کی رات تک تلی ہوئی لاشوں کی بدبو اتنی شدید ہو گئی تھی کہ حکومت بنگال نے فوج کو ایک لاکھ اٹھانے کے عوض پانچ روپے دینے کی پیشکش کی۔ کبھی کبھار انگریزی فوج کے دستوں کی نقل و حرکت کے سوا ہر اشر مہوں کا شہر بن کر رہ گیا تھا۔ یہ پتہ چلتے ہے کہ پاگل انگریج لاشوں کو اٹھا رہے ہیں، مکالوں اور پھجیوں کے پوشیدہ حصوں سے نکال کر مزید لاشیں گلیوں میں اٹل دی گئیں۔

## قتل و غارت گری کا بھی ایک منظر

قتل طوع پر کوئی نہیں جانتا کہ نکلنے کے عظیم قتل عام میں کتنے لوگ مارے گئے، تمام جیل مکر نے اندازہ لگایا کہ یہ تعداد ہزاروں میں تھی۔ غیر سرکاری ذرائع نے دعویٰ کیا کہ ۲۱ سے ۲۰۰ اہستہ کے درمیان

۱۹۰۰۰۰ بھلن چلا گئے تھے۔ اور اس سے کئی گنا زیادہ لوگ ہل کے ڈوبے دیئے بھل کے پار بھاگ گئے۔ اس ہل پر سے کئی دن تک مردوں، عورتوں، بچوں اور گھوڑوں کی مسلسل قطاریں شہر سے باہر ٹیلیفون کو جاتی رہیں۔ ہارگٹ بورک وائٹ نے لکھا ہے ”جب لوگوں نے دیکھا کہ ریل گاڑیاں انہیں نہیں اٹھا سکتیں تو لوگ انتظار کرنے کے لئے فرش پر بیٹھ گئے۔ وہ خود بخود بھدو اور مسلمان کیمپوں میں تقسیم ہو گئے۔“ یہ تقسیم کی محض ابتدا تھی۔

دہلی نے امر است کو دھچک لادنی کو مطلع کیا کہ اب تک مرے والوں اور زخمیوں کی تعداد کا اندازہ علی الترتیب ۳۰۰۰۰ اور ۷۰۰۰۰ ہے۔ کانگریس کو یقین تھا کہ یہ ساری آنت مسلم لیگی وزارت کی سوتی تھی، حکیم کا نتیجہ تھی۔ تاہم واقعات کو اس بارے میں ابھی تک کوئی اطمینان بخش شہادت نہیں لی تھی مرے والوں کی بابت آخری انکشاف یہ تھا کہ بھدوں کے مقابلہ میں مسلمان زیادہ مارے گئے۔

است کے آخر میں ایک غیر ملکی نیوز ایجنٹ نے جناح سے گلگت کی حکیم غونجی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا:

”اگر کانگریس کو چاہے اور انتہے سے نہیں تو بنگالوں پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ میری رائے میں اس کا کوئی مقابل نہیں ہوسکتا۔ پاکستان کے ہم پاکستان میں غیر مسلم اور بھدو اقلیتوں کی دلچسپی کی ضمانت دیتے ہیں جو سب مل کر دعائی کرڈ کے لگ بھگ ہوں گی۔ ہم ان کے مفادات کی ہر طرح حفاظت کریں گے۔ یہ بھدوستان کی حقیقی آزادی کا نیز لوگوں کی بھلائی اور مسرت کا فطر ترین راستہ ہے۔“

## غیوری حکومت کی تشکیل

۳۱ اگست کو دہلی نے اعلان کیا کہ سو اور ان کی پینڈ کے دیگر ۳۳ ساتھی غیوری حکومت تشکیل دیں گے جو اوائلی جبر سے کام شروع کرے گی۔ واقعات نے کہا ”گلگت کے حالیہ ہولناک واقعات جمیڈی کے یاد دلانے ہیں کہ اگر بھدوستان کو آزادی کے غیوری دور میں زندہ رہتا ہے تو بہت زیادہ مجبور تھی سے کام لیتا ہو گا۔“ اس کے ایک ہفتہ بعد سر مقامات امر خاں کو ”جو نمونہ کاپی کے لئے جان کر دے تھے غیر ملکی مسلمانوں میں سے ایک تھے“ مسلم لیگ کے دو مشہور قومیوں نے شملہ میں چاقوؤں سے حملہ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

واقعات کی غریبی تقریب کے دو دن بعد جناح نے اعلان کیا ”واقعات نے مسلم لیگ اور مسلم بھدوستان کو زبردست صدر پہنچایا ہے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ مسلمان بھدو اسے حوصلہ اور جرأت سے برداشت کریں گے اور غیوری حکومت میں اپنی جائز اور باعزت پوزیشن حاصل کرنے میں ہٹائی سے سبق حاصل کریں گے۔ میں اب بھی دعویٰ سے کہتا ہوں کہ انہوں نے جو قدم اٹھایا ہے ”وہ غیر واقفانہ اور غیر دیرانہ ہے جو خطرناک اور بے یقینی بنائی پر مبنی ہے۔“ اور اس نے یقین ایسے مسلمانوں کو ہموار کر کے محض تارے ذہنوں پر تنک چڑھا ہے جن کے بارے میں اس علم ہے کہ انہیں مسلم بھدوستان میں نہ احترام حاصل ہے نہ اعتماد۔“

اب دیول نے سو اور گاندھی سے اپیل کی کہ وہ گروپ سازی کا ایک نیا فارمولا قبول کر لیں ورنہ دستور ساز اسمبلی کا اجلاس نہیں بلایا جائے گا۔ گاندھی نے ۲۸ اگست کو وائسرائے کے نام خط میں لکھا: ”مگر شہ شام آپ نے یہ بات کئی بار دہرائی کہ آپ ایک کھرے کڑی اور سچائی میں اور یہ کہ آپ قانون نہیں جانتے۔ ہم سب کھرے کڑی ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ ایسے طریقے اختیار کئے جائیں جن کے استمال سے نکلنے کے حالہ ہولناک واقعات کی روک تھام کی جاسکے۔ ہمارے سامنے سوال یہ ہے کہ یہ کام بہترین طریقہ سے کیسے کیا جائے۔ کل شام آپ کی زبان تردید آمیز تھی۔ بادشاہ کے نمائندہ کی حیثیت سے آپ کا محض ایک فوجی ہونا کافی نہیں، نہ ہی آپ قانون کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ کانگریس سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ اپنے اندر اتنی ہلک پیدا کرے کہ جس راستہ کو غلط سمجھتی ہے، بنگال میں ہونے والی وحشیانہ عمارت گری کو دیکھتے ہوئے اسی راہ پر چلے گئے۔ میں یہ بات ایک ہندو یا مسلمان کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک ہندوستانی کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ براہ کرم میرا چارہ خط برطانوی کابینہ کو سنائیں۔“

دیول نے گاندھی کے ذکورہ بالا خط کے مرابہ میں لکھا:

”میری اس تجویز پر کہ کانگریس کو گروپ سازی کی بابت مکمل کر تعین دہانی کرانی چاہئے، گاندھی کے شدید رد عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس موضوع پر ان کی سابقہ تعین دہانی کی بابت جہل کے نشانات کتنے درست تھے۔“ وائسرائے نے مزید لکھا ”میرا ذہن اس شہادت پر تعین رکھتا ہے کہ کانگریس پیش سے یہ سوجھی رہی ہے کہ محمودی کابینہ میں اپنی پوزیشن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلم لیگ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور دستور ساز اسمبلی میں گروپ سازی انہیں کو چاہ کر دیا جائے جو مسلمانوں کے لئے ایک موثر قوت کی حیثیت رکھتی ہے۔“ نیگزینی آف ملیٹ اور وزیر اعظم نے دیول کی سوچ سے اتفاق نہیں کیا۔ چونکہ لارنس نے جواب میں لکھا ”میں فرقہ وارانہ لہروں کے غلبہ کی سمجھنی کا مکمل احساس ہے اس کے ساتھ ساتھ ہم آپ سے نہیں کہیں گے کہ آپ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کا نتیجہ کانگریس سے بگاڑ کی شکل میں نکلے۔“ دیول اس شرط پر استغنی دینے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اسے اس بات پر اصرار ہو رہی تھی کہ جن میں جہل کو نظر انداز کر دیں کیا اسے احساس ہو گیا تھا کہ یہ افغانہ انداز میں خود کے ساتھ کام کرنا کم فرحگار اور زیادہ تکلیف دہ ثابت ہو گا۔

## برلا جی بھی بولے

اگلے دن جی۔ ڈی۔ برلا نے کہیں کو لکھا ”بب تک جہل یہ سمجھتے ہیں کہ وہ وائسرائے کے ذریعے اپنا ریڈ استعمال کر سکتے ہیں اس وقت تک وہ سخت روپے ترک نہیں کریں گے۔ لیگ کے کارکنوں میں اس احساس کی علامات پائی جاتی ہیں کہ جہل انہیں چاہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔“ اور ۱۰ اگست کو میر کے پیغام میں جہل نے اپنے یہ کارکنوں سے اپیل کی کہ ”وہ مسلم لیگ کی صفوں میں شامل ہو جائیں۔ ہمیں

ایک بھڑے کے بیچے ایک پیٹ فارم پر ایک متحدہ قوم کی حیثیت سے بدترین صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ماں، 'اتحاد' بھین، حکم اور تنظیم کے ساتھ ہاتھ عزم اور چاری کرنی ہوگی۔ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم جیتنا کامیاب ہوں گے۔"

چند دن بعد نیکم جبر کو انگریزوں کی میوری حکومت کا چارج سنبھالنے کے موقع پر فرقہ وارانہ فساد نے بھٹی کو ہیم کر ڈالا۔ کیونکہ اس دن مسلمانوں نے سیٹھ ہرست دوا کے ساتھ ساتھ تمام مکانوں پر بطور احتجاج سیاہ بھڑے لٹائے۔ شہر میں گڑوا گیا۔ فوج طلب کر لی گئی۔ اس کے باوجود فساد کی اس بدستی رات میں ۳۵ افراد مارے گئے اور ۵۵ زخمی ہوئے۔ بھٹی میں یہ ہنگامے وقفہ وقفہ سے ایک ہفتہ تک ہوتے رہے۔ ۱۰ ستمبر تک ۲۰۰۰ سے زیادہ ہندو اور مسلمان قتل اہل بین گئے۔ فسادات کی آگ کراچی میں بھی بھڑکی تمام وزیر اعظم مندر شیخ غلام حسین کی برادری قحری قحری نے جذبات کو حفظ کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور مسلمانوں کے اس شہر میں زیادہ خون خرابہ نہیں ہوا۔ مندر کے چیف سیکرٹری نے رپورٹ دی کہ "مذمت کی ہولناکی نے ایک فرقہ میں شدید تشکیک و بیزاری پیدا کر دی ہے تو دوسرے میں بلاوجہ خوف و ہراس کو جنم دیا ہے۔ دونوں فرقہ غلبہ طور پر خود کو تسلیم کر رہے ہیں۔"

## کانگریس نے حکومت بنائی

سالانہ کانگریس نے جبر کو براہ راست (دلی، دلی) میں دھانیہ لڑنے سے خطاب کرتے ہوئے کہا "آئندہ قومی سراج کا دھانہ کل گیا ہے۔" اس دن بے تاج بادشاہ جواہر لال نہرو اور ان کے رفقاء نے کارے پھولوں سے سجے ہوئے دارالحکومت دلی میں اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا تھا۔ منسوب واقعی ہندوستان کے وزیر اعظم تھے۔ انہوں نے پیش کو وزارت داخلہ اور خارجہ سکر کو وزارت داخلہ کا عہدہ سونپا۔ چند دن بعد جذبات نہرو نے ایک قحری قحری میں کہا "اس پر اپنی سرزمین میں ایک نئی حکومت کا قیام عمل میں آچکا ہے" جسے ہم عارضی یا میوری حکومت کہتے ہیں۔ ہمارا پرانا اور پیارا وطن ہندوستان آج پھر اپنے آپ کو سخت مشکلات اور مصائب میں گھرا ہوا محسوس کر رہا ہے۔ وہ ایک بار پھر اونیوالنری کی درگشاں نگاہوں کے ساتھ جڑوں ہو گیا ہے۔ اس کا بید اپنے مشن پر احمق کی نازدال دولت سے جلا ہل ہے۔"

جبر کو دہلی نے ہنگامی طور پر ہندوستان کے بارے میں اپنا "تخلیلی منصوبہ" "جنگ لارنس کو بھجوا دیا جس میں اندازہ لگایا گیا تھا کہ "ہم پورے ہندوستان پر اربعہ سال سے عسکرانی نہیں کر سکتے۔" والٹ کی باتے دائرہ رائے کے پان کا انحصار اس بات پر تھا کہ حکومت برطانیہ پورے اشتعال کے ساتھ اس کا ارادہ کر لے۔ دہلی نے استدعا کی کہ اس منصوبہ کا جلدی سے عمل اس طرح کا عام بھٹان کرنے کی اجازت دی جائے۔ وہ تمام ہندوستانیوں کو یہ بتا چاہتا تھا کہ انگریز جناب سے قبل تک اپنی تمام فوجیں نکالنے اور برصغیر سے کراچی اور ممبئی کے راستے انگریز جانے کو تیار ہیں جبکہ پیچیدہ حکام جی دلی سے ہوائی جہازوں کے ذریعے چلے جائیں گے۔ قریب ایک لاکھ چوبیس لاکھ شہریں اور اسٹریٹ ریگلائی فوجوں کو ہندوستان پھر ڈانچا۔ جبر کو دہلی نے جلال کی پرانی ہندو سہجی ناچنے کے ساتھ کہا "کامیاب۔ اس موقع پر "ہم نے

سیاست نیز جناح اور مسلم لیگ کو حکومت میں شامل کرنے کی ضرورت اور جناح کے کردار میں پائی جانے والی مشکلات پر طویل بحث کی۔ سمرٹھانڈو نے جناح کا ذکر ایسے انداز میں کیا جیسے وہ آسمان سے گرا ہوا فرشتہ ہے۔ وہ شخص جس نے کسی وقت صبر کیا تھا کہ وہ ہندوستان کی تحریک آزادی کا بڑا لیڈر بنے گا لیکن جس نے خود کو کانگریس کی جنگ سے باہر کھینچ لیا ہے۔" روزنامہ "سٹیل" کے نامزدہ کو سمجھتی ہیں انگریز دیتے ہوئے جناح نے کہا:

"مجموعہ بہت گمراہ ہے اور مذاکرات نے ہمیں اتنی شدید عقلی اور بدعادت تک پہنچا دیا ہے کہ موجودہ بحث کو طویل نہیں دیا جاسکتا۔ سلیٹ کو بالکل صاف کرنا ہو گا اور ہمیں نئے سرے سے آغاز کرنا ہو گا۔ میں اپنے دعویٰ کی واکالت نہیں کرتا۔ تاہم اگر حکومت برطانیہ نے مجھے لندن آنے کی دعوت دی تاکہ وہیں دوسرے مذاکرات کئے گئے گان سے برابر کی بنیاد پر کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کیا جائے تو میں اسے قبول کر لوں گا۔ اگر انگریزوں نے موجودہ عبوری حکومت کی حمایت کرنے پر اصرار کرنے کے علاوہ کوئی قدم نہ اٹھایا تو میں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان اسے برداشت کر لیں گے۔ اگر اب وہ مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو میں فوری طور پر قتل جانے کو تیار ہوں۔"

سمجھتی اور ٹکٹ میں ہنگاموں کی آگ اندر ہی اندر سنگ دی تھی اور سو دہلی میں بیٹھے پانسی بھارے تھے۔ جناح کو لندن کے دورہ کا امکان بنا پر کشش محسوس ہوا ہو گا۔ اس طرح ماہ مارچ کے مونس سنی موسم سے کچھ دن کے لئے بہتات مل سکتی تھی۔ اگر لندن نہیں تو بیل خانہ کیوں نہیں؟ ایک طرف ایک طاقت کی انتہائی اور دوسری طرف غیر چینی کا تاریک روزگار ہو اقرار سے کہا ہوا "واٹسراے کے سارجانز حلقہ کی درمختانی سے دور" جہاں کسی زمانہ میں انہوں نے مرکزی بیچ سنبھالی تھی اور پاکستان کے حصول سے بہت دور جس کا آج کل کوئی مشکل ہی سے ذکر کرتا ہے اسوائے کا پچھتے اور ڈرتے ہوئے۔

واٹسراے نے ہر خبر کو جس حد تک جناح سے تعلق میں ملاقات کی۔ اس سے پہلے اسی روز وہ سو اور بیل سے بھی مل چکا تھا۔ ان دونوں نے جناح کے ساتھ صلح کے لئے اس کی سلسلہ جہانی کو پابند کیا۔ اب کانگریسی قیادت کا دہل ہے اسے اٹھو اٹھو کیا تھا اس لئے انہوں نے کہیں "چٹک" لارنس اور اہلی کو مشورہ دیا کہ اسے اس کے حسب سے ہٹا دیا جائے۔ وہ واٹسراے کو مسلم لیگی مطالبات کا حد سے فائدہ حادی اور خطرناک طور پر پس منظر اور تربیت کے لحاظ سے سیاسی مسائل کی بجائے فنی تجویز تک محدود رکھتے تھے۔ لومر کا لینڈ اپنے مشن کی بری طرح ناکامی کے بعد ہندوستان کے سیاسی جنگ میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے کو تیار نہیں تھی۔ سو کے اصرار پر دہلی عبوری طور پر حلقہ ہو گیا کہ دستور ساز اسمبلی کا اجلاس مرد سبر کو طلب کر لیا جائے۔ واٹسراے کو توقع تھی کہ اس وقت تک مسلم لیگ سے کوئی سمجھوتہ طے پا جائے گا۔

مشن میں شامل وزراء نے ۳۰ ستمبر کو ۱۱۔ ۱۱ ڈانک سٹریٹ میں وزیر اعظم سے ملاقات کی جس میں دہلی کے ارسال کردہ تحلیل منصوبہ پر غور کیا گیا۔ اسمبلی نے دہلی کی چھوڑنے پر فوس امراضات کے جو اس کی رائے میں معمولی سی بات ہے زیادہ شور مچانے کے حروف تھا۔ کہیں نے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ "جو فوس ہادی واٹسراے کا اعلان ہو گا" انڈیا میں ہر کوئی حصول مرتبہ کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے گا۔ ہمارے



خلاف فوراً خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔" وہ اس حق میں تھا کہ مختار کا اجلاس فوراً بلایا جائے خواہ مسلم لیگ شامل ہو یا نہ ہو۔ مارٹن نے محسوس کیا کہ واقعات کی توجہ انتظامیہ کی ناکامی کو چینی بنا دے گی۔ اٹلی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ دہل عداس اور بھٹو سے کیوں دشمنی ہو رہا تھا ہے۔ بھارتیوں کے دو بہترین مذاکراتیوں سے یہ رویوں کو ٹھنڈا اور انگریزی افواج کو بھارتیوں کے انتہائی مشکل حصہ پر کنٹرول کے لئے روک رکھا۔ ایسے اقدامات ہیں جو پاکستان قائم کرنے کی کوشش کے خلاف ہیں اور خانہ جنگی کا سبب بن سکتے ہیں۔

دہل نے دھرم تہر کو جناح سے ایک اور ملاقات کی جو دو گھنٹے تک جاری رہی۔ واقعات نے انہیں بہت خاموش اور صبر توہی پایا۔ وہ سمجھو کے لئے یہ جہن نظر آئے ہر ایک دھار کو نہیں لگے بغیر ایسا ہو جائے۔ انہوں نے توہی خابری کی کاگرس خبر سائی کے طور پر کسی مسلمان کی تقرری سے احتجاج کرے گی۔ وہ کلینڈ میں نہو کے ساتھ باری باری نائب صدر کے عہدہ پر تقرری میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اگلے روز نہو اور گاگرس دو گھنٹوں دلی گاڑی میں واقعات کے پاس پہنچے اور ایک گھنٹہ سے زیادہ چلو خیال کیا اور اسے قائل کر لیا کہ وہ حکومت میں جناح اور لیگ کی شرکت نہیں چاہے۔ آخر میں گاگرس نے کاگرس کی حصول قلب کی پالیسی کا پہلے سے زیادہ کٹے بندوں انکشاف کیا۔ دہل نے اعتراف کیا "میں اس بوڑھے شخص سے جتنا زیادہ ملتا ہوں" میں اسے اتنی زیادہ ہے ایمان پر دھما سکتی سمجھتا ہوں۔"

کم اتور تک دہل کو چینی ہو گیا کہ پینٹلٹ مسلمانوں کے مسئلہ میں کاگرس پر مزید دباؤ ڈالنے کی کوشش کرنے کا کوئی قاعدہ نہیں۔ اب اس نے اپنی بہترین حکمت عملی بدلے کار لانے کا فیصلہ کیا۔ "میں جناح کو صرف یہ ترغیب دوں گا کہ وہ مجھے مسلم لیگ کے لئے پانچ نام دے دیں۔" دہل اس بات کا قائل ہو گیا کہ "جلد از جلد حکومت میں شامل ہونا مسلم لیگ کے مفاد میں ہے۔" لہذا اگلے روز دہل نے جناح سے ملاقات کی اور مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں لانے کے لئے اپنی حکمت عملی سے آگاہ کیا۔ جناح نے پینٹلٹ مسلمانوں کے سوال پر بالکل یکہ نہیں کہا نہ ہی کوئی اعتراض کرنے کی کوشش کی۔ دہل نے واضح کیا کہ نائب صدر کا کام محض واقعات کی عدم موجودگی میں کلینڈ کے اجلاسوں کی صدارت کرنا ہوتا ہے یہ کہ وہ مسلم پارٹی کے لیڈر کے لئے یہ اہتمام کر سکتا ہے کہ اسے کلینڈ کیلی کا پچترین طور کر دیا جائے جو حقیقت میں ایک بااثر منصب ہے۔ وہ بخوبی سمجھ گیا تھا کہ جناح کے نزدیک وقار کا معاملہ کتنا اہم ہے اور اس موقع پر انہیں ان اختیارات سے صاف آگاہ کر دیا جو اس نے بحیثیت گورنر جنرل شہر کے بغیر اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ ملاقات کے اختتام پر دہل نے یہ تاثر لیا کہ جناح حکومت میں آنے کے لئے یہ قرار ہیں۔ دوسری طرف اس وقت تک جناح بھی کم از کم اس قدر حائر خود ہوئے ہوں گے کہ واقعات نے 'نہو' پیل اور دلی ہٹل کی واقعات کی کوسل کے اندر دلی ایجنوں میں موجود دوسرے لوگوں کے اثر و رسوخ کے مقابلہ میں انہیں لیگ کے ہم پل لیڈر کے طور پر کس قدر زیادہ چاہتا ہے۔

کلیا انہیں دھمت دینے میں دہل نے گرم جوشی سے کام لیا یا جناح کی دواں باجیاں تھیں جن کے باعث انہوں نے عبوری حکومت کی اس پہلی گاڑی کو مس کر دیا جس نے نہو پر بظاہر اتنی زیادہ قوت اور

شان و شوکت کا رنگ چڑھا دیا۔ نئی دہلی میں ہونے والے ان مذاکرات نے تیزی سے اس معاملہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا جس نے اس سال تین ماہ تک کیمپٹ مشن کی طرف سے کی گئی محنت کو اکارت کر دیا تھا۔ شاید یہ شکست کی عظیم خوریزی اور بھیجی کے خوشیوں کی جگہوں کی انتہا اور انھیں کھول دینے والی صداقت کا مسلم لیگ کو فائل کی بے صبری یا ان کی اپنی گرتی ہوئی صحت تھی جس نے جہاں کو وہ سمجھوتہ کرنے کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ ہلکا کر دیا جس کی بدولت محض دو ہفتے کے دیکھار اقرار مذاکرات کے نتیجے میں مسلم لیگ کا کانگریس کے ساتھ ٹھٹھا حکومت میں شامل ہونا ممکن ہو گیا۔ نہ ہی سمو یا کانگریس نے ان کی انا کو رجمانے یا بڑھانے کی کوشش کی۔ شاید اس طرح کے حقل اشارے پر اسے فریقوں کی طرف سے جہاں کو یہ یقین دلانے کے لئے دینے چاہتے تھے کہ یہ ان کے لئے واقعی اچھا وقت ہے کہ وہ زائد سالانہ کو بھڑو دیں اور جہاز پر سوار ہو جائیں کیونکہ ابھی بکولنے کے لئے ایک رسا موجود ہے اور جہاز کا کپتان ان کا پرچاک خیر مقدم کرنے کو تیار ہے۔

## نواب بھوپال کی مداخلت

اس مرحلہ پر جہاں کے قدرتی دوست اور ۱۹۳۴ء سے ایوان راجگان کے چانسلر نواب بھوپال سیاسی ڈراما میں شامل ہو گئے، انہوں نے جہاں اور سمو کو دعوت دی کہ وہ ان کے محل میں ملاقات کریں اور اپنے جبر اختلافات پر چارہ خیال کریں۔ سمو نے ۱۹ اکتوبر کو جہاں کے نام خط میں تحریر کیا جس میں نے ان معاملات کے بارے میں جن پر ہم نے گزشتہ روز چارہ خیال کیا تھا، اپنے بعض ساتھیوں سے مشورہ کیا ہے۔ ہم سب نے اس امر سے اتفاق کیا کہ ملک کے لئے اس سے زیادہ خوش کن اور بہتر بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہ دونوں تنظیموں (کانگریس اور لیگ) کو پہلے کی طرح ایک بار پھر دو سالہ انداز میں اپنی تعلقات کے بغیر اور اس سخت ارادہ کے ساتھ ملاقات کرنی چاہئے کہ اپنے تمام اختلافات کو باہم مطابقت کے درجے طے کریں گی۔ اور اگر یہیوں کو اقتصر اسے کے ذریعے یا کسی اور طریقہ سے مداخلت کی اجازت نہیں دیں گی، نہ ہی اس کی فراہمی منہ ہوں گی۔ اس لئے ہم مسلم لیگ کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہیں جو اس نے عبوری حکومت میں شامل ہونے اور پر سے ہندوستان کی طرف سے ایک حصہ ٹیم کے طور پر کام کرنے کے بارے میں کیا ہے۔" جہاں نے دوسرے دن جواب دیا "میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں اور ویسے ہی جذبات رکھتا ہوں۔" جہاں تک دوسرے جبر اگر ان میں مذکور نکات کا تعلق تھا، انہوں نے ان پر جوابی اعتراضات اٹھا دیئے اور آخر میں لکھا "میں اس بارے میں جڑا ہے کہ میں کانگریس کو کسی فیصلہ خور دی ٹانجے کے بغیر سمجھوتہ کرنا چاہئے۔" اس کے جواب میں سمو نے جو خط لکھا اس میں زیادہ گرم جوشی نہیں تھی۔ دہلی نے ۱۹ اکتوبر کو رپورٹ دی کہ "بظاہر اس میں کچھ رکاوٹ تھی۔"

دو روز بعد اقتصر اسے نے بذریعہ تار وہ خطیہ رپورٹ لندن بھجوائی جو اسے بھوپال سے اسی وقت اس بارے میں موصول ہوئی تھی کہ معاملہ خراب کیوں ہوا۔ "بظاہر کانگریس اور جہاں نے ایک قارموا منظور کر لیا، جس میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کی بھاری اکثریت کی نمائندہ جماعت کہا گیا تھا، پھر لیگ گردپ کے ایما

ہے گا۔ میں نے اس مضمون کا ایک فقرہ پڑھا دیا کہ دونوں پارٹیاں ایک حکم کے طور پر ہم کریں گی اور گورنر جنرل کو مداخلت کی دعوت یا اجازت نہیں دیں گی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ فقرہ جناح کے لئے ناقابل قبول تھا۔ اس سے قبل ویل نے سمو کو یہ یقین دلانے کی بڑی کوشش کی کہ جناح کو اس لئے حکومت میں شامل نہیں کیا جا رہا کہ وہ انہیں دیکھیں کہ خود ان کی جگہ لے لیں نہ ہی ایک کو حکومت میں اس غرض سے شریک کیا جا رہا ہے کہ نئی حکومت کے اندر "پارٹلڈ کی پارٹی" قائم کی جائے۔ تاہم اب اس نے ڈرتے ڈرتے یہ بات مان لی کہ گاؤجی اور کانگریس مسلم لیگ سے سمجھوتہ کی کوشش اس لئے کر رہے ہیں کہ اس کی مدد سے کابینہ میں گورنر جنرل کے اثر و رسوخ کو ختم کیا جاسکے اور وہ برائے نام سربراہ مملکت بن سکیں۔

## حکومت میں شمولیت پر لیگ کی رضامندی

واٹرمان نے اگلے روز بعد دوپہر جناح سے اس وقت ایک اور ملاقات کی جسے اس نے "ہذاک انڈر" کا نام دیا۔ جب اسے یہ خبر ملی کہ مسلم لیگ حکومت میں شامل ہونے پر راضی ہے۔ تاہم جناح کابینہ کے لئے پانچ مسلمان ناموں میں سے ایک اہمیت کا نام تجویز کر کے کانگریس پر اہمک تجویز پال بھیجکے والے ہیں۔ ویل نے نوٹ کیا۔ "میں نے ان سے کہا کانگریس کی طرف سے ایک ٹینٹلٹ مسلمان کی نامزدگی کے جواب میں مسلم لیگ کا کسی شیڈولڈ کاسٹ کو نامزد کرنا "جیسے کو تیسرا" دلی بات ہوگی اور یہ چیز میرے لئے کسی قدر پریشانی کا موجب بنے گی۔ میں نے قیاس کیا کہ جناح جس شخص کو نامزد کرنا چاہتے ہیں وہ اس وقت بنگال میں وزیر ہے۔" چونکہ ساتھ ساتھ ان دونوں بنگال کا وزیر قانون تھا۔ وہ ایک کامیاب وکیل تھا۔ مسلم لیگ کے لئے اس میں سب سے بڑی کشش یہ تھی کہ وہ پیدائشی اہمیت تھا۔ جناح نے خود حکومت سے باہر رہنے کا فیصلہ کیا اور لیاقت علی خاں کو بھی حکم کالینڈر دیا۔ ان کے ساتھ اتنی آئی چندر گپتا (بھٹی) عبدالرب شکر (سرحد) اور راجہ حفیظ علی خاں (پنجاب) صوبہ کی حکومت میں شمولیت کے لئے نامزد ہوئے۔ سمو نے کابینہ میں سے دو مسلمانوں (شفاقت خاں اور سید عسیر) اور ایک ہندو (سہاش چندر داس کے بھائی سرٹ چندر داس) کو نکال کر بھی وزیراء کے لئے جگہ بنائی۔ اس نئی حکومت کابینہ کا سرکاری ممبران چندر انکوپر کو کیا گیا۔ چونکہ فرق دارانہ فیادات بنگال سے صوبہ سرحد تک پھیل گئے تھے اس لئے کانگریس "لیگ" حکومت کو شروع میں ہی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک بڑی الجھی یہ پیدا ہوئی کہ حکومت میں شامل لیگ تین انتہائی طاقتور وزیروں یعنی خارجہ، داخلہ اور دفاع — جن کے قائدانہ علیٰ انگریز تھے "سول" بنگال اور بلوچستان کے پاس تھے۔ میں سے کم از کم کوئی ایک وزارت چاہتی تھی جبکہ کانگریس ان میں سے کسی صوبہ کو چھوڑنے پر تیار نہ تھی۔ سمو لیاقت علی خاں کی ایک تقریر کی رپورٹ پر "جو انہوں نے "نمبر انکوپر کو کراچی میں کی تھی" جیسے پریشان تھے جس میں انہوں نے میز پر کھاتہ کر لیگ نے حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ اس لئے کیا کہ کانگریس دلی طور پر اس کی شرکت کے خلاف تھی اور یہ کہ مسلمانوں کو سب سابق اپنے حصہ — پاکستان کے حصول کے لئے جموں کی تیاریاں جاری رکھیں جائیں۔ سمو نے یہ دو باتیں کی تردید کا مطالبہ کیا نیز لیگ کے طویل مزاحمت اور اس کی یقین دہانی چاہی کہ لیگ کانگریس کے ساتھ

تھان اور ایک لیم کے طور پر کام کرے گی۔ دیول کو حادثہ تھا کہ کانگریس لیگ کو حکومت میں آنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ قتل ازہیں نہو یہ صدیہ دے چکے تھے کہ وزارت خزانہ جس پر جنرلی ہند کا ایک جیائی ڈانکر جان حنائی کاڑھا مسلم لیگ کو دے دی جائے گی۔ حالات سے بہت زیادہ تنگ آئے ہوئے دیول نے لندن آمد دیا "میں مشورہ کے لئے فوراً وطن آنا چاہتا ہوں۔"

## وزارت خزانہ پر لیگ کا قبضہ

جون اکتوبر کی شام کو نہو نے اس امر کی توثیق کر دی کہ اگر لیگ کی وزارت داخلہ مسلم لیگ کو دی گئی تو کانگریس مستحکم ہو جائے گی۔ کانگریس نے شام کے ۳۰ بجے جناح کو بلایا اور ان سے پوچھا کیا وہ وزارت خزانہ قبول کر لیں گے؟

"جناح کے چند مصالحتہ نہیں تھے" تاہم وہ اس شرط پر مان گئے کہ یہ رضامندی درگنگ کبھی کی منظوری کے تابع ہوگی۔ بھر میں نے ۹:۳۰ بجے نہو کو طلب کیا اور انہیں بتایا کہ لیگ کانگریس کا ٹھکر قبول کرنے کو تیار ہے۔ بھر ان سے پوچھا کہ وہ جان حنائی کے لئے کونسا تبادلہ ٹھکر تجویز کریں گے۔ نہو نے جو بہت زیادہ ٹھکرے بائیس لاکھ روپے لگ رہے تھے "میری بات غامضی سے مان لی اور کہا کہ حنائی کے بارے میں وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے ٹھکرے تیار کریں گے۔ نہو پائل کی دو سری پر اور اٹھو نہیں۔ یہ سب یکم بہت زیادہ تھا دینے والا معاملہ تھا" اور میں نے اپنی زندگی میں غالباً پہلی بار واقفانہی طرح اصلانی دیوا محسوس کرنا شروع کیا۔ لیگ طرح سو نہیں سکا اور ان بد نصیب لوگوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ ٹھکرے پریشان کرتے رہیں۔"

کانپن کے نئے ممبران نے ۹ نومبر کو اپنے وعدوں کا مفہ لایا تاہم مختصر سے عرصہ کے لئے کام کرنے والی اس مرکزی حکومت میں ہم آہنگی و اتحاد نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ دیول کی ترغیب پر جناح اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ حکومت عملی کے باہر کی حیثیت سے حکومت میں شامل ہو کہ مسلم لیگ کے لئے وقت حاصل کر سکیں جس کے دوران وہ اپنی چادری اور صف کرانی کر سکیں۔ کانگریس کے ساتھ ظاہری تھانوں کے اس مختصر سے عرصہ میں آخری مرحلہ کے لئے اپنی قوت جمع کر سکیں اور یہ کہ ہندوستان کی تقسیم کی جان جو رسم پہاڑی سر کرنے کے لئے آخری حلقہ کر سکیں۔ دونوں جماعتوں میں کوئی مقامیت نہیں ہوئی تھی "بد انتہائی" ملک "خوف اور نفرت جیسے بنیادی مسائل پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا تھا۔ دونوں طرف سے بے پناہ خون بہایا جا چکا تھا" بہت زیادہ چاقو لٹی ہو چکی تھی اور لاشوں اور بچوں کو پیدائش سے پہلے ہی حکم مار میں ڈال کر دیا گیا تھا "ان محنت خراہیوں کی بے حتمی کی گئی" بے حساب مردوں کو مارا گیا۔ بے شمار لوگوں پر گاموں یا گھروں کے قریبی ہندوؤں کی طرف سے مریض لذیت اور بلاوجہ نفرت کی بنا پر قاتل کی جا چکی تھی۔

نوعتہ استیلا کا اہلاس ۹ نومبر اکتوبر کو منتقل ہوا جس میں نہو اور لیاقت علی کی سختیں حکمتی پنوں میں ساتھ ساتھ تھیں۔ دونوں طرف سے دن بھر میں ایک بار بھی نہ سکرانوں کا تبادلہ ہوا "نہ کوئی بات

جیت ہوئی۔ وہ اسی طریقے سے بیٹھے جیسے اکثر ہندو اور مسلمان ایک دوسرے سے ہزار 'ٹھا' پرا فروخت ہمارے 'خوفزدہ اور بدعین رہتے تھے۔ اگلی صبح سو بیدار ہو گئے۔ کام کی فراہمی کی بجائے انہوں نے انہیں بڑھال کر دیا تھا' اگرچہ ان کا روزمرہ کا پروگرام اصحابِ مشن ہوتا تھا۔ دوسرا انڈیا کو جناح نے دہلی کے ساتھ ایک مختصر گزارا۔ واقعہ اس نے انہیں ان کے اصل موڑ میں یعنی مکمل غیر تقابلی بنالیا۔ دہلی نے اپنی بادشاہت میں لکھا میں نے مسٹر جناح سے کہا میں امید کرتا ہوں آپ مسلم لیگ کو نسل کا اجلاس فوراً بلائیں گے تاکہ اس میں امریکی کے بیان کی منظوری حاصل کر سکیں۔" کیونکہ کابینہ مشن کے بیان کی منظوری اس بات سے مشروط تھی کہ لیگ پہلے مرکز میں عدے قبول کرے اور لیگ کو نسل نے مذکورہ بیان کو گزشتہ ماہ کے اجلاس میں مسترد کر دیا تھا۔

دہلی اس امر انڈیا کو بذریعہ غلامہ نکل گیا۔ سرت چندروس نے بیڑتال کرنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ صوبائی گورنر ہڈو نے واقعہ کو خیرباد کیا کہ وہ ایک سال سے زیادہ بنگال کو نہیں سنبھال سکتا۔ 'نمو' قبیل نیز لیاقت علی اور شکر اواکلی فوہر میں نکلے گئے تاکہ خود کچھ بھیجیں کہ ملک کا سب سے بڑا شہر کس حال میں ہے۔ گورنر نے انہیں اقتصاد سے بتایا کہ گزشتہ دس ہفتوں سے شہر کے ٹریفک کو فوج کنٹرول کر رہی ہے' جبکہ کاروبار میں بہت سدا جا رہا ہے۔ مزبور اور کاروباری لوگ بھی بری طرح خوفزدہ ہیں۔ بنگال کو' جس کی ۵۹ لاکھ آبادی میں ۳۳ لاکھ ہندو اور ۲۵ لاکھ مسلمان ہیں' تمام مقامات پر مستقل حکومت کی ضرورت ہے تاکہ صوبہ میں امن و سکون بحال کرنے میں مدد دے سکے' لیکن ابھی تک قلمو حکومت کے بارے میں کوئی جوابہ نہیں ہو رہا۔ نمو اور لیاقت علی جو بی دہلی میں باہم یکے میں کر پائے تھے پہلا بنگال کی باہت کلکتہ

## ہمارے فسادات کی لپیٹ میں

ہمارے گورنر سر جیک لو نے ۱۲ نومبر کو اپنے صوبہ میں فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں اپنے تجزیہ پر مبنی رپورٹ ارسال کی' جس میں اس نے لکھا تھا "بہت زیادہ متاثرہ دیہاتوں میں اب تک ۱۰ لاکھ فوج بھیجی جا چکی ہے۔ جا بجا لگت کرتے ہندو بلوائیوں کی کوششیں دہی ہے کہ جہاں کہیں مسلمان آبادی ہے' اسے غلامیت کر دیا جائے۔ ہلاک شدگان کی جانب انگریز مسلمانوں پر مشتمل ہے اور ان میں سے اندازاً ۵۰ فیصد عورتیں اور بچے ہیں۔"

روزنامہ "کان" نے وسط نومبر کو دے گئے مسٹر جناح کے ایک انٹرویو کو "مخدوختار پاکستان" — واحد عمل" کے عنوان سے صفحہ اوپل پر شائع کیا جس میں کہا گیا تھا:

"مسلم لیگ کے صدر قائد اعظم محمد علی جناح نے اعلان کیا ہے کہ ان کے خیال میں ہندوستان کی موجودہ فرقہ وارانہ صورت حال کا واحد حل پاکستان اور ہندوستان کا قیام ہے' اس کے علاوہ کوئی اقدام کیا گیا تو وہ معنوی اور غیر فطری ہو گا۔ موجودی حکومت کے بارے میں مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم وزراء ہر طرف کے طور پر کام کر رہے ہیں' جس کا کام روزمرہ نظم و نسق میں مسلم فسادات کی گرائی کرنا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کیا موجودی حکومت سے دیکھنی کی حمایت کرتے ہیں؟ مسٹر جناح نے جواب دیا میں یہ کہ چکا ہوں کہ

ہمیں اس کے لئے مجبور کیا گیا تھا۔ میں موجودہ انتظام کے حق میں نہیں ہوں۔“

## لیگ کی طرف سے اسمبلی کا بائیکاٹ

کانگریس کے اصرار پر دھتک لارنس نے اتفاق کر لیا کہ دستور ساز اسمبلی کا اجلاس پروگرام کے مطابق ۱۸ دسمبر کو ہو گا۔ سرکاری دعوت نامے جاری کر دیے گئے۔ امر ٹوہمر کو ”ڈان“ نے اہتمام کرتے ہوئے لکھا: ”گٹا ہے واقفیت یہ سمجھتے ہیں کہ ”گٹا“ کا ڈراما صرف نصف گٹا کے ساتھ انچ پر دکھایا جا سکتا ہے۔“ انہوں نے دستور ساز اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا ہے حالانکہ مسلم لیگ کا اس میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ اپنی جگہ موجود ہے۔ یہ بارہ کرنے کی وجہ موجود ہیں کہ ان سے یہ فیصلہ کانگریس نے دباؤ ڈال کر کر لیا ہے۔ گزشتہ چند دنوں سے ان پر تمام ”ہندو قہیں“ گزرائی جا رہی تھیں۔ میدان جنگ میں انہوں نے کبھی ی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا ہو، ایسا گٹا ہے کہ انہوں نے اپنی وہ طوفانی فیلڈ مارشل کی وردی کے ساتھ کولڈ اسٹوریج میں جمع کرادی ہے۔“

دول نے اسی دن بعد صبح کابینہ کے چاروں نئی وزراء سے ملاقات کی۔ انہوں نے وزارت میں فٹ کیا ”حکومت ملی نے بڑی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے مجھ سے پوچھا کیا میں اور بڑ بیکھلی کی حکومت ہندوستان میں امن و امان قائم رکھنے اور اقلیتوں کا تحفظ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خواہ ہم یہاں رہیں یا نہ رہیں؟ انہوں نے کہا کہ ذمہ داری اب بھی ہماری ہے لیکن ہم اسے پورا نہیں کر رہے ہیں۔ میں ضمانت داری سے یہ بتانے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ ذمہ داری ہماری کرنے کے لئے ہماری صلاحیت جتنی حد تک کمزور ہو گئی ہے۔ چونکہ برطانوی حکومت نے ہندوستان میں جلد ہی انتقال کی منتقلی کا اعلان کر دیا ہے، اس لئے ہم سرکاری افسران اور پولیس سے اس درجہ کے تعینات کی توقع نہیں کر سکتے جیسا کہ ہمیں حاصل تھا۔ موجودہ خدمات سے ثابت ہوا ہے کہ پولیس ہندوستان کے بہت سے حصوں کی فرقہ واریت سے متاثر ہو چکی ہے اور اس پر اپنی ہی قوم کے خلاف سخت کارروائی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔“

جتنے نے ۱۸ نومبر کو پریس میں اعلان کر دیا کہ ”مسلم لیگ کا کوئی نمائندہ دستور ساز اسمبلی میں شرکت نہیں کرے گا۔“ دول نے دوسرے دن لیاقت علی کو بلایا اور ان کے ساتھ ایک گھنٹہ سے زیادہ بحث کی تاکہ اپنے وزیر خزانہ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت پر آمادہ کر سکے۔ دول نے لارنس کو بتا دیا کہ میں اسے قائل کرنے میں بالکل ناکام ہو گیا، جسے گل اڑیں جناح کو نہیں ملا تھا۔ ”لارز دول پر آخر کار واضح ہو گیا کہ لیگ کو حکومت میں شامل کرنے کے لئے اس کی آخری کوشش بھی محض ایک فتح عظیم تھی باوجود بہت سخت و خون اور قربانی کے بعد حاصل ہوئی۔ اصل میں کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی تھی۔“

## لندن میں آخری کانفرنس کے لئے روانگی

تکثر فرنی ٹف شیٹ نے دول کو دعوت دی کہ وہ کانگریس اور لیگ کے دو نمائندے مرلے کر فوراً

لندن پہنچ جائے تاکہ ساری صورت حال پر غور کر کے سمجھنے کے لئے نیا قلم سولا تلاش کیا جاسکے۔  
 واقفیت کے لئے تجویز کیا کہ ایک سگہ فنانسیر 'اس کی حکومت میں وزیر (واقعہ بدیع شکر) کا اضافہ کر دیا  
 جائے۔ سب نے رد تک کہلی میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور کانگریس کی طرف سے اس دعوت نامہ کو  
 قبول کرنے سے معذرت خواہ کر دی۔ ایک روز بعد بدیع شکر نے بھی انکار کر دیا۔ تمام جتنوں نے بخوشی  
 دعوت نامہ پر لبیک کہتے ہوئے لیاقت علی اور واقفیت کے ساتھ لندن جانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس پر  
 اسٹی نے سب سے ذاتی اپیل کی کہ وہ انڈیائی ہند کی جیل کی طرف تیزی سے بڑھنے کے لئے اپنے فیصلے پر  
 نظر ثانی کریں۔ کانگریس کا اجلاس پھر ہوا جو سارے دن جاری رہا۔ آخر کار سب اور بدیع شکر جانے کے لئے  
 راضی ہو گئے۔ روانگی کے وقت جب جتوں کو یہ پتہ چلا کہ سب اور بدیع شکر بھی جا رہے ہیں تو انہوں نے  
 اپنا ارادہ بدل لیا۔ دجل نے دائری میں ٹھکانا دیا کہ کسی قسم کے ناگہان لوگ ہیں۔ میں نے ایمان رکھنا کہ  
 لیاقت سے ملنے بچھا۔ وہ کرمی رات کو یہ پیغام لے کر آیا کہ معاملہ بہت دور چلا گیا ہے۔ لیاقت اس بات  
 پر آمادہ ہو گئے ہیں کہ وہ سارے ساتھ نکل کر اپنی جائیں گے اور وہاں جتوں سے مل کر انہیں جانے کی  
 کوشش کریں گے۔ اگلے دن جب انہوں نے دہلی سے ہوا کی 'لیاقت یورپ کے لئے تیار تھے۔ رات  
 گئے جتوں کو اسٹی کا ذاتی اپیل پر مبنی پیغام ملا کہ اگرچہ بہت دیر سے سہی پلا خریدا بھی کر اپنی سے واقفیت کے  
 کے علاوہ ہر سارے ہونے پر رضامند ہو گئے جو کرم انہیں خدا حافظ کہنے ہوئی اڑہ پر آیا وہ پاکستان زندہ باد  
 کے نعرے لگا رہا تھا۔

## بیسواں باب — لندن کو آخری سلام (۱۹۴۷ء)

دسمبر کے مہینہ میں لندن سہری میں ٹھہرا ہوا کانگریس بیجا ہوا اور شدت سہارے بے کیف و بے سہارہ تھا۔  
 اس نے قائد اعظم کو سب سے پہلے ان کی پہلی آمد کی خوشگوار یادیں تازہ کیں۔ اگرچہ بہت کچھ بدل چکا تھا تمام  
 بہت سے محسوسات اسی طرح تھے۔ جتوں اب بھی خود کو تھا 'کھوٹا ہوا اور اپنے چاہنے والوں سے الگ تنہا  
 سمجھتے تھے 'انہیں ایسے ٹھکانوں کے ساتھ سکھانے لڑائیوں پر مجبور ہونا پڑا جو سب انہیں ان کے درختوں  
 کردار سے محروم کرنا چاہتے تھے۔ ان کی زندگی سختی تلف ہوئی اگر وہ ٹیکسیر کے دروازے دکھانے دہلی کہتی ہیں  
 ہی رچے 'جس کے ساتھ انہوں نے بھین میں کام کیا تھا۔ جن لوگوں کے ساتھ انہوں نے ۱۹۳۶ء میں سفر کیا وہ فیملی  
 کے ایکٹروں کے کردار سے بہت مختلف تھے۔ کھیل کا آخری حصہ کس قدر دلچسپ بن گیا تھا۔ ان کے سہرا لائی جتوں  
 کیپ تھی۔ جبکہ ملٹی پلینڈوں سے آزاد 'ہم کے باقی ماندہ حصے پر دہریے پیش کار کرم اگرچہ ہی سوٹ نکلتی اور  
 لوہے سے ہماری لہو روکت پھن رکھا تھا۔

دجل کلینڈ کے ساتھ بحث سہارے کے لئے ایک امتحانی طریقہ نوٹ تیار کر کے لایا تھا جو اس نے سر دسمبر کو  
 انہیں اجلاس کے موقع پر اسٹی 'مارٹن اور ایکٹروں کے حوالے کر دیا۔ اس میں بتایا گیا۔

سہرا وہ صور حال یہ ہے کہ کانگریس سموس کرتی ہے کہ بڑے بھائی کی حکومت ہندوستان سے ختم نہیں  
 ہوگی جب تک ان کے ساتھ کوئی غیر معمولی امتیاز کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ ان کا نصب العین جلد از

جلد اقتدار کا حصول اور انگریزی اثر و رسوخ سے بھٹکارا پایا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس کے بعد وہ مسلمانوں اور  
 والیان دیاست سے خود نمٹ لیں گے۔ اول الذکر کو رشوت دے کر اور آخر الذکر کو ایک میل 'ہدیہ' بخندہ اور  
 بوقت ضرورت طاقت کا استعمال کر کے 'نیز ان کی رہنمائی کو ان کے خلاف بھڑکا کر مسئلہ حل کر لیں گے۔

دو دودانے نے اس دود ستر جہاں کے لئے دوسرے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں کئی بحیران پارلیمنٹ  
 بھی شریک ہوئے اس نے بتایا کہ "جنگ مشن کی فریب کاری پر اب بھی دانت چس رہے تھے۔"

۳ "انہیں اس بات کا شرت سے احساس ہے کہ جب کانگریس نے مختصر مدت کا منصوبہ منظور کر دیا تھا تو  
 انہیں حکومت بنانے کی اہلیت ملنی چاہئے تھی۔ وہ اس رائے پر سختی سے قائم ہیں کہ کانگریس نے طویل مدت  
 کے منصوبہ کو بھی بے برائی نہیں بخشا 'وہ اسے منظور نہیں کرنا چاہتی اور ہرگز منظور نہیں کرے گی۔ انہوں نے ہار  
 پار کیا کہ کانگریس محض حصول اقتدار کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ اور اسے باز رکھنے کے لئے ہر تکت کو شش کریں  
 گے۔ وہ کینت مشن پلان کو ایک قزاق اور دھوکے کی ٹٹی سے قہر کرتے ہیں۔ لب وہ اس رائے پر ڈٹ گئے ہیں  
 کہ صورت حال صرف پاکستان کی تخلیق سے بہتر ہو سکتی ہے۔ مرکزی حکومت 'جس کے ماتحت صرف تین امور  
 ہوں گی ایستہ معاملہ کو سرفہ کرنے والے خیالات جو انہوں نے غلط میں ظاہر کئے تھے ایسا لگتا ہے اب پیش کے  
 لئے قلم ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آپ کے آنے کے بعد سے لب تک  
 بعدوستان میں صورت حال کتنی اجڑ ہو چکی ہے۔ اس مسئلہ میں ان کا پسندیدہ راگ وہ تھا جسے انہوں نے ہمارے  
 ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کے دانت کل عام کا نام دیا۔ جب ان سے کسی قسمی تجویز کا سوال کیا گیا تو انہوں  
 نے کہا کہ قوری طور پر جو کچھ ہونا چاہئے وہ امن و امان کی بحالی ہے۔ ان سب کو 'خصوصاً انگریزوں کو امن و امان  
 کے قیام میں اہم و زخمی کرنا چاہئے۔ اس کے بعد پاکستان کا ذکر پھڑا۔ مجھے یاد نہیں اگلی اڑیس میں نے انہیں  
 اسے بدترین سوز میں دیکھا ہو۔ اپنی کار میں سوار ہوتے وقت انہوں نے آخری الفاظ جو مجھ سے کہے 'وہ تھے'  
 "جست کے لئے مزید وقت نہیں ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ اب آخری چارہ کاری یہ ہے کہ انہیں اچانک ہری طرح طوفان کیا جائے اور یہ کہہ دیا  
 جائے کہ اگر وہ دستور ساز اسمبلی کو نہیں مانتے تو ان کے توہین کو حکومت سے لگایا جائے گا اور انہیں انگریزوں کی  
 طرف سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔"

## لندن میں آخری مذاکرات

ڈیوڈ لارنس نے لچ کے بعد جنگ اور لیاقت علی کے ساتھ بات چیت کی اور جنگ کے رویے کی ثابت دہی  
 ی رائے ظاہر کی۔

کانپنہ مشن کے تین افراد پر مشتمل جماعت نے اگلی صبح دیول اور انڈلی سے ملاقات کی۔ اس موقع پر کہیں  
 نے کہا: جب پوزیشن ایسے مرحلے پہنچ گئی ہے جہاں واقعات کی رفتار کا اٹھارہ اس ٹکر دیول پر ہو گا تو حکومت  
 برطانیہ کی طرف سے کی جائے گی۔ ایسا لگتا ہے کہ معاملہ برٹش گورنمنٹ کے بس سے باہر ہو چکا ہے۔ یوں لگتا ہے  
 کہ مفاہمت کے امکانات قلم ہو چکے ہیں۔ اگر جنگ نے وہی رائے قائم کر لی ہے جیسا کہ بتایا گیا ہے تو ہر معاملہ کو



بھانے کا یا جناح کی طرف سے اسے قبول کرنے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ جناح پر بے پاکستان کے لئے کو خوش کر رہے ہیں۔ جس کے بارے میں ایسی امید ہے کہ انگریزی حکومت کی تحلیل کے نتیجے میں حاصل ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب کرنے کا اہم ترین کام یہ ہے کہ حکومت برطانیہ میں اقتدار کا قیام اس کے جبروت کرنا چاہتی ہے۔ میری رائے میں اچھے دشمن اس بات سے اتفاق کرے گی۔ بعدِ ستان میں اب ہماری پوزیشن غیر مستحکم ہوتی جا رہی ہے۔

انگریز جبروت کو اس آخری نکتہ سے اتفاق نہیں تھا اس نے کہا کہ جناح اور لیاقت کے اعزاز میں اسے مجھے ایک چٹائی میں سزا دیں گے اس خیال کا اظہار کیا کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم بہت تیزی سے آگے بڑھے ہیں اور یہ کہ اپنے وعدوں کی تکمیل کے دوران یہ ضروری ہے کہ امن و امان کو بحال کر رکھا جائے اور دستور سازی کے لئے پُر سکون فضا میں آگے بڑھیں۔ ورنہ ہم اقلیتوں سے حلقہ اپنے فرائض پورے کرنے میں ناکام رہیں گے بلاشبہ یہ کمزور پوزیشن کا وہی نقطہ نظر اور وہی استدلال تھا جو جناح نے وینچسٹر لارنس کے ساتھ گفتگو میں پیش کیا تھا۔ انگریز جبروت نے خیال ظاہر کیا کہ "ہم زمین اس عمومی نقطہ نظر کو اختیار کر سکتی ہے اسی ملک میں کچھ حمایت مل سکتی ہے۔ مزید برآں وہ یہ بھی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم بعدِ ستان کو اپنی ہی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ اور یہ کہ یہ چیز حالی امن کے لئے مطلوبی نکتہ ہے۔"

انلی کاہنہ کے اجلاس سے اٹھ کر جناح اور لیاقت سے ملنے چلے گئے اور اس کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو آکر تھاکہ "مسٹر جناح کی گفتگو کا موضوع یہ رہا کہ بعدِ ستان میں حکومت خود اختیاری کے اجراء کی کو خوش کرنا ہی تھا تھا۔ مسٹر جناح اس بات کے قائل تھے ہیں کہ کانگریس دستور ساز اسمبلی کے سلسلہ میں کوئی کام کرنا نہیں چاہتی ان کا اپنا نصب العین یہاں ساتھ قاضی عدالت مشترکہ کے اندر پاکستان کا حصول انہوں نے کانگریس کے ساتھ کسی سمجھوتہ پر پہنچنے کا کوئی امکان ظاہر نہیں کیا۔ جس وقت وزیر اعظم جے ڈاؤنگ سٹریٹ میں جناح اور لیاقت سے ملاقات کر رہے تھے "مشن کے ارکان اور واقعات رائے واٹ ہل پہنچے جہاں نیکرٹنی آف ٹیٹ کے پرانے دفتر میں صوبہ کے ساتھ مذاکرات کے۔ وینچسٹر لارنس نے اجلاس کی کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے بتایا کہ ہم سب پر امن طور پر حصول آزادی کے معاملہ میں بعدِ ستان کی ہماری طرح مدد کرنے کو چاہتے ہیں۔ نیکرٹنی آف ٹیٹ نے اعتراف کیا کہ کینٹ مشن کے تین حصوں پر مشتمل مل کی گرفت دونوں پارٹیوں کی سوچ پر سے ختم ہوتی جا رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا جو پڑت صوبہ ہم کے ٹھکے کی طرح لگا کہ اب سوال یہ ہے کیا وہ عام وسیع بنیاد اس حد تک تسلیم شدہ حالت میں اب بھی موجود ہے کہ اسے کارآمد سمجھ کر پیش قدمی کی جائے۔" منو نے کہا "مجھے خیال میں وہی بنیاد ہے جس پر ہرچیز آگے بڑھ رہی ہے۔ فطری طور پر کچھ ہلاکی کینٹ ہے۔"

اس مرحلہ پر راج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "کئی بڑے ہلاک شدہ ملک کی مجموعی تعداد ظاہر کرتی ہے کہ معاملہ کچھ تو نہیں زیادہ ہے۔" منو نے اس سے اختلاف کیا "ان کا استدلال یہ تھا کہ جو اقتدار کے مجھے تھے ان سے ظہورِ تشدد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے ان کا خیال تھا کہ کینٹ مشن کی تباہی کا کاب لہجہ یہ تھا کہ وہ کامیابی سے نافذ کرنے کے لئے تھیں۔ لیکن اب یہ کہا جا رہا ہے کہ امن کا شعور یہ تھا کہ ایک پارٹی اعتراض کرے تو جہاز پر آگے نہیں بڑھ سکیں۔ وینچسٹر لارنس نے یہ واضح کرنے کی کو خوش کی کہ یہ حکومت برطانیہ کی پالیسی نہیں

حق کی ایک پارٹی کو جتنی قدرتی میں رکھتے ڈالنے کے لئے دیکھو دے دیا جائے تاہم یہ بات صاف ہے کہ اگر کوئی بڑی پارٹی اپنا پر عمل کرنے سے انکار کرے تو اس سے جتنی مشکل صورتحال پیدا ہو جائے گی۔ مسو مریخ پر پکڑے گئے 'انہیں ہرگز دفع نہیں' حق کی ان کے انگریز میڈیون 'ان کے ایسے انگریز بدست 'لیبر پارٹی میں ان کے مابقی' اس طرح اچانک ان سے منہ پھیریں گی اور ہاتھ بھاڑ کے الگ ہو جائیں گے۔

اس کے بعد کریس نے مسو سے پوچھا۔ "آپ کے خیال میں لیگ کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت نہ کرنے کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟" انہوں نے اصرار کے ساتھ کہا "لیگ بھیجی بھی تقابلی کرنے پر آمادہ نہیں تھی" ہر معاملہ میں اس کا طرز عمل حقیقی رہا وہ صرف دیکھنا حاصل کرنے کی ٹوہاں ہے۔ کانگریس تقابلی چاہتی تھی کیونکہ ہر کوئی جانتا تھا کہ اگر ہندوؤں اور مسلمانوں میں تقابلیں کا فائدہ ملے رہا تو معاشرتی یا سیاسی لحاظ سے کچھ بھی نہیں کیا جاسکے گا۔ مسو نے احتجاج کیا کہ مسلم لیگ کو ملک کی معاشرتی یا سیاسی قوتی سے کوئی دلچسپی نہیں دی۔ کریس نے ایک سوال کیا تھا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر تین اجزاء پر مشتمل نظام دستور ساز اسمبلی کے باہر جاری رہے گا تو شاندار شراکت پر آمادہ ہو جائیں گے؟ مسو نے جواب دیا۔ مسلمان جلد یا بدیر شریک ہو جائیں گے بشرطیکہ انہیں یہ احساس ہو جائے کہ اسمبلی کا جلد سے واقعی ہونے والا ہے۔ تاہم اگر مسلم لیگ شامل ہوگی تب بھی وہ کانگریس کے ساتھ مل کر کام نہیں کرے گی۔ اس کی طرف سے ایسا کرنا ناموزوں محض انکار نام نہایت ہو گا جیسا کہ اس نے میوری حکومت میں کیا ہے۔

مسو اپنی گفتگو کو جوں جوں طویل کرتے گئے 'ان سب پر یہ بات عیاں تر ہوتی گئی کہ مسو اور کانگریس جتان اور لیگ کے ساتھ ہم آہنگی سے کام نہیں کر سکیں گے' ایک کانپڑ میں اکٹھے ہونے کے باوجود اور ایک ملک میں ساتھ ہونے کے باوجود ان میں اتحاد و آشتی کا پیدا ہونا خارج از امکان ہے۔ بائیں برسر انہوں نے ایک متحدہ مزید گفتگو کی اور مسو کو قائل کرنا چاہا کہ ممکن ہے مسلم لیگ کے لئے یہ گھر نہیں، پہلی بھرتی ثابت ہو کہ اپنے صوبوں کی گروپ سازی میں اسے عمل آزادی ہوگی۔ ایسی بات نے عین باپلے انہیں مطمئن کر دیا تھا۔ اس کے بجائے کہ آئین کی تدبیر کا کام شروع کر دیا جائے بلکہ ایک چوتھائی آبادی کے ساتھ شریک نہ ہوں 'مسو بولے "میں نہیں سمجھتا کہ مسلم لیگ کیوں شریک نہیں ہوگی اور تعمیر و ترقی کے لئے فیڈرل گورنمنٹ سے سوال نہیں کرے گی۔"

کانپڑ کے تینوں اراکین نے اسی دن بعد دوہر جتان اور لیگ کے ساتھ گفت و شنید کی۔ کریس نے جتان سے دریافت کیا۔ "اگر فیڈرل گورنمنٹ سے حتمی فیصلہ میں مسلم لیگ کے موافق تخریج کرے تو کیا مسلم لیگ اسمبلی میں شریک ہو جائے گی؟" جتان نے کہا موجودہ حالات میں ہندوستان کو قانون سازی میں گھسیٹنا غیر دانشمندانہ ہو گا۔ انگریزوں اور کریس نے اصرار کے ساتھ کہا کہ برطانیہ مشن پلان پر حق سے قائم رہے گا۔ تاہم وہ جتان کے ذہن کو مطمئن نہ کر سکے نہ ہی انہیں ان کے سخت موقف سے ہٹا سکے۔

## انگریز واپس جانے پر تیار ہوتے ہیں

اس موقع پر کریس نے اس عام اطلاع کی حمایت کی کہ انگریز ایک سال یا زیادہ سے زیادہ انکار واد کے اندر

اور ہندوستان کو پھر ڈوب گئے۔ اس نے خود دے کر یہ بات کہی کہ اس کے لئے ضروری ہو گا کہ معاملات کسی حکومت کے پیر کے جائیں جس کا قیام دستور ساز اسمبلی کی مرضی سے عمل میں آیا ہو۔ لارنس کو یقین تھا کہ ہندو مسلمانوں کے ساتھ اختلاف پر جتنی سمجھوتہ کرنے کو ہے ممکن ہیں تاہم اسے ملک تھا کہ کانگریس میں مت سے فرقہ وارانہ سوچ رکھتے والے عناصر انہیں ایسا نہیں کہنے دیں گے۔ وجہ نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے امرار کیا کہ کانگریس کی طرف سے مسلمانوں کے لئے فرائض کے اہتمام کا کوئی امکان نہیں۔ انہوں نے ہندوستانی مسئلہ کو مشورہ طلبی کے لئے اقدام حمہ کو بھیجے کے امکان خود اس کی مصیبت پر سوچ بچار کیا۔ اس پر اٹلی نے کہا تھا کہ اس سے یہ مطلب اٹھ کیا جائے کہ عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ وجہ نے انہیں یاد دلایا کہ جہاں جیسے اس بات پر زور دیتے رہے ہیں کہ پاکستان برطانوی دولت مشترکہ میں رہے گا اور مفروضہ طور پر توجی کی جا سکتی ہے کہ سرحدی مسائل سے ٹھننے کے لئے برطانیہ سے مدد لے گا۔

بعد از دسمبر ۱۹۴۷ء لندن میں "انڈیا کانفرنس" کا آخری سیشن ہوا کیونکہ ہندو امرار کر رہے تھے کہ انہیں ۱ دسمبر کو دستور ساز اسمبلی کے انتخابی اجلاس میں شریک ہونا ہے۔ تاہم جہاں اور لیاقت کو وہاں گھر جانے کی کوئی جلدی نہ تھی اس لئے انہوں نے چند ہفتے مزید لندن میں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔ رات گئے کا پیر کا اجلاس ہوا جس میں اس بیان کی منظوری دی گئی "ہندو ہندو" مسز لیاقت علی خان اور سوادہ بلراج سنگھ کے ساتھ بڑ بھجنی کی حکومت کی جو گفت و شنید ہو رہی تھی وہ آج شام ختم ہو گئی۔ "بیان کا اعلان ہوا یہ تھا۔ "اگر دستور ساز اسمبلی میں ہندو آبادی کے ایک چوتھے حصہ کے نمائندے شریک نہیں آئیں وضع کرتی ہے تو بلاشبہ بڑ بھجنی کی گورنمنٹ اس آئین کو نافذ نہیں کر سکے گی جیسا کہ کانگریس نے کہا ہے کہ اسے ملک کے ناخداوند اصولوں پر ٹھہرنا نہیں چاہئے گا۔" اس رات وزیر اعظم نے ہندوستانی مسلمانوں کو مطلع کیا کہ۔

"حکومت برطانیہ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ انہوں نے اس ملک میں ایکی پولیسی کی منظوری حاصل کر لی ہے جس کا مطالبہ کئی سالوں سے سرکار ہندوستانی کر رہے تھے۔ اب وہ ہندوستان کا تعاقب طلب کرنے کے مستحق ہیں۔ لاکھوں کے موجودہ سلسلہ میں وہ کسی بھی فرقے سے دوسرے کے خطہ نظریکی بابت منظوری حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے انہوں نے آج رات ایک بیان جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

سوال اگلی صبح وطن کو پورا کر گئے۔ کانفی دار کا واس نے جو نئی دارک میں چھ ماہ گزارنے کے بعد جلی میں لندن آیا تھا مگر جزوئی میں جہاں سے ملاقات کی۔ اس کا بیان ہے "میں نے انہیں یاد اور امرار دیا۔ میں نے انہیں بتایا۔ میں سات ماہ وطن سے دور رہا ہوں اس لئے مجھے معلوم نہیں ملک میں کیا ہو رہا ہے۔" جہاں نے پوچھا۔ "ملک؟ کونسا ملک؟ وہاں کوئی ملک نہیں" صرف ہندو اور مسلمان ہیں۔" میں نے سمجھو کیا کہ جہاں پاکستان کی بنیاد کے سوانحی بات پر سمجھوتہ کرنا نہیں چاہتے۔ وہ فراموشی جاری رکھنے کے حق میں تھے کیونکہ کانگریس لیڈروں نے حق کے ساتھ بد معاہدگی اور بد سلوکی کے مظاہر انہیں برا بھلا کہا تھا۔ میں نے جہاں سے کہا کہ مسلم لیگ اور کانگریس حکومت سے باہر اپنی لڑائیاں جاری رکھیں تاہم کیا یہ لازمی نہیں کہ حکومت کے اندر انہیں تعاون اور ملک کی بھلائی کے لئے اس قدر کوشش کرنی چاہئے جتنی کہ ممکن ہو؟ جہاں نے جواب دیا۔ "تپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" کہے ممکن ہے؟ کیا تپ کا مطلب یہ ہے کہ کمرے کے اندر تو ہیں اور آپ ایک دوسرے کا

مذہب میں اور کمرے سے باہر نہیں تو ایک دوسرے کو چاقو کھرنے لگیں؟۔ میں نے محسوس کیا کہ اگر کانگریس لیڈروں نے ان کے ساتھ ذاتی تعلقات خراب نہ کئے ہوتے تو شاید وہ اسے کبیدہ خاطر نہ ہوتے۔ ان کی خود بخود ہی "ان کے تحریک اور ذاتی طور پر جذبات کو نہیں پہچاننے کے احساس نے انہیں بہت زیادہ تلخ بنادیا تھا اور انہوں نے اپنے ارد گرد ٹھک اور بے نتیجی کے بحوث پیدا کر لئے تھے۔ اس کے ساتھ انہوں نے اپنی فراست کو قائم رکھا۔ وہ کم گوئی کرتے اور اپنے حقائق کو رواج کرنے کا اثر جانتے تھے۔ انہوں نے ہر عرصہ اور جتنی باز آہٹ کو ایک آسان شمار کیا۔"

چونکہ لارنس کے پارلیمانی ایڈر سیکرٹری آر تھریڈر سن نے بھی جو اس دسمبر میں کانگری سے ملا 'جنرل کے متعلق کہا تھا کہ "وہ ایک بہادر تھی ہیں۔" اس وقت تک اس بات کا علم برطانوی راج کے اعلیٰ سطحوں کے ساتھ ساتھ کانگریس اور ٹھک کی ثابت ہو چکا تھا۔ جنڈر سن نے مجھے بتایا کہ ششما کی طرف سے گج میں وہ جنرل سے دوسرے نمبر پر بیٹھا تھا اور یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ انہوں نے کہا تھا چھوٹا ٹھک نہیں۔ اس نے تسلیم کیا کہ جنرل ایک بہادر تھی ہیں اور بریتہ کہنے لگا۔ "کیا آپ نہیں جانتے کہ اگر جنرل نظروں سے غائب ہو جائیں تو تسماری مستحکم نہیں کی جائیں گی؟ لیاقت اور سہروردی بہت برے ہیں۔" میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ تاہم لیاقت علی اس سہروردی مسلم لیگ کو اس طرح تھم نہیں دے سکتے جیسا کہ جنرل نے دیکھا ہے۔"

"میر دسمبر کو دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس پر سے وقار اور آداب کے ساتھ نئی دہلی میں شروع ہو گیا ہے۔" قائم مقام وائسرائے سر جان کول ول نے لندن میں قائم ہونے کو مطلع کیا۔ ڈاکٹر ایس اسٹالے کنوینٹ ریف فرمٹ کی حیثیت سے تسماری کی۔ جب تک کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد کو "جو مجسورہ ہند کے پہلے صدر ہے" اسمبلی کا نیا چیرمین نہ بن لیا گیا۔ ہندو پرش سے اس "تاریخی موقع" کو اس خواہی بدکاری کی سربراہ قرار دیا جو قریب ایک صدی پہلے شروع ہوئی اور جس کی بدولت عوام میں قومی اتحاد و یک جہتی اور یکہ متصد کا احساس پیدا ہوا۔ مسلم لیگ کا بیگانہ عمل طور پر سوڑ ثابت ہوا۔ اسمبلی ہال میں وہ شخص خالی چلی رہیں۔ جبکہ ۳۰۰ کے قریب کانگریس موہ اور خاتین نے اپنی اور صوری قوم کے نمائندوں کی حیثیت سے بیٹھ میں شرکت کی۔

ان دنوں دیکھ شانہواز اور اصلاحی اقوام متحدہ کے منصوبہ تک مسلم لیگ کا کہیں پہچاننے کی فرض سے نوازا رک گئے ہوئے تھے تاکہ وہ لندن کے راستے واپس آتے ہوئے جنرل سے ملاقات کریں۔ اور ذاتی ملاقات نصف دسمبر ان کے ساتھ لندن میں گذاریں۔ سر شفیق کی ذہین و جسم پنجابی صاحبزادی نے کچھل دانیس یاد کرتے ہوئے بتایا۔ "۳۰ صفا پنجابی مسلمانوں کو نام نہاد مضبوط ہاند کہتے تھے "جنہوں نے حصول پاکستان کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ میں دو تین دن تک غامضی سے ملتی رہی پھر مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے کہا عوام انہیں نہیں بلکہ لیڈر ہیں جو اس کے ذمہ دار ہیں۔" قائد نے فوراً پوچھا۔ "لیڈروں سے تسماری کیا مراد ہے؟ آج تو ہر مسلم لیگی لیڈر بنا ہوا ہے۔" میں نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پنجاب دوسرے صوبوں سے پیچھے نہیں رہے گا۔

لندن میں قائم کے دوران اصلاحی اسلامی تحریک کے بانی ڈاکٹر یک مین نے قائد اعظم اور نوابزادہ لیاقت علی کو اس کا تکمیل دیکھنے اور رات کے کھانے کی دعوت دی۔ اس نے چاہا کہ میں قائد اعظم کو تادم کرنے کی کوشش کروں۔ اصلاحی اور میں نے وہ تکمیل نوازا رک میں دیکھا اور بے حد پسند کیا تھا۔ جنرل نے دعوت قبول کر لی۔

تھیل دیکھنے کے بعد ہم ڈاکٹر یک میں کے گھر پہنچ گئے۔ وہاں بات چیت کے دوران میں نے کہا "تاکہ کو کھانے پر آنا کہنے کے لئے میری غرض یہ تھی کہ لندن والے جناح کو سمجھ لیں۔" اس پر مسالوں میں سے ایک بولا۔ "لندن میں جناح کو طوب جانا ہے۔" اس ریمارک سے مسٹر جناح کو بڑی تعجب لگی۔ پھر وہ جان مصلح بن گئے۔ انہوں نے اپنے فحاشوں کی باتیں کیں اور ہمیں کئی کہانیاں سنائیں۔

جناح ہر دوسرے کو لیاقت علی، اسماعیل اور بیگم شادہواز کے ساتھ لندن میں ہی تھے جب وزیر اعظم نے انہیں اہم کر دیا کہ "ہندوستانی رہنماؤں کے ساتھ کچھ ملتے جلتے امورات ہونے بد قسمتی سے کسی سمجھوتے پر پہلے غیر ختم ہو گئے" مجھے یقین ہے میں اس ایوان میں سب پارٹیوں کے لئے بول رہا ہوں اور ہندوستان کی سب قوموں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دستور سازی میں تعاون کریں۔" تاہم چرچل نے کھڑے ہو کر کہا کہ "ہر شخص کی اپنی زبان ہے، گزشتہ بیسویں میں بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ اور ہندوستان پر بحث بھڑکنے سے گریز کیا ہے۔ لیکن میں تاکہ ایوان کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے خیال میں ایسی بحث کا فوری اہتمام کرنا لازمی ہے۔ معاملات اتنی سنگین صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں کہ بڑے پیمانے پر قوم کی توجہ ان پر مرکوز کرنا ضروری ہو گیا ہے۔"

ہندوستانی کے مسئلے پر بحث اگلے دو دن تک جاری رہی۔ کہیں نے صبح ۳ بجے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ایوان اس موقع کا اظہار کرتا ہے کہ ہندوستان کی جماعتوں کی مابین موجود مشکلات کے بارے میں سمجھوتہ جلد ہو جائے گا۔" ۳۹ بجے چرچل نے جواب میں کہا۔ "میں نے اس ایوان کو بہت عرصہ پہلے ۱۹۳۷ء میں ہزاروں کیا تھا کہ اگر ہم نے تمام ذمہ داریوں سے ہاتھ اٹھا لیا تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین خونخوار خانہ جنگی بڑی تیزی سے شروع ہو جائے گی۔ لیکن دوسری چیزوں کی طرح اس پر بھی کسی نے کان نہیں دھرا۔ بے شک یہ بات درست ہے کہ واقفیت کے طرف سے چار ماہ گلی صوبہ کی سربراہی میں عیدری حکومت کی تشکیل کے بعد سے اب تک حدود کے درمیان لوگوں کی اتنی بڑی تعداد ہلاک یا زخمی ہوئی ہے کہ گزشتہ ۹۰ برسوں میں کسی بھی ہولی نہیں۔ جو کچھ ہونے والا ہے۔ یہ مصلح اس کی ابتدا ہے۔ شاید یہ اس طوفان برقی و بارش کے چند ابتدائی ہماری تقریریں ہیں جو ہم پر نازل ہونے والا ہے۔ یہ وحشت انگیز خونریزیاں جو وسیع علاقوں اور بے شمار غیر مصروف ویرانہ میں وقوع پزیر ہوئیں، ان کا شمار بڑی حد تک مسلمان اقلیت ہوتی ہے۔ میں اپنے اس یقین کو دہراؤں گا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں ہندو کی ہندی اکثریت کا راج قائم کرنے کی کو خوش خانہ جنگی کے بغیر ہرگز کامیاب نہیں ہوگی۔ شاید شروع میں فسادات یا مظالم قوموں کے مابین تصادم نہ ہو بلکہ ہزاروں ہلاکت اور الگ تھلک مقامات اس کا نشانہ بنیں۔ یہ خانہ جنگی کسی انتہا پر پہنچنے سے پہلے ناقابل تدارک حالات کے درمیان ہندوستان کی آبادی میں زبردستی کی کامیابیت ہے گی۔ مسلمانوں کی تعداد کو بڑھے۔ ہندوستان میں فسادات صابر کی اکثریت ہے۔ لہذا "اقلیت" مصلح نہیں رہتا اور اس کا کچھ مطلب نہیں ہو تا جب اس کا اطلاق فی الواقع کے بھاری گروہ پر کیا جائے جن کی تعداد کی گورڈ ہے۔"

چرچل کے ان کلمات نے جناح کو اس سے بھی سخت موقف اختیار کرنے کی ضرورتی جیسا کہ انہوں نے اپنی اور کہیں نیز داد و دوات کے ساتھ بات چیت کے دوران اپنا تھا۔ لندن کے اس آخری دورے نے انہیں یہ یقین کرنے میں مدد دی کہ کمزور و پارتی کی مضبوط قوت اب بھی ان کی حامی ہے۔ اس چیز نے ان کے اس بلند عزم کی

توثیق کر دی کہ سنو اور کانگریس کو دستور ساز اسمبلی کی پگھلائی پر تعلقہ ڈسٹرکٹ اور خود بخود قانونی حکام نیز مسلمانوں کے درمیان بیڑہ کر دھنی کی آگ بھڑکاتے ہوئے اور مدلی میں اس تہذیب (مسلم) کو پختہ سنو نے اسمبلی میں یہ تحریک پیش کی "یہ دستور ساز اسمبلی اپنے اس پلٹ اور جس طرح کام لگھن کرتی ہے کہ ہندوستان ایک آزاد و مستقر جمہوریہ ہے جس میں تمام قوت اور اختیار کا سپریمٹر عوام ہیں۔"

## ویول کے جانشین کی تلاش

۱۸ دسمبر کو اسمبلی نے کارڈ لوئی ماؤنٹ بنیں کو ۱۰-۱۱ ڈیڑھ تک سہیت بھیا اور اسے ویول کا جانشین بننے کی دعوت دی۔ ۱- اسمبلی اور اس کے وقت کے کارڈ ہندوستان کے سیاسی و تعلقات سے بہت ہی طرح متاثر تھے۔ وہ اس بات سے خوفزدہ تھے کہ اگر ہم نے مکمل اعتبار نہ کی تو ہم ہندوستان کو نہ صرف تھک چکی کی لینیت میں دے دیں گے بلکہ یہ ملک مطلق العنان نوعیت کی سیاسی تحریکوں کی بھولی میں جا پڑے گا۔ جنہیں کو دور کرنے کے لئے فوری کارروائی کی ضرورت ہے اور کاہنہ کے سینئر ممبران اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ شاید ایک جاواقی اندازہ نگر آخری امید ہو۔ ہر ایک نے اتفاق کیا کہ "کوئی" "ماؤنٹ بنیں میں مطلوبہ صلاحیت موجود ہے۔" "ماؤنٹ بنیں کی" "کالی مل آؤری" "اس وقت دنیا بھر میں مشہور ہو چکی تھی۔ اس کے احوال پسند خیالات نے اسے لبرل رائی کے لئے قابل قبول بنایا اور اس کا شای خوں کمزور کرنے کے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ جبکہ دیکھو یہ کاہنہ کا ہونے کی حیثیت سے "ماؤنٹ بنیں کارڈ ہندوستان کا آخری وائسرائے بننے کے لئے ہر طرح مل بھیجا جاتا تھا۔ برہمن اس کی خواہش اور تمنا یہ تھی کہ وہ بھوی میں اپنی فوجی رائی پر واپس چلا جائے اور فرسٹ کلاس سکولاروں کے ایئر اینڈ مل ان کاہنہ کے طور پر اس کی تقرری میریل میں ہونے والی تھی۔ "ماؤنٹ بنیں ہندوستان کے حلقہ کالی بک جاتا تھا۔ مزید برآں اسے اندازہ تھا کہ اس کا نیا کام کتنا مشکل ہے۔ اس لئے اس نے وزیر اعظم کے دوا اور ترغیبات کے مقابلہ میں سخت جدوجہد کی۔ اپنی احتمالی تعلقات کارڈ ہندوستان اور بہت خود بخود عوامی زندگی سے علیحدہ کرنے کی ممکنہ غیر توجہ پر احتجاج کیا۔ اس کے مستند پرئیں بیکر تری لود سڑک کارڈ کھیل جانیس کا کہنا ہے "اگرچہ ان باتوں میں بک وقت کا نام اٹھنے لے اپنا فیصلہ نہیں بدلا۔"

## جناح کاہرہ کے دورے پر

جناح اور لیاقت علی ہندوستان واپس آتے ہوئے چند دن کے لئے کاہرہ میں دے لود وہیں اپنی اسلامک کانگریس میں شرکت کی۔ ۲۰ دسمبر کو صبری وزیر اعظم فوکر اپنی پاشا سے ملاقات کے بعد صبح کاہرہ میں آئے اس بات پر امراتو کیا کہ "پاکستان کے قیام کے بعد ہی ہندوستانی لود صبری مسلمان کچھ سختی میں آؤ لو ہوں گے۔" ورت ہڈ سامراجی تھلا کی لغت بھینچنے والی سیدھی شرقی و سنی تک پہنچ جائے گی۔" جناح کاہرہ میں عرب لیگ کے ممبران تھے۔ وہاں ۲۰ دسمبر کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ "اگر ہندوستان پر ہندو سامراجی تھلا کی حکومت قائم ہو گئی تو یہ مستقبل کے لئے اتنی ہی بڑی لغت بن جائے گی جیسی کہ برطانوی

سامرائی قوت دی ہے۔ پورا مشرق وسطیٰ انسان سے گر کر مجبور میں ایک بنائے گا۔ جب ان سے مصری اور فلسطینی عرب لینڈوں کے ساتھ بات چیت کے حلقے دریافت کیا گیا تو انہوں نے وضاحت کی۔

”میں نے انہیں بتایا کہ ایک ہندو ایمپائر مشرق وسطیٰ کی تباہی کرے گی اور انہیں یقین دلایا ہے کہ پاکستان ان تمام قوموں سے قتل اور دہک گئے امتیاز کے بغیر خدا کا کرے گا۔ اور آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اگر ہندو سلطنت وجود میں آجی تو اس کا نتیجہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کے غارت کی صورت میں نکلے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم مصر کے ساتھ گہرے مذہبی اور روحانی رشتوں میں منسلک ہیں۔ اگر ہم نہ ہوں تو پورا مشرق وسطیٰ لوہ جاتے گا۔“

جنرل احمد سیر کو دہائیں کراچی پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی حیات مستعار کے ۷۰ برس چورے کر لئے تھے۔ ان سے وہ اپنے وطن کراچی پہنچے جو جلد ہی ان کا قومی دار الحکومت بنے والا تھا اور پھر وہیں انہیں ابد الا مکان آرام کی نیند سنا تھا۔ جنرل جن جن کا انتظار کر رہی تھیں تاکہ انہیں بھیجے لے جائیں اور وہاں ٹھیک طرح سے ان کی دیکھ بھال کی جائے۔ یہ تمام وہ غماخوئی کر سکتی تھیں۔ تاہم انہی کی طویل ترین اور سخت ترین مذاکرات ان کے منتظر تھے۔ انہی زندگی کی مشکل ترین جنگ کو فتح کرنا باقی تھا۔

## ایکسواں باب — نئی دہلی ۷ مارچ ۱۹۴۷ء

نئے سال کا سورج طلوع ہوا تو ایسا لگتا تھا کہ ملتان ہر شخص برصغیر عظمیٰ کے ساتھ ہندوستان کے حلقوں میں ڈرامائی تبدیلی کی خبر سننے کا خواہش مند ہے۔ نام کیا اور کیسے ہونے والا تھا؟ اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔ جنرل وطن ہونے تو شدید بیمار تھے۔ اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ ان کے لئے بات کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ ۱۱ مارچ بخوری سے پہلے ہونے والے دو ٹک کہانی کے اجلاس میں شرکت کے قابل بھی نہ تھے۔ سر جتواری کو چونک لادنس نے دہلی کو کھٹا سمیٹ دیا کہ جنرل ہمارے اردو سیر کے بیان سے یہ مطلب اخذ نہیں کریں گے کہ اگر وہ تباہی جڑ جائیں اور کچھ نہ کریں تو انہیں پاکستان مل جائے گا۔“ تاہم اسے یہ شک تھا کہ اس کے خط کی طرف جنرل کی توجہ مبذول کرانی جائے گی۔ اس کی ایسی توضیح بھی کی جا سکتی ہے جس کا مطلب سوبائی خود مختاری ہو۔ اور ان کی پٹنہ سے بہت سی کم ہوگی۔ جنرل نے صحابہ میں کہا، میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ پاکستان بالکل ناقابل عمل مفروضہ ہے۔“

## ماؤنٹ بیٹن ویل کی جگہ لینے پر راضی ہو گئے

اسی نے کم بخوری کو ماؤنٹ بیٹن سے ایک بار پھر اپیل کی کہ وہ دھڑلے کے وعدہ کی اور داری قبول کر لیں۔ اس نے وہی پھر جواب میں کہا۔

”تپ نے جو کچھ کہا میں نے بالکل سنجیدگی سے اس پر غور کیا ہے۔ میرے لئے اس سے یہ سمجھنا ممکن ہو گیا ہے کہ تپ برطانوی راج کو ایک قلمی اور مخصوص آبادی تک یا اس سے بھی پہلے تاکہ ہندوستانی جماعتیں متعلق

ہوں، فتح کرنے کی تجویز پیش کر رہے ہیں۔ میں اسحاق کے ساتھ وہاں نہیں جاسکوں گا اگر وہاں میری آمد سے یہ مراد ملی جاسکے کہ میں اس سرے پر واقعہ انگلی نظام کو دوام بخشنے آیا ہوں۔ میں دل کی عین گمراہیوں سے تپ کی اس چٹھکس کی قدر کرتا ہوں کہ اسے اسلاف کے انتخاب و تشکیل میں مجھے ہر طرح کی مدد دی جائے گی۔ میں نے سر شیخو کو مطلع کیا ہے کہ انہوں نے میرے ساتھ ہندوستان جانے کی ہر جھٹکس کی ہے۔ اس سے میری بے پناہ عزت بڑھی ہے اور میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ تاہم میں نے ان پر واضح کر دیا کہ ان جیسے تجویز کار اور بادکار شخص کی موجودگی مجھے ان لوگوں کی نظروں میں جن کے ساتھ وہ مذاکرات کر رہے ہو گئے، مصلحت برائے نام سربراہ طاقت کرنے میں ناکام نہیں رہے گی۔ میرے خیال میں یہ بہت ضروری ہے کہ مجھے اس امر کی اجازت دی جائے کہ میں جب بھی وطن آنے کی ضرورت محسوس کروں تو آسکوں۔ اگرچہ ہماری نیت یہ ہو گی کہ واقعے کے اندر واقعہ ان کے مقام و مرتبہ کو بلند رکھنے کے لئے ضروری پروٹوکول کو ملحوظ رکھا جائے۔ پھر بھی مجھے اور میری ایلیہ کو یہ اجازت ہونی چاہئے کہ ہم ہندوستانی لیڈروں، "نمائندوں" برطانوی اور ہندوستانی لوگوں سے اپنے خلاف کے بغیر ان کے گھروں میں جا کر مل سکیں اور ان لوگوں کی اپنے تک رسائی کو موجودہ پروٹوکول کے مقابلہ میں آسان تر بنائیں۔"

لیڈی ایڈوانٹائٹس ٹھکان کی دفتر میں بھی اپنے شوہر سے کسی طرح کم نہ تھی۔ اُسے نسو کی سولہ لینے والی دھانی ہمیت کو آخری لمحہ کے متغیر کرنے والے مذاکرات میں کردار ادا کرنا تھا۔ میاں بی بی دونوں میں سے کوئی ایک خلاف کے بغیر انگریزوں پر لال کے پاس ہونا تھا۔

منٹل اٹھلی جس کے انگریز ڈائریکٹر سربراہمن بی اے سمٹ نے وہیل کو انگریزی نقطہ نظر سے اطلاع دی کہ۔

"تھیل اپ تک ابھی طرح نہیں گیا ہے۔ کانگریس اور لیگ دونوں کو مرکزی حکومت میں، تھیل دیا گیا ہے۔"

اس طرح ہندوستانی مسئلہ کو فرقہ وارانہ کے سوزوں مٹا دینے میں بیہنگ دیا گیا ہے۔ اب لکھنؤ یونٹ کے ساتھ انعقاد کا موقع پیدا ہو گیا ہے۔ ہمیں اس دم بحری صلت سے پروگرام راقا تھو اٹھانا چاہئے۔ سول امور میں ہیکٹری تک نیٹ کا کنٹرول لوہیں ممکنہ لمحہ میں ختم ہو جانا چاہئے۔ یہ صرف امور کے لئے درست ہو گا اور اس میں یہ سیاسی فائدہ ہے کہ اس قسم کا متاثر کرنے والا فیصلہ کن اقدام مسئلہ کو اس کے صحیح فرقہ وارانہ جواز پر رکھے رہنے میں مدد دے گا۔ تعلیم فرقہ وارانہ بد تعلیمی اور افراتفری سے ہماری کارروائی متاثر نہیں ہونی چاہئے۔ ایسا ہونا تو انگریزوں کے خلاف احتجاج کو حتمیت ملے گی۔ اول قدر کہ ایک شعری خوشحال عمل ہو گا جو ہندوستان کے مسئلہ کی راہ نوید اگر دے گا۔ بیسویں صدی کے انگریز امور کی طرف سے اس قسم کی جدید ہستی کیفیت دینا اور اسباب پیش سے عزت کا اظہار کو جدید تحریروں میں شادی پایا جاتا تھا۔

## لیگ۔ خضر قسام

لیگ کی درنگ سمیٹی کے اجلاس کی ضرورت آدین سے چند دن پہلے غرضیات نے پولیس کو حکم دیا کہ پنجاب میں مسلم لیگ کے سرگرم لیڈر گارڈز پر کارروائی کرنے کے لئے ان گارڈز کو اس طرح کی بادی فوج قرار دیا گیا جس کو جنگ سے پہلے انکی اور جوہری میں موجود تھی اور گورنر ڈسٹنشن نے ان کو انڈین میں سولے کی تنظیم "لیگ



شرٹس کے سماجی گھمراہ، پنچل گارڈز کے صدر و فردائع لاہور میں ایک ہزار سے زیادہ سٹیل ویلٹ پائے گئے اور گارڈز کے جملہ جہاز کلادوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ جو اب میں مسلم لیگ نے "مرست اقدام" کے تحت احتجاجی مظاہرے شروع کر دیئے، جن میں مطالبہ کیا جاتا تھا کہ حضری حکومت برطرف کی جائے۔ اس طرح بالاخر پنجاب کا مسلم بازوئے قشعر پر خندہ آہ بٹھیں میں شامل ہو گیا۔ جیسا کہ بیگم شانواز نے کلچر میں جناح سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت نے دوسرے ہی روز گارڈز پر سے پابندی اٹھائی۔ اسے دارِ تھا کہ بصورت دیگر وہ صوبہ میں امن بحال نہیں کر سکے گا۔ تاہم یہ اقدام بہت بعد از وقت ثابت ہوا۔ لیگ کے برہم رہنماؤں نے حضرت کے فوری استعفیٰ کا مطالبہ خوش و خوش سے جاری رکھا۔ لاہور اور دوسرے شہروں میں بڑے بڑے احتجاجی جلسے ہونے لگے جن میں لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی۔ حرکت حیات نے اعلان کیا کہ اگر حضرت نے استعفیٰ ہونے سے انکار کیا تو لیگ جانوں شکن کے لئے حال میں سے زیادہ مسلمانوں کو سڑک پر لانے کے لئے تیار ہے۔ اس بیان کے بعد حضرت نے ایک اور قدم اٹھایا۔ آرمی رات کو صوبائی لیگ کے تمام مضبوط لیڈروں کو گرفتار کر لیا جن میں نواب مودت، ملک فیروز خاں لون اور دولتانہ شامل تھے۔ پنجاب کے ہر ضلع میں ہنگامے پھوٹ چکے۔ ۳۱ جنوری کو درگنگ سیکٹی نے کوئٹہ کے خلاف قرار داد منظور کی جس میں اس سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ مشن چان کے استراوا والے فیصلہ پر نظر ثانی کرے۔ اگر لیگ کے دستور ساز اسمبلی میں شرکت ہونے کا کوئی امکان تھا تو اس قرار داد نے اسے ختم کر دیا۔

صوبہ نے اس سے اگلے روز دہلی سے طاقت کی اور اس عزم کا اظہار کیا کہ اسمبلی اپنا کام جاری رکھے گی اور یہ کہ اگلے قدم کے بارے میں وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کریں گے "اگرچہ دہلی نے بجا طور پر اندازہ لگایا تھا کہ اب کانگریس کلینڈ کے لگی ممبران کی برطرفی یا استعفیٰ کا مطالبہ کرنے سے نہیں چوڑے گی۔ برہان ۱۶ فردوسی کو اس قسم کی درخواست کے جانے سے عمل ہی اٹیل نے دہلی کو کہ اپنے صوبہ سے استعفیٰ ہو جائے "اور یہ کہ اس کے چاٹھیں کا انتخاب کر لیا گیا ہے۔ کلینڈ نے اعتراف کیا کہ ہندوستان میں خانہ جنگی کے خطرہ کو خطر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس حادثہ کا اظہار کیا گیا کہ شاید مسز جناح کی نیت یہ ہے کہ خانہ جنگی بڑا کی جائے۔ یہ بات واضح نہیں تھی کہ پنجاب میں مسلم لیگ کی کاروائیوں کے کیا نتائج ہونگے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ مول ناظرانی کی ترکیبوں کو پورا سے رہے تھے۔ بالاخر لیگ جس حد تک عین الجہن پیڈا کر سکتی تھی اس کا انحصار اس پر تھا کہ اس کی سرگرمیاں ہندوستانی قریح میں اشتکار پیڈا کرنے کا موجب بن سکتی ہیں یا نہیں۔ ادھر نئی دہلی میں دی پی این جیسے ذہر کہ بھریں اب ہندوستان کی تقسیم کو مانکر بیٹھنے لگے۔

## ہندوستان کے لئے آزادی کا اعلان

۲۶ فروری ۱۹۴۷ء کو وزیراعظم اٹلی نے دارالعوام میں اپنے ہم مرتبہ ساتھیوں کو مطلع کیا:۔  
 "ہر یک کی حکومت چاہتی ہے کہ اپنی ذمہ داری اہل با اختیار لوگوں کو سونپ دے جو ایسے آئین کی رو سے قائم کئے گئے ہوں جن کی منظوری ہندوستان کی تمام پارٹیوں نے دی ہو لیکن بد قسمتی سے سب سے سب سے آئین کی تدبیر کا اظہار کوئی امکان نہیں۔ حکومت برطانیہ یہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ یہ اس کی قطعی نیت ہے کہ

زیادہ سے زیادہ جن ۱۸۳۸ء تک ہندوستان کے ذمہ دار ہاتھوں کو انتقال اقتدار کو قیمتی بنانے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں گے اس لئے یہ لازمی ہے کہ سب پارٹیاں اپنے اپنے اختلافات بھلا دیں تاکہ وہ عظیم ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے تیار ہو سکیں جو اگلے سال ان کے سپرد ہونے والی ہیں۔

کانگریس اور لیگ دونوں نے سنے بیان کو خوش آمدید کہا۔ دوسرے روز ”ہندوستان ٹائمز“ نے اپنے ادارے میں لکھا۔ ”حکومت برطانیہ نے بالآخر دو قسمی کا مشاہدہ کر لیا ہے اور ایک تاریخی فیصلہ کیا ہے جو آخر کار ہند برطانیہ کی تقاضا کو اس سلیقہ سے ختم کر دیا جو مذہب قوموں کے شایان شان ہو تا ہے۔ اب مسٹر جتاج اور مسلم لیگ حقیقت کے سامنے ہیں۔ کوئی ہندوستانی مسلم قوم کے وجود اور ہندوستان میں اس کے جائز مقام سے انکار نہیں کرنا چاہتا۔ اب ایسا کرنا ممکن نہیں کیونکہ تیسرا فریق رخصت ہو رہا ہے۔ باہمی سمجھوتہ کا کوئی نعم البدل نہیں۔“ ”آدم“ ”وان“ کو اس بیان سے اتفاق نہیں تھا۔ اس کے اور آتی کالم میں اسی روز اس رد عمل کا اظہار کیا گیا۔ ”لگتا ہے کہ مسز اسٹی اور ان کے رفقاء نے آخر کار مسلم لیگ کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا ہے کہ حصہ ہندوستان کے لئے ایک مختص دستور وضع کرنے کی امید ایک عملی خواب تھا۔ اس مقصد کے لئے کی گئی تمام کوششیں بیکار ہو چکی ہیں کیونکہ وہ ایک غیر حقیقت پسند اور سوچ بیتی تھیں۔“

دبیل نے ۲۱ فروری کو سوا اور لیاقت سے ملاقات کی۔ دانشور نے رپورٹ دی تھی اس بیان سے صریحاً متاثر ہوئے ہیں اور انہیں کانگریس پر غامد ہونے والی ذمہ داری کا پورا احساس ہے۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر سمجھوتہ ہوا تو پنجاب اور بنگال کو تقسیم کرنا ہو گا۔

لیاقت علی خاں مسلم لیگ کی طرف سے رد عمل ظاہر کرنے پر رضامند نہ تھے اس لئے دبیل نے مشورہ دیا۔ ”مناسب ہو گا کہ مسٹر جتاج کو دہلی بلا لیں۔“ ایک ہفتہ بعد لیاقت علی نے دبیل کو بتایا کہ ”جتن جمنی میں صاحب فرائض ہیں اور دو سو بارش سے پہلے دہلی نہیں آسکیں گے۔“

## خضر مستغنی ہو گیا

فروری کے آخری ہفتہ کے دوران پنجاب میں تشدد کی وارداتیں لاہور اور امرتسر سمیت چھ سات بڑے شہروں میں شدت اختیار کر گئیں۔ مسلم لیگ کے قیام کے کارکنوں کے قتل کے قتل ہوائوں اور سرکاری عمارتوں پر حملے اور ہوتے اور یونین جیک کی جگہ مسلم لیگ کا پرچم لڑانے کی کوشش کرتے۔ عام شہریوں کے علاقوں پر چلیں واپس کی متعدد اموات اور بینکوں ذخیوں کو دیکھ کر خضر کا ”موسم ختم“ پارہ پارہ ہو گیا اور اسے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ لیگ کے ساتھ صلح کر لی جائے چنانچہ تمام سیاسی امیدوں کو چھوڑ دیا گیا۔ بنگالوں پر ایک ماہ سے عائد شدہ پابندی اٹھائی گئی۔ اسے امید تھی کہ ساری جماعتیں پر مشتمل حکومت بنائی جائے تو معاملات سدھر جائیں گے۔ تاہم گورنر نے اسے خارج از امکان قرار دیا۔ لیگ نے صوبہ سرحد میں بھی دست اقدام شروع کر رکھا تھا۔ یہ قابو ”ختم“ نے پشاور میں کانگریسی وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب کے مکان کا گھیراؤ کر لیا اور کنوینشن کے شیشے چور چور کر دیے۔ جبکہ موضع پر مسجد پر لیس خاصوش قراشلی بی رہی اور قاتل کرنے سے انکار کر دیا۔

ضمر نے سر قمران خان اور لاہور میں موجود دیگر مسند داروں سے مشورہ کے بعد مارج کو استعفیٰ دیدی۔ اس نے گورنر کو آخری مراسلہ میں لکھا تھا۔

"مسلم لیگ کو مزید ہائیڈر کے بغیر حقیقی صورت حال کا احساس دلانا لازمی ہے۔ مسلم لیگی رہنماؤں کے وہم و گمان میں بھی نہیں کہ ہندو اور سکھ ان کے خلاف کتنے شدید احساسات رکھتے ہیں۔ جب تک وہ اور جے ٹی ایف پارٹی میں اس کے مسلمان رفیق بھرا کا کام نہ رہے ہیں وہ اپنے عجیب و غریب لوہ جرات، تمیز خیالات کو نہیں بدلیں گے۔ عموماً کے بارے میں میری رائے یہی رہی کہ ہے اگر وہ ہندوؤں یا سکھوں یا دونوں کی معقول حمایت حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا تو میرا فرض ہو گا کہ صوبہ میں دفعہ ۳۵۰ (گورنر راج) کی سفارش کروں۔" ضمر کے استعفیٰ کے ساتھ ہی جیلانی وحدت کا خاتمہ ہو گیا اور "پانچ دریاؤں کی سرزمین" کی سیاسی موت واقع ہو گئی۔ سکھ لیڈر سورن سنگھ نے گورنر کو بتایا کہ اس کی پارٹی لیگ کے ساتھ قلمرو حکومت میں شامل ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، بلکہ وہ مسلم آبادی کے اقتدار اپنے ساتھ کہیں کا سا سلوک برداشت نہیں کر سکتے اور یہ کہ بھارتی دھارم خود کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ ان کے چنے مسلم لیگ کے خلاف سیاسی اذیتاں ہوتے۔ کانگریس اور ان کی سکھوں نے اعلان کر دیا کہ ہر مارج کو چرے پنجاب میں "انٹی۔ پاکستان لے" بنایا جائے گا اور بڑے بڑے جلوس لگائے جائیں گے۔ اس سے فضا میں ایک دم کھچو پھو پیدا ہو گیا اور روزانہ قتل کی متعدد وارداتیں ہونے لگیں۔

ہندوستان کی ریاست دارالعوام میں بحث کا آغاز ہر مارج کو کہیں کی تقریر سے ہوا۔ اس نے حکومت کے پالیسی کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کتنی بد سمجھی کی بات ہے کہ جب مسلم لیگ کراچی میں ہونے والے اپنے اجلاس میں صورتحال پر نظر ثانی کرنے والی کمی کا دستور ساز اسمبلی میں شریک ہو سکے، پنجاب میں حالات ابتر ہو گئے۔ ہم صرف یہ توقع کر سکتے ہیں کہ صرف عداوت اور محل سلیم سے کوئی سمجھوتہ وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ یہ ان عوامل میں سے محض دو عوامل ہیں، جس نے آج ہندوستان میں حالات کی رفتار کے حقیقی نقل از وقت یکہ کرنا ناممکن مشکل بنا دیا ہے۔"

## چرچل کی طرف سے آزادی ہند کی مخالفت

دوسرے روز ولسٹن چرچل نے اپوزیشن کے ذہن کی عکاسی کرتے ہوئے ۱۹۴۲ء کی کہیں وکٹلس سے اپنے مسلسل لگاؤ پر اصرار کیا اور موجودہ حکومت پر الزام لگایا کہ وہ ۱۹۴۲ء کے کارمولہ سے کئی بنیادی پہلوؤں سے انحراف کر چکی ہے۔ اس نے مسٹر نیو کی حکومت پر سخت حملہ کرتے ہوئے اسے مکمل جی سے تعمیر کیا اور زور دے کر کہا کہ ہندوستان کی حکومت ایک ہندو کے حوالے کرنا ناقص قطعی تھی۔ نئے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے چرچل نے اعتراض کیا کہ:-

ہندوستان کو نہ صرف تقسیم کا بلکہ اور اٹل بچ گھست و ریخت کا نشانہ بنا ہے۔ اس کے لئے وقت کی بھارا مقررہ کردی گئی ہے جو ایک قسم کی گھنٹن "بھارتی" ہے جو نتیجہ اختتامیہ و مسائل پر مکمل لاگو معقول بحث کی راہ میں رکاوٹ بنے گی۔ یہ سو مہینے دلوں کو سو م کرنے اور ہندوستان بھر میں ہندو۔مسلم اتحاد پیدا کرنے میں

صرف نہیں کئے جائیں گے۔ یہ قائد جنگی کی عیاری کرنے کے لئے استعمال کئے جائیں گے اور اس دور میں اسی طرح کی بد نظمی، افراطی اور ہنگامے وقوع پذیر ہو گئے تھے کہ آجکل لاہور جیسے بڑے شہر میں ہارے ہیں۔

اسٹیبل نے جواب دہمی کی ایک دہائی کو پیش میں اعتراف کیا کہ بھدو سکن میں دولت کی تقسیم میں بڑا تفاوت پایا جاتا ہے تاہم بد قسمتی سے وہ سماجی اور اقتصادی نظام حکومت پر سے دور عکسروں میں جاری رہا۔ ہم نے جاگیرداروں کو ختم کرنے کے لئے کوئی انتظامی قدم نہیں اٹھایا۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں کرتے۔ ہم نے ساہوکاروں کو دھانے کے لئے کام کیا، تاہم وہ زیادہ نہیں تھا۔ ہم نے اس سماجی اور اقتصادی نظام کو بڑوں کا توں رہنے دیا۔ اب ہماری عکسروں کے عین غائب پر یہ کہیں کہا جا رہا ہے کہ رخصت ہونے سے پہلے ہمیں اس تمام خرابیوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ ورنہ ہم اپنے احمق سے دھوکہ کریں گے؟ اگر احمق تھا تو اسے بہت عرصہ پہلے انہی جانا چاہئے تھا۔" مارچ کی ۱۵ کو وہ بالا رات کو جب رائے شماری کرانی گئی تو ۳۳ ممبروں نے اپنے کانٹہ میں (اصلی) کا ساتھ دیا جبکہ چار بج کر چلکی کی حالت میں کنزرویٹو پارٹی کے حمایت آئے "ملوث شخص ممبر" پر مشتمل اپنے ملک کو لیکر اس قسم کی جڑی سیاسی سرکاری کے تیز ترین مشن پر جلدی روانہ ہوئے وہاں تھا نہ کسی قوم نے دوسری قوم کے خلاف سیاسی بدنامی پر شاید ہی کی ہوگی۔

## پنجاب میں فسادات کی لہر

بینگنز نے جو ذی زور وفد ۳۳ پنجاب کا کنٹرول براہ راست اپنے ہاتھوں میں لیا "ملک میں فرقہ وارانہ فساد پھوٹ پڑا اور ایک ہی دن میں ۲۰۰ افراد ہلاک اور ۱۰۰۰ گنا زیادہ زخمی ہو گئے۔ فوج سموت نے مسلم لیگی وزارت قائم رکھنے کے لئے جیٹی بھاگ دوڑ کی لیکن وہ محض چند شینڈل کشت اور انڈین کرکٹ ممبروں کی حالت حاصل کر سکے۔ جن غیر ملکی مسلمان بھی ان کے ۸۰ ممبروں پر مشتمل ہلاک میں آئے اس کے علاوہ بھدو سکن خود حزب اختلاف جیٹی مضبوط اور مددی لحاظ سے قریب ان کے برابر ہی تھی۔ نو عمری دہلی میں وزیر خزانہ لیاقت علی خاں نے سرکاری حکام کا مشورہ قبول کرتے ہوئے ہماری ٹیکسوں پر جی بیٹ چینی کو روک دیا اس نیت سے چار کیا گیا تھا کہ ملک کے صنعتی و تجارتی سرمایہ داروں پر اتنا ہماری ٹیکس لگایا جائے تاکہ ملک پر محصول اور ملازمت سے ریجڑ ہونے والوں کی دشمنی میں عدم اشتعال اضافہ سے ہونے والا ہوش بیدار نہ ہو۔ یہاں تک وکیل نے ہوشیار لارنس کو لکھا۔ "بیٹ جیٹی ہو شکاری سے بچایا گیا ہے۔ اس کا مقصد کانگریس اور اس کے بھارتیہ آجر صاحبان جیسے بلا کو ایک دوسرے سے دور کرنا ہے۔"

یہ واقعہ کو بینگنز نے وکیل کو مطلع کیا۔ "گڈ شیڈ روز میں امرتسر کے بارے میں بہت خطوبہ دیا۔ شام تک یہ شہر انتظامیہ کے کنٹرول سے بالکل نکل چکا تھا۔ اگرچہ اس وقت کی فہم لو زیادہ نہیں تھی۔ حکم حکومت پاس ہوا اور شہر میں وہ صرف ان کاغذوں کے ہیں جو ہسپتال کے مرنے والے میں ملی گئیں۔ پتہ چاہے کہ زیادہ آبادی کے پاس ہتھیار سمونہ ہیں۔ بہت سی فائر گنز مل رہی ہیں۔ لوگوں کے بڑے بڑے ہجوم شہر سے بھاگ رہے ہیں۔ جس سے افراطی عکسروں اور لوٹ مار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تو جی رات کو ہمیں کی کلک نیز افراطی فوج کی مدد لینا چاہیے۔" راولپنڈی سے بھی بدترین ہنگاموں کی رپ رپٹ ملی ہے جن میں ۲۵ افراد مارے گئے اور ۳۰۰ سے زیادہ

ذہنی ہونے کی بنا پر حکومت اور جابر ممبر کی فلاح کی پیمائش میں آگے ہیں۔ یہ سلسلہ جیت تین مراحل سے گزرتے ہیں 'نفسی اضطراب کی بڑائی' کیفیت 'خوف' اور اس نیز سراسیمگی اور دونوں طرف سے 'الزام تراشی'۔ 'ہوائی' کیفیت سال بھر جاری رہی۔

کانگریس کی دور تک کئی کا ایک پہلی اجلاس ممبرانہ کو ہوا جس میں ذیل کی قرارداد منظور کی گئی۔

۱۴۔ 'اختلال اقتدار کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے عبوری حکومت کو عملی طور پر نو منتخب گورنمنٹ تسلیم کیا جائے جسے سوئز اور افغانستان پر سوئز کنٹرول حاصل ہو۔ مرکزی حکومت کو ایک عملی اختیار اور ذمہ دار کنیت کی حیثیت سے کام کرنا چاہئے۔ کوئی اور انتظام ایک ایسی حکومت کی جگہ نہیں لے سکتا اور خصوصی طور پر غلطیوں سے اس مرحلہ میں جبکہ قطعی فیصلہ ہونا ہے 'اور کنگ کینیٹ نام پارٹنوں اور گروپوں سے غرض کے ساتھ ذیل کرتی ہے کہ وہ پختہ اور جابرانہ طریقوں سے باز آجائیں اور یہ اسن طور پر تعاون کریں۔ ایک اور مقرب ختم ہونے کا ہے اور ایک نیا عہد شروع ہونے کا ہے اس نئے زمانہ کی صبح کو برسات کے ساتھ طوفان ہونے کی توقع اور واقعات کو مودعاشی کے لئے بھڑکیں۔

۱۵۔ سب سے پہلے اس قرارداد کو افغانستان کے پاس بھیجئے وقت سونے وضاحت کی 'تاریخیت' یہ ہے کہ مسلم لیگ سے کہا جائے کہ وہ اسٹیبلشمنٹ میں کانگریس کے ساتھ شامل ہو جائے اور کسی سمجھوتے پر پہنچنے کے لئے خود ہو کر دوستانہ اور فوری کام کرے۔ 'انہوں نے ضروری کی قابل حمایت تو بھرتے ہوئے مزید نکلا۔

۱۶۔ اگر بد قسمتی سے ایمان نہ ہو تو ہم نے یہ بھی تجربہ کیا ہے کہ جناب کو وہ اصول میں تسلیم کر دیا جائے۔ بلاشبہ اس اصول کا اطلاق نکال پر بھی ہو گا۔ اس کی پابندی سونچنا ہمارے لئے کوئی خوشگوار بات نہیں تاہم یہ طریق کار اس کو شش کے حالات میں قابل ترجیح ہے جو کسی ایک پارٹی کی طرف سے اپنی مرضی اور سب سے فوٹو کے لئے کی جائے۔ جناب کے حالیہ واقعات سے ظاہر ہوا ہے کہ صوبہ میں کسی غیر مسلم اقلیت کو دہشتاں اسی طرح نام لگنے سے جیسے وہ سولہ کو 'جبر' 'زم کرنا' مستحکم اور ہندوہ نہیں ہے۔ مسلم لیگ کی طرف سے کینٹ مشن کو منظور نہ کرنے اور دستور ساز اسٹیبلشمنٹ میں شامل نہ ہونے کی صورت میں نکال اور جناب کی تسلیم ناگزیر ہو جاتی ہے۔

اب کانگریس پاکستان تسلیم کرنے کو چار تہی ہو چکی مسلم اکثریت کے اضلاع پر مشتمل ہو 'پھر بھی وہ پاکستان کلائے۔ یہ راجہ سے ۱۹۴۷ء کے ابتدائی ایام تھے 'بلوچ نے جنگ جیت لی تھی۔ ممبرانہ کو سمجھتی میں مسلمان مخالفوں سے باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ 'ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے ہیں۔' انہوں نے زور دے کر یہ بات کی کہ 'مستطاب نظریہ حیات' 'مستطاب نصب' 'انہیں' 'ہمارے بنیادی اور اہم اصول' 'ہندو نظریوں سے نہ صرف مختلف ہیں بلکہ ان سے متصادم ہیں۔ تعاون کے لئے کوئی مشترک وجہ موجود نہیں۔ ایک وقت تمام بھارت پاکستان کے تصور کا لائق اڑایا جاتا تھا۔ لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ مسئلہ کانگری اور ممبرانہ ایسا نہیں ہے جو ہمارے تمام کے مسئلہ میں ہو اور اس سے انہیں عزت مل سکے۔ انہیں ملے ہم پاکستان لے کے رہ گئے۔' لیکن نے وہ بدلتی ہوئی کہ فرقہ وارانہ کشیدگی جناب کے تقریباً سبھی اضلاع میں سنگین ہوئی جاری ہے تاہم 'ممبرانہ' 'ممبرانہ' اور 'ممبرانہ' جیسے جیسے ہمارے شر اس کے بنیادی مراکز ہیں۔ تاہم یہ سمجھوتہ اب رسات تک پہنچتی جاری ہے۔ 'ممبرانہ' نظریہ کے سرکاری براہیم کی مانند خوشحال علاقوں میں یہ فساد جاری مروت سے

بڑھتا جا رہا ہے۔ جس پر کنٹرول کرنا ناممکن ہو رہا جا رہا ہے۔ فسادات اور ہنگاموں کو کچلنے کے لئے کوئی مقامی فورس دستیاب نہیں ہے۔

سامنہ دارا گھٹ کے حلقہ خبری کی اس نے امرتسر میں اپنے گھر پر دھڑ سے کہا کہ خانہ جنگی پہلے ہی شروع ہو چکی ہے۔ گھر دھیر دفاع بلدیہ گھر نے رول کو کھسکا۔ "میں اپنے اس یقین کا دل کو پریشان نہیں رکھتا چاہتا کہ مسلم لیگ نے حکومت پر جو جارحانہ حملہ کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ وہ آئینی طریقوں سے اسے شکست دینے میں ناکام ہو چکی تھی۔" اگرچہ پنجاب میں ہونے والی امور کے تصدیق شدہ اعداد و ستیاب نہیں تھے تاہم ریسرکٹرز نے اندازہ لگایا کہ گزشتہ ماہ کے فسادات میں ملوث کے قریب چالیس ہزار چھپ چھپ ہیں اور زمینوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس سال بارشیں تو دیر سے شروع ہو نہیں سکیں تاہم انسانی خون کے سیلاب نے پنجاب کے کھیتوں کو جلد ہی سیچنا شروع کر دیا۔

بلاؤٹ مین لندن میں کلینڈ کے اراکین کے ساتھ تقریباً روزانہ ملاقاتیں کرتا تھا۔ وہ ان لوگوں سے اپنے مصلحتی معاملات کے جواب حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جو ان کے حل میں ناکام رہے اور پوچھے ہوئے تھے۔ اسے اپنی بوائے پر بڑا باز تھا۔ ہندوستانی سیاست سے بے خبری نے اسے لڑائی جھگڑا میں جھکا کر دیا تھا۔ اس کا خیال یہ تھا جیسا کہ مارچ کے شروع میں اس نے کلینڈ کو بتایا کہ ہندوستانی لیڈر جلد یا بدیر اس حقیقت کا احساس کر لیں گے کہ ہندوستانی فرج کا مرکزی کنٹرول کے ماتحت قائم رہتا۔ ہندوستان کے غارتی دفاع اور اندرونی امن و امان دونوں کے لئے اختلالی ضروری ہے۔ اس نے میوری حکومت کو اپنے اس فیصلے سے خبردار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے وہ انہیں انگریزی سپاہی استعمال کرنے کی اجازت دے گا۔ ان کا استعمال صرف انگریزوں کی جانیں بچانے کے لئے کیا جائے گا۔ اس شام کو ان کا اجلاس ۱۰ واؤٹنگ سٹریٹ میں ہوا۔ ہائوز وائسراے فوری انکام چاہتا تھا۔ بلکہ وہاں ابھی بہت سی ترامیم پر غور ہونا پڑی تھا۔

## دو پاکستان کی تجویز

صوبہ کام لانا دستہ مصطفیٰ سفیری کے 'کرشنا مینن بھی اسی دن (۳ مارچ کو) بلاؤٹ مینن سے ملا اور اسے ہندوستان کی تازہ ترین صورتحال نیز کانفرنس کے بخود حل کے بارے میں برف کھلایا۔ مسلم لیگ کے مطالبات سے حلقہ سوال پر کرشنا مینن نے "د پاکستانوں" کی تجویز پیش کی۔ ایک شمال مغرب میں اور دوسرا شمال مشرق میں۔ اس نے پنجاب کے ساتھ ساتھ متحدہ کی تقسیم کا مطالبہ بھی کیا۔ شمال مشرق پاکستان کے حلقہ کرشنا مینن کی تجویز کا لب لباب یہ تھا کہ "اس میں مشرقی بنگال کے د اضلاع نیز آسام کے ایسے علاقے شامل کئے جائیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس طرح بنگال کو د حصوں میں تقسیم کرنا چاہئے گا۔ میرا اعلان ہے کہ یہ تقسیم دو ناگزیر جست ہے۔ جو صوبہ میں استحکام امن کے لئے ادا کرنی پڑے گی۔ کوئی حل جس کی مدد سے کشمیر پاکستان کو دے دیا جائے۔ غیر مستحکم اور ناقابل عمل ہو گا۔ د سری طرف مسلم لیگ کو مشرق اور ایک ہندو گاہ د ضروری ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ مصالحتی سمجھوتہ کے مطابق حکومت ہند کو

پنا گاہک میں ایک بڑا شر اور بددعا گاہ تعمیر کئی چاہئے، خواہ اس پر کدو یا روپے لگاتے کیوں نہ آئے۔  
گوا کا گھر میں صوبائی دارالحکومت نکلے پر قبضہ کرنے اور اپنے تہذیبی مفادات کے عرض ہماری قیمت ادا کرنے پر تیار تھی۔ اور اس کار مولانا کو آخر کار سب فریقوں نے قبول کر لیا۔

گورنر پنجاب جینکنز نے ہمارے کو ایک مراسلہ میں لکھا کہ "غیر مسلموں پر انتہائی بے دردی کے ساتھ ملے کے بارے میں" لئے پٹے دہائی علاقے سے ہزار ہا مساجد راولپنڈی پہنچنے لگے ہیں۔ ذہنی کشش راولپنڈی کو پتہ نہیں ہے کہ صرف اس کے ضلع میں ۵۰۰۰ افراد مارے جا چکے ہیں۔ گورنر نے مزید لکھا "جو بھی پنجاب کے دور دراز علاقوں سے ایسی اطلاعات شہروں میں پہنچیں، لوگوں میں "مستحکم سازش" کا احساس ابھرنے لگا۔ جس کا مظاہرہ راولپنڈی کے ہنگاموں میں کیا گیا۔ اس طرح کے ہنگامے انتہائی احتیاط سے منظم کئے گئے تھے۔ حملہ متاثرہ اضلاع کے مسلمان یا تو ان مفادات میں ملوث تھے ہیں یا وہ اس تحریک سے بے دردی رکھتے ہیں۔ کل جب ساتویں اور دسویں کے کانڈے سے طاقت ہوئی تو اس نے مجھے بتایا کہ غیر مسلموں پر سطوں کی قیادت، بعض واقعات میں "ریٹائر فوجی افسران نے کی" جن میں سے بعض "دشمن تھے۔ مسلمانوں کے خلاف مسزین، جن کے ساتھ میں نے بات چیت کی، انتہائی آزدہ تھے "غیر مسلم" تہذیبی، مول سردار خصوصاً پریس کے رویہ کی بددست شاکی ہے۔ لیگ کے ہاندے، شمشیر زن نے اپنا کام، لکھا، شہر کر رہا تھا۔

## انتقال اقتدار کے احکام

ہمارے بارے کو ذرا عظیم کی طرف سے مائنٹیشن کو نکل از دہائی احکام مل گئے، جن میں کہا گیا تھا: "کابینہ مشن کے میرے دفاترے کار نے آپ کے ساتھ اس طرز عمل کے عمومی خطوط پر چاہلہ خیال کیا ہے، جو ہندوستان میں پیش آنے والے مسائل میں آپ کو اختیار کرنا ہو گا۔ میرے خیال میں مناسب ہو گا کہ آپ نمازائے نکات، عقیدہ کر لیں۔ برطانوی ہند اور ریاستوں میں اگر ممکن ہو تو برطانوی دولت مشترکہ کے اندر رہتے ہوئے دستور ساز اسمبلی کے ذریعے وعدائی طرز کی حکومت کا قیام، بریٹش کی گورنمنٹ کا قطعی نصب العین ہے اور آپ کو اپنے اختیارات کے مطابق تمام پارٹیوں کو اس مقصد کے لئے مشترکہ کو مشعل پر تبادہ کرنے میں کوئی کسر اٹھائیں نہ سہی چاہئے۔ اگر یکم اکتوبر تک آپ محسوس کریں کہ وعدائی طرز حکومت کے بارے میں اتفاق رائے کا کوئی امکان نہیں تو آپ حکومت کو ان اقدامات سے مطلع کریں گے، جن پر مشرور تادیب کو اقتدار منتقل کرنے وقت عمل کرنا ضروری ہو گا۔ جن ہندوستانی ریاستوں میں سیاسی قوت کی رفتار سے ہے، آپ وہاں کے حکمرانوں، قوت کی رفتار تیز کر کے کی ترغیب دینے کی پوری کشش کریں گے۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ ہندوستانی لیڈروں کے ساتھ ان حملہ اقدامات میں جو اگرچہ اپنی اقتدار کے خاتمہ کے سلسلے میں کے جائیں، عمل تعاون کیا جائے تاکہ یہ عمل مکمل حد تک آسانی اور سہولت کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔"

مائنٹیشن ۲۲ مارچ کو نئی دہلی پہنچا اور دہلی کے ساتھ دہلی طاقت کی۔ دونوں نے ہندوستانی

سیاستدانوں کی اس سب سے حساس پر اعتماد انوس کیا حکومت کی نزاکت کو سمجھنے اور یہ احساس کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ جون ۱۹۷۸ء سے مکمل انقلاص اقتدار کے لئے کس قدر کم مدت باقی رہ گئی ہے۔ اس سوال پر بھی غور کیا گیا کہ کیا کابینہ مشن پلان کے اندر رہتے ہوئے بنگال اور بھارت کی تقسیم عمل میں آ سکتی ہے یا نہیں؟ ماؤنٹ بٹن نے رائے ظاہر کی کہ "ملک میں ایک مضبوط قوت کا ہونا لازمی ہے" لئے اقتدار سونپا جا سکے اور یہ کہ کوئی بھی مل لاڈلہ ہندوستانی فوج کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔"

دہلی اگلے صبح دہلی سے کراچی اور ۳ مارچ کو دہلی سے لندن کے لئے روانہ ہو گیا۔ ماؤنٹ بٹن کا پریس انٹرویو مکمل جا سن لکھا ہے۔ "میں نے ماؤنٹ بٹن کے خدشہ و خفق (خو کر چاکر) کے ساتھ بے شکایت ملاقات کی اور نامزدہ واقعات کے ساتھ "ڈان" کے سرورق پر اس صبح کا شاہکار دکھایا۔ یہ دہلی ہندوئین خیال کیا۔ انہوں نے مجھے روزنامہ "ڈان" کے سرورق پر اس صبح کا شاہکار دکھایا۔ یہ دہلی ہندوئین (واقعات کے حلقہ میں سے ایک) اور اگلے روز (ایڈیٹوریل) ماؤنٹ بٹن کی فنی ٹیکرٹی (کی تصویر تھی) جس کے نیچے لکھا تھا۔ "مارڈ اور لیڈی لو نہیں دہلی صبح گئے۔"

ہندوستان کے ۱۹۷۹ء میں آخری انگریز واقعات نے ۳ مارچ ۱۹۷۹ء کی سائی صبح کو ایک بڑی پرفیکٹ تقریب میں حلقہ اٹھایا۔ مارڈ چیف جنس سر پیٹرک جینز نے اس سے حلقہ لیا۔ ماؤنٹ بٹن نے منصب سنبھالنے کے بعد کئی منٹ تک حاضرین کو بجلی بجلی مگلوں سے محفوظ کیا۔ اس دوران وہ نہو اور ان کے وزرا، جی داکسین طرف پھٹے تھے اور لیڈت علی خان اور کابینہ کے اعلیٰ وزراء جی داکسین طرف تھے "کی طرف بار بار گردن گھماتا رہا۔ اس نے سہ پہر کو پہلے نہو اور پھر لیڈت علی سے ملاقات کر کے کام کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔ اس نے گاندھی اور جناح کو پہلے ہی ذاتی خطوط لکھ دیئے تھے اور ان سے کہا تھا کہ اس کے ساتھ ملاقات کے لئے لوگین فرمست میں دہلی پہنچ جائیں۔ جناح ابھی تک بمبئی میں صحت بحال کرنے کی تدبیروں میں مصروف تھے۔

نہو جنگ عظیم کے دوران ملاوا میں ماؤنٹ بٹن کے ساتھ کچھ وقت گزار چکے تھے اور ڈی (ماؤنٹ بٹن کا بچپن کا نام) کی فطری شائستگی "سادہ الطوار" شاہانہ تصدیق اور پارلیمانی سے بہت متاثر ہوئے تھے "دونوں نے ان تعلقات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ماؤنٹ بٹن نے اہم مطالبات کے لئے نہو کو بنیادی "سڈو لنگ بورڈ" (لاڈلہ بینک) کے طور پر استعمال کیا۔ مثال کے طور پر نہو کے ساتھ بجلی کی ملاقات میں اس نے "جناح کے حلقہ نہو کے تجزیہ" کی بابت سوالات اور جواب دیے۔

## جناح کے متعلق نہو کا تجزیہ

نہو نے بتایا "جناح کے حلقہ" بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ وہ ایک ایسے شخص ہیں جنہیں زندگی میں کامیابی بہت دیر بعد ساتھ برس کی عمر کو پہنچنے کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ اس سے قبل وہ ہندوستانی سیاست میں کوئی نمایاں شخصیت نہیں تھے۔ وہ ایک کامیاب وکیل ضرور تھے لیکن ان کا شمار اعلیٰ درجہ میں



نہیں ہوا تھا۔ ان کی کامیابی کا راز اور یہ بڑی شاندار کامیابی ہے جو صرف اس جذباتی شدت کی مرہون منت ہے کہ انہوں نے مستقل طور پر حقیقی رویہ اختیار کرنے کی دوش اپیلی تھی۔ وہ جانتے ہیں کہ پاکستان قیامی کونہ جیتی کا منتظر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انہوں نے اس امر کو حقیقی بنا لیا ہے کہ پاکستان کو ایسی تنبیہ کا نشانہ نہ بننے دیا جائے۔

اپنے سب سے نمایاں حریف کا یہ حقیقی تجویز 'جناح کی ملا جیٹوں کے سر پر مشرپہ روشنی ڈالنے کی بجائے' ان کے خلاف نسو کی شدید فکرت کا منظر ہے۔ بلاؤٹ جنن نے جناح کے بارے میں جو قدرے حقیقی اندازہ لگایا 'شاید وہ بھی قائد اعظم سے نسو کی بڑی اسی اور بالکل انہوں نے بلاؤٹ جنن کو تالا' سے متاثر ہو کر قائم کیا گیا تھا۔

اس کے بعد نئے واقعات نے لیاقت علی خان سے ملاقات کی۔ ہندوستان کے معاشی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے انہوں نے نئے بجٹ میں جو اقدامات تجویز کئے 'کانگریس نے ان کی زبردست مخالفت کی تھی اور بلاؤٹ جنن کی جہل میں ۲۵ ویں صدی کے بجائے ۲۱ ویں صدی کی تبدیلی پر راضی ہو گئے تھے۔ تاہم بلاؤٹ جنن نے لیاقت علی کو نسو کی طرح دانشور یا ذاتی طور پر متاثر کرنے والا نہیں پایا اور دونوں کے مابین حقیقی رفاقت و دوستی کبھی قائم نہیں ہوئی۔

## جناح کو وزیر اعظم بنانے کی تجویز

بلاؤٹ جنن نے گاندھی کے ساتھ پانچ سو اگتھان ملاقاتوں میں اسرارہج سے سمر اہل تک دس گھنٹے سے زیادہ صرف بکھے جن کے دوران مساتھانے تجویز کیا کہ مسز جناح کو وزارت بنانے کی پیش کش کی جائے۔ اگر وہ پیش کش قبول کر لیں 'کانگریس ان کے ساتھ اس وقت آزادانہ اور پر غلوں خدان کی ضمانت دیتی ہے جب تک مسز جناح کی حکومت کی طرف سے کئے جانے والے اقدامات من حیث المجموع سب ہندوستان کے مفادات کے لئے ہوں گے۔ کونسا قدم ہندوستانوں کے مفاد میں ہے اور کونسا نہیں ہے؟ اس کا فیصلہ واحد ریٹری بلاؤٹ جنن کریں گے۔

مسز جناح کو مسلم لیگ کی طرف سے اس امر کی یقین دہانی کرائی ہو گی کہ جہاں تک جناح یا لیگ کا تعلق ہے 'وہ چاہے ہندوستان میں اسن قائم رکھنے کی انتہائی کوشش کریں گے۔ لیٹل گارڈز یا کسی قسم کی پرائیویٹ آدمی کا کوئی دہرہ نہیں ہو گا۔ مسز جناح کو کھل آزادی ہو گی کہ اس وضاحت کے اندر دیتے ہوئے انتقال اقتدار سے پہلے پاکستان کی اسکیم منظوری کے لئے پیش کریں 'بشرطیکہ وہ لوگوں کے ذہنوں کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائیں 'بھتیہادوں کے مل پر نہیں۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے وہ اس کی دھمکی بار بار دیتے ہیں۔ اس معاملے میں کسی صوبہ یا اس کے کسی حصہ پر کوئی اثر نہیں کیا جائے گا۔ اگر مسز جناح اسے قبول نہ کریں تو کسی ی پیش کش منسب تبدیلیوں کے ساتھ کانگریس کو کی جائے۔

گاندھی نے جب پہلی بار یہ اہمکار مولا جہیز کیا تو بلاؤٹ جنن کے جہل میں شش و پنج میں پڑ گیا۔

میں نے دریافت کیا "اس تجویز پر جناح کا رد عمل کیا ہو گا؟ مسلمانوں نے جواب دیا۔ "اگر آپ نے انہیں بتا دیا کہ اس تجویز کا محرک میں ہوں تو ان کا جواب ہو گا۔ "مبارک گاندھی"۔ اس پر میں نے کہا اور میں اب بھی اس پر یقین رکھتا ہوں کہ مسٹر جناح ایسا کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اس پر مسلمانوں کی بڑی سختی سے ہوسے۔ "نہیں" میں اپنی تجویز میں پوری طرح یقین ہوں۔ "گاندھی کی پیش کش جناح تک کبھی نہیں پہنچائی گئی۔" لاؤنٹین نے اس معاملہ پر پہلے سو سے بات چیت کی "ان کا رد عمل قطعی منفی تھا۔ سو کہ یہ جان کر دھچکا لگا کہ مسلمانوں کی ان کی جگہ قائمہ اعظم کو دوسرا اعظم بنانے پر پوری طرح آمادہ ہیں۔ گاندھی کے اس حل کو قطعی غیر حقیقت پسند قرار دینے کے بعد وہ اہل حق نے خواہش ظاہر کی کہ گاندھی کی چند روزہ دہلی میں قیام کریں "تو شاید مرکز کے معاملات کو سمجھ سکیں" کیونکہ وہ چار بیٹے تک یہاں کے حالات سے بہ خبر رہے ہیں۔ سو اور فیکل کو امید تھی کہ اس طرح وہ مسلمانوں کو اپنے ان فیصلوں سے ابھی طرح ہم آہنگ کر سکیں گے جو انہوں نے مسٹر جناح اور لیگ سے خفیہ کے سلسلے میں سوچ رکھے ہیں۔ عام خیال یہ تھا کہ اگر مسٹر جناح کو پوری مرکزی حکومت دہلی میں رکھ کر پیش کی جاتی اور ساری کابینہ کو ان کے ذاتی کنٹرول میں دینے کی پیش کش کی جاتی "تب بھی وہ شخص اعلیٰ کے ایک منفی اشارے سے اسے ٹھکرا دیے۔ پھر بھی یہ ایک دوغلی ترقیب تھی جو ان کے سامنے رکھی گئی۔ یہ ہندوستان کے سب سے پرانے "سب سے مشکل اور سب سے بڑے سیاسی مسئلہ کا سر، حل تھا۔ صرف مسلمان گاندھی ہی ایسی ان ہوتی دھندلاری کی بات کر سکتے تھے" جس سے سیاسی پوزیشن فوری طور پر بالکل الٹ ہو جاتی۔

گاندھی جناح کے مزاج کو خوب سمجھتے تھے۔ علاوہ ازیں اس سے یہ جانتا بھی مقصود تھا کہ اس طرح کی فراہم کردہ پیش کش ان کی انا کو کیسے اہل کرتی ہے۔ شاید اسے منظور کر لیا جاتا "یقیناً وہ شاہ سلیمان کامل تھا۔ لیکن سو ایک طویل عرصہ سے اقتدار کے نشہ سے لذت یاب ہو رہے تھے اس لئے وہ کسی دوسرے شخص "دوسری درجہ کے وکیل" اور "بلا بارل کے رجعت پسند مسلمان" تک "کو جیسا کہ سب سے ناگرمی مسٹر جناح کے متعلق کہتے تھے" اس کی پیش کش کیسے کر سکتے تھے۔ سو نے لاؤنٹین جن پر واضح کیا کہ یہ اسٹیم سراسر ناقابل عمل ہے بلکہ ایک مایہ پہلے "جب گاندھی نے کینٹ مشن کے سامنے یہ تصور پیش کیا تھا تو کسی قدر حقیقت پر مبنی تھا" سب وہ بھی نہیں رہا۔

## جناح سے پہلی ملاقات

لاؤنٹین نے جناح کے ساتھ پہلی ملاقات ہر اپریل کو کی اور انہیں "انتہائی سرد مزاج خود پسند" اور "عزت آمیز پایا۔" ذرا کرات شہر ہونے سے پہلے ہکا بھکا کر صرف اس وقت آیا جب فوٹو گرافروں نے بارش میں لاڈ اور لیڈی لاؤنٹین کے ساتھ جناح کی تصویر بنائی۔ لاؤنٹین نے یاد کیا۔ "بلا ہر انہوں نے پریس کے لئے ایسا طریقہ جملہ تیار کر رکھا تھا۔ انہیں توقع تھی کہ ایڈوائس دے دو مہان میں کڑی ہو گی" لیکن جب ہم نے انہیں سچ میں کھڑا کرنے پر اصرار کیا تو ان کا ذہن اپنی جگہ بٹنے پر آمادہ نہ ہوا۔ چنانچہ

انہوں نے وہ جملہ لڑا کیا جس کی منتظر کر رہی تھی۔ ”دو کالوں کے درمیان گلاب“ کیا جناح کا دماغ شاید اس سے زیادہ تیز کی کے ساتھ کام کر رہا تھا جیسا کہ ماؤنٹ بین کو شک تھا؟ واضح رہے کہ جناح اور قاضی کو اگلی شام کھانے کی دعوت دی گئی تھی اور بھائی اس پر تلفظ دعوت سے محظوظ ہوئے اور آرمی دعوت کے بعد بھی بیڑی دیر تک وہاں ٹھہرے رہے۔ اس وقت تک سرحدی کی برف واقعی پگھل چکی تھی۔ ماؤنٹ بین نے اس ملاقات کے بارے میں لکھا ہے ”جناح نے دعوتی کے ساتھ یہ بات کہی کہ اس مسئلہ کا صرف ایک حل ہے کہ ہندوستان کا سرحدی علاقہ تقسیم کیا جائے ورنہ یہ ملک بالکل ٹکڑا ہو جائے گا۔ میں نے زور دے کر کہا ”میں نے ابھی کوئی رائے قائم نہیں کی اور واضح کیا کہ ”سرحدی علاقہ تقسیم“ سے پہلے جسم کو سن کر ہی ضروری ہے۔ انہوں نے مجھے گاندھی کے ساتھ اپنے ساتھ مذاکرات کی تفصیل نے آگاہ کیا جسے سن کر میں بہت پریشان ہوا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا اور مذاکرات کی تفصیل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کی طرف سے معاملہ کرنے والا صرف ایک آدمی تھا یعنی وہ خود ”بیکہ گاندھی“ نامی مسلمانوں کے بارے میں ایسا نہیں ہے۔ ان کی طرف سے معاملہ کرنے والے کئی آدمی موجود ہیں۔ مسٹر گاندھی نے اطلاع دے کر اصرار کیا تھا کہ وہ کسی کی نمائندگی نہیں کرتے ”حالانکہ وہ بہت زیادہ اختیارات رکھتے ہیں۔ لیکن کوئی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ سمو اور پٹیل گاندھی کے اندر تلفظ تھا کہ ہائے نظریہ نامی لکھی کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی پارٹی کی طرف سے جموئی اور دو ٹوک جواب نہیں دیتا۔ انہوں نے گاندھی کی لہروں کی جذباتیت کا ذکر بھی کیا اور ان پر الزام لگایا کہ وہ قدم قدم پر اپنا موقف بدلتے رہتے تھے۔ وہ کسی بھی کٹر سطح پر اتر سکتے ہیں۔ ملاقات کے دوران انہوں نے مجھے مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کی بہت سی دردناک کہانیاں سنائیں۔ آخر میں میں نے بتایا کہ جس چیز پر مجھے سب سے زیادہ حیرت ہوئی وہ یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام لہروں نے ایسے ہی پلٹے پھرتے باتیں کی ہیں۔“

اس بے تلفظ ڈانر پارٹی نے جس میں فراخانی سے چارہ خیال نے بظاہر جناح کی زبان کھلوا دی اور ماؤنٹ بین کو پریشان کر دیا تھا جناح پر اس کے اصرار کو انجام کر دیا کہ اس نے گاندھی کی پیشکش جناح تک نہ پہنچانے کا حتمی فیصلہ کر لیا۔ اس طرح ہندوستان کے اتحاد کو بچانے کی ”آخری امید“ بھی ختم ہو گئی۔ گاندھی کی ان صلاحیتوں کے متعلق وہ وہ گاندھی سے کام لینے کے سلسلے میں ہندوئے کاہر لا سکتے تھے ”جناح کے حتمی تجویز نے بھی اس امر تک فیصلہ میں اپنا کردار ادا کیا“ تاہم بنیادی طور پر وہ جناح کی بہت ماؤنٹ بین کے ذاتی انداز پر متنی تھا۔ ان کی ذہنی و جسمانی حالت کے متعلق ماؤنٹ بین نے پہلی ملاقات میں یہ رائے قائم کر لی تھی کہ وہ فطریاً طور پر اور ناقابل اعتبار حد تک ”مکروور“ ہے۔ سب کچھ یہ نہیں تھا کہ وہ جناح کو اتنا ہند نہیں کرتا تھا جتنا کہ سمو کو چاہتا تھا۔ یہ معاملہ بہت دور تک چلا گیا۔ حقیقتاً وہ جناح کی رائے پر بخیر نہیں کرتا تھا اور دایا لکھا ہے کہ ان ”طویل کتابوں“ کو اس نے بڑھاپے کے اثرات پر محمول کیا۔

وہ عداوتیں جو دوبارہ ملے۔ بعد میں لازماً اسے بھی بات چیت میں شریک ہو گیا۔ ماؤنٹ بین نے ہر ممکن کوشش کی کہ جناح کی بحث میں جان بچانے اور دستور ساز اسمبلی میں شریک ہونے پر توجہ دے

جائیں، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اعلیٰ شام انہوں نے دو ٹھنڈے ٹنک ایک اور ملاکات کی۔ ملازمت پیش نے جناح کو اپنے اس عزم سے مطلع کیا کہ وہ حکومت برطانیہ سے یہ سفارش کرنے والا ہے کہ جملہ بری پارٹیوں کا قطعاً نظر ختم کر کے بعد 'اقتدار کی منتقلی کے بہترین طریق کار پر عمل شروع کر دیا جائے'۔ کابینہ مشن کے ہر شخص وہ اس بات کا انتقاد نہیں کرے گا کہ فریجین کسی "بھڑے" پر فوجی جائیں کیونکہ اقتدار کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے۔"

تب میں نے ان سے پوچھا: "اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا عمل تجویز کرتے؟" اس پر انہوں نے ایک بار پھر پاکستان کا مطالبہ دہرایا۔ میں نے انہیں دعوت دی کہ تقسیم ہند کے متعلق اپنے دلائل پیش کریں۔ انہوں نے دی پرانے دلائل دہرائے۔ جب میں نے ان پر واضح کیا کہ ان کے دلائل کا اطلاق پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر بھی ہوتا ہے "اور یہ کہ اگر پرے ہندوستان کی بدست ان کی منتقلی قبول کرنا ہوں تو اس کا اطلاق مذکورہ بالا دونوں صوبوں پر بھی ہو گا۔ جب میں نے انہیں "حکرم خوروہ" پاکستان دینے کی کوشش کی تو وہ بہت مضطرب ہوئے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا شوشہ کانگریس نے گیدڑ بھینکی کے طور پر جوڑا ہے تاکہ مجھے خوفزدہ کر کے پاکستان کے مطالبہ سے باز رکھ سکیں۔ لیکن میں اتنی آسانی سے اپنے مطالبے سے نہیں ہٹوں گا۔ کانگریس کی گیدڑ بھینکی سے مرعوب ہو گئے تو مجھے اندیشہ ہو گا۔"

میرا پہلا بل کو جناح اور ملازمت پیش میں پھر ایک ٹھنڈے ٹنک مذاکرات ہوئے۔ جناح نے اس بات پر اصرار کیا کہ پاکستان ہر قیمت پر اپنی جد اکانہ فوج رکھے گا۔ اس سلسلے میں ملازمت پیش کی یادداشتوں میں یہ نوٹ لکھا "میں نے انہیں سمجھایا کہ میرے نزدیک یہ بات ایک البہ سے کم نہیں کہ آپ مجھے حمزہ ہندوستان کا تصور ترک کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں تفصیل سے بتایا کہ ہندوستان حمزہ وہ کرشماتی غلطی اور قوت حاصل کر سکتا ہے۔ آخر میں میں نے کہا "میں نے دیکھا ہے کہ عہدہ ری حکومت کی کارکردگی اور جذبہ تعاون روز بروز بہتر ہو رہا ہے" اور میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ مرکزی حکومت کو خود مسز جناح کی وزارت عظمیٰ کے کنٹرول میں دے دوں۔ قریباً ۳۵ منٹ بعد "مسز جناح" جنہوں نے پہلے متعلق میرے ذاتی دیکھا کس کا پہلے کوئی ذکر نہیں کیا تھا "ایک جگہ جی جلیدی سے یہ تاثر دینے لگے گویا میں انہیں وزیر عظم ہائے میں سمجھتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اس بات نے ان کی خود پندی کو خوب گہرا گویا اور یہ کہ وہ اپنے ذہن میں اس مفروضہ پر غور و خوض کرتے نظر آئے۔"

مسز کانگریس کی مصروف انجمن مسز جناح کی خود پندی پر اب بھی اثر انداز ہو سکتی تھی۔ اس امر کے باوجود کہ اس نے مجھے ایک ایسے شخص کا تاثر دیا جس نے اپنی عظیم انجمن کے کسی پہلو پر بھی غور نہ کیا ہو اور اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ پہنچے گا "جب اسے مللی دنیا میں زمین پر اتارنا پڑے گا اور وہ ہم تصور ذاتی تہذیب کو فوس بنیاد پر مللی جاسد ہائے کی کوشش کرے گا۔"

میرا پہلا بل کو مسز جناح کے ساتھ شمالی میں تین گھنٹے تک مذاکرات کے بعد ملازمت پیش نے اپنے خلاف کے سامنے ہو چکی ماری کہ "مسز جناح اپنی مرضی ہیں۔" "وہ اصرار نے جناح کو حاشا کرنے کے لئے ہر ممکن دلیل پیش کی تاہم اب گنگا تھا کہ ساری باتیں بنیاد ثابت ہو گئیں۔ مسز جناح پاکستان کے حق میں

کوئی ایک بھی موقوف اور قابل عمل دلیل پیش نہیں کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کوئی جہانی دھوکہ نہیں دیا اور ایسا تاثر دیا گیا اور سرائے کی بات پوری طور پر سنی ہی نہیں۔ ان کے ساتھ بحث کر کے انہیں قائل کر دیا ممکن تھا۔ وہ پاکستان کے مطالبہ پر مضبوطی سے ڈٹے رہے، جو بلاشبہ مسلمانوں کے باقاعدہ طائفہ انسان کے نتیجے میں ہی بن سکتا تھا۔ ڈاؤنٹ خٹن جب تک جناح سے نہیں ملے تھے، اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے کہ احساس ذمہ داری سے عادی کوئی شخص اتنی طاقت حاصل کر سکتا ہے، جتنی کہ انہیں حاصل تھی۔"

لہذا اسے نے اپنی اس ذاتی رائے کا اظہار بھی کیا کہ: "جناح کے جانی دشمنانچہ کا لہجہ اور وصف ہندوؤں سے نفرت اور توہین سمجھ رہے ہیں۔ وہ واضح طور پر اس رائے کے حامل ہیں کہ تمام ہندو غیر انسانی مخلوق ہیں جن کے ساتھ مسلمانوں کا دینا ممکن نہیں۔" اس تمام عرصہ میں پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بجھتی رہی۔ وسط اپریل تک ایک مہینے کے دوران سرکاری اذعانہ کے مطابق ہلاک ہونے والے ۳۵۰۰ افراد میں مسلمانوں کا تناسب ایک اور چم کا تھا یعنی ایک مسلمان کے بدلے میں قریباً چھ ہندو اور ستر سکھ مارے گئے۔ سیکٹرز نے رپورٹ دی: "مجھے دو چھٹی مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ پنجاب کے ایلی لیڈز اس صورت حال پر بڑے مطمئن اور خوش ہیں اور بر ملا کہتے ہیں کہ "بچے آکر رہے ہوتے ہیں" اور یہ کہ پنجاب کا ہر انگریز آئی۔ سی۔ ایس اور آئی۔ پی ایلکار بشمول میرے اس ملازمت کو چھوڑنے پر تیار ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا معاملہ ایسے لوگوں سے ہے جو اپنی تباہی آپ کرنے پر قائل گئے ہیں۔" شیل مغربی سرحدی صوبہ بھی فسادات کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ ذمہ دار اسماعیل خاں کا قریباً آدھا علاقہ تباہ ہو چکا تھا۔ سمجھتی اور بنارس میں ۳۳ گھنٹے کا کرفیو نافذ تھا۔ ٹکٹے بھی شیلوں میں جکڑ رہا تھا اور یہ آگ تقسیم کی افواہوں کے ساتھ ساتھ شدت سے بجھتی جا رہی تھی۔

وزیر اعلیٰ سرحدی کو توقع تھی کہ وہ بنگال کو بچاس سال سے بھی کم عرصہ میں دوسری بار تقسیم ہونے کی ممکنیت سے بچا سکیں گے اور کانگریسی نیز قادیانہ ہلاک کو غلط حکومت میں شامل کر کے متحدہ بنگال کے لئے آزادانہ مشیت کے نعروں کو متقبل عام بنا سکیں گے۔ سرحدی کا خیال تھا کہ آزاد بنگال کو جنسا دنیا میں سب سے زیادہ ہٹ من پیدا ہوتا تھا اور جس میں ٹکٹے جیسی عظیم قزاقی یافتہ بھڑکھ، موجود تھی، برطانیہ اور امریکہ کے جہاداتی و کاروباری حلقوں کے سرمایہ سے معاشی طور پر مضبوط بنایا جا سکے گا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ بنگالیوں کی ادنیٰ زبان بھی مشترک ہے اور اقتصادی مفادات بھی۔ بنگال پنجاب سے کوئی مماثلت نہیں رکھتا۔ بنگال ایک آزاد ریاست ہو گی اور ہند میں آزادانہ طور پر ملے کرے گی کہ آگیا پاکستان کے ساتھ ملحق کرنا چاہیو یا نہیں؟ جناح نے ایک آزاد و متحدہ بنگال کے تصور کا خوشدلی سے خیر مقدم کیا، جبکہ شیل اور صوبہ نے اسے کانگریس اور ہندوستانی مفادات کے لئے نقصان دہ قرار دیا، انہیں خدشہ تھا کہ متحدہ "بگڑاؤ دہلی" ایک مسلمان وزیر اعظم کی زیر قیادت ہندوستان کی نسبت پاکستان کے زیادہ قریب ہو گا۔

## لیاقت علی کی اثر پذیری

ڈاؤنٹ خٹن نے جناح کے مطالبہ میں لیاقت علی سے معاملہ کرنا پست آسان یا کیونکہ مطلب و شرافت

اور سحریت میں وہ بالکل سو کی طرح تھے۔ واقفانے نے ان کے ساتھ سحر پر ملی کی شام کو وہ گھنٹے کی ملاقات کی۔ لاؤٹن شٹن نے گھما ہنہ

"سیرا داغ مسک کا مل جلانی کرنے کی جس کو شل میں مصروف تھا" میں نے لیاقت علی کو اس کی بابت احادیث لیا۔ میں نے پاکستان سے قطع نظر کر کے پنجاب، بنگال اور تمام کی مکمل تقسیم سے بات بیت کا آغاز کیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ ہندوستانی لیڈر اور عوام ایسی بھائی بھینست میں جکڑا ہیں کہ میں ان کی خود کشی کے لئے جو بھی انتظام کروں گا بخوشی اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیوں گے۔ انہوں نے اپنا سر ہلایا اور کہنے لگے۔ "مجھے ذہ ہے کہ ہر شخص ایسے منصوبہ سے متفق ہو جائے گا۔ ہم سب ایسی صورت حال سے دو چار ہیں" میں نے انہیں بتایا کہ ہندوستان کی بدترین خدمت جو میں کر سکتا ہوں اگر میں اس ملک کا دشمن یا مکمل طور پر مخالف ہوں تو یہ ہو گی کہ اس غیر معمولی صورتحال سے فائدہ اٹھاؤں اور جون ۱۹۴۸ء سے مکمل ملک کی مکمل تقسیم ان پر فوری کر ملک کو غیر یقینی غزلیں کے پردے کے پناہ دیں۔"

لیاقت علی کے ساتھ اس گفتگو نے ہندوستان کے الٹا دکھ پر مرگھا دی۔ لاؤٹن شٹن نے لیاقت علی کے اس الٹا دکھ اعتراف کے بعد کہ جناح بھی تیسری تقسیم کا منصوبہ قبول کر لیں گے جو کچھ کہا وہ اس میں پوری طرح متفق تھا کیونکہ اس نے جیسی عقلی سے کام لیتے ہوئے ایک ایسے رخصت کو جو پہلے ہی مذہبی اختلافات کے باعث پھولے پھولے قوی اجرو میں جاتا ہوا تھا" میں صوں میں تقسیم کرنے کی ہولناکیوں سے قبل از وقت خبردار کر دیا تھا۔ وہ فرج کو تقسیم کرنے" انگریزی افواج اور غیر جانبدار لیڈروں کو خطرے بتا دینے اور ناخوار، "مضبوط" و "خوفناک" و "ضعیف" و "مکمل عوام کا صورتحال سے نکلنے" ایک دو سرے سے چھپنے" اپنی پریشانیوں کو ہوا دینے" قریبی گاؤں اور شہری واپس واپس جانے کے لئے نکلا پھوڑنے کی فراہمیاں اور ضرورتوں کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ حقیقت میں اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر میں ہندوستان کا دشمن یا اس کی خدمت کا مکمل مخالف ہوں تو اس کی بدترین خدمت ٹھیک وہی تھی جو اس نے مذکورہ بالا خطرناک الفاظ ادا کرنے کے بعد ابھار دی تھی۔ وہ مہیا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بالکل برعکس وہ ہندوستان کو بچانے" اس کے دشمنوں پر مرہم دیکھنے اور تقسیم کے تجربے کی بجائے اس کا گھڑت پیش کرنے کا تھا۔ اسے اور اس کی بیگم کو ہندوستانی اور ہندوستانوں سے محبت تھی۔ جن کی خاطر وہ اپنی جائی غصہ میں ڈالنے کو تیار تھے اور انہوں نے واقعی ایسا کر کے دکھایا۔ وہ "مختل" سیلاب صلت اور فساد ترافاس وہ لوگوں کی خدمت کے لئے مسلسل ایسا کرتے رہے۔ لیکن تقسیم کے سوا کوئی حل نہیں تھا۔

گاندھی کے "استقامت پلان" پر جو واضح اشتہاء تھی "مکمل کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک کو اور نہو سمیت اس کے سارے باشندوں کو جن میں سے اکثر کے ساتھ لاؤٹن شٹن تیار کرنا تھا" جناح کے حوالے کر دیا جاتا ہے وہ "دوبی مریش" سمجھتا تھا۔ صرف تقسیم ہی ایک قابل عمل حل تھا۔ تمام پاکستان کا قیام اس کی بنیادی منطق کی بنا پر پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا متقاضی تھا۔ "بہترین خادم" نے جو برطانیہ کی طرف سے ہندوستان بکھا گیا تھا طور کو ہندوستان کی بدترین خدمت سمجھا اس نے پر مجبور ہلایا۔ پتا چلے اس رات کو "لیاقت علی کے رخصت ہو جانے کے بعد لاؤٹن شٹن نے قدرے سکے کا سانس لیا اور اپنی داغی میں گھسا۔ "سیرا ناڈ" یہ

ہے کہ سسرالیت ملی خانی پاکستان کی اعتقاد تجویز کی بجائے کوئی دوسرا مستقل حل تلاش کرنے میں میری مدد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

ایک انگریز صحافی نے "جو ان دنوں سسر جلیج سے ملا" واقعات کے پرائیویٹ ٹیکسٹ کی کو "ان کی انتہائی غراب دکھلا" حالت کے بارے میں بتایا "چنانچہ جارج ایلن نے واقعات کو منظرہ دیا۔" لیکن یہ سسر جلیج چار ہوں تاہم اہم اہم یہ ہے کہ انہیں واقعات کے دلچسپ نے خواص پائند کر دیا ہے۔"

ڈینی پرائیویٹ ٹیکسٹ کی ایسا سنات کا تاثر بھی ملتا تھا کہ "ہوں جن سسر جلیج کے دوبارہ آنے والے حالات کی اسٹائی تصویر پیش کی جارہی ہے" وہ اسی قدر شدید پریشانی میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ اس عمل کو جاری رکھتے دیا جائے "اس کے دوران ایک ایسا غمناک ماحول آئے گا جب اس حالت سے فائدہ اٹھا سکیں گے" یہ سب خوش فہمیاں تھیں۔ ان مذاکرات چالوں میں سے کوئی ایک بھی کام نہ آئی۔

کرشنا منن نے ہاؤس تنہا سے دہلا و ضبط جاری رکھا۔ واقعات نے محسوس کیا کہ وہ عالمی سیاست کی بابت جیسے بے فراست خیالات رکھتا ہے۔ جس نے ڈکی کو خیرباد کیا کہ امریکہ ہندوستان کی تمام تجارتی سفارتوں پر قبضہ ملایا برطانیہ کی جگہ لیتا اور دوس کے خلاف استعمال کے لئے لڑے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

جواب میں ہاؤس تنہا بھی کم ہوشیار نہ تھا "اس نے سو کے قریب ترین مشیر کو خارجی امور پر بھیج دیتے ہوئے" اس بات سے اور کیا کہ اگر ہندوستان دولت مشترکہ میں شامل نہ رہا، جبکہ پاکستان شامل رہے گا خواہش ہے "تو دشمن جلد ہی اپنی مسلح افواج پالے گا جو ہندوستان کی فوجوں سے کہیں برتر ہوں گی اور پورے خیال میں کراچی جیسے مقامات پر دولت مشترکہ کے اندر جیسے بھی اور ہوائی اڈے بن جائیں گے۔

کرشنا منن اس امکان کے تصور سے لرز اٹھا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ سو اور بٹل کو قاتل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا کہ وہ ہندوستان کے لئے درجہ تو اتاریات کا مطالبہ کریں "جیسا کہ انہوں نے بعد میں کیا۔ حالانکہ کانگریس اس وعدہ پر سختی سے کار بند تھی کہ ہندوستان عمل طور پر ایک آزاد و خود مختار ریاست ہو گا لیڈی ہاؤس تنہا نے فاطمہ جلیج سے دوستی پیدا کرنے کی تدبیریں شروع کر دیں۔ وہ انہیں چاہتے تھے کہ وہ کوئی اور ایسے مواقع پر جا سکیں جہاں وہ نہ صرف کرشنا منن کو مل سکتے تھے بلکہ انہیں اپنے ہندو موضوع کی طرف بلاتے تھے اور کانگریس نیز جمہوریت جمہوی ہندو قوم پر ہمارے حملہ کرنے لگتیں۔ ایڈوانس کی دوایت ہے کہ "وہ اکثر متضاد تھی تھیں" یہ بات بار بار کہیں کہ اگر مسلمانوں کے مطالبات نہ مانے گئے تو وہ اپنے حقوق اور طبع کی کے لئے لڑائی سے دریغ نہیں کریں گے۔ سسر جلیج کی طرح بے شک وہ بھی ایذا رسانی کے ضبط میں مبتلا تھیں اور اس بات پر یقین تھی کہ ہندو مسلمانوں کو پوری طرح غلام بنانے اور انہیں مطلب رکھنے کا تجربہ کر چکے ہیں۔ لیڈی نے فاطمہ سے یہ ضمانت کرائے کی کوشش کی کہ وہ اصل

پاکستان چلے جائے "لیکن انہوں نے یہ کہتے ہوئے دو ٹوک جواب دینے سے انکار کر دیا کہ اس وقت ہر مسائل درپیش ہیں مسلمانوں کے مطالبات منظور ہونے کے بعد ان کا حل بالکل آسان ہو جائے گا۔

اہل کے آخر تک مسلم لیگ نے پنجاب میں مکمل اکثریت حاصل کر لی اور غلاب مروت نے گورنر سے مطالبہ کیا کہ وہ دھرم گورنر راج کی بجائے انہیں حکومت بنانے کی دعوت دی جائے۔ آخر میں خود

جناح نے دھڑلے سے طاقت کر کے لیگ کے مطالبہ پر زور دیا، لیکن گورنر کی طرح دھڑلے سے بھی جاہل میں ایک جماعتی وزارت قائم کرنے سے انکار کر دیا۔ انہیں غرض تھا کہ اس سے غارت جہلی کو تحریک ملے گی کیونکہ سیکھ پہلے ہی طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ اسی طاقت کے دوران مائٹ جنن نے جناح کو سرحدوں کے نئے آئینڈیا سے مطلع کیا کہ وہ حمودہ بنگال قائم رکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اسے پاکستان یا ہندوستان میں شامل ہونے پر مجبور نہ کیا جائے۔ مائٹ جنن نے اس تجویز پر جناح کا رد عمل جاننا چاہا تو انہوں نے جرحہ جواب دیا۔ ”مجھے ایسی اسکیم سے خوشی ہوگی کیونکہ غلٹ کے بغیر بنگال کسی کام کا نہیں بہتر ہو گا کہ اسے حمودہ اور آزاد رہنے دیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔“ اس کے بعد مائٹ جنن نے بتایا کہ سرحدوں کا خیال ہے کہ ”اگر بنگال کو آزاد اور حمودہ رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ دولت مشترکہ میں شامل رہنے کا خواہاں ہو گا۔“ اس پر جناح نے جواب دیا۔ ”یہ ایک اچھا خیال ہے۔ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ پاکستان بنا تو وہ بھی دولت مشترکہ میں رہنے کا آزاد مند ہو گا۔“

خواہ مائٹ جنن اور اس کا خلاف جناح کی اپنی حالت کے بارے میں کچھ ہی سوچتے ہوں، حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قانونی صلاحیتوں میں بے مثال چستی برقرار رکھی اور دولت مشترکہ کی روایت سے حلقہ مجیدہ اور مشکل سوال پر اپنی واضح قانونی رائے کو درست ثابت کر دکھایا۔

اواخر اپریل کی اس طاقت کے بارے میں اپنی یادداشتیں جاری رکھتے ہوئے مائٹ جنن نے لکھا ہے ”مستر جناح نے مجھے بتایا کہ انہوں نے سرٹیفورڈ گرہن سے دریافت کیا تھا کہ ”انتقال اقدار کے وقت کس قسم کی قانون سازی ضرور ہوگی۔ کیا وہ اس شکل میں ہوگی کہ ہندوستان یا ہندوستان کے حصوں کو وہی مراعات ملے گی جتنیں جو دولت مشترکہ کے دیگر رکن ممالک کو حاصل ہیں“ یعنی اگر وہ چاہیں تو دولت مشترکہ سے علیحدہ ہو سکیں۔“ ایسا حق نہ دینے والے کی صورت میں وہ بدستور ایمپائر کا صدر بن جائیں گے۔“ کہیں نے جواب دیا تھا ”میں اس وقت ایسے سوال کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔“ جناح کے بقول ایک اچھے وکیل کی طرح اس نے جواب سے گریز کیا ”تاہم یہ بات واضح ہے کہ آپ ہمیں کامن ویلتھ سے دھکا دے کر نہیں ڈال سکتے۔ ایسی کوئی مثال موجود نہیں کہ ایمپائر کے کسی حصہ کو اس کی مرضی کے خلاف دولت مشترکہ سے نکالا گیا ہو۔“ جناح نے کہیں کو اس کی قانونی بصیرت پر اس سے بڑھ کر خراج تحسین شاید ہی ادا کیا ہو گا۔ جب انہوں نے اسے ایک ”کامیاب وکیل“ قرار دیا۔

بنگلہ کے حمودہ رہنے سے متعلق جناح کی توقعات میں لیاقت مل خان بھی برابر کے شریک تھے۔ انہوں نے سرائیک مانچل کو مطلع کیا کہ وہ بنگال کی بارے میں ضلعی مہیٹن نہیں ہیں، کیونکہ انہیں عمل نہیں ہے کہ اس صوبہ کو تقسیم کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ ان کا خیال تھا کہ بنگال ایک آزاد ریاست ہوگی جو ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی کے ساتھ الحاق نہیں کرسکے گی۔ انہوں نے ”بد توقع ظاہر کی کہ ”گھنٹا“ کے پاکستان میں شامل ہونے کا قوی امکان ہے اور یہ کہ مسلمان ایک ایسی بڑی فرائیڈ لاء شرائط چلنے کرنے کو تیار ہے۔“ جناح نے صراحتاً تلک پٹوار اور بلدیہ ٹکھ سمیت کچھ لیڈروں سے محدود غلطی



علاقہ میں کیں اور انہیں پاکستان کے ساتھ ملنے کی ترغیب دی۔ بہرحال قبیل اور صوبہ پنجاب کے ہندوستان کا وقار رکھتے ہوئے اس سے زیادہ کی پیش کش کرنے کی پوزیشن میں تھے اور بلوچ کو مرکزی کابینہ میں وزیر خارجہ کے صوبہ پر دستور بحال رکھ سکتے تھے۔ اس لئے جناح نے اپنی انتہائی کوشش کی، اگرچہ انہیں یقین تھا کہ ان کی ساقی پار اور نہیں ہوں گی کہ کسی طرح پنجاب اور پنجاب کو تقسیم ہونے سے بچایا جائے۔ نہ سری طرف وہ پاکستان کے شمال مغربی صوبوں کو انڈیا یونین سے ملا کر چاہتے تھے۔ اس طرح انہوں نے مشرقی پنجاب دیش کو خود اپنی مرضی سے چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ڈاکٹر جٹن نے یکم مئی کو لندن کے لئے ایک رپورٹ میں لکھا: ”میں ہندوستان کے مسئلہ پر جتنا زیادہ غور کرتا ہوں، اسی قدر زیادہ یہ احساس ابھرتا ہے کہ تقسیم کا مظاہرہ سراسر حماقت ہے اور اس سے ملک کی اقتصادی صلاحیت کو بے انتہا نقصان پہنچے گا۔ اگر اس فرقہ وارانہ پیمانی پر پاکستان نہ بنو تو شاید ایک فرد بھی مجھے ایسا کرنے کی ترغیب نہ دیتا۔ ایک چھوٹی سی خوفناک مثال ملاحظہ ہو، میری بیوی نے مس جناح کو دوبارہ چاہنے کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ آج صبح وہ لیڈی اردن کالج گئی تھی اور وہاں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی کہ وہ دوبارہ بڑے مسودہ کن انڈاز میں مل رہا ہے جہاں ہندو، مسلمان لڑکیوں کے باہمی قائل رفٹک مراسم پائے جاتے ہیں۔“ اس پر مس جناح نے جواب دیا: ”اس کالج میں مسلم طالبات کے ظاہری اطینان کو دیکھ کر گرانا نہ ہوں“ دراصل ہم نے ابھی اس کالج میں اپنا پہلا پیچھا شروع ہی نہیں کیا۔“ ہندو بھی تقریباً اتنے ہی برے ہیں، ہم زیادہ سے زیادہ جو کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسے اتفاق فیصلوں میں سے کسی ایک کی وس داری دنیا کے سامنے انصاف کے ساتھ ہندوستانی کنوہوں پر ڈال دیں، کیونکہ ایک نہ ایک دن وہ جیتنا اس فیصلہ پر سمجھتا ہوں گے جس پر آج کل ہند ہیں۔“

## صوبہ تقسیم کے قائل ہو گئے

ڈاکٹر جٹن اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک ہفتہ کے لئے شملہ چلا گیا۔ صوبہ اور ان کی ساہوکاری اندر ابھی صمان خانہ کے طور پر ان کے عہدہ تھے۔ اس قیام کے دوران صوبہ کے ساتھ پائیدار اور حقیقی دوستی قائم کرنے کے بعد ڈاکٹر جٹن نے اپنے چیف آف ٹائٹ لارڈ اسے کو آ کر دیا۔ ”میں نے ان سے پوچھا آیا وہ تقسیم پر رائے شماری کے بارے میں لندن کا ڈرافٹ پلان دیکھنا پسند کریں گے؟ میں دوستی اور موت کے جذبہ کے تحت آپ کو اس شرط پر دکھا رہا ہوں کہ آپ اس کے جنگی طم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھائیں گے اور اپنے ساتھیوں کو یہ نہیں بتائیں گے کہ وہ پلان آپ دیکھ چکے ہیں۔ صوبہ نے فوراً وس داری قبول کر لی اور خوش لے کر بہتر میں چلے گئے۔“ اگلی صبح صوبہ نے ڈاکٹر جٹن کو لکھا کہ ”میں نے ہر چاہی دیکھا ہے اس نے مجھے غور فرما کر دیا ہے۔ ہم نے اب تک جو کچھ کیا ہے اسے درجہ دیا سمیت کیا جا رہا ہے۔ کیچنٹ مشن انجیم اور ماہرہ و شرف کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور ایک بالکل نئی تصویر پیش کی گئی ہے۔ ایک ایسی تصویر کہ جو قسمت و ریت لڑائی جھگڑے اور بد نظمی سے بھری ہوئی ہے، جس سے ہندوستان اور برطانیہ کے

ہائیں تعلقات ٹراپ ہونے کا اندیشہ ہے، اگر میرا رد عمل اتنا شدید ہے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے رفقاءے کار اور دوستوں کی سوچ کیا ہوگی اور وہ کیا محسوس کریں گے۔ اس تجویز پر عمل ہماری بد قسمتی ہو گی۔ "لائٹ جٹن نے سہو کے اس "توپ کے گولے" سے اسے کو مطلع کرتے ہوئے تجویز کیا کہ اس رد عمل کی روشنی میں "پلان کو آڈر سرٹ" ڈرافٹ کرنا چاہیے گا۔ اس موقع پر اسٹیٹ نے لائٹ جٹن سے کہا کہ وہ فوراً ایجنڈا پیچھے۔

وسطی میں دواگلی سے عمل دانس رائے نے نظر ثانی شدہ منصوبہ لیاقت ملی کو دکھایا، اور ان سے پوچھا، "اگر مسلم لیگ پنجاب اور بنگال کی تقسیم کو مان لے گی؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہم اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے، البتہ آپ ہم سے ناگزیر بات بھی سنا سکتے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا۔ یہ لازمی ہے، اگر یہ ناگزیر بن گیا تو تمام پارٹیوں کو بیک میں یہ وعدہ کرنا ہو گا کہ وہ کثرت و فتنوں سے اجتناب کریں گی۔ پھر میں نے تجویز کیا کہ یہ معاملہ مسٹر جناح کے سامنے رکھا جائے۔"

لائٹ جٹن پلان کی بابت جناح کا رد عمل، سہو کے ری ایکشن سے زیادہ حقیقی تھا۔ جناح نے اپنے مراسلہ میں لکھا، "مسلم لیگ پنجاب اور بنگال کی تقسیم سے کبھی حقیقت نہیں ہو سکتی۔ تاریخی، اقتصادی، جغرافیائی، سیاسی یا اخلاقی طور پر اس کا کوئی براز نہیں۔ یہ صوبے اپنی زندگی کی تقریباً ایک صدی عمل کر چکے ہیں اور تقسیم کے لئے واحد دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ جن علاقوں میں ہند اور سکھ اکثریت میں ہیں، انہیں جلدی صوبوں سے الگ کر دیا جائے۔ اس کے نتائج ان دونوں صوبوں کے دھند اور ان میں آباد تمام قوموں کے لئے بڑے تار کن ہوں گے، اگر آپ اس فیصلے پر جلد ہیں، تو میری رائے میں محسوس فیصلہ ہے، تو نکلنے کو مشرقی بنگال سے الگ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اس سے بھی بدترین کی فہمت آتی ہے تو نکلنے کو آزاد بندرگاہ قرار دے دیا جائے۔"

## مطالبہ پاکستان کی منظوری

پھر مئی ۷ء کو شام کو لائٹ جٹن نے "مارڈر ازنگ سٹریٹ" میں وزیر اعظم اسٹیٹ اور ان کی کابینہ کے رفقاء کو مطلع کیا کہ "میں بابت بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اگر پاکستان کو کسی نہ کسی شکل میں منظور نہ کیا گیا تو مسلم لیگ جمہوریت اٹھالے گی۔" اگلے دن رائٹ نے جناح کا اعلان لیا، جس میں انہوں نے مطالبہ کیا کہ مشرقی و مغربی پاکستان کو ملانے کے لئے ۸۰۰ میل لمبی پٹی (گورنمنٹ) دی جائے، انہوں نے پاکستان اور برطانیہ کے ہائیں واقعات کا ذکر اور ریٹریٹ شپ قائم کرنے کا وعدہ کیا اور ہندوستان کو دوستانہ اور باہمی اتحاد کی پیش کش کی۔ "گورنمنٹ" کے مطالبہ پر کانگریس کا رد عمل اتنا شدید تھا کہ کسی نے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی اور اسے نکلنے کو آزاد بندرگاہ قرار دینے کے تصور بھی پذیرائی بھی نہیں ملی۔ اس کے بعد جناح نے کابینہ کو تار دیا کہ بنگال اور پنجاب کو تقسیم کرنے سے پہلے ہر صوبہ میں ریٹریٹ قائم کرنا چاہئے تاکہ اس معاملہ میں لوگوں کی مشا کا پتہ چل سکے۔ لائٹ جٹن نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ

ایدا کرنے سے تاخیر کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کابینہ نے اس کی بات مان لی اور شاہی سلیم رو کر تھر دھڑکی سے آگے بڑھنے لگا۔

کرشنا شنن نے ۱۱ مئی کو لندن پہنچ کر ملازمت نشن کو مطلع کیا کہ سب اور پھیل درجہ نو تبدیلیات قبول کرنے پر آمادہ ہیں بشرطیکہ ہندوستان کو ۱۹۴۷ء میں ہی ایسی منیتیت دے دی جائے۔ سب کے قریبی رازدار نے اسی روز انڈیا ہاؤس سے ملازمت نشن کو لکھا ”چونکہ میں اس بارے میں مضطرب ہوں کہ کوئی ملحد نہیں نہ رہے“ اس لئے آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں ”اگرچہ آج صبح ہی آپ سے مل چکا ہوں؟ اگر مسٹر جتن عمل طبعی کی چاہتے ہیں اور وہ فوری طور پر اور ہم محض اسن اور ملک کو مزید حصوں میں شکست و ریخت سے بچانے کی خاطر اس سے اتفاق کرتے ہیں تو یہ محض اس لئے تھے کہ ہم اس سے جان بچانا چاہتے ہیں۔ جہاں تک باقی مادہ ملک کے معاملات کا تعلق ہے مجھے یقین ہے اور آپ بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ یہ جزئیات کا مسئلہ نہیں بلکہ بنیادی مسائل ہے۔“ کانگریس کو یہ غرض لاحق ہو گیا تھا کہ اگلے چھ ماہ میں وہ مشرقی اناج اور خشکوں کی حمایت سے محروم ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ شکست اور مغربی بنگال بھی اس کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ ممکن ہے بہت سے والیان ریاست ”خصوصاً نظام حیدر آباد اور نواب بھوپال بھی الگ ہو جائیں۔“ کیونکہ جتن اپنے معاملات کے حق میں جتنے زیادہ طویل دلائل دیتے رہیں گے ”میں میں اسی قدر زیادہ اطمینان پیدا ہوتی جائے گی اور وہ بڑھتے جائیں گے۔ سب بھٹ کرتے کرتے اٹا بچتے تھے وہ بادل خواست پاکستان کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے جیسا کہ وہ ”فنی طور پر“ ”کئے گئے تھے“ ”سر کے کٹ جانے سے“ ”میں سرکاری سے لگاتار مل جائے گی۔“

اسی کی رات میں ”آخری دھمکتا“ چڑھ چلا اور پارلیمنٹ میں کنکروڈن ایچ ڈیٹن رو مئی تھی جو آزادی ہند کے بل پر ”اور تمام میں طویل بحث“ چھیل کر معاملہ کو باسائی طویل دے گئی تھی۔ اس سے ۷ ۱۹۴۷ء میں اقتدار کی منتقلی کا کام نا ممکن ہو جاتا۔ ملازمت نشن نے چرچاں کے سبز کے گرد کی ہلکے اور سابق وزیر اعظم کی بے چینی کو کم کرنے کے لئے اپنی ”قائدانہ دل کشی“ سے کام لیا۔ وہ سکار پینے والے اس بوڑھے آدمی کی قانونی صلاحیتوں کو خوب سمجھتا تھا جو سبز حالات پر لینا ہوا محض مفالط کی حد تک کنکور لگ رہا تھا۔ تب میں نے اس سے پوچھا ”اگر جتن انتہا پسندی پر اتر آئے تو آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟“ انہوں نے اس پر کافی دیر غور کیا اور پھر کہا ”اپنا کام شہرہ کرنے کے لئے تمہیں حق کو ڈونڈا دھکنا اور محسوس کرنا ہو گا۔ انیس ماہ دو کہ تمام کانگریز افسروں کو واپس بھیج دیا جائے گا۔ انیس ایسی فوجی یوینٹس ملیں گی جو کانگریز افسروں کے بغیر ہوں گی۔ ان پر یہ بات چوری طرح واضح کر دو کہ برطانیہ کی مدد کے بغیر پاکستان کو چلانا آسان نہیں ہو گا۔“ ملازمت نشن نے اپنی دائری میں ٹوٹ کیا۔ ”چنانچہ میں نے کچھ اسی طرح کی پالیسی پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔“ تاہم چرچاں نے جتن کے لئے اس سے بھی اہم یہ پیغام دیا۔ ”اگر آپ اس فوجی سہل کو خوشی سے قبول نہیں کرتے تو یہ پاکستان کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہی جائے گا۔“ ملازمت نشن خوب جانتا تھا کہ چرچاں کے افلاک جتان کے لئے کسی دوسرے شخص کے مقابلہ میں کتنی اہمیت رکھتے تھے۔ وہ ”تھیم میں شامل“ ”قریبی رفیق“ ”دوست“ ”دوست“ ”دوست“ ”دوست“ ”دوست“ ”دوست“ ”دوست“ ”دوست“

بٹن کے لئے اپنے پلان پر عمل درآمد کرنا آسان ہو گیا جس کے نتیجہ میں دولت مشترکہ کے اندر دو نئی کرم خوردہ بذلیب "افلاس" زود اور باہم دست و گریبان ملکوں کے قیام کی راہ ہموار ہو گئی۔

### ۳۔ رجون کا اعلان

رجون سموار کی صبح کو ہندوستانی لیڈو بی دلی کے واقعات ہائوس کی بار تھ گورٹ میں پہنچے۔ جناح کے ہمراہ لیاقت علی خاں اور شتر تھے جبکہ ضو کے ساتھ ٹیل "بے بی" گریٹائی (ڈاکٹرس کے صدار اور بلدیہ کلک آئے۔ یہ اجلاس جس میں ان کانگریس کو اعلان سے لائے گئے پلان کے بارے میں بریف کیا گیا "مصرف دو گھنٹے جاری رہا۔ ڈانٹ بٹن لگتا ہے۔ "مفتاحہ تھی" میں نے محسوس کیا کہ ان لیڈوں کو بولنے کا جس قدر کم موقع دیا جائے "انگلاف کا امکان اسی قدر کم ہو گا۔ میں نے انہیں ہر گھنٹے گورنمنٹ اور حزب انگلاف کے مثبت رویہ سے آگاہ کرنے کے بعد کیا کہ اس پلان کے بارے میں اپنے اپنے جواب سے رات بارہ بجے تک مطلع کر دیں۔ جناح نے کہا وہ اپنی ورنگل کھیل سے ملاقات کے بعد ذاتی طور پر رات گیارہ بجے جواب دینے آئیں گے۔ اجلاس ختم ہونے پر میں نے جناح کو روک لیا اور ان پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ مسلم لیگ کی طرف سے "میں" کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جہل کا پیغام بھی جناح کے گوش گزار کر دیا۔ واقعات کو گاموشی کا دم دور کرنے پر کی گئے صرف کرنے چاہے۔ ڈانٹ بٹن رقم طراز ہیں۔ "میں ہے وہ خدا کا لونا ہو" "ہم وہ زائلی کا شاعر بھی لگتا ہے۔" "ممارتا جی دوسرے لوگوں کو چلے جانے کے آدھ ٹھنڈے بعد ڈانٹ بٹن کے پاس پہنچے تھے۔ وہ ان کی خاموشی کا دن تھا۔ اس لئے اپنے تاثرات جنوں پر لکھ کر پیش کرتے رہے۔ اس صبح کو جناح نے اپنا کچھ وقت کھیل کو میں گزارا اور وہ اپنے پیچھے رائٹ "میںس" دیکھتے اور گیندیں بھڑاتے تھے اور کتاب کے درمیانی صفحہ پر قوسیں میں "گورنر جنرل" (کاظم کا حسین کا لقب) لکھا چا تھا۔ ظاہر وہ ایسی مصروفیت سے غاصبہ محکوم ہوتے ہو گئے۔ "جناح اس رات کو گیارہ بجے کے قریب صوبہ پاس پہنچے۔ انہوں نے صوبوں کی تقسیم کے بارے میں اپنی ورنگل کھیل کے اجتماع سے آگاہ کرنے پر آدھ ٹھنڈے صرف کیا۔ اس کے بعد میں نے ان سے براہ راست سوال کیا۔ "آیا ان کی ورنگل کھیل تقسیم کے منصوبہ کو منظور کرتی ہے یا نہیں؟ جناح نے جواب دیا۔ "وہ مثبت رائے رکھتے ہیں" "پھر میں نے پوچھا۔ "کیا آپ خدا سے حضور کرنے کی نیت رکھتے ہیں؟" انہوں نے کہا۔ "میں ذاتی طور پر آپ کی حکایت کرتا ہوں اور پوری کوشش کروں گا کہ کل انڈیا مسلم لیگ کو نسل اس کی منظوری دے دے۔" انہوں نے کو نسل کا بنگالی اجلاس اگلے سموار (ارہون) کو طلب کر دکھا تھا۔ آخر میں میں نے ان سے دریافت کیا۔ "آیا میں وزیر اعظم کو یہ منظور دینے میں حق بجانب ہوں گا کہ وہ اپنا کام جاری رکھیں اور انگلاف کر دیں؟" اس پر انہوں نے جی ثابت قدمی سے

"جی" کیلئے بٹن نے باہم صبر منظور کے لئے اپنی صبح اپنے خلاف سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ بٹن سے پلان کی تحریری منظوری حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ کہ کو نسل کے اجلاس سے پہلے کوئی بھی "نہ" نہیں لیا کرنے

## بہجور میں کر سکتا جنگ کی مخصوص حکمت عملی

بہجور جنگ ختم کرنے کے لیے جنگ کرنا چاہیے کہ اگر اس میں کسی خاص قسم کی حکمت عملی کے بارے میں بہجور جنگ استعمال کرتے رہے ہیں تو بہت جلد شکست کا اعلان کر دینی ہے۔ جس کے ذریعے وہ اقتدار کرتے رہتے ہیں یا اگر ان کا گھر کسی چٹان کی پشت پر ہے تو یہ فیلڈ کر سکتی ہے اس طرح انہیں یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ جو فیلڈ مسلم لیگ کے موافق ہو اسے قبول کر لیں۔ جہت مستور کریں گے۔ انہیں اس کے موقف سے نہیں ہٹا سکتی۔ آخر میں جہت ختم کرنے کے لیے فیلڈ کریں اور انہیں کھاتے

مگر آپ کا یہی طرز عمل مواد کا گھر اور سب کو قیادت بھی حتیٰ شکوہ دینے سے انکار کرنے کی اس طرح جنگ کو ہارنے والے اہل اس میں شامل ہو جائے گا اور نہ پاکستان سے شاید جہت کے لئے عزم ہو جائے گی۔  
جہت کہ انہی ہے "ہولناکی ہے"۔ مسٹر جنگ نے اپنے کھمبے سے ہٹا دیا۔ وہاں کی نے جنگی سے کا مسٹر جنگ اس گھونٹ کے سلسلے میں اب تک جو کہ ہو چکا ہے۔ میں تب کہ اس پر پانی پھیرنے کی اجازت نہیں ملے گا۔ چرکہ کہ مسلم لیگ کی طرف سے حکومتی نہیں دے رہے ہیں کی طرف سے میں خود بات کہیں گا۔ یہی صرف ایک شہر ہے۔ یہ کہ کھ کے اہل اس میں جب میں کہوں کہ مسٹر جنگ نے کھ میں پانی کی اجازت ہے۔ وہ میں نے قبول کر لی ہے۔ اور میں اس سے مطمئن ہوں تو آپ کی طور اس کی تردید نہیں کریں گے اور جب میں آپ کی طرف سے کہوں گا تو آپ شکست میں سہاویں گے۔" جنگ کی طرف سے اس اعلان کا جواب مختصر مری جنہاں سے دیا گیا۔

تقسیم کا پہلا اعلان سرحد کی رات کو کیا گیا۔ فوجیوں میں ہولناکی اور ایک اور جن سے رات دیا۔ اس کے ذریعے انہیں نے دھڑلے کے اہل اس سے پلان کی عقل حاصل کر لی تھی۔ شام سات بجے اس اعلان دیا گیا۔ اسے پہلے اعلان کر کیا گیا۔ اس موقع پر پہلے دھڑلے کا خطاب ہو اور اس موقع جنگ اور دھڑلے کے اعلان کی تقریر ہو۔  
"میں جہت ختم کرنے کے لیے اعلان کیا۔"

پھر کچھ گوریلوں نے جو فوجیوں کے ہوا کو ہون دیا۔ یہ سب تک انتقال لشکر کا وعدہ ظاہر کیا تھا۔ ہمیں توقع تھی کہ اس جہت تک کہ یہاں سے اعلان حاصل کر لیا جائے گا۔ لیکن یہ سب سہی ہوئی نہ ہوئی۔ جس طرح کارخانہ کار کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں کی خواہشات جاننے کا سہی عملی طریقہ ہے۔ اگر اس اعلان کا اقتدار ختم نہیں کیا جاتا ہے تو جسے اقتدار عقل کیا جائے گا۔"

اس کے بعد قہرکات کے ساتھ پاکستان کے لئے صوبوں اور اضلاع کی تقسیم کا بیان تھا کہ ہم اس دستور ساز اصول پر رائے کے ذریعے سلاہت کی بنیاد پر کس طرح صوبائی غیر قومی تقسیم کے حق میں ہیں اس کے خلاف فیلڈ کریں گی۔ تاہم یہ سب کے لئے طے پایا کہ مختلف صوبے یا صوبوں کے سب سے اہل طور پر کام کریں گے اور صوبوں متعلقہ غیر قومی مجلس دستور ساز کر دینی اور دستور کی تدوین شروع کر دے گی۔ یہ ادارے اپنے فوجداری شیخ کہنے میں آؤ اور بااختیار ہوں گے۔ حکومت کے مطابق صوبہ صوبہ اس سے بھی پہلے بعد جہت کی ادارہ حکومت یا حکومتیں قائم کرنے پر تیار ہے۔ چنانچہ تجویز کیا گیا ہے کہ وہاں مل کے وہاں ایک باجہ جاہلین حکومتوں کا انتقال لشکر کے لئے باہر جہت کے صوبہ اہل اس میں ہی مل جائے گا۔

ملانٹ نیشن اور سو کے بعد قوم سے خطاب کرتے ہوئے اسی شام جناح نے اعلان کیا "میں اس بات سے بہت مسرور ہوں کہ مجھے ریڈیو کے ذریعے آپ سے براہ راست خطاب ہونے کا موقع فراہم کیا گیا ہے یہ بہت سوا موقع ہے کہ کسی غیر سرکاری قومی کونسیسی امور پر لوگوں سے اس طاقتور میڈیا کے ذریعے خطاب کرنے کی سہولت دی گئی ہے یہ ایک اچھا شگون ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ مستقبل میں مجھے اس سے بھی زیادہ سہولتیں حاصل ہوں گی، اگر میرے خیالات اور گراہ براہ راست اور آواز فائز آپ تک پہنچ سکیں اور آپ کو اس سے چھپنے والے انقلابات کا اندازہ کرنا پڑے۔" وہ یقیناً بے پناہ خوش ہوئے ہوں گے آخر کار رنج و گھمراہی کی حیثیت سے کہ ازل سر زمین کو خطاب کرنے پر وہ بے حد متاثر تھے۔

جناح کی تقریر نے جذبات کو انداز کرنے میں بڑی مدد کی چنانچہ ایک کے ایک "ماہر سیاسیات" نے اسے غامبر کی اس کا مطلب ہے ملک میں امن قائم ہو گیا، برسر حال حکومت جن کے پاس سیکرٹری نے اپنا کلمہ قلم کر لیا، جن میں امتیاز سے کام لیا اس نے گھما سو کے آخری الفاظ تھے "یہ ہند۔" جناح نے اپنی تقریر "پاکستان زندہ رہے" کے ساتھ ختم کی۔ انہوں نے یہ الفاظ اتنی تحفہ آواز میں لایے کہ ایک گھبراہٹ ہوئے سرائے نے شوع میں سمجھا کہ شاید انہوں نے "پاکستان" کا اعلان قبیلے میں منہ زل کر دیا ہے۔

ہر جن کی صبح کو ملانٹ نیشن نے سیاسی لیڈروں سے اپنے دفتر میں دوبارہ ملاقات کی تاکہ تقسیم کے انتظامی مسائل پر بحث کی جاسکے۔ جناح اس ٹکڑ کی وضاحت حاصل کرنے کے لئے جیسے بے چین تھے کہ وہ لوں وائس بر لفظ سے سفاری طریقہ اور آواز ہوں گی۔ سو نے واضح کیا کہ پورے معاملہ کو مختلف آواز تقریر سے لیا ہو گا، ہندوستان ہر طرح سے اس حقیقت کو کہ اختلاف رائے دیکھنے والے صوبوں کو الگ ہونے کی آزادی حاصل ہوگی، حکومت ہند کی کارکردگی یا اس کی خارجہ پالیسی پر اثر انداز نہیں ہو گا چاہے لوگوں کے احساسات جیسے کہ یہ تھے۔

### خاکساروں کا قحط خانہ حملہ

دلی میں اس صبح اسلام مسلم لیگ کا قومی اجلاس باہر جن کو امپیریل ہوش کے شور و ہل میں متغیر ہوا جس میں ۳۳۵ ممبرین شریک ہوئے۔ ابتدا میں ایسا لگتا تھا کہ ایک کونسل بھی ملانٹ نیشن کے منصوبہ تقسیم کے بارے میں اطمینان کا اظہار کرے گی لیکن وہ تعدادیر تک قائم نہ رہ سکی۔ ہر صوبہ سے آنے والی مشتعل مزاج حزب اختلاف کی کھڑے علاقہ اور بائز جاگیرداروں نے جن کی اکثریت کو پنجاب کی تقسیم سے نقصان پہنچنے والا تھا نیز صاحب ثروت تاجروں نے یہ دھمکتے ہوئے حریف ہندوؤں کے حوالے کرنے کے خلاف تھے، انہوں کی مخالفت میں اسمبلن سر اٹھا لیا۔ انہوں نے اس منصوبہ کو "ہندو لوی" اور "پاکستان کے لئے ایک لپ" سے تعبیر کیا۔ خاکساروں کا ایک مختصر نمائندہ کے اقبول میں چکر لارہے تھے "جناح کو بچاؤ جناح کو بچاؤ" کے نعرے لگاتے ہوئے قہم لڑائی میں ہو گئی میں داخل ہو گیا اور اس ہل تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا جہاں قائد اعظم اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ ایک کارڈ لے انہیں باہر نکالنے کی ہمت کو پیش کی مگر خاکسار نہ ہوسکے۔ پہلی تک کہ پولیس کو اطلاع کی گئی اور اس نے آئو گیس استعمال کر کے ہنگامہ پر قابو پایا۔ پولیس کے قریب خاکسار گرفتار کر گئے۔ کچھ ہو گئی میں قیام پھر مسافروں نے اصرار وصرہا کہ کہ جن پہنچا۔ برسر حال جناح نے گرفتار ہندو بر اجلاس کی کارروائی میں کوئی مداخلت نہیں کرنے دی۔

بارنگ نندڑی رپارٹ کے مطابق ہوئی کی آخری حیل پر خاکساروں اور ایک گاڑی میں اٹھارہ سو گیارہ سو کے دوران فریج پر زبردیا کیا۔ شیشے پتھر پھینک دیے گئے اور کئی لوگوں کو زخم آئے۔

## شہنشاہ پاکستان

ہوئی کے دستِ بیل ادم میں جن کے لئے شہنشاہ پاکستان "کاتب" تھے، کہا جاتا تھا وہ ان کے مداحین پر وحش تھا، لیکن قائد اعظم نے "شہنشاہ" کے الفاظ پر غصہ کیا کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "میں پاکستان کا بادشاہ نہیں بنایا ہوں"۔ اگرچہ وہ اجلاس نہ کر سکتے تھے مگر اس کی وجہ سے ان کی شہرت و فخر میں کمی ہوئی اور ان کی کاپی کی شہرت، انگریزوں کے کسی جاسوس کی کارستانی تھی اور اس نے خوراکت ختم کو راسل کر دی۔ ایک کونسل نے اپنے صدر کا نام اعظم محمد علی جیل کو کھل اختیار دیا تاکہ وہ چند معاملات سے کام لیتے ہوئے پٹان کے بنیادی اصولوں کو منظور کر سکتے ہیں۔ منصوبہ کی تصدیقات نہ ملنے اور درست طور پر ملے کر کے ان کا نام بھی ان کی پاموشی کیا گیا۔ انگریزوں نے اس کے مسلم لیگ کی اس قرارداد پر غصہ دیا اور ایک قبیل اور نمونے دائرے کے سرگرم احتجاجی مراعات تھے جن میں اس قسم کے شدت کاہر کے ملے تھے کہ ایک کی طرف سے پٹان کی منظوری کا وہ لوگ اعلان نہیں کیا گیا اس لئے وہ اس کو لڑا انگریزوں کی سب سے اس کی منظوری حاصل نہیں کر سکیں گے۔ بہر حال مشرق وسطیٰ اس بات پر مست براہِ وقت تھے کہ جیل نے پٹان کو منظور کرنے میں پاکستان کے مطالب سے مست فائدہ گردانی کی ہے۔ چودہویں رحمت علی کی جماعت پاکستانی کھیل مینٹ (کھیل برائی) نے اصرار کرتے ہوئے اسے "قوم کے ساتھ سب سے جلی غدار" قرار دیا اور کہا کہ "مشرقی جیل نے قوم کو سراسر دھوکا دیا ہے"۔ پٹان کی سی ہے اور اسے ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے۔ انگریزی پٹان کو منظور کر کے اس نے ملت کے تمام گروہوں اور علاقوں کی بنیادیں کھول کر دی ہیں اور یہ صغیر میں کھنڈے والے ناموں و مسلمانوں کے مستقبل کو بڑی نگاہ ہے۔ اگر اسے مستعد نہ کیا گیا تو یہ پیش کے لئے ملت اسلامیہ کی زندگی کو متعلق کر دے گا۔ ان کے جدو کو غمی کی طرح کہا جائے گا اور پوری دنیا میں قوم کی کڑائی کو غلو میں ڈال دے گا۔ ہم آخر تک اس کے خلاف کواں پڑھتے رہیں گے نہ چپ بیٹھیں گے نہ اسے بدانت کریں گے۔ ہمارے حلق کوئی یہ نہیں کہ نکلے گا کہ جب ملت کے لئے سب سے جلی لڑائی اور سب سے جلی غدار کی کا وقت کیا تو ہم نے بھی غداروں کی جیوی کی اور قوم کو دھوکا دیا۔ ملت اسلامیہ زندہ رہے۔"

منصوبہ تقسیم کے اعلان کے بعد ہونے والا صوبہ کاؤنڈ کا پہلا اجلاس نمونہ اور اپناقت کے جین اس بات پر لڑائی کی غرض کہ گیا کہ جوامہ ریل نے اپنی ہمیشہ کشمیری جنت کو غیر کیوں مقرر کیا۔ مجبوراً اپناقت ختم کر دیا۔ اس نے چار کرکٹ "تخلیص" انگریز پبلشنگ سے اس قسم کا شرمناک مقرر کیا کر دی ہے تو ہم اس تقسیم کو عملی جامہ پہنانے کی کراچی کر سکتے ہیں۔ اس پر کسی نے کئی جواب دیے۔ اولاً اور اجلاس پر عمل سکوت جاری ہو گیا۔

## بائیسواں باب — کراچی —

مردانوں کو نکال کی مجلس دستور نے بھاری اکثریت سے صوبہ کی تقسیم کے حق میں اپناقت دیا۔ جن دنوں بعد پنجاب اسمبلی کے ممبروں نے بھی اس فرقہ وارانہ مسئلہ سے شش کی خاطر ایسے ہی قبضی (مشرقیوں پر غلبہ) عمل پر رضامندی کا اظہار کر دیا جس نے انور اور امرتسر کے تباہ قرحہ کو جاکر خاکستر کر دیا۔ متحدہ کے ۱۵۵ میں سے ۱۳

ممبران اسمبلی نے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ طاقت جن نے نے عمر بھٹی کو پارٹیلی۔ اب ہم ہر ایک کو قانونی طور پر پاکستان کی تشکیل ہونے کے تھیں گے۔

اسی روز جن کو کونسل "پارٹیشن شدہ" پارٹیشن کو نسل "کے اجلاس میں شرکت کے لئے" دعا کیا گیا۔ یہ اجلاس "پارٹیشن کیشنوں" کی تشکیل کے لئے بلایا گیا تھا۔ چاہے اور جنگ کی تقسیم کے لئے "والک الگ کیشن" قائم کئے گئے جن کے لئے پارٹیشن کے چار بجوں میں سے دو کا انتخاب انگریزوں نے کیا تھا۔ وہ کا ایک نے جن کے برعکس کے متنازعہ سرسریل ریز کلف کاہم ہر پارٹیشن کی صدارت کے لئے تجویز کیا۔ جلا کر نہ تو وہ کسی بدوستان کیا تھا نہ ہی وہیں کے مسائل سے بیکہ شدید رکھتا تھا۔ ہم نے کلف کاہم اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا۔ یہ سب جلد بار بار کاشٹک ہٹ استعمال کر کے کھوکھلا سسٹم میں سکھوں اور بدوستان کی قسمت کا فیصلہ کرنے والا تھا۔ سو نے بعد میں کڑوہ نظموں کے ساتھ اس کی گری واپس کی بنا پر سب سے شہرت ظاہر کئے اور مطالبہ کیا کہ اس کی بجائے فیڈل کورٹ کو جاتی کے فرائض سونپے جائیں۔ لیکن جن نے ان کو اس کی مخالفت کی۔ یہ ریز کلف ہر جاتی کو اپنی اپنی رہا۔ اسے دونوں ملکوں کے درمیان فی سہ میں قائم کرنے کے لئے محسوس ہونے لگے "نہ سرحدوں" دونوں ملکوں کو ختم ہوا۔ جنات تھے اور تقریباً ایک کوڑو خورہ ماہوں کو ان کے آوارہ خال اطراف میں بھاگنا پڑا۔

### پارٹیشن جن کے خواب ہوا ہو گئے

فرق اور وسیع انتظامی پیچیدگی کے دیگر کل پر جن کو جنوں نے قریب ۱۰ برس تک برطانوی ہند کا نظام چلایا تھا، تقسیم کرنے کے لئے چھوٹے کیشنوں نے کام شروع کر دیا۔ طاقت جن کو امید تھی اور وہ انتہائی آگے بڑھا تھا کہ اسے دونوں ملکوں کے مشترکہ گورنر جنرل کے طور پر کام کرنے کو کہا جائے گا۔ لیکن وہ اس کے درمیان دوستانہ اور خوشی تعاون کی علامت بن جانے کا اور اپناؤں کی مصفاہ تقسیم کے عمل کو تیز کرنے میں فن کا سلطان ثابت ہو گیا۔ ہم جن اس بارے میں کوئی بات سننے کو چاہتے تھے۔ فن کا سرور تھا کہ پاکستان کے گورنر جنرل کے منصب پر وہ طرزاً نہیں کے جن کے طاقت جن اور اس کی ایلیر بر انگریزوں کے لئے کھلی چاہی اور ایک تھا کہ انہیں علم تھا کہ وہ دونوں ملکوں کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ انہیں بار تھا کہ طاقت جن کے طاقت پاکستان کے ساتھ سچے سچے کامیاب ہو گیا۔ اس نے ان کی آڑوی سیاست کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔ جن کو اس وقت کا بھی بخوبی علم تھا کہ وہ ان کے ہیکر جن کو بات دینی تھی اور یہ بات بھی خوب سمجھتے تھے کہ ان کی زندگی کے سب سے بڑے مسئلے ہیں۔ ان کے لئے وہ امر کے آخری حصہ میں ان کے لئے سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے۔ جس کی خاطر انہوں نے اس قدر کو اپناؤں صرف کی جسمیں۔ بحیثیت وزیر اعظم انہیں روزمرہ کی سب سے سیاسی اور انتظامی ذمہ داریوں کو اپنی چھٹی۔ اس لئے انہوں نے یہ فرائض ایک ہوائی کوری کے سپرد کئے کہ گورنر جنرل کی حیثیت سے "طاقت جن" اپنی "منش" اور دولت مشترکہ کے دیگر ملے سربراہان ریاست کی آنکھوں میں انہیں ڈال کر بات کر سکتے تھے۔ اور بلاشبہ تاکہ اعظم کے شہان شاہ جن منصب تھا انہوں نے جو قوم بٹی تھی اس میں اپنی ترقی کی عمدہ خواہش انہیں پتہ تھا اور وہ اس پر فخر ہو سکتے تھے۔

طاقت جن نے سر جوائی کو کہا "اگر آپ کہ میں نے کیجٹ کھلی کو دیا تھا کہ سو نے مجھ سے تقریبی طور پر بدوستان کا گورنر جنرل بننے کی درخواست کی ہے۔ میری لندن واپسی سے کچھ جن نے کہا تھا اگرچہ ان کے خیال



میں ایک کی بجائے دو گورنر جنرل مقرر ہیں گے "تیمم انہوں نے بھی مجھ سے استدعا کی کہ میں ان دونوں کے لیے بطور "صبر گورنر جنرل" کے کام کروں۔" لیکن کلینڈن نے بلائٹ جنرل کی اس تجویز کو شرف پذیرائی نہیں بخشا اس کے باوجود وہ اور اس کا مخلص جیلر جے جیڈ وائٹ نے یہ کہ بلائٹ گورنر جنرل کے تصور کے بارے میں انہوں نے جی جی سے پیش کیا تھا جلد کوئی جواب دیں۔

پاکستان کی طرح ہندوستان نے بھی جیلوں کو فنی سوسائٹی کے لئے انگریزوں اور مسلمانوں پر انحصار کیا جبکہ فیملی برٹش آرمی کے ہندوستان کے ہندو قریباً چھ سینے تک دونوں ملکوں کی افواج کے سپریم کمانڈر کے طور پر فرائض انجام دیتے۔ جیل کے جیل نمبر پر چلتے ہوئے نمونے بھی کئی انگریز گورنروں پر انحصار کیا مثلاً انہوں نے بمبئی کے سر جان کولہل اور مدراس کے سر جارج ایڈلڈ کی کوہست دی کہ وہ اپنے منصب پر بدستور کام کرتے رہیں۔ پاکستان کا کنٹرول برادر راست اپنے ہاتھ میں لے کے معاملہ میں بلائٹ جنرل جیل کو ان کے موقف سے ایک لڑائی نہیں ہٹا سکے۔ اپنے خیمہ کو ٹھکانے "خیمے سوچ بچار اور انسان سے مزید صلاح مشورہ کے بعد بلائٹ جنرل نے فیملی کر لیا کہ وہ ابتدائی انتظام کے مطابق ایک سال تک حیدر آباد جیل میں گورنر جنرل تک انڈیا کی حیثیت سے کام کرے گا۔

ہندوستانی کو پارلیمنٹ میں ہندوستان کی آزادی کے مسودہ قانون پر آخری بحث کا آغاز کرتے ہوئے کہیں نے کہا "میں جیل کو تیسری خواہش کے لیے پیش کرتے ہوئے میں ایک ایسی چیز پیش کر رہا ہوں جو ہندوستانی تصور کی بات اس امر میں آخری بحث ہوگی۔ یہ جیل ایک نئے اور ایسی امید کرنی چاہئے کہ ایک مہاراجہ کو خوشنورہ کا قریب ہو گا۔" اسٹی نے اس بحث کو سمجھا جس میں اس نے جیل کی منظوری دی گئی تھی جس کی مدد سے ہندوستان کو "ہندوستان اور پاکستان" کی دو آزاد ملکوں کا قیام عمل میں آیا۔ جارج ششم "شخصیہ برطانیہ نے ہندوستانی کو اس نئے قانون پر اپنے خوشامی و حفاقت ثابت کئے۔

جارج نے وسط ہندوئی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی اقلیتوں کو یقین دلایا کہ "قربان عقیدہ" جان "مل اور شخصیت کے لحاظ سے ان کی مکمل حفاظت کی جائے گی۔" کسی امتیاز کے بغیر ہر لحاظ سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔ یہی اصل ہندوستان کی اقلیتوں پر لگا ہوا چاہئے۔ مسٹر جیل نے بڑے غور سے اس توقع ظاہر کی کہ پاکستان اور ہندوستان کے باہمی دوستانہ اور خوشگوار تعلقات ہوں گے۔"

اسی زمانہ میں پینڈل مل مون نے لکھا "میں نے آئندہ مل مصیبت میں خود کو خداوندہ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مصائب کے حقائق پیش کوئی کرنا ممکن تھا لیکن یہ کرنا مشکل تھا کہ ان کی اصل نوعیت کیا ہوگی؟ میں نے جیل کے انہیں اپنی سے آنے والے حالات کے بارے میں اس کی رائے دریافت کی تو اس نے مجھ سے یہ تمام جاہلیت و قطعیت کے ساتھ جواب دیا "ایک بار سرحدی ٹیکر بھیج جائے دیں اس کے بعد پنجاب میں سرحد کے مغرب میں لکھنؤ والے تمام عسکروں کے اور مشرق میں دہلی والے کل مسلحوں کے سرگرم کر دینے چاہئیں گے۔" سو اگست تک ہزاروں ہندو اور عسکروں کو یقین تھا کہ لاہور ہندوستان میں شامل ہو گا اس لئے پنجاب سرحدی ٹیکر بھیجی گئی تو وہ پنجاب کے دارالحکومت سے خوف و رعبت کے عالم میں مشرق کی طرف بھاگنے لگے اپنا بار بار اپنی اہلیہ بیویں چھوڑ گئے "صرف اپنی جانیں بچا کر لے چا سکے۔ بلائٹ جنرل "مل اور جیل کو لاہور آیا اور وہاں صوبائی تعلیم کونسل کے اجلاس میں اس نے تجویز پیش کی کہ مشرقی پنجاب حکومت کے "غیر ضروری عمل" کو ہر اگست تک شل چھوڑ دینا چاہئے۔" جبکہ دیکھنے کے فائلر "مل اور کو تعلیم اور آزادی کے بعد عمل کرنے کی تاریخ (نظر اگست) تک امتحانی غور (پ سیکرٹ) رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اور مدلی میں مخلوق حکومت نے کام کیا مگر خلافت سمولود ایلیٹ دوسرے سے شادی بات کرتے تھے۔ ان آخری بیگانہ خیز بحثیں کے دوران بعدوستان اور پاکستان کے لئے دو الگ الگ جمہوری انتظامیہ مصروف ہو گئیں۔ جبکہ برصغیر کے اندیش کو انتہائی غفلت اور انکس پر اور انڈیا میں تقسیم کیا گیا جیسے بلوچ کی اقتدار کرنے والا کوئی لڑاکا جو دانشمندی کے وقت اپنی مملکت پر تسلیم کرتا ہے۔ لیکن گورنر جنرل ایمر اے جنس نے مل میں داخلہ اپنے مذاکرات اور مینشن ایک ایسا مذاقی ناچر کے ہاتھوں اور ہیکارڈی، یعنی دہلی پانیو اور مدلی پورپ کے ایک ذوق فاضل خانہ کو کچھ کر دھما تعلق کیا۔ قاطر نے سلاطین بادشاہ کے کام کی گراہی کی کیونکہ ہر اہمیت تک ہر طرح کی جاری عمل کوئی بھی کارہ جتن کر اپنی کو بدنام کر سکیں۔ وہاں پہنچ کر انہیں آئندہ بدلتا ہونے والی تاریخی تقویب کے لئے سے مینشن کو تیار کرنا تھا۔ دوسرے انداز مذاکرات مینشن بحیثیت ایلیٹ مل تک دی غلیت محو سے متعلق اہم امور مسئلے میں مصروف رہا۔

میں نے جنس اور سمولودوں سے یہ بات منوالی تھی کہ، کئی قومیں ایسا ہی غلط پر طریقہ پر ہم کو جبکہ غلط پر اور مینشن کا بعدو اندیش کی اور یہ کہ گورنر جنرل کو مینشن کے گورنر جنرل کا ہاتھ پر ہم (ایس) پر مینشن ملنے اور مینشن کا ہم بدلتا ہو گا اور انہیں کے جب میں نے جنس کو ملے پر ہم کارہ مینشن دیکھا تو کہہ گئے "میں اور اوہیل کیا ہے اور میری طرف اشارہ ہے کہ پاکستان کے پر ہم کارہ مینشن نے موڈ گرام کے ساتھ چلا جائے۔" انہوں نے انگریز بحیثیت کا سفید بعدو اپنے جنسوں پر لڑنے سے مضرت ظاہر کی۔ اگلے میں پارلیمنٹ کو نسل کے دیگر جموں آگئے اور مسئلہ وقتی طور پر رک کر دیا گیا تاہم میں نے بعد میں اسے کو کارہ بھیجا تھا کہ یہ میری تجویز ملان جاگیں۔" دوسرے امور انہوں نے ایک نہ کنی اور مذاکرات الفاظ میں کہ دیا کہ پاکستان نہ ہی اپنے مسئلے کا زبانی خود سے کہہ سکتا ہے۔

دائیں اسے نے نہ ہو جاتی کو جنس اور قاطر کو کہنا ہے کہ "یہ ایک بالکل غیر دردی دولت تھی جس میں صرف افراد خانہ اور مذاکرات مینشن کے قہر سے ملنے فرات کرتا تھا۔ جنس بہت طویل اور معما غیر حیدر اور مذاکرات کے دوسرے عمل طور پر محفل پر چھائے رہے۔ ان کے بعد مذاکرات مینشن نے مسافروں سے بات چیت کوئی پانی اور جنس کو موقع دیا کہ وہ ایلیٹ کا کو ایک دلچسپ کٹلی تائیں اور جنس نے نہ اہمیت کرتے ہوئے کہا "مجھے امید ہے کہ مذاکرات یہ کٹلی مذاکرات کریں گے۔" دائیں اسے کے لئے شلہ کے لہجہ کی بحیثیت سے "را" ضروری ہو آئے کہ وہ مسافروں کے آگے آگے چلے اور ڈرائنگ روم سے پہلے گئے "اس معاملہ میں بھی جنس کی جاں سب سے الگ تھی۔ جو نمی ڈرائنگ روم ہوا۔" دائیں اسے اور ان کی جنگ کے ساتھ ہی انہو کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ باہر چلے گئے۔" اصل بات یہ ہے کہ اس موقع پر جنس خود کو مذاکرات مینشن سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ چاہے وہ اپنی عقلیت کو شکست کے گورنر جنرل تھے "انڈیا میں جنم لینے والا پسلا شخص جس نے حالت مشرکوں میں لگا کر بیچ افغان اور بائیں اور مصعب حاصل کیا۔

سب ایمان ریاست کو معلوم ہو چکا تھا کہ ہر اہمیت تک انہیں ایک یا دوسری دو مینشن سے اطلاع کیا ہو گا۔ کیونکہ اس اندیش سے برطانیہ کی بدلتا سنی اور ان کے مذاکرات کو قطع فراہم کرنے والی پستی غائب ہو جانے کی اس کے بدو بدلتا سے ممبرانوں قومیں اور نظام کے لئے یہ فیصلہ کیا مشکل ہو گا کہ وہ کسی طرف جائیں۔" ملنے بعدوستان میں واقع ریاست، مہاراجا نے اس دو مینشن کے ساتھ شامل ہونا چاہا جس کے ساتھ لوہب، مہاراجا کوئی طور پر سب سے زیادہ غرور تھی۔ کشمیر اور حیدر آباد نے سب سے مشکل مسائل پیو ایسکے مدارا ہوئی تھو نے کسی بھی دو مینشن میں شامل ہونے سے انکار کر دیا اسے ڈار تھا کہ جنس مذاقی فیملیوں سے اسے قطعہ لکھ سے معلوم کریں گے۔ دوسری طرف اسے سو سے بھی ان کی سہولت مسائل اور بدو بدلتا کے باعث حیدر غرور تھی۔ نظام حیدر

کونے اعلان کیا کہ اگر اسے ایک آزاد خود مختار مملکت کے طور پر قائم رہنے کی اجازت نہ دی گئی تو وہ پاکستان کے ساتھ ملحق کو ترجیح دیں گے۔ تمام ایک تو ان کی ریاست چاروں طرف ہندوستانی طاقت سے گھری ہوئی تھی، دوسرے ریاست کی آبادی کا نصف حصہ ہندوؤں پر مشتمل تھا۔ اس لئے خبردار صوبہ میں پہلو پر تھیں کہ نہ دیکھتے اسے انڈین یونین کے ساتھ ملحق پر مجبور کر دیا گیا۔

مقامی گاندھی تعظیم کے موقع پر فرقہ وارانہ مصائب کی آگ کو بجھانے اور جوت جین کی خوشنودی کی خاطر قتل گاہوں میں سوار ہو کر نواکھل نکالنا پہنچے۔ جوت جین دیکھتا رہے کہ گاندھی جی نے اپنے اس فیصلے کا اعلان کیا ہے کہ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی پاکستان میں بھٹنے والا تھیں جس کی خدمت کے لئے وقف کریں گے۔ یہ بات جوت جین کو اشتغال دلائے والی ہے جبکہ کانگریس کے لئے صوبہ راجستھان میں جیسا کہ میں پہلے کہ چکا ہوں ان کا اثر اتنا وسیع ہے یا جی نہیں اور اس کا نشانہ صرف ایک شخص ہے جو اپنے کاروبار کا بڑا بڑا ہے۔ میری مراد کچھ بھلائی نہیں ہے۔"

جوت جین نے پرنس انڈیا کی بارہویں کنویں کے کانڈور اینٹلیٹ جوتی سرفراز کا بیوی بیوی کا پاکستان کے اولین کانڈور انٹیلیٹ کے طور پر انتخاب کیا تھا۔ اس نے جوت جین کو ایک "مستقبل پریشان کن" پرست جوتی کی جس میں خبردار کیا گیا تھا کہ شیل مٹھلی سیدی صوبہ کی فوج سے جوت جین سے گھٹ کر کام نہیں رہ گئی ہے اور صدر است کے فوراً بعد یہ قتل و قریباً قتل ہی نہ جانے کی فوری ضرورت کو کم کرنے کے لئے اس نے تجویز کیا کہ فوج سے نکالے گئے دس ہزار جوتی مسلح اور ہتھیاروں کو دوبارہ بھٹی کر لیا جائے۔ ساتھ ہی متنبہ کیا کہ افغانستان کی طرف سے سرحدوں میں دھکیل کے مطالبہ کا فائدہ ہے۔

## کراچی میں آمد

جوت جین اور ان کی بیوی نے صدر است کی صبح کو نئی دہلی سے کراچی کو ہوازی کی۔ کراچی ایئرپورٹ پر ان کے بڑا بڑا ماحول سرایا تھا۔ انھوں نے اور پاکستان دھندلے کے ٹکٹ ٹکٹ وصول سے فضا میں اترتے ہی پید کر رہے تھے۔ کراچی میں سماجی کی آمد کا سلسلہ بدستور جاری تھا کیونکہ صوبائی بندہ گھر در گھر رات قوی دار حکومتوں میں بدل گئی تھی اور اس کی تبدیلی چند مہینوں میں ہی ہو گئی۔ کہاں کہاں سے ہوئے قرضات ان کے تمام ایئرپورٹ سے لے کر گورنمنٹ ہاؤس تک جو پہلے گورنر سندھ کی رہائش گاہ اور اب جوت جین کا آخری ڈھنگ بننے والا تھا پہلے ہوئے تھے۔ حکومتی طور کے بنے ہوئے اس سفید گلی کی سڑکیوں پر چلتے ہوئے جوت جین نے ٹیبل اینٹلیٹ ٹیبل۔ ایس۔ ایس کو جو جوت جین کے قتل سے پہلے ہو کر قائد اعظم کے شرف میں شامل ہوا تھا انتخاب کرتے کہا گیا تھیں معلوم ہے مجھے اپنی زندگی میں پاکستان کے قائم ہونے کی ہرگز امید نہیں تھی۔ جو کہ ہم نے پایا ہے اس پر ہمیں خدا نے بزرگ و بڑے کا بے حد شکر گزار ہونا چاہئے۔"

دو دن بعد خدمت کے گورنر سرعام مسجد میں پورے انداز میں جوت جین کے پرانے ساتھی رہ چکے تھے۔ اپنے عظیم قائد کے اعزاز میں کراچی کلب میں ایک شاندار ضیافت دی۔ وہاں خطاب کرتے ہوئے جوت جین نے فرمایا "میں یہ جانتا ہوں کہ میں کراچی میں پیدا ہوا تھیں میں کراچی کے رنگینوں میں گھومتے تھا۔ وہاں میں نے بھارتی تعلیم ہمیں حاصل کی۔ ہمیں ایک دوسرے پر محسوس کیا چاہئے۔ ہمیں تاریکی کو دیکھ کر اسے قائم کرنی چاہئے۔ ہمیں تعلیمات پر متوجہ رہیں۔ ہمیں دیکھنا ہوں کہ ہم طبقات زندگی کے لحاظ سے اس تعلیم (انٹرنل) میں موجود ہیں۔ اگر ضرورت

ہی تو ہمیں اہل مشنوں میں ہم کرنا ہو گا کہ ہم پاکستان کی مشترکہ ریاست کو صحیح سمت میں مسودہ اختیار مانتے رہیں۔

## دستور پر کالونین اجلاس

پاکستان کی مجلس دستور ساز کا پہلا اجلاس ادا راکسٹ کو کراچی میں منعقد ہوا جس میں اتفاق رائے سے جنرل کو صدر چنا گیا۔ جنرل نے ہندو تھیلوں کی گونج میں صدارت کی گری سنبھالی اور شریک اجلاس مسندوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”آپ لوگوں نے اسمبلی کا پہلا صدر بن کر مجھے جو عزت بخشی ہے میں اس کے لئے آپ کا بے حد مشکور ہوں۔ میں طلوس دل سے توجہ دیکھتا ہوں کہ ہم اس مشترکہ کو دنیا کے لئے ایک مثال بنائیں گے۔ اس اسمبلی کو ہم کام کرنے ہیں۔ پہلا کام جو یہاں ہونا چاہیے اور ہم دارا ہے پاکستان کے لئے دستور وضع کرنا ہے نہ صرف اس ایک عمل با اعتبار اور ان کی حیثیت سے پاکستان کی مرکزی مشترکہ کے فرائض اہم رہتے ہیں۔ ہمیں اپنی مسرت کو ششیں بندے کرنا ہوں۔“

جب ان کی نظر کھینچ بھرے ہوئے بل اور قومیوں کے دل پر پڑی تو ان کے دلوں میں اشتیاق و جذبات کی ایک دنیا موزوں تھی اور غرض تھا کہ یہیں میں شریک تھیں جو نیا عزم و حوصلہ اپنے ”نئے امکانات اور نئی طاقت کی تعمیر کے لئے ہر لمحہ سے سوال سے متعلق ہدایات حاصل کرنے کے لئے ہمارے دل کی طرف دیکھتے تھے تو انہیں کہنے لگے ”آپ صحیح سمت میں جاتے ہیں کہ اس وقت ہم نہ صرف اپنے آپ پر حیران ہو رہے ہیں بلکہ میرے خیال میں پوری دنیا اس بے مثل خطائی انقلاب پر حیرت کا اظہار کر رہی ہے جو آزاد و با اعتبار ریاستوں کی تخلیق اور قیام کا سبب بنا ہے۔ اپنی پہچانی کے لحاظ سے بے نظیر انقلاب ہے۔ دیبا کی تہذیبیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس وسیع و وسیع ماحول میں ہر قسم کے شک و شبہ سے اپنے جاتے ہیں ایک ایسے منصوبہ نے زیر کر لیا ہے جو ناقابل شکست کامیاب اور اپنی مثال آپ ہے۔“ کا اعظم کو ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ ”سیاسی جنگ جیت گئے ہیں۔ اہل تری و عادت نے بھی ان کے حق میں ایک اور فیصلہ صادر کر دیا تھا۔ پاکستان چند دنوں میں قائم ہونے والا تھا۔ لیکن حقیقت یہ کہ یہ ہو گا اور کیسے چلے گا ان تھیلوں پر غور کرنے کے لئے ان کے پاس وقت تھا نہ اپنی مصروفیت دیکھتے تھے اور نہ ہی کسی طرف سے مدد کی جی رہی تھی۔ یہی ایک تھیل کی از وقت ایک تقریر لکھنے کی فرصت بھی میسر نہیں تھی۔

## اسمبلی سے پہلا خطاب

اس اسمبلی میں اپنے اولین فرض ادا کرتے ہوئے میں کوئی سوجا سمجھا بیان جاری نہیں کرنا چاہتا۔ صرف چند خودی باتیں کہیں گا جو میرے دل میں آ رہی ہیں۔ پہلی اور سب سے اہم بات ”میں یہ میں خود ہی کا ہے کہ یہاں دیکھنے سب آپ کی حیثیت ایک خود مختار دستور ساز اور ان کی ہے اور آپ کو ہم اعتبار حاصل ہے جس لئے آپ پر یہ باری ذمہ داری عائد ہوئی ہے کہ آپ اپنے فیصلے کس طرح کرتے ہیں۔ سب سے پہلی بات جس کو کرنا چاہتا ہوں اور آپ چاہتے ہیں سے اتفاق کریں گے یہ کہ اس وطن کا قیام حکومت کا اولین فریضہ ہے۔ ہر لوگوں کی جانی ملی اور نہ ہی عقیدہ کی پوری طرح حفاظت کی جا سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سب سے پہلی بات جس سے ہندوستان وچھڑا ہے اور شہر متعلق اور بد عنوانی ہے۔ حقیقت یہ ایک زہر ہے جس سے اس کا سہاگ کرنا ہو گا۔ میرے ہے کہ آپ اس مسئلے میں بوجھت تھن مناسب تدابیر لے کر لائیں گے۔ چور ہزاری ایک اور بات ہے جس میں جانا

ہوں کہ چور بازاری کرنے والے اکثر پکڑے جاتے اور سزا پاتے ہیں۔ کبھی انہیں قید کی سزا اور کبھی فصل جلدی کی سزا دی جاتی ہے۔ اب ہمیں اپنے معاشرے سے اس لعنت کا کلی خاتمہ کرنا ہو گا۔ جو ضروری چور بازاری کرتا ہے وہ میرے خیال میں سب سے بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہ چور بازاری کرنے والے واقعتاً ہوشیار انسان ہیں اور معاشرہ دار لوگ ہوتے ہیں۔ میری رائے میں انہیں بدترین سزا ملنی چاہئے کیونکہ وہ کھوپڑی کے چم سے ظلم کو دردیم پر ہم کرتے ہیں بلکہ وسیع پیمانہ پر فتنہ مٹانی محتاج ہیں۔ ملک کے لوگوں کی جانکات کا سبب بنتے ہیں۔

ایک اور برائی جو میرے دماغ سے گزرا رہی ہے اور ہمیں درد میں ملتی ہے کہ خرد شل ہندی ہے اس برائی کو ختمی سے پکڑنا ہو گا۔ میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی قسم کی خوش ہندی، سفارش یا براہ راست یا بالواسطہ اثر و رسوخ پر گورکھناشت نہیں کروں گا۔ مجھے معلوم ہے یہاں ایسے لوگ موجود ہیں جو ہندو مت کی تعظیم پر زہنجاب و جنگل کے بتوں سے اطلاق نہیں دیکھتے اس کے خلاف بہت کچھ کہا جا چکا ہے لیکن اب جبکہ اسے منظور کر لیا گیا ہے ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ ہماری کے ساتھ اس کی پابندی کرے اور حلوہ کے مطابق ہمارے طریقہ سے اس پر عمل کرے۔ جو حتمی ہے اور ہم سب اس کے پابند ہیں۔ ہم جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ درست انتخاب ہے مسئلہ ہے۔

تمام سوال یہ ہے کہ کیا وہ کچھ کیا گیا ہے اس کے برعکس کوئی عمل ممکن یا قتل عمل تھا؟ تقسیم لانا ہو کے رہی تھی۔ ہندو مت کی برائیاں، خاص طور پر لوگوں کے ایسے کہ موجود ہیں جو اس سے متعلق نہیں ہیں، انہیں یہ عمل پابند نہیں ہے۔ تمام میری رائے میں اس کے سوا کوئی اور سزا مل ممکن نہیں تھا اور مجھے امید ہے کہ مستقبل کی تاریخ اپنا فیصلہ اس کے حق میں دیکھ کر دے گی۔ علاوہ ازیں عملی تجربہ سے ثابت ہو گا جیسا کہ ہم اس تجربے سے کر رہے ہیں کہ مثلاً اس عمل ممکن تھا، حدود ہندو مت کی کوئی تصور کا سبب نہیں ہو سکتا تھا اور میری رائے میں اس کا نتیجہ ہونا تاکہ چھٹی کی صورت میں شکوک ممکن ہے۔ فقط نظروں سے نہ ہو سکتا ہے۔ درست نہ ہو اس کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ میرا خیال ہے کہ حقیر نے کہا یہ سوال ان کے دماغ پر مستقل ہو گیا تھا۔ انہوں نے پہلی بار خود اپنے فیصلہ پر اطمینان دیکھ جاتی کہ اس پر حیرت کا اظہار کیا تھا کہ شاید وہ درست نہ ہو۔ شاید انہیں اس میں ہو گیا تھا کہ خواب کا بدترین حصہ، تقسیم کا اصل ہونا تاکہ دارم شروع ہونے والا ہے اس "مطلقاً انتخاب" کے پیچھے ہندو بادشاہ کا طعن چھپا ہوا تھا جس پر انہوں نے پریشان حال ملکان، بیویاں، لڑکیاں، لڑکے اور شاہوں اور خاندان کے سامنے اظہار کیا یہ غیر فطری اور یکطرفہ طرز کلام جاری رکھا اور اپنے ہر لفظ کی تردید ممکن سمجھا اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ ہم تقسیم میں اچھوتوں کے مسئلہ سے جتنا ممکن نہیں ملو، ایک ملک میں ہونا دوسرے میں۔

— وہ مگر یہ قتل اس کا اور سزا کوئی عمل ممکن نہیں تھا اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اگر ہم اس عظیم مملکت خداوار پاکستان کو شلاب اور فساد ملانا چاہتے ہیں تو ہمیں پہلی طرح اور دل بھی سے اپنی قہر کو لوگوں خصوصاً عوام الناس اور غلامی کی بھائی پر مرکوز کر دینی چاہئے۔ اگر آپ اپنی کو بھول جائیں، اشتہار ملت شتم کریں اور اسی خاندان سے کام کریں تو آپ نتیجہ کا سبب ہوں گے مگر آپ اپنی کو بھول جائیں اور اس جذبہ سے دل عمل کرنا کام کریں کہ آپ میں سے ہر ایک "لوگوں" کسی قوم سے متعلق نہ رکھتا ہو، غلامی میں آپ کے ساتھ اس کے تعلقات کچھ نہ رہے ہوں، غلامی کا رنگ، مسل یا عقیدہ کچھ نہ ہو بلکہ آخر اس پر دست کشی ہے اور سلاوی حقوق، سزاوارت اور فرائض رکھتا ہے تو آپ اپنی فتنہ کریں گے کہ اس کی کوئی حد نہیں ہوگی۔

میں اس پر حیرت نہ نہیں دے سکتا، میں اس جذبہ سے کام شروع کرنا چاہئے۔ جنت کے ساتھ ساتھ آخرت

واقعیت کے یہ اختلافات ہندو قوم اور مسلمان قوم کی یہ تفریق کیونکہ جن میں ایک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ آپ کے اندر  
 چھان بھینچا، شیعہ، مہنہ وغیرہ موجود ہیں اسی طرح ہندوؤں میں برہمن، ویشوا، کھتری، مین، کالی اور ورامی وغیرہ  
 موجود ہیں، انہیں ہم جاننے کی حقیقت میں اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو میں کہوں گا کہ ہندوستان کی تفریق کی وجہ سے  
 سب سے بڑی رکاوٹ یہ مذہبی تفریق ہی تھی، ہندو ہم سب سے پہلے آزادی حاصل کر لیتے۔  
 اپنے موقف سے سختی شدہ اور پہچانی ہے۔ گویا راجن دولت وہ ایک بار پھر ہندو مسلم اتحاد کے سپرین گے، جس  
 پر سوامی جیندو جان چھڑکی تھی، ان کا ذہن بڑی تیزی سے منطقی رہا کی طرف رجوع کر رہا تھا۔ لوگوں کے ساتھ  
 آزادانہ طور پر مکمل مل رہے تھے اور برہمن یزیدہ دہا و جیہ باتیں کر رہے تھے۔ کیا واقعی وہ معاملہ ختم ہو گیا تھا؟ یا  
 سب کچھ شروع ہونے والا تھا؟

مجبب آپ آزاد ہیں۔ آپ اپنے مسئلہ میں جانے کے لئے آزاد ہیں۔ آپ اپنی مسجد میں جانے کے لئے  
 آزاد ہیں۔ پاکستان کی اس ریاست میں آپ کو عبادت کے ہر مقام پر جانے کی مکمل اجازت ہے۔ عوام کو کسی مذہب  
 نسل یا مسلک سے تعلق رکھتے ہوں، مملکت کے کاردار سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ ہم ایک ایسے مرحلہ سے زندگی  
 کا نیا دور شروع کر رہے ہیں، جب ایک یا دوسری قوم، نسل یا مسلک کے مابین کوئی امتیاز یا تفریق نہیں ہے۔ ہم اس  
 بنیادی اصول سے نکل کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ریاست کے شہری اور مساوی حقوق شہری ہیں۔ اہل برطانیہ کو  
 وقت کے ساتھ ساتھ صورت حال کے مطابق کامیاب کرنا پڑا اور وہ فرائض و ذمہ داریاں ادا کرتی ہیں۔ جو حکومت کی  
 طرف سے دالی گئی تھیں۔ آج آپ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ اس کی توجہ اور پوزیشن کا کوئی ہندوستانی  
 نہیں رہا، جو جانتی ہے۔ یہ کہ ہر شخص برطانیہ عقلی کا شہری ہے، مسلمان حیثیت کا شہری ہے، وہ جب ایک قوم کے  
 رکن ہیں۔

ہاں کیا کہہ رہے تھے، جن کی اپنی بات کا مطلب کیا تھا؟ کیا واقعی مول گئے تھے کہ میں کہیں ہوں؟ کیا حالات کی  
 گردش نے انہیں اپنے مسلک سے اس قدر ہٹا دیا تھا کہ اب وہ فریق خلف کے نقطہ نظر کی حمایت کر رہے تھے یا  
 وہ قیام پاکستان کے موقع پر ان کا کھول کر خود اور یہ کہ انفرادی کے سامنے، جنہیں مذہب اور دین اپنے گھوٹے  
 اور قبیلے گھاس سے بھرا کر بیٹھ کے لئے انہیں بھلا کر ایک اجنبی سرزمین کے مہاجر کیمپ میں بٹھال دیا تھی۔  
 محمد خدوستان کی رکاوٹ کر رہے تھے؟ پھر گوادر حمل نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

مجبب یہ بات ہمیں اپنے فہم الفہم کے طور پر سمجھنے چاہئے اور آپ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے پر  
 ہندو ہند نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے، مذہبی متوں میں نہیں کیونکہ وہ ہر فرد کا ذاتی عقیدہ  
 ہے، بلکہ سیاسی مضمون میں، ایک ریاست کے شہری کی حیثیت سے۔ میں یہیہ انصاف اور سب کے ساتھ یکساں  
 سلوک کے اصولوں سے، جیسا کہ سیاسی زبان میں کہا جاتا ہے، کسی تعصب یا عدولت کو سب سے افضل میں چاہتا رہی یا  
 طویش بردی سے بالاتر ہو کر، برطانیہ حاصل کیوں گا، میرا ناما اصول سب کے ساتھ انصاف اور مکمل غیر جانبداری  
 ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو کوئی کی دوسرا قانون سے پاکستان دنیا کی عظیم ترین قوم میں سے ایک بن جائے گا۔  
 اس کے علاوہ، انہی انہی نے یہ پراسیدہ تقریر ختم کی، ریاست ملی علی نیز جلال ٹیکہ سے، انہی نے ان کی کہ مسلمان  
 اکثریت کا ذاتی لحاظ سے انتہائی اہم ضلع گودا سپر، جس میں سے مسلم کو ملانے والی واحد مرکز گزرتی ہے، ریلوے  
 کی رو سے مشرقی پنجاب کو بنا جانا ہے، ریاست ملی نے اسے کو قبول کیا کہ مسلمان ایسے سیاسی فیصلہ کو قبول  
 قرار کی، حکمین خلاف اور دلی پر عمل کریں گے، جس سے مستقبل میں پاکستان اور برطانیہ کے علاحدہ تعلقات غلطوں میں

ہر جگہ ہیں۔ ہر جگہ ملائت جن اصرار کرتا رہا کہ اس نے خود کو بلاؤڈی کیشن کے نام سے ————— ”ہلال“  
 ایک تحریک رکھا ہے۔ یہاں تک کہ قلعی قلعے بھی نہیں دیکھے جو بڑے کلف جس کے دفتر میں سہارا گت کو اس وقت لایا  
 تھا جب وہ اور اس کی بیگم انتقال اقتدار کی رکی کارروائی میں شرکت کرنے لگائی جا رہے تھے۔

جنرل اور فاطمہ نے ملائت جن اور اس کی اہلیہ کا ہوائی لانے پر نہیں بلکہ گورنمنٹ ہاؤس کے چیمبر ہل میں  
 استقبال کیا جسے ہائی ہاؤس کے قلم بیٹ کی مانند خوب سجایا اور حرجن کیا گیا تھا۔ ان چاندلوں کو نگاہوں کو خود کرنے والی  
 رہائشی کے نیچے گورنمنٹ ہاؤس کی لیمپوں کی شدید گرمی میں اعتبارات تقویٰ کرنے اور قبول کرنے کا فریضہ انجام دیا۔  
 رات کو دواصر لائے اور اس کی بیگم کے امروڑ میں جو مشائخہ دیا گیا، جنرل اس میں حیرت انگیز طور پر دودھ دار رہے۔  
 لیاقت علی اور دوسرے ملکی قاضیوں نے جو دستور ساز اسمبلی میں ان کی سہ رہاؤں میں انہیں سن چکے تھے، اصرار کر کے  
 ایک تقریر لکھوائی تھی۔ کہ انہیں اس موقع پر سخاوت کا بدلہ کی بجائے خود کو دواصر دیا جس کے اعتباری تمام افسانوں کی موجودگی  
 کا اسکاں تھا۔ قاضی اعظم نے ان کی بات مان لی تھی۔ حسب پروگرام یہ تقریر کرنے کے لئے اٹھ کھڑے تھے۔ قاضی اعظموں پر لگایا  
 کھسکی ہوئی تقریر سامنے رکھی اور اختتام بھی بہت تازہ میں گواہ ہوئے۔

میرزا ایمنی ایمنی کی پوری نئی اور خواتین و حضرات میں ہر ممکن شہادتیں کا بیج صحت تیز کر کے وقت سے  
 پہلے صحت عمومی کر دیا ہوں۔ ”تقریر میں یہی الفاظ تھے جو ان کے لائق ترین فکر کو ان کے لئے تھکا ہوا لکھنا اور صحت  
 نام کی کوئی چیز بھی بجز جوش کی ٹیف کوڑا کے لئے بن کر کے انہوں نے نہ تو کوہِ افاندا اعلیٰ انگریزی جلد کے لہو  
 میں لوانے لگے۔ میرزا ایمنی ایمنی لکھنا ملائت جن اس موقع پر میں یہ کہتا تھا ہوں کہ اگر ہم تب کے اس کام کو اپنی قدرت و  
 حیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں، جو تب نے سحر جن کے ہاتھ کی دوا سے مقرر کر دیا تھی اور اصول کے مطابق پوری  
 کوشش اور توجہ سے انجام دیا ہے۔ پاکستان اور ہندوستان تب کی خصلت کو پیش پار نہیں کے۔ ”یہاں لگتا ہے کہ  
 ”ہندوستان“ الفاظ انہوں نے اصرار کر کے تقریر میں لکھوایا تھا جیسا کہ ان کے مت سے یہ چوکیوں کے بعد میں کہا وہ  
 پاکستان کے صلیب کے لئے انڈیا کے مقابلہ میں لفظ ”ہندوستان“ کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اور پاکستان کے بنے رہا  
 ”موس“ کے نام کی انگریزی اہلی انگریزی شکل ہے۔

وقت کے کمانے میں ملائت جن کی شہت میں جنرل اور بیگم لیاقت علی خاں کے درمیان تھی اس نے کھانا  
 سے منہ ہٹا دیا۔ گزشتہ دو مئی رات کے وقت پہلی میں انتقال اقتدار کی تقریرات کے حوالہ سے میرزا خوب مذاق اڑایا  
 اور کہنے لگیں یہ جسے اچھے اور صحت کی بات ہے کہ ایک چارہ دار حکومت جو میں کے کہنے پر چلتی ہے۔ میں نے  
 جوالی حملہ میں یہ کہنے سے گریز کیا کہ کراچی کا نام یا پھر گرام تبدیل کرنا یہ کیا تھا کہ یہ بلائے ہوئے صحت حاصل کئے تھے کہ یہ  
 رضوان کا منہ ہے اس لئے ان کی اپنی توجہ کو دیکھنا ہائی کواؤنٹس بدلا دیا۔

### آزادی کی تقریب

اگلی صبح قاضی اعظم نے اپنی مشیروں کے ساتھ گورنمنٹ ہاؤس سے اسمبلی تک اپنی سڑک پر سفر کیا جس پر بہت  
 سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔ شاہراہ کے دونوں طرف پولیس کے ساتھ ساتھ فوجی جہاز بھی موجود تھیں۔ منٹوں  
 کے لئے پوری طرح ہر کسی کو مستعد کرنے تھے۔ کیونکہ یہ پاکستان سے چند روز پہلے ملائت جن اور جنرل کو اپنی  
 رہائش سوسل ہوئی تھیں کہ انہوں نے جنرل کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ تمام ان کی تسمی پر صرف  
 ”پاکستان زندہ رہے“ اور ”قاضی اعظم زندہ رہے“ کے پرجوش نعروں کی وجہ آزادی ملی۔ دواصر لائے اور اس کی اہلیہ لکھنا کھسکی

میں سوار تھیں پاکستان اسٹیبل کی نیم چھوٹی عمارت کے اندر، وہ پہلے صفحہ اسٹیبل کلاسی تھی، ٹرانس جنس نے جہاں کو پرچاک مبارک دیا وہی اور اپنے گھنٹے جانچنے کی طرف سے ایک چم چم چم کرنا جس میں پاکستان کا لوگوں کی مشورہ میں شمولیت پر غیر مقدم کیا گیا تھا۔ جہاں نے جواب میں لکھی ہوئی تقریر پڑھی، مولیٰ کے غم نے ہنسی سے چہرہ کو چھو لیا۔

مہمور ایکسی ایجنسی میں حکومت پاکستان دستور سلا اسٹیبلشمنٹ اور اپنی طرف سے بڑی کمپنی کا شریک ہوا کرتا تھا۔ آپ کی گزارش اور نیک مشق پر آپ شریک ہوا کرتا تھا۔ یہ بڑی خوش کی بات ہے کہ ہم دوستوں کی طرح جدا ہو رہے ہیں۔ میں آپ کو تعینم ہلا کرتا ہوں کہ ہم اپنے چودھویں اور دہائی کے سالانہ اجلاس کے ساتھ دوستانہ مراسم کے طور پر مل کر برائے کل سے کام نہیں کریں گے۔ جتنے اپنا مطلب حاصل کر کے بیٹھنے لگے تو پہلی ملاقات میں نے بارے میں جتن کا ہاتھ دیا۔ ایک نئی شاخ کی رپورٹ ہے۔ مگر یہ جتن کی خصوصیت سو مہمور کم نہیں ہے، انجمن میں ہند ایک علاقہ میں خلی حکومت کا احساس۔ یہی طرح ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قائد اعظم کی ناقابل ترمیم روایت میں ملک مہمور انجمن ہلاپ تک پہنچا اور وزیر اعظم سب کو جمع ہو گیا ہے۔

[illegible]

اسی دن دوسرا ہندوستان بننے اپنی لیبیہ کے ساتھ ہندوستان کی اسمبلی اور مل قلعہ میں ہونے والی آزادی کی تقریبات میں شرکت کی غرض سے دہلی پہنچا جہاں ہندوستان کا رنگا رنگ ہندوستان کی رسم نصف شب کے وقت لڑائی جانے والی تھی۔ اس موقع پر نمونے خطاب کرتے ہوئے قوم کو مخاطب کیا کہ ہم نے بہت سال پہلے تقدیر سے عہد کیا تھا اور اب وہ وقت آگیا ہے جب ہم اپنا اقرار پر آ کر رہے ہیں۔ کوئی رات کے وقت جبکہ ملدی دیا سوئی ہوئی ہے ہندوستان زندگی اور آزادی کے لئے جاگ رہا ہے۔ اور آگیا ہے جو کبھی میں شادی آتا ہے جب ہم اپنے دور سے نکلے دوسرا اعلیٰ ہو رہے ہیں جب آپ کا بعد نظم ہو گیا ہے اور جب عرصہ دراز سے کسی بھائی ایک قوم کی آواز کو اکرار کا موقع مل رہا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اگل صبح (پندرہ آگست) کو کوڑے کلف ایچ بورڈ کا اعلان کر دیا گیا۔ تمام تقریبات ختم ہو کر ساری ٹرینیں ایک ایک نشست پر چلی۔ نقل و حرکت ختم ہو کر غور پر ہی قتل غلی جیجست دہلی کا ایسا بے باک سلسلہ شروع ہو گیا کہ اعلان و الحلیط۔ سرگرمی شروع ہو اس کے گرد لوہا لاج میں ٹھیکوں نے ہمارے بیچ پر دھن دھن کر مچا کر پانچ کر دیا۔ ہوا اور انہوں میں مسلمانوں کے ہتھوں نے جن میں بی بیس، والے بھی شامل ہو گئے تھے۔ ہندوؤں اور ٹھیکوں کو گتھوں، مہالوں، ہندوؤں اور کھاروں کا نشانہ بننا اور ان کے ہتھ پر چنے والے کسی ٹھیک کو چاہئے اعلان نہ کیے۔ معاملہ سب سے بھری ہوئی ہو رہی



پوری فرائض، تہا کردی تھیں اور ساریوں کو لڑھکتی ہوئی لاشوں میں چلا ڈالیا یہاں نے ان کے لئے چٹا کا کاہن ہوا اور یہ ان شمت لاشیں گودھوں کی خوراک بنیں کیونکہ انہیں سہلے کا کسی کو ہوش نہ تھا۔ اگست کے آخری ہفتوں میں گودھوں کے غل کے غل، بھاب کی فصلوں میں مٹلاتے نظر آئے جنہیں خوراک کے لئے اس قدر گشت اور خون پیر کیا کہ ان کے اہلو کو گودھوں میں بھی نہ ملا ہو سکے۔

لوہر بنگال میں گھڑی جی نے آڑی کے موقع پر بہت رکھا وہ طوب جانتے تھے کہ وہ قوموں کے جو ہم پر اقل کے موقع پر کتنے لوگوں کو ہلاکتی موت کا شکار ہوا ہے۔ گھٹتے میں جون کا اہر اگست کو خوف و ہراس کی ہولناکی تمام گودھوں، بھاب، بھاب، بھاب، بھاب کے خیال میں آخر کار کرن انا "منجوس" تھا کہ کسی دہریہ کو اپنے گھر سے لٹکے کی جرات نہ ہوئی۔ مہا سجانے بھارت مانا کی تنظیم کی مخالفت میں جگہ جگہ سیاہ جھنڈے لڑا۔ گھٹتے کے مسئلوں نے لوہر لوہر بنگال کو زہشت سے چھپ کر اور قتل، خون، بھاب کے بل پر پانے کے کر جان چھائی۔ انہوں نے محفوظ مقام کی تلاش میں گودھ، گودھ، مسلم، اقلیت کے علاقوں کی طرف کوچ کیا۔ مشرقی بھارت کے اس سب سے بڑے شہر میں اس وقت تک امن و امان، غل نہیں ہوا جب تک بے گنتوں کو قتل عام سے بچانے کے لئے موافقہ نہ ہو گیا۔

مسلمانوں کا مقدس مینہ، رمضان، اہر اگست کو ختم ہوا اس موقع پر جناح نے قوم کے ہم مینہ کے شری پیغام میں لکھا۔

"ہندو اہر کے مسئلوں کے لئے مسرت اور خوشی کا یہ دن ہماری قومی ریاست کی تخلیق کے فوراً بعد آیا ہے اس لئے یہ دن اہر کے لئے خصوصی اہمیت اور خوشی کا حامل ہے۔ میں غلوں میں سے رہا گوہوں کے لئے تعالیٰ ہمیں اپنی مگرشتہ روشن کاروں کا مال بنانے اور ہمیں اپنی بہت و قوت دے کہ ہم پاکستان کو دنیا کی اقوام کے بائیں واقعہ ایک عظیم قوم بنا سکیں۔ کوئی شبہ نہیں ہم نے پاکستان حاصل کر لیا ہے۔ ہم یہ فیصلہ ایک مقصد کا تقاضا ہے ہم پر بہت بھاری ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں۔ انہیں پورا کرنے کے لئے ہمیں اپنی قدر و عرس و استقلال اور عزت سے ہم لپکا ہوا گا۔ لیکن ان کی اپنی قوت جواب دہ بن چکی تھی۔ وہ گورنمنٹ پاس کے مفنی حصہ میں رہیں صرف خاطر جناح" تیکرزیوں اور ملازمین کو بھلائی کی اہلیت تھی۔ "آرام کے طویل سے طویل ترددوں کے بعد خود راہنہ کام کر سکتے تھے۔ خاطر نے معاملہ کو واضح طور پر سمجھ لیا تھا۔ کانڈا اعظم کے سب سے زیادہ قریب وہی تھیں۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ اس کا اعظم اپنی خود بھلائی کے لئے کتنی بھی شہید بنا رہے تھے۔ میں دیکھ اور غلوں کے ساتھ یہ سب دیکھ رہی تھی۔ انہیں یا تو موت دیکھا یا بھوک نہیں لگتی تھی۔ ان میں سولہ کی خواہش بھی ختم ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ سرحدوں کی دونوں طرف قتل عام، تباہی، آتش فشاں اور لوہہ مار کی فحش اطلاعات موصول ہو رہی تھیں۔ ہر شے کے وقت عمارت گری ہوئی خون آشامی کے ان واقعات پر سہوے ساتھ ہلچل خیال کرتے اور اپنا دہلی انگریزی آگسٹوں پر بھیجے۔"

"پاکستان کے لئے دستور بنانا تھا اور ان کا مانع' جب بھی فرصت ملتی' انہیں معاملے پر غور کرتا تھا۔ انہوں نے پاکستان کو منظم بنانے کے لئے بڑی ہی محنت میں کام کیا اور اپنی صحت کو بالکل بھول گئے۔ ان کی کھانسی اور لکڑی جھجے اور بھی زیادہ بڑھان کرنا تھا۔ میرے اصول پر انہوں نے اپنے ہر عمل پر غور کر کے دہلی سے معاملہ کرانے کی ہمت نہ کی۔ اس نے انہیں کیا کہ ان پر لیوا کا پکا ساملہ ہوا ہے۔ کانڈا اعظم نے "جنہیں وہاں سے غریب تھی" فوراً کہا "مجھے لیوا نہیں ہے۔ میں تمک کیا ہوں۔" آرام کرنے کا مشورہ دیا گیا تو انہوں نے برص جو لب دیا۔ مجھے بہت کام

کہا ہے۔ "حقیقت میں انہیں لیکھا نہیں تھا۔" مسیحیوں کے سرکاروں کی بدولت اس حال کو پہنچا ہے۔  
 کراچی میں ان کے کلم کا وقت عام طور سے صبح ہر شہر ہر جگہ ہوتا اور وہ ایک ایسی جگہ کہ گناہوں میں غم ہو  
 جانتے "مکرمین" اسے مسکرت کی بنی اور کیونلی سگار کاؤبہ سائے کی سحر پر رہا ہو تا جس کی کھینکی کھینکی خوشبو سے گلو  
 مسکرا رہا ہے۔ سب باتیں جہن کے لاشی کا کلمہ پر گینڈر حسین نے کھل کی ہیں۔

جہن کی کھشت شعاری "سبے شک پہلے سے مشہور تھی لیکن پاکستان بننے کے بعد تو ہر ایک صوبہ ہر انہیں جتا  
 تھا اس پر نظر کرتے کا پہلے سے بچہ کروڑوں موجود تھا۔ جیساکہ انہوں نے یکم شوالہ کو دنیا میں ملازمین میں صرف ۵۰ کروڑ  
 رہے ہیں اور قریب ۴۰ کروڑ کے ملی واجوبہ وصول ہیں۔" جندوستان اور بھاری رقبہ بننے کو چار نہیں تھا۔ ہر ملک کے  
 مسلمان پاکستان کے حصہ میں آتی تھی۔ بھیل اور بلوچ خصوصاً پاکستان کو مہاجر فراہم کر کے جندوستان کے ساتھ پنجاب  
 سندھ، پنجاب، بنگال میں کسی بھی جگہ لڑائی کے لئے مسلح ہونے کا موقع فراہم کرنے کے خلاف تھے۔

جہن کو معلوم تھا کہ ان کی صحت کی طرح پاکستان کی حالت کس قدر ناگوار ہے۔ انہوں نے سحر اہستہ کو ایک  
 اخباری بیان میں اسن اور سکون کی اپیل کی "مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے تھے ان کی مدد سو  
 رہ رہیں گے ان کی خیر خواہی میں تھی۔ انہوں نے اپنے عوام کو یقین دلایا کہ پاکستان ختم ہو گا تو کاشیہ بننے والوں کی  
 دلداری اور بھیل کے لئے لڑکھن بھر کو منتقل کر دیا ہے اور خوف و ہشت کا نظارہ اعلان اور رہا سحر سے مسلمانوں کے  
 انتقام میں ہر ممکن مددے گا۔

اہستہ کے آخری ہفتے میں کراچی کے میزاور کو شعلوں نے اپنے محبوب قائد کو بھلی لڑا لکھ پر "جس پر چاندی کا  
 پانی پھرا ہوا تھا" پانچہ پیش لکھ یہ تعجب سے کہیں لکھ پڑھنے کی اپنی قلمت میں جو قائد اعظم کی جانتے پیدا نقش  
 کے نزدیک واقع ہے "سندھ ہوائی اس موقع پر جہن نے پاس بند کا جواب دیتے ہوئے کہا "میں اس بات پر زیادہ نظر  
 ہے کہ کراچی کے لوگ ملک کے دوسرے حصوں میں آتی زندگی سے بچنے کو توفیق کے دو میدان سکون و راحت سے

رو رہے ہیں۔ ملازمتیں، چاہ گریں، محنت کھن "ناجر سو اپنے مہاجر اور کاروبار کے فضائل" بکری اور ذیلی راستوں  
 کے درمیان ہر طرف سے کراچی پہنچ رہے تھے۔ اماگ کی قیمیں آسمان سے ہاتس کرنے لگی تھیں۔ انہیں  
 ضرورت اور غرضوں کی اس قدر کمی تھی کہ لوگ منہ ہاتھ دھام وصول کرتے تھے۔ جہن کے تہلی شرمیں گرم  
 بازار کی کمی گنا چھ مٹی تھی۔ یہاں تک کہ جس طرح تقسیم کے بعد پنجاب کرب و اہلا کا اسیر تھا۔ سندھ میں بھی  
 کراچی سمیت نشوونما کے آثار پاید ہونے لگے۔ پاکستان کی ساری ملک یہ ابتدا ایک فری گینٹ سرنگ صاف  
 کرنے والے چند جہازوں اور تھوڑے سے ہزاروں ہر مشکل تھی "کراچی میں مقیم تھی ایسے تک چٹا گائی کی اہل  
 ایک گاؤں تھا جہاں مٹی کے محل سے دئے جاتے ہاتے تھے۔ ایک چھوٹی سی بندرگاہ جس کی گودی میں محض ۵۰  
 جہازوں کے کڑا ہونے کی گھاٹش تھی۔

پنجاب کے بازار سے دوری کے باعث کراچی نے قسے والوں کو دم لینے کی مصلحت مہیا کی جس میں ترقی و  
 خوشحالی کے مواقع موجود تھے۔ جبکہ لاہور کو قریب کی بنا پر دہلی اور امرتسر سے آنے والے بے چارہ مہاجرین نے  
 ایک محل میں بدل دیا۔ چار اور دم توڑتے ہوئے انسانوں کو ہر طرح کی بددعا کا شکار تھی۔ شرمیں مکانات جلا کر جسم  
 کوڑے کئے تھے۔ پانی کی پلائی طرح طرح کے متعدد امراض کے پھیلنے اور بڑی باتوں میں گئے مرنے والی لاشوں  
 سے متاثر ہو چکی تھی۔ اس کی وسیع و عریض مساجد اور عمارتوں میں مہاجرین نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ سب سے

زادہ حیرت کی بات یہ ہوئی کہ جناح اگست کے آخر میں لاہور میں رہنے والے جانشین ایڈووکیٹ پاکستان ڈائریکٹس کو نسل کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ جس کی صدارت ڈاکٹر فٹن نے کی۔ ڈاکٹروں کے مشورہ اور بخار کے باوجود وہ پنجاب کے دلاور حکومت پہلے ہاکہ چٹم خورد کی مجلس کے شرکاء کو کسی قدر تباہی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہاں وہ صوبہ کے سب سے گورنر سر فرانسس موڈی کے ساتھ ٹھہرے۔

مینگ میں جناح نے پنجاب باغی فوری فورس کوڑنے پر اصرار کیا جو ڈاکٹر فٹن نے ایک ماہ قبل قائم کی تھی۔ کیونکہ وہ خونریزی و غارت گری کو روکنے میں ناکام ہو چکی تھی۔ جناح نے فورس میں شامل پچاس ہزار مسلمان سپاہیوں کی واپسی پر زور دیا تاکہ انہیں بوقت ضرورت نہیں اور استعمال کیا جاسکے۔ کشمیر ابھی تک آزادی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کا مقصد مذہب و مزارعہ انتظار کرنے کا کھیل کھیل رہا تھا۔ یہ کھیل اس کی ۳۰ سالہ پہ زبانی رعایا کے لئے جس میں سے شہر بعد مسلمان تھے۔ ————— بہت سنگین ثابت ہونے والا تھا۔ حیدر آباد نے بھی ہندوستان میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا اور کانگریس اسمبلی میں نے اوائلی تجربہ میں رپورٹ دی کہ نظام کی حکومت چیکر سلا کیہ سے ہتھیار خریدنے کی کوشش میں مصروف اور اپنی خود مختاری کا اعلان کرنے والی ہے۔ وہ خود سرت تھی یا اللہ 'جناح' توقع رکھتے تھے کہ نظام اگر پاکستان کے ماتحت نہیں آئے تو کم از کم ان کے ساتھ قریبی تعلقات ضرور قائم کئے جائیں گے۔

## حیدر آباد کی طرف سے مالی امداد

حیدر آباد کے قریبی اور بعد ازاں وزیر اعظم میرا تقی علی خان نے جو نظام کے اندرونی حلقہ میں جناح کے سب سے وفادار عقیدت مند سمجھے جاتے تھے۔ اس بارے میں لکھتے ہیں۔  
 "انہوں نے ایک سے زیادہ مواقع پر پاکستان چھان اور آزادی کے بعد چھایا مسلم تہادی خصوصاً ریاست حیدر آباد کی بہت چاہل خیال کیا۔ اوائلی تجربہ سہی ایک شام کو مجھے کراچی سے گورنر جنرل کی کل موصول ہوئی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اقوام متحدہ کے لئے پاکستان کا پہلا وفد جلد ہی ایک مجلس روانہ ہونے والا ہے۔ جس میں مجھے شامل کر لیا گیا ہے۔ میں نے بلکا سا احتجاج کیا کہ میں اپنے ذاتی معاملات میں بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ میری جگہ کراچی سے کسی اور کو شامل کر لیا جائے۔ میں نے کراچی میں مشرف جناح سے ملاقات کی۔ انہوں نے سب سے پہلے بتایا کہ پاکستان کو سرمایہ کی اشد ضرورت ہے۔ انہیں امریکہ اور بعض یورپی ممالک کے مالیاتی حلقوں کے ساتھ میرے روابط کا علم تھا۔ اس لئے کہنے لگے۔ پاکستان معقول شرائط قبول کرنے کو چاہیے اور جس کے بدلے جس کی پیشکش کرتا ہے تاکہ اس کی مشکل سے حاصل کردہ خود مختاری متاثر نہ ہو۔ میں اکتوبر کے آخر میں وہاں سے لوٹا اور کسی نہ کسی طرح لاہور پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ وہاں فریڈرک مٹراج تھے 'ڈاکٹروں نے ملاقاتوں پر پابندی لگا رکھی تھی۔ تاہم مجھے ملنے کی اجازت دے دی گئی۔ میں نے انہیں صورتحال سے مطلع کیا۔ اس وقت پاکستان بدترجیح ملی، بحران سے بھرپور تھا۔ ہندوستان نے ریجروینک آف انڈیا سے اس کے بعد میں آنے والی ۵۵ کروڑ کی رقم روک لی تھی۔ اس طرح روزمرہ کی ضروریات کے لئے کھار

پہلے بھی نہیں تھے۔ حکومت ہندوستان کو باور کرا دیا گیا تھا کہ یہ پہلا طمانچہ پاکستان کو ملے بیٹھنے کا۔ کیا حیدر آباد کا نظام اس بحران پر قابو پانے کے لئے پاکستان کو مستقل رقم قرض دے سکتے ہیں؟ میں نے اس سے پہلے جہاں کو اچھا جہان بانی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے سوال کیا:

آیا انجمن دلت سے آتے ہوئے میں نے مہاجرین کے کیس دیکھے ہیں۔ میں نے انہیں میں جواب دیا۔ اس پر مہاجرین کے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس کے بعد جلد ہی نظام نے پاکستان کے لئے ۲۰ کروڑ روپے قرض کی منظوری دے دی۔ انہوں نے یہ اعلان کرنے میں ایک دقیقہ بھی ضائع نہیں کیا کہ پاکستان کو حیدر آباد سے قرض مل گیا ہے اور اب اسے کوئی معاشی مسئلہ درپیش نہیں رہا۔ ہندوستانی بیچارے جن کو حیرت زدہ رہ گئے اور جس میں لولہ فتنے لگے۔۔۔

جہاں نے اسماعیلی کو بھی پاکستان کے سفیر اور اقوام متحدہ کے لئے وفد کے ذیلی لیڈر کی حیثیت سے بھیجا تھا۔ جس کی قیادت مسیحی کے وزیر خارجہ سر فریڈرک ڈراوین خان نے کی۔ اسماعیلی نے دانشور میں اپنا لاکھ ڈالر کے عوض ایک بلڈنگ خرید لی تاکہ "پانچویں" کا کام دے سکے اور وسطی جہر میں نیا دارک سے جہاں کو گھلا۔

"میں نے جنرل مورڈو کیٹھی کے اعلیٰ انتظامیہ افسران سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے آپ کے لئے کھانک سولہ لمبوزین (کار) کے بارے میں فوری نوٹس لیا اور جہر دلا دیا کہ کار کی کراپی میں تحویل کے لئے ہر ٹکڑا جلد قدم اٹھائیں گے اور اس مسئلے میں پہلے سے کی گئی ساری بیکنگ پر ہمارے آرڈر کو ترجیح دیں گے۔ خصوصی طیارہ کے بارے میں میں نے بعض ممبران طیارہ ساز کہیں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ امید ہے آپ فریڈ سے ہو گئے۔"

سولہ لمبوزین ۲۰۰۰ ڈالر میں دی جبکہ ۲۳ سچ کرافٹ کی قیمت سفارشات کے لئے خرید لی گئی مارت کی لاکھ سے بھی زیادہ تھی مگر اس لئے قلم اعظم نے فیصلہ کیا کہ وہ کروڑ آرم منوک (طیارہ) پر گزارا کیا جائے جس کی قیمت کچھ زیادہ نہ تھی۔

جہاں نے لیاقت علی کو حکم دیا کہ جہر میں ان کا کینٹ سیکرٹ لاپور غلطی کریں اور اگلے ماہ وہاں ان سے آئیں کیونکہ ہندوستان کے ساتھ تعلقات کلیدی کی حد سے گزر کر حقیقی معنوں میں "جنگ" تک پہنچ گئے تھے۔ ہندوستان سے آنے والے مسلمان مہاجرین کے قاتلے سکھوں کے خلاف سے صرف سو کی خصوصی اجازت حاصل کر کے گزر سکتے تھے۔ اسے جہر کے وسط میں کراپی گیا۔ وہاں دو روزہ قیام کے دوران اس نے قلم اعظم کے ساتھ طیارہ گھنے تک طویل مذاکرات کئے۔ وہ لکھتا ہے کہ "۱۵ اگست سے اب تک میں گورنمنٹ باؤس کا پہلا ممبران تھا۔ میں نے مسز جہاں کے دل میں اس حد تک گھر کر لیا کہ وہ مجھے "ملا لیا" کہنے لگے۔" اسے کی دعویت کا زیادہ پریشان کن حصہ وہ ہے جس میں اس نے ذکر کیا ہے کہ مسز جہاں کا گھر میں کے خلاف بہت فخر میں تھے اور انہوں نے یہ لکھا۔ میں ان لوگوں کی پاکستان دشمنی کو سمجھنے سے قاصر ہوں اور اب اس نے خزانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

**جو ناگزیر کے الحاق میں بھٹو کا کردار**

ریاست جہاں گرو (کامیاباؤ کے ساحل پر واقع پھولی سی ریاست) کے مسلمان نواب نے جہر میں پاکستان

کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ اس کی ریاست چاروں طرف سے افراط سے گھری ہوئی تھی اور آبادی کی بھاری اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ غرض کہ اسے لواب کا چٹاک دیا جان (وزیر اعظم) مندرجہ جاکھوار سرحدیں دینا بھٹو پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا باپ تھا جس نے الحاق کی دستخط جاری کر کے زوالی طور پر جناح کے حوالے کر دی۔ ضلوع اور خیال کو جب ہوا گڑھ کی اس "قریب کاری" کا پتہ چلا تو وہ آگ بگولا ہو گئے۔ انھوں نے ریاست کے خلیف "پرنس ایکشن" کا حکم دے دیا تاہم بھٹو اور دوسرے دہاداری دھندل بندرگاہ کے واسطے خلیف طور پر کراچی پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہاں سے جو کچھ مال و جان چھپا کر لے گئے۔ چلی خدات سب سے پہلے کہ قاندر اعظم کی نذر کر دیا۔

## کشمیر میں سلا تصادم

پنجاب میں جبر سے نقل جہاز نے دولت مشرق کو ممالک سے یہ اور راستہ اپنی ایک کمرہ قریب خلیف بنایا۔ (بھارت) کے ساتھ لفظ چاک خازنات ملے کرانے میں پانچھل کی ہو کر گئیں۔ پنجاب میں سلاطین کے سلاطین کی شہنشاہ جباری قلمی طور پر ہوا آنے والا قائد اپنے ساتھ خان خلیف گھر پہنچے والی داستان ملے کر ۱۳۱۱ھ۔ جس نے ہرے شمال مغرب میں علم و فہم کی ایک لہر دوڑادی۔ بہت سے لوگ "کافروں" سے بدلہ لینے کا شور مچانے لگے۔ راج والہ کے جذبات نے بھائی کیفیت پیدا کر دی اور انھوں نے لے دیا دھوا دیا۔ اسی موقع پر کامن و سٹر کا بیکٹری تعلقات عامہ "آرپی ڈیلا کوڈر کرانی" کیا اور واپس جا کر لندن کو ہندوستان کے کسانوں کے بڑھتے ہوئے امکانات سے آگاہ کیا۔ لیاقت علی دہلی پہنچے۔ وہاں کی رات کو رخصت ہواؤں میں مائنٹیشن کے مصلحت بنے۔ واپس آنے سے پہلے انھوں نے اسے کوٹوالہ کیا۔ "ہندوستان کو آگے آنے دیں اور جنگ میں پہل کرنے دیں۔ پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔" اسے نے لیاقت علی خان کی مولیٰ دھمکی کو کھیر کے خلاف سمجھا۔ مائنٹیشن کا بیف آف خلیف ادا کی اکتوبر میں لندن کے لئے روانہ ہوا اور ۱۳ اکتوبر کو گورنر کی ۱۸۷۱ء میں مقرر کیے گئے۔ کراچی میں گزراوی۔

تقدیب کے آثار مبارک کھیر سرحدی حکمران نے آخر پاکستان کے ساتھ مسودہ تھیل کوہوں کا توں رکھے گا۔ معاہدہ کر لیا۔ اس طرح اسے جہاز اور دیگر اہم ضروریات پاکستان سے بذریعہ سڑک تنگوانے کی اجازت مل گئی۔ بری حکمران چاکر وقت تھری سے فہم ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے صوبہ پنجاب کے مسلم گھوڑوں نے علم و فہم سے مل کر لیا۔ "جبر" اکتوبر میں پاکستانی مسلمانوں کے دستے بھی ریاست میں داخل ہو گئے۔ تاکہ جہازت کھیلنے کے لئے آنے والی صدارت کی فریج کے خلاف لڑائی میں اپنے ہم مذہبوں کی مدد کر سکیں۔ سلا اکتوبر میں پاکستان کے حکمران کو ضروری اشیاء کی فراہمی بند کر دی۔ اس مرحلہ پر دہلی نے مداخلت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے پہلے سے سری گر کوٹک "ملی" کا تھیل اور پانچھی بھی ضروریات فراہم کرنی شروع کر دیں۔

۱۳ اکتوبر کو پاکستان آرمی کی برٹش گاڑیوں نے جن پر شمال مغربی سرحدی صوبہ کے قلعہ کی آؤزوری اور مسودہ قمار کے "مس" مسلح چھان سوار تھے "کشمیری" سرحدی ہمدرد کی اور مختصر تھلا "بادہ ہمدرد" کے مشرق میں سری

حکمر کو جانے والی سڑک پر آگے بڑھتے گئیں۔ پاکستان کی طرف سے ٹھیکر گیس "پلاٹ" کو دوسروں تک قبائلی لوگوں کی طرف سے پے ہوئے مسلمانوں کی مدد کے لئے "رضاکارانہ ایکشن" کا نام دیا جاتا رہا۔ تاہم ان کے زیر استعمال ٹرک 'ہینڈل اور گاڑیوں کے ڈرائیور ہرگز قبائلی نہیں تھے۔ انگریز افسرانہ نیرپا پاکستانی اہلکاروں جو پاکستان کے شمالی بارڈر پر تعینات تھے۔ سب جانتے تھے اور اس جارحانہ آپریشن میں مدد سے رہے تھے۔ چاہے انہوں نے مٹاؤ آپریشن منظم نہ کیا ہو، جس کے ذریعے پاکستان کو تو فتح تھی کہ پاکستان کے ساتھ ٹھیکر کے اہلکار کے حمل میں تیزی پیدا ہو جانے کی، جس کے فوجی (صفت) فوج جس میں کوئی لفظ صرف جنگی کے اعتبار سے لکھیں جاتا ہے) نام میں لفظ "جنگ" (برائے ٹھیکر) کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ ان پچاپے باروں کی منظر آہار میں لوٹ مار اور آتش زنی کی بابت اطلاعات دہلی میں ۱۲ اکتوبر کی رات کو فیئر سرکاری طور پر موصول ہو گئیں اور اگلے صبح کو پاکستان کی ایچ کے نے سرکاری طور پر نئی دہلی میں انڈین ہائی کمان کو مطلع کیا کہ "قبائلی رضاکار ٹھیکر میں داخل ہو گئے ہیں۔ ان کا ہر اول دست سری نگر سے محض ۳۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ بلاؤنٹ جنٹن نے انڈین ڈیوٹس کیمپل کی ہنگامی ایڈس طلب کیا جس میں سری نگر کو اسلحہ اور ٹھکانے کی ہر ممکن فوری امداد بھیجیے کا فیصلہ کیا گیا۔ وی بی سینن عالیہ کی بلدیوں کے اوپر پرواز کرنا ہوا سری نگر پہنچا تاکہ عمارت کو الحاق پر راضی کر سکے۔ لیکن باجس و نامرادو اور ۱۲ اکتوبر (اتوار) کو صبح سویرے حکومت ہند کو مطلع کیا کہ "عمارادہ پانی پاش ہو چکا ہے وہ کسی فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتا۔" تاہم اس کا ڈیرہ اعظم ایم ی مساجن (بعد ازاں چیف ہنس تک انڈیا) کا کہنا ثابت ہوا کہ "پانی کے ساتھ ہی دہلی پہنچا اور وہاں مسوینز ٹیل سے ملاقاتیں کر کے بعض فیصلوں میں ان کی مدد کی۔ اس کی دوا بیت ہے۔" ————— "میں نے کسی بھی شرائط پر فوری فوجی امداد کی درخواست کی۔

میں نے سوچا کہ زور دیا کہ ہمیں سب ضرورت ٹھیکر فورس میں کیا کی جائے۔ ریاست کا الحاق قبول کر لیں اور ٹھیکر عوام کو جتنی مدد دے جائیں وہ فراہم کریں۔ سری نگر کے تحفظ کے لئے آج شام تک فوج کو بذریعہ ہوائی جہاز امداد پہنچ جانا چاہئے ورنہ میں بلا ہور جا کر مسٹر جناح کے ساتھ شرائط طے کر لوں گا۔" مساجن کی رپورٹ کے مطابق مسوینز جان کر پریشان ہوئے۔ وہ جناح کا نام پڑھ کر غصہ سے لال پٹے ہو گئے اور مجھے "غص" ہو جانے کا حکم دیا۔ تاہم ٹھیکر نے مجھے وہ کا اور کھن میں کہا۔ "مجھے امید ہے تم ہمارا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔" اس موقع پر شیخ مہد لٹ نے "جو مسو کے ہاں اپنی خواہش میں بھیج سب کچھ سن رہے تھے" مساجن کی تائید میں بیٹام بھیا۔ جس سے مسو کا رویہ فوراً بدل گیا۔

اگلی صبح (پنجشنبہ) کو قسمل کا ایڈاس ہوا۔ جس میں فرسٹ سکھ ٹائپن کو بذریعہ ایئر سری نگر پہنچانے کا فیصلہ کیا گیا۔ مساجن نے ۱۲ اکتوبر (سوموار) کو صبح سویرے لکھا۔ "میں نے سوار بلدیہ سکھ کے مکان کے اوپر سے گزرنے والے میاؤں کی گواہی (جس مساجن فہرا ہوا تھا) جو فوجیوں کو سری نگر پہنچا رہے تھے "صبح" بجے مجھے سری نگر کے..... کی طرف سے بیٹام لٹاکہ فوجیں شہر میں اتر گئی ہیں اور انہوں نے آپریشن شروع کر دیا ہے۔ میں مسوینز بی سینن کے ساتھ میاؤں میں جوں پہنچا جوں ہم دونوں نے بڑا تنہا دہری سکھ سے ان کے سرکاری صدر مقام پر واقع محل میں ملاقات کی۔ توڑی بہت بحث کے بعد وہی دستوریات پر دستخط کئے گئے۔ جنہیں نے کر سینج واپس دہلی چلا گیا۔ میں جوں میں رک گیا۔ ہم چابی سے ہاں ہاں دیا کرتے۔"

صاحب نے واقعات کے اس اہم ترین سلسلہ کا جو حال جان لیا ہے وہ وہی ملی بینشی نیز صوبہ اور قبیل کے قریبی ساتھیوں اور اس وقت حکومت ہند سے وابستہ افرو کی طرف سے شائع کردہ پبلک رپ رپوں سے بڑی حد تک مختلف ہے۔ بینشی کا اصرار ہے کہ ہندوستانی فوجوں کے سرے گھر میں آپہنچن شروع کرنے سے پہلے اہل حق کی دستاویزہ و حلقہ ہو چکے تھے اور وہ ہی دہلی اور سال کردی مئی تھی۔ صاحب کی روایت اس کے برعکس ہے۔ اصل ترتیب واقعات طے دیکھیں سے یہ کہہ کر ہے کہ گنگا سنہریہ ہندوستان کے دعویٰ کی بنیاد قانونی لحاظ سے اس بات پر تھی کہ افواج کے دہلی میں پہنچنے سے پہلے اہل حق کی دستاویزہ و حلقہ ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ ایک جاڑ اور درست دستاویزہ تھی۔ بلاشبہ مائونٹ بٹن اس بات کو سمجھتا تھا کہ پاکستان کی طرف سے بھی افواج پہنچنے کا مستقل غلطوہ موجود ہے۔ اگر ایسا ہوا تو دولت مشترکہ کی دو فوجیں جن کی تربیت اور قیادت انگریز کمانڈنگ افسر کر رہے تھے۔ آرمی میں پہلی بار میدان جنگ میں ایک دوسرے سے تھوڑا آنا ہو گی۔ یہ بات ہندوستان میں اس کے آخری چھ کا کے لئے بڑی سوجب و رسوائی اور انتہائی ناقابل برداشت ہوتی۔ اس لئے مائونٹ بٹن کو اس تصادم سے بچنے کے لئے زمین آسمان ایک کرنے پڑے۔ حقیقت میں اس نے ایک دن سے بھی کم مدت کے نوٹس پر دہلی ایئر پورٹ پر ایک سو سے زیادہ سول اور فوجی طیارے جمع کر لئے تھے اور ۳۱ اکتوبر کی رات کو ہندوستان کی بہترین سکھ رجمنٹ ان میں سوار کر دی تھی۔ غلاموں میں پھول بھردایا جاپکا تھا اور وہ طلوع آفتاب سے قبل پرواز کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ صرف ایک چیز کی کمی اور وہ یہ تھی اہل حق کی دستاویزہ۔ اپنی پوزیشن کو پوری طرح قانونی شکل دینے اور پاکستانی افواج کے ساتھ تصادم کے غلطوہ کو کم سے کم کرنے کے لئے دستاویزہ۔ انہیں اہل حق کے بارے میں اپنے کچن (شاید برطانیہ) کو مطلع کرنا ضروری تھا۔ اس نے مزید بتایا کہ یہ سبھی خوش قسمتی کی بات تھی کہ اہل حق کو فوراً استحور کر لیا گیا۔ اکتوبر کے آخری ہفتے میں مائونٹ بٹن کو جس بحرانی صورتحال سے دوچار ہونا پڑا بظاہر اس میں استصواب رائے یا ریفریڈم کی کوئی گھٹانہ نہیں تھی۔ قہاریوں نے آگ لگانے ٹوٹ مار، مصمت دہری اور کل و قارت کا بازار گرم کر رکھا تھا اور سری گھر کی طرف ایک دن کے بارے کے نتیجہ میں ہزاروں لاکھوں لوگوں کی زندگیوں غلطوہ میں چھٹی تھیں۔ جیسا کہ مائونٹ بٹن نے بجا طور پر لکھا ہے۔ "بلاشبہ وقت نے اپنی سلسلہ نہیں دی کہ افواج کی روانگی سے پہلے لوگوں کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع دیا جاتا۔ اس قول کے ثبوت میں کیا وقت نے ایک مطلق اعلان صادر کیا کہ "جو قوت قبیلہ سے محروم ہو چکا تھا اور اپنی رعایا کو موت سے دو تر حالات کے سپرد کر کے سری گھر سے ہٹا گیا تھا" ایسا غلط قبیلہ کرنے کی اجازت دے دی تھی جو ان کی آزادی میں زبردست رکاوٹ بن گیا؟

وہی ملی نہیں لگتا ہے اس قبیلہ پر پہنچنے کے بعد بھی لازماً مائونٹ بٹن اور ایئر مین آری انڈی نیز لفظانہ کے پیش کف خلاف نے آپہنچن میں مضمر خطرات سے خبردار کیا۔ تمام صوبے نے زور دے کر یہ بات کہی کہ فوج نہ پہنچنے کا مطلب ہے ہر گاکا سری گھر میں قتل عام کی اجازت دے دی جائے۔ جس کے بعد چار دس ہندوستان میں فرقہ وارانہ تحریک ناگزیر ہو جانے لگا۔ علاوہ ازیں حملہ آور سری گھر میں عظیم انگریز باشندوں کو بھی ہلاک کر دیں گے۔ کیونکہ نہ تو پاکستانی کمانڈر انچیف نہ ہی سپریم کمانڈر ان کی جانوں کو تحفظ فراہم کرنے کی پوزیشن میں ہو گا۔

ایسی صریح تنبیہ و تحذیر اور مشورہ کی موجودگی میں مائونٹ بٹن کے لئے اس کے سوا کیا چارہ کار رہ

کیا تھا؟ ایک گنڈ کی تاخیر بھی ایسے تاریک اہم معنی کے لئے جاہل گناہت ہو سکتی تھی۔

۲۷ اکتوبر کو ’بھونہنی‘ انڈین میٹروپولیٹن کے سری نگر میں اترنے کی خبر جناح کو ملی، انہوں نے قائم مقام انگریز کمانڈر انچیف جنرل سٹاکس گرسی (میسوری رخصت پر تھا) کو حکم دیا کہ پاکستان آرمی کے دو بریگیڈ ایک راولپنڈی سے اور دوسرا سیالکوٹ سے کشمیر میں داخل کر دینے کیلئے سیالکوٹ سے جانے والے بریگیڈ کو جنوں کی طرف راج کر کے شہر پر قبضہ کرنا اور صارفہ کو قیدی بنانا تھا۔ جبکہ دوسرے دستہ کو سری نگر فتح کرنا تھا۔ ایسی دفاعی حکمت عملی پر مبنی اس اہم معنی کے دورے پاکستان کشمیر کو قبائلیوں کی لوث مار سے بچا سکتا تھا۔ لیکن گرسی نے گورنر جنرل کی یہ حکمت عملی سے دستبردار کر دیا کہ وہ سپریم کمانڈر فیلڈ مارشل آسٹنک کی جنگی منظوری کے بغیر ایسی ہدایات جاری نہیں کر سکتا جن کے نتیجہ میں چار سو نو سو لوگوں کی فوج کے مابین طوفان تصادم ہو اور انگریز افروں کو واپس بلانا پڑے۔

ان دنوں جناح کراچی سے لاہور آئے ہوئے تھے اور ان کا قیام گورنر مسز کے ہاں تھا۔ اس نے ٹیلیفون پر جنرل گرسی سے جیسے چار ماہ اور تشریف لے چکا کہ وہ گورنر جنرل کے حکم پر کیوں عمل نہیں کر رہا۔ سپریم کمانڈر کا اس سے کیا تعلق ہے؟ اگر انگریز افروں کو واپس بلایا گیا تو اس سے کیا فرق پڑے گا؟ کیا وہ انگریز افروں کے بغیر دستوں کو ملا کر نہیں بھیج سکتا؟ جناح نے اصرار کیا کہ انعام فوراً جاری کئے جائیں۔ گرسی نے دوسرے روز آسٹنک کو بتایا کہ اس وقت مسز کے ہاں تھا۔ ”ڈاؤنٹ نہیں نے اس خاطر شور و آواز کی بابت شہادہ کو رپورٹ دی کہ ”سرفرائس نے بھارہ اپنی شہرت و آواز بگادی تھی“۔ گرسی نے ۲۸-۲۷ اکتوبر کی دو مقامی رات کو دس بجے راولپنڈی سے آسٹنک کو فون پر مطلع کیا کہ اسے جناح کی طرف سے ایسے انعام موصول ہوئے ہیں۔ اگر صبح پر عمل کیا گیا تو سورج سے بہت جانے کا حکم لانا جاری کرنا پڑے گا۔ آسٹنک نے ۲۸ اکتوبر کو اپنے چیف آف سٹاف کو لندن میں تار بھیجا کہ ”سیلڈ ڈاؤن“ آواز کا مطلب یہ ہے کہ انگریز افروں کی فوج میں کی فوج سے خود بخود واپس آجائیں۔

آسٹنک ۲۸ اکتوبر کو اس فیصلہ کن صبح کو دہلی سے لاہور پہنچا۔ گرسی نے ایئر پورٹ پر اس کا استقبال کیا اور بتایا کہ اس نے جن انعام پر عمل نہیں کیا تھا۔ اس کی مخالفت کے باوجود پاکستانی دستوں کو انعام جاری کرنے کے لئے ہیں کہ وہ سری نگر ’باد مونا اور وہ نی فل‘ پر قبضہ کرتے ہوئے پانچ کے ضلع بہرہ میں داخل ہو جائیں۔ سپریم کمانڈر اور گرسی سیدھے گورنر جنرل پاکستان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں نئی صورتحال میں انگریز افروں کی پوزیشن سے آگاہ کیا۔ آسٹنک نے لندن کو رپورٹ دی کہ مگر گرسی نے پاکستانی فوج کی کنٹرول پر بھی زور دیا جبکہ میں نے کشمیر پر ’بھارہ‘ ہاک الحاق کے بعد اب انڈین عینے کا ملنا ہی چاہا ہے۔ فوجی پلان کے مطابق سے خود آگیا۔ ”ڈاؤنٹ نہیں نے لاہور میں آسٹنک کی اس اہم ملاقات کے بارے میں لکھا ہے۔ ”جناح کے سامنے اُن کا استدلال اس حقیقت پر مبنی تھا کہ ہندوستان کی طرف سے کشمیر کے الحاق کی منظوری اسی طرح درست اور جائز ہے جیسے پاکستان نے نوآبادیوں کو ترکہ کی درخواست پر اس کا الحاق منظور کر لیا تھا۔ اور یہ کہ انڈیا صارفہ کی استدعا پر کشمیر میں فوجیں بھیجنے میں بالکل حق تھا۔ یہ بھارتی افواج کی انتہائی کنٹرول اور انگریز افروں کے بغیر اس کے حقیقی طور پر دیکر ہونے سے بھی وہ اچھی طرح باخبر ہے۔“ ”بلاخرہ جناح نے وہ



احکام واپس لے لئے ہیں۔" آئینک نے ہندوستان کی ملازمت کے دوران اس طویل ترین دن کے اختتام پر اطلاع دی۔

تیم لوہر کو مائنٹ چین اور اسے منصوبے کے بغیر لاہور پہنچے اور لیاقت علی سے ان کے بہترین ملاقات کی وجہ امر کے حل کی وجہ سے شدید چار تھے۔ مائنٹ چین نے لکھا ہے:-

"وہ کھینچے، بندہ ہانڈے پیٹے تھے اور بہت ٹریفک رہے تھے۔ میں نے لیاقت علی کو اس بیان کی ایک نقل دی جس پر انڈیا کی تین افواہوں کے سربراہوں کے دھماکا ہوا تھے اور حکومت پاکستان کے ذہین سے یہ تاثر زائل کرنے کی کوشش کی کہ ہندوستان نے قبائلیوں کے حملے سے پہلے کشمیر میں فوجیں بھیجنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس کے بعد میں نے جونا گڑھ اور کشمیر کی صورت حال پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور دہلی و لاہور میں کئے گئے جن کا سارا دور بعد جناح کے ساتھ ملاقات میں لیا تھا۔ لیاقت علی نے ہر اب میں کہا کہ مہاراجہ نے ہندوؤں خصوصاً اپنی ریاستی افواہ کو جنم اور اس کے ارد گرد مسلمانوں کا قتل عام کرنے کی اجازت دے کر ایک سنگین صورت حال پیدا کر دی ہے۔ لیاقت علی بہت بااثر و متفکر نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے جنگ سے بچنے کی مزید کوششیں کرنے سے معذرت خواہ کر دی۔ اسے اور میں نے اس کے دوستانہ رویہ کو بہت سراہا۔"

مائنٹ چین اور اسے وہاں سے رخصت ہو کر میدھے جناح کے پاس پہنچے اور کہانے سے فارغ ہو کر قاتر اعظم کے ہمراہ ان کے کمرے میں چلے گئے۔ جہاں ساڑھے تین گھنٹے کی انتہائی مشکل اور توجہ سے مباحثہ ملاقات کی۔ جس میں اصل اہمیت مسئلہ کشمیر کو دی گئی۔ "میں نے جناح کو بھی اس بیان کی ایک نقل دے دی کہ ہندوستانی چیمبرز آف کامرس نے جاری کیا تھا۔ انہوں نے ہندوؤں کی اس لہریاں تیز رفتاری پر حیرت کا اظہار کیا۔ جس جگہ کے ساتھ ہم نے سری نگر میں فوجیں بھیجی تھیں۔ ان کی اصل شکایت یہ تھی کہ حکومت ہندوستان گورنمنٹ آف پاکستان کو اس کارروائی کے حلقہ جہد کشمیر میں کوئی حاشیہ نہیں دے سکتا تھا۔ لیاقت علی نے وضاحت کی کہ منو نے ۲۶ اکتوبر کو 'سری نگر میں فوجی دستے بھیجنے کا فیصلہ کرنے کے فوراً بعد 'لیاقت علی خان کو بتا دیا تھا۔ اسے نے ان کی تاکید کی کہ حکومت پاکستان کو اس سے بھی پہلے جس قدر جلد ممکن تھا اطلاع ملنی چاہئے تھی۔ مجھے یاد آیا کہ ۲۸ اکتوبر کو منو نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ وہ برسرِ واقعہ ہونے والی صورت حال سے لیاقت علی کو باخبر رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو یہ کوئی واقعات کے دہائی کا ہر سرزد ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ حکومت ہندوستان کوئی چیز غلط نہ رکھنا چاہتی تھی۔

جناح نے اپنے دیکھا کہ ایک نظر ڈالی اور بولے کہ زکوریہ! اگر افواج کے سری نگر میں اتر جانے کے بعد موصول ہوا تھا اور یہ کہ اس میں دونوں ممالک کے باہم اس معاملہ پر تعاون کی کوئی اپیل نہیں کی گئی تھی۔ محض اس فیصلے سے متعلق کیا گیا تھا کہ اطلاق منظور کر لیا گیا ہے اور فوجیں روانہ کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اطلاق قانونی لحاظ سے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ "قزاق اور تھو" کے ذریعے ایسا کیا گیا اور پاکستان اسے ہرگز نہیں مانے گا۔ میں نے ان سے وضاحت چاہی کہ آپ اسے "قزاق" کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ جونا گڑھ کے حلقہ آپ کے سرکاری بیان کی رو سے مہاراجہ چوری طرح ایسا کرنے کا ہمارا تھا۔ جونا گڑھ کے اطلاق کی روشنی میں دیکھا جائے تو جی ٹیکہ کا اقدام قانوناً بالکل درست ہے۔ جناح نے کہا کہ یہ اطلاق ایک طویل سازش کا نتیجہ ہے اور تھو کے

زور دینے عمل میں لایا گیا ہے۔ میں نے جواب دیا مجھے علم ہے کہ صدارت کسی بھی ملک کے ساتھ اقلیتی کی بجائے آواز دہنا چاہتا تھا۔ لیکن نظم و نقد کی لرزے اسے کسی ایک ڈیپشن کے ساتھ ملنے پر مجبور کیا۔ اس جارحیت کی بال قریبوں کی طرف سے کی گئی: جس کا قہر دار پاکستان ہے۔ جنہوں نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ ان کے خیال میں انڈیا نے سری عمر میں جو نہیں بھیج کر قہر کا خطاب کیا۔ میں نے مذکورہ بالا دلیل دہرائی تو جنرل کی قدر ہم ہو گئے اور اسے میری ہنٹ دھری سے تعبیر کیا۔

جنرل نے مائنٹ نیشن اور اسے پروا دینا کہ انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ دیا ان کے متعلق کیا کے کی کیونکہ برٹش کامن ویلتھ نے ان کی درخواست پر کان نہیں دھرا، جب انہوں نے پاکستان کے چار کے لئے پکارا تھا۔ آخر میں وہ انتہائی باامید ہو گئے اور کہنے لگے۔ یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ہندوستان بین الاقوامی کے ساتھ ہی پاکستان کا ٹکڑا دینا چاہتا ہے اور یہ کہ اگر اس نے یہ احتمال جاری رکھا تو مقامات کی کوئی امید باقی نہیں رہے گی۔ اور ہم صرف بچنے کے چار ہو گئے۔ اس سے خوفزدہ نہیں کیونکہ صورتحال پہلے ہی اس قدر خراب ہے کہ اس کے مزید بگاڑ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسے نے انہیں ای سی کی دلدل سے نکالنے کی سرور کو شش کی فیکٹس کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہم طوفان سوا میں ایک دو سرے سے جدا ہوئے۔

جنرل کو ان کی زندگی کے آخری سال کے دور میں تھائی اور راضی بہ رضا کے احساس نے گھیر لیا تھوڑی مگر کی مضبوطی اور صحت بخش فضا میں سانس لینے سے متعلق ان کی امیدوں پر ہر آنے والا دن اور لڑائی کی شدت اپنی مجبور دہی تھی کیونکہ ہندوستان کی مقابلات مضبوط افواج کی تر کا سلسلہ جاری رہا اور وہ دو قریبوں نے پاکستان کے ریلوے "رضا کاروں کو بچنے دیکھنے میں مصروف تھیں جنہوں نے انگریزوں کی مدد کے بغیر مظفر آباد کے مشرقی میں خاصے علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگرچہ موجودہ واوی میں داخل نہیں ہو سکے۔ پاکستان کے اندر بھی اور باہر بھی خلیہ طاقتیں جنرل کی زندگی کا چراغ گل کرنے اور ان کی سیاسی اولاد کا ٹکڑا دینے کی سازشوں میں مصروف تھیں۔ ان کی کراچی کو داغی سے صرف ایک ہفتہ قبل دو کومینوں نے ان پر قحط حملہ کیا تھا۔ جنہوں نے اپنے حق پر ڈالنے ہاتھ دنگے تھے اور چاند ستارے والے ہیٹ پہنے ہوئے تھے۔ وہ تیزی سے گورنمنٹ ہاؤس پر چھین گمارا پر بیٹھے اور دھ اور نکال کر ایک پولیس افسر کو زخمی کر دیا اور جب اس نے اپنی بھائی توڑ کر بھاگ گئے۔ کیا وہ خامسار تھے؟ مسلمانوں کے کسی دو سرے سکر جتھ سے تعلق دیکھتے تھے جو انہیں اپنا دشمن سمجھتا تھا؟ طاقت عمل افسر سے صحت یاب ہو گئے۔ سوڈی شرب سے لطف اندوز ہو کر دہا جبکہ جنرل کو کھانسی نے مزید بڑھال کر دیا۔ اور ان کے میسرہوں کی کارکردگی روز بروز کم ہوتی گئی۔

## لاہور میں خطاب

۳۰ اکتوبر کو پنجاب یونیورسٹی سٹیڈیم میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جنرل نے کہا۔ "مکوئی قوم تکلیف اور قربانی کے بغیر آزادی حاصل نہیں کر سکتی۔ یہ مفہومیں رونما ہونے والے اندویشناک واقعات نے اس حقیقت کو ابھی طرح ثابت کر دیا ہے۔ ہم بے جمل شکات اور ناگہانی آفات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہم ظلمات و خدشات کے تاریک دور سے گزر رہے ہیں۔ نیچے اور بے گناہ لوگوں کے محکم کل مام پر وہ بدترین



ایک مراسلہ ان کے حوالے کیا جس میں اقوام لگایا گیا تھا کہ پاکستان نے "کشمیری حملہ آوروں کو اپنے علاقہ سے گزرنے کی مکمل گنجھلی دے رکھی ہے۔ پاکستان انھیں خوراک اور دیگر اشیائے ضرورت بھی فراہم کر رہا ہے۔"

ہندوستان نے اس قسم کی تمام ادوار بند کرنے کا مطالبہ کیا۔۔۔

لیاقت علی نے جواب دینے کا وعدہ کیا لیکن اس دور میں پاکستان کی طرف سے جواب آنے سے پہلے ہی ہندوستان نے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں رسمی شکایت پیش کر دی۔ یہ کارروائی بلاؤٹیشن کے کھینے پر کی گئی تھی حالانکہ نسو اور اس کی کابینہ اس کے حق میں نہیں تھے۔ ہندوستان کی شکایت میں استدعا کی گئی تھی کہ پاکستان کو اس ادوار کی فراہمی سے فوری طور پر باز رہنے کی ہدایت کی جائے۔ کیونکہ کشمیر اب ہندوستان سے ملحق کر چکا ہے اور ہمارا حصہ ہے۔ ورنہ حکومت ہندوستان حفاظت خود اختیاری کے تحت حملہ آوروں کے خلاف آپریشن لینے کے لئے پاکستانی علاقہ میں داخل ہونے پر مجبور ہو جائے گی۔

## پاکستان کی اقوام متحدہ سے شکایت

وزیر اعظم لیاقت علی علی نے فورس کانفرنس میں جوائی شکایت کی، جس میں کہا گیا تھا کہ حکومت پاکستان واضح طور پر توجہ کرتی ہے کہ وہ تمام لڑاؤ چاہے مادوں کو کسی قسم کی ادوار میں دے رہی نہ ہی اس نے انڈیا کے خلاف کسی جارحیت کا اعلان کیا ہے۔ ہندوستان کے خلاف پاکستان کی شکایت بھی اس دن سیکورٹی کونسل میں دائر کر دی گئی۔ جس میں اتھاس کی گئی تھی کہ حکومت بڑا کو پاکستان کے خلاف جارحیت سے باز رکھا جائے اور الزامات کی تحقیق کے لئے کمیشن سرکیشن کا تقرر عمل میں لایا جائے۔

جارج میں اتنی سخت نہیں تھی کہ ہندوستان کے معاملہ پر بحث میں حصہ لینے کے لئے نیو یارک جا سکتے۔ اس لئے پاکستان کے وزیر خارجہ سر جعفر ظفرانہ جاس نے سیکورٹی کونسل میں بڑی کامیابی سے اپنے ملک کی وکالت کی۔ ہندوستان کے الزامات کو بھلائے دینے جنرل اونیٹنی اور واضح اعلان سے کام لیتے اور کبھی کبھی غلطی پر اتر آئے۔ کونسل نے ایک کمیشن مقرر کیا جو ابتدائے "تین اور بعد میں پانچ ممبران پر مشتمل تھا جس نے سال کے آخر تک جائز بندی کر دی۔ تاہم وہ سرحدوں سے انوائج کی واپسی کا سمجھوتہ نہیں کر سکا۔ نہ ہی اسے جواب دہانے کا اہتمام عمل میں آ سکا۔

"پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۹ء) لڑائوں کا خاتمہ کرنے کے لئے لڑی گئی تھی۔" جارج نے ۲۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو پاکستان کے پہلے جدید چار کن جہاز "لڑاور" کو سندھ میں امارتے وقت یاد دلایا۔ انہوں نے کہا۔ "اس کے نتیجے میں ایک آف نیشنر کا قیام عمل میں کیا اور اجتماعی تحفظ کے تصور نے جنم لیا۔ لیکن وہ ایک محض ایک نیک خواہش ثابت ہوئی۔ حالیہ جنگ سے دنیا میں جو جاہلی جہلی" اس نے پہلی عالمگیر جنگ کے قصبات کو مات کر دیا اور اب اہم بم کی ایجاد کے بعد انسان آئندہ جنگ کے تصور سے کاپ اٹتا ہے۔ پاکستان کو ہر قسم کے حالات و خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ گنور اور غنا محض خود وہ سرحدوں کو حملہ کی دعوت دیتا ہے۔ پاکستان ابھی حد خطرات میں ہے اور اسی طرح اس کی بجائے بھی۔ تاہم یہ شیر خوار بچہ نشوونما کے لئے پیدا ہوا ہے اور انکشافات بہت جلد ترقی کرے گا۔ آپ کو بڑی قوت میں کی کو اپنے عزم و حوصلہ اور بے لوث احساس فرض سے پورا کرنا ہو گا کیونکہ زندگی بجائے خود کو اپنی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ حوصلہ برداشت اور ثابت قدمی وہ

خواباں ہیں، نہ زندگی کو اہمیت بخشتی ہیں۔

## گاندھی پاکستان کا ایجنٹ

اس سے چند روز پہلے مسلمان گاندھی نے اپنے آخری مرنی برت میں کامیابی حاصل کی اور حکومت ہند کو پاکستان کے حصہ کا ۵۵ کروڑ روپیہ لوٹا کر لے کر آیا۔ ان کے اس آخری برت نے دہلی اور اس کے گرد و فواح میں مسلمانوں کے قتل عام اور لوٹ مار کو بند کرانے میں بھی مدد دی جس نے ایک افسردہ ملک کی تباہی کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے مسلمانوں اور ہندوؤں کے جتنے سپاہ جھڑے لڑاتے اور صدارے احتجاج بلند کرتے ہوئے پڑا ہواؤں کے گرد پتھر لگاتے اور شور مچاتے کہ ”گاندھی کو مرنے دو“۔ وہ مسلمان کو ”محمد گاندھی“ کہتے تھے کیونکہ گاندھی کی اپنے دعائیہ اعلانات میں اکثر پاکستان کے موقع کی وکالت کرتے تھے اور قرآن پاک کی آیتیں پڑھتے تھے۔ ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو پڑا ہواؤں کے احاطہ میں اس وقت، ہم کارواہا کر رہے تھے۔ جب گاندھی کی اپنی ہار تھا ختم کر کے جانچے تھے۔ آج دس دن بعد قاتل کا نشانہ غلط نہیں بچا۔

۱۹ جنوری کو اپنی آخری دعائیہ مجلس میں مسلمان نے کہا۔ ”اگر کوئی شخص بھارتی اور اضطراب میں مبتلا ہو تو اس کی خوشی صحت مشقت میں صبر ہوتی ہے۔ خدا نے انسان کو صرف کھانے پینے اور طریشیاں مٹانے کے لئے نہیں بنایا۔ کہ نہ تو بی لوگ ہر کام کے بلکہ کھاتے پیتے ہیں، وہ نعت خوب اور ٹھیک ہیں۔ انہیں بھی صحت کر کے اور پیسہ ہمارے اپنی روزی کمانی چاہئے۔ پانچواں سونا چاہئے۔ صرف معذور اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اگر میری بات کچھ وزن رکھتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہمارے گورنر جنرل اور وزیر اعظم کسانوں میں سے ہونے چاہئیں۔ دولت کے اصل خالق کی حیثیت سے حقیقی معنوں میں بھوسا ملک کے مالک ہیں۔ بلکہ ہم نے انہیں فہم ہمارا دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم سب صحت بخش ہیں۔ ہماری بھلائی اور اہم ضروریات کی تکمیل دیا نہ ارادہ صحت سے ہی ہو سکتی ہے۔“

اگلی شام کو وہ اہم دھماکا ہوا تو ہر شخص چنہ پانے تھے کہ غارت کے بارے ایک ہندو برہمن نے ’بھوسا کا نام تو رام گاؤں سے تھا یہ توکل سے گولیوں کی بوجھا کر کے مسلمان کی زندگی کا چراغ بجھ کر دیا۔

جنرل نے اپنے منظر سے توکل پر ہیام میں کہا۔ ”گاندھی ہندو قوم کے عظیم ترین افراد میں سے ایک تھے۔“ انہیں یہ بات کتنی عجیب لگی ہوئی کہ ایک مشدد ہندو نے ان کے بدترین مخالف کو اس بنا پر ہلاک کر دیا کہ وہ انہیں ”پاکستان کا ایجنٹ“ اور ”مسلمانوں سے محبت کرنے والا“ سمجھتا تھا۔ ہر برہمن نے انہیں ”بھوسا“ کے ایک کینک گروپ کا لاکھو، دکن تھا ”گاندھی“ کے قتل کے صرف چند دن بعد جنرل سے کراچی میں ملاقات کی اس کا کہنا ہے۔ ”جنرل نے گاندھی کا ذکر جوئے فرائضات الفاظ میں کیا ہر تصویر کے ہیام میں اشتعال کئے گئے الفاظ سے بڑھ کر تھے اور اعتراف کیا کہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ انہوں نے مزید کہا اصل مشکل کامیاب تھی اور حکومت ہند کے اس بیان نے مجھے بڑا متاثر کیا ہے کہ انتخاب ہند گروپوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔“ مرکزی حکومت نے راجستھان سیکرٹری کے حکم اور صاحبزادہ پابندی لگا دی اور ان کے ہمسے لیزروں کو مصفا علی قریب ”میں نے لیا گیا۔

اسی دوران میرا کئی ملی متحدہ آہلہ کے وزیر اعظم بن گئے۔ ہندوستان کی حکومت کو اس ٹبر سے زبردست

دھماکا کا نظام نے ان سے پچھتے بغیر پاکستان کو ۲۰ کروڑ کا قرض دے دیا ہے اس قرض کی بدولت پاکستان دیہاتوں سے بچ گیا پاکستان کے وزیر خزانہ ملک غلام محمد نے ۲۸ فروری ۱۹۷۸ء کو اسمبلی میں ملک کا پلانٹ پیش کیا جس میں ۳۹ ملین ڈالر کے مجموعی مصارف میں سے ۲۵ ملین ڈالر کی رقم وفاقی اخراجات کے لئے مختص کی گئی تھی۔ حاصل اس کے تحت ۲۵ ملین ڈالر کا خزانہ متوقع تھا۔ اسی طرح حکومت ہند نے اپنے بجٹ کا ۵۰ فیصد سے زائد اسلحہ کے لئے مخصوص کیا اور قریب ۲۰ ملین ڈالر عسارہ خرید کر اسے پاکستان کے مغرب ملک بلحاظ اور امریکہ سے درآمدات کو فروغ دینے کی پھر پھر کوشش کی لیکن ایک تو صنعتی میدان میں اس کی ترقی پر اسے نام تھی دوسرے ہماری تعداد میں مہاجرین کی آمد کا سلسلہ جاری تھا اس سال خراب زوری پیدا ہوا اس پر متنازعہ تھی 'حاصل اعزازوں سے بہت کم وصول ہوئے اور خسارہ بڑھ گیا۔ امریکہ میں پاکستانی سفیر اصلانی نے اٹلی اور اطالیہ طور پر امریکہ سے فوری امداد کی اپیل کی۔ مارچ میں اصلانی نے اپنے عظیم کانگو کو منسلک کیا کہ جنرل مونیر پاکستان میں پلانٹ لگانا چاہتے ہیں لیکن تعمیر پر جنگ کے باطل مصلحت ہے دیکھ کر حائل ہیں۔ درحقیقت ایک کیمپورٹ بنک نے اٹلی امداد کی فراہمی میں زیادہ ریسٹ دھل سے کام نہیں لیا۔

اب جناح میں اتنی بہت نہیں رہی تھی کہ ایسے حالات میں خود کچھ کرتے۔ یہاں تک کہ وہ اصلانی کے خطوط کا جواب بھی نہیں دے سکتے تھے۔ ان دنوں سمجھتی کا ایک قدم پارسی دوست ان سے ملے کراچی آیا اور انہیں گورنمنٹ ہاؤس کے فاسٹ میں اورنگ آباد لایا۔ جہی دہ کے بعد وہ جاگے کو کہنے لگے۔ "مجید! میں تمک کیا ہوں اور بہت زیادہ تمک کیا ہوں" بہتر سال کی عمر میں انہوں نے نہ صرف اپنا سب سے بڑا مقدور بیت لیا تھا بلکہ ان کا سب سے بڑا حریف بھی دیا ہے رخصت ہو گیا تھا۔ یہ ان کے لئے آرام کرنے کا بہترین وقت تھا لیکن غلام کی فوت بھی نہیں آئی۔

## دھماکہ کا دورہ

دہریں ایسا حکومت پاکستان نے اسرار کیا کہ وہ دھماکہ بائیں اور وہاں پاکستان کی آبادی کے بڑے حصہ سے خطاب کریں۔ اب تک وہ نہ تو مشرقی پاکستان گئے تھے نہ ہی دوسرے قومی دارالحکومت دھماکہ میں قدم دھکا تھا۔ ایک بڑے لیڈر کی حیثیت سے انہوں نے کلینڈ کے مشورہ پر چلیک کہا اور اگست مارچ ۱۹۷۸ء کو چٹین میدان میں تین لاکھ سے زائد افراد کے جلسہ سے خطاب کیا جو ان کی آخری بڑی چلیک بقیہ رحمت ہوئی۔ ان کا خطاب انگریزی میں تھا جبکہ سامعین کی زبان بنگالی تھی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس تقریر میں سارا زور کلام اس تحقیق پر صرف ہوا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو اور صرف اردو ہوگی۔ کسی دوسری زبان کو یہ درجہ نہیں دیا جائے گا۔ بلاشبہ پاکستان کی سیاست کا یہ سب سے زیادہ مختار اور پھرت ڈالنے والا مسئلہ تھا۔

اس دورہ کے بعد انہیں دوبارہ مشرقی پاکستان جانے اور اسے آگ کے طوفان سے گزر کر جگہ دیش بننے دیکھنے کی سلسلہ نہ ملی جہاں بنگالی ملک کی واحد سرکاری زبان قرار پائی۔

اسی دوران شمال مغربی سرحدی صوبہ میں سرکاری دھماکے نے سر اٹھایا۔ وہاں بھانوں نے اٹلی انزور ریاست "پشورنٹان" کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے تھے لیکن کی دیکھا دیکھی بلوچی بھی "عظیم تربلہ پشپن" کی بائیں کرنے لگے۔ چنانچہ اہل ہل میں جناح کو پٹارہ جانا پڑا جہاں انہوں نے اسلامیہ کانگڑ میں عوام سے رسالہ

کنیٹ کانچ میں فوجیوں سے گورنمنٹ پلاس میں سولی افسران سے اور آخر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔  
 فاطمہ جناح نے اس دورے کی یادیں تازہ کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ بڑیوں کا ڈھانچہ بن گئے تھے۔ اس رات ایسا  
 معلوم ہوا کہ انہیں سواری کا اثر ہے۔ میں نے زبردستی ڈاکٹر بلا لیا تب پتہ چلا کہ ان پر ضیق النفس کا حمل ہوا  
 ہے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ حمل اور ضیق النفس سے بڑھ کر کوئی چیز ہے تاہم وہ مجھے ضرورت سے زیادہ پریشان نہیں  
 کرنا چاہتے تھے۔ وہ اس بات کو ابھی طرح سمجھ چکے تھے کہ ان کی بیماری کا کوئی علاج نہیں ہوگا وہ ان کے درد کو  
 کم یا کما سی کو درد کم نہیں سکتی تھی۔“

## رفقاء کی بابت عدم اطمینان

جناح کے تعلقات زندگی کے آخری میوں میں ان کے قریب ترین رفقاء کے ساتھ بھڑی سے بگڑنے لگے۔  
 وہ جوں جوں کمزور ہوتے گئے اور موت کی قربت کا احساس روز بروز زیادہ ہونے لگا وہ ساتھیوں کی پالیسی اور  
 بلا تعلق بہ زیادہ غما ہونے لگے کسی کام کے نہ ہونے پر معمول کے برائے بن کر انہیں جلد فصر آجانا۔ وہ مرنے  
 سے پہلے اپنی نواسیہ محنت کو پورا پورا ترقی کرنا اور بڑھتا دیکھنے کے حقیقی تھے۔ دسواہیل کی بات ہے۔ نواب  
 بہادر پور کے پاس ایک بچی اور مخصوص مصلحت میں انہوں نے حدود کے وزیر اعلیٰ ایم اے کھڑو سے بات چیت  
 کرتے ہوئے لیاقت علی خاں کو ”معمولی پالیسی کا مالک“ (Mediocre) قرار دیا۔ عدلی ملک وادار سے معمولی  
 قوی مصیبت و مصیبت ملی تھی اور حقیقی جنگ کے زمانہ میں گورنر جنرل اور وزیر اعظم کے نااہلی مراسم  
 کشیدگی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ جنوری میں لیاقت علی کو اپنی تنظیم کی نااہلی بپ یہ معلوم ہوا کہ مسٹر جناح نے  
 فصر کے ساتھ ان کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا ہے تاہم انہوں نے کارخانہ اعظم سے قہری احتجاج کیا  
 اور ”مستحق“ ہونے کی پیش کش کی۔ گورنر جنرل نے نواب ممدت ”وزیر اعلیٰ پنجاب کی بابت بھی مساجرہ کے  
 معاملات میں دلچسپی نہ لینے پر بھی دیکھی سی باجی سی اور تنگی ظاہر کی۔ سٹی میں انہوں نے ممدت اور گورنر ممدی  
 دونوں کو کراچی میں طلب کیا اور ممدت کو ”جس نے ایک کے لئے پنجاب کو رام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا تھا“  
 بڑی تکی سے کہا کہ ”ظہور وزیر اعلیٰ وہ بالکل بیکار اور نکما ثابت ہوا ہے۔“ گورنر ممدی نے ان کے رعبا کس کو  
 سو فیصد درست قرار دیا۔ اس لئے انہوں نے ممتاز دولتانہ کو پنجاب کی وزارت کا کنٹرول سنبھالنے کے لئے نامزد کیا  
 ”تاہم دولتانہ نے یہ کہہ کر اس داری قبول کرنے سے مصلحت کشی کہ انہیں ممدت پر مکمل اعتماد ہے۔ (دراصل  
 دولتانہ گورنر ممدی کو دوں جانتے تھے کہ دولتانہ کے وزیر اعلیٰ بننے کی صورت میں ممدت اس کا گرو دیارے گا) یہ  
 سن کر جناح بہت برسم ہوئے اور اچانک ملوڑی گر دیا۔ بعد ازاں انہوں نے گورنر کو بلایا اور شکایت کی کہ اس کی  
 پالیسی بڑی کمزور ہو چکی ہے اور قوت فیصلہ جواب دے سکتی ہے۔ انہوں نے گورنر کو بحیثیت دوست مشورہ دیا کہ وہ  
 خود کو ممدت۔ دولتانہ شخص سے الگ تھک رکھے۔

جون میں جناح اور فاطمہ کو کوئٹہ روانہ ہو گئے تاکہ بلوچستان کی سرحد آب دہوا میں آرام سے سانس لے  
 سکیں۔ فاطمہ جناح کے بقول ”وہیں پہنچنے کے بعد چند دنوں میں وہ اس قابل ہو گئے کہ انہیں طرح سوچیں اور  
 کھائی تھیں۔ کھانسی کم ہو گئی اور وہ چہ حرارت باہل سچا پر آگیا۔ کئی سالوں کے بعد وہ پہلی بار آرام و راحت  
 میں غرق آئے۔“ مساجرہ کو خلاف کانچ کوئٹہ میں فوجی افسران سے خطاب کرتے ہوئے ہائے قوم نے فرمایا۔

”پاکستان کی دوسری فورسز کے ساتھ آپ بھی اہل پاکستان کی جانب ’مال اور عزت و آبرو کے تحفظ میں‘ وینس فورسز پاکستان کی قائم سرحد میں سب سے اہم ہیں اور آپ پر نسبتاً بہت بھاری ذمہ داری اور فرض عائد ہوتا ہے۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں اگر آپ کو فرصت میسر ہو تو آپ کو فرصت آف ایڈز ایکٹ ۱۹۵۵ء کا مطالعہ کریں، جسے ہم نے پاکستان میں استعمال کے قابل بنایا اور جو آجکل ہمارا آئین ہے۔ انتظامی اختیارات کا سرچشمہ حکومت پاکستان کا سربراہ ہوتا ہے جو گورنر جنرل کہلاتا ہے ’اس لئے آپ کو جو بھی ہدایات یا احکام دئے جائیں وہ انتظامی سربراہ کی منظوری کے بغیر نہیں دئے جانے چاہئیں۔“

## سٹیٹ بینک کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب

اس سے اگلے روز انہوں نے کوئٹہ میں نیپچی سے خطاب کیا۔ وہاں انہیں ریلیف لٹز کے لئے معقول رقم چینی کی گئی۔ کیم جولائی کو کراچی میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب منعقد ہوئی تھی۔ فاطمہ جناح نے چاہا کہ وہ کراچی نہ جائیں۔ تاہم انہوں نے جانے پر اصرار کیا۔ اس سفر نے انہیں اس قدر بحال کر دیا کہ وہ کھسی ہوئی تقریر کو پڑھنے کے لئے بہتر سے بے شکل اٹھ سکے۔ انہیں دیکھنے اور سننے والے جان گئے کہ ان کی صحت بدی خراب ہے ’’ان کی آواز بے شکل سنی جا سکتی تھی۔ تقریر کے دوران وہ بار بار گڑبگڑتے اور کھانستے رہے۔ فاطمہ کی روایت کے مطابق ’’ہم وہاں گھر بیٹھے تو وہ اس قدر تھک گئے تھے کہ پھر قیام سمیت بسزے لیٹ گئے۔‘‘ شام کو انہوں نے کینڈا کے کسٹرن آف ٹریڈ کی طرف سے ڈا میٹھن کی دعوت میں سالگرہ کے سلسلہ میں دی جانے والی سیاحت میں شرکت کی۔ یہ آخری ملاتی تقریب تھی جس میں وہ شریک ہوئے۔

## زیارت میں آمد

۶ جولائی کو وہ اپنی بہن کی معیت میں وائس کوئٹہ چلے گئے ’’پکا سا بھارہ چند دن پہلے ہو گیا تھا۔ یہاں بھی جاری رہا ’’چنانچہ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ انہیں فوراً زیارت منتقل کر دیا جائے جو کوئٹہ سے چالیس میل دور کی زیارت کی بلندی پر واقع ہے۔ اس پہاڑی مقام پر انگریزوں نے کئی خوبصورت پتھر کے قلعے بنائے تھے جن میں سے ایک کو ’’پہ چنڈی گھی‘‘ میں بدل دیا گیا تھا۔ جس میں ملائے قوم نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے۔

## کرقل الہی بخش کی یادداشتیں

بیشک کرقل الہی بخش ۱۴ جولائی کو لاہور میں اپنے ان میں بیٹھے ہوئے تھے جب چودہوی محمد علی شیکر ٹری جنرل حکومت پاکستان نے کراچی سے فون پر انہیں حکم دیا کہ فوراً کوئٹہ جائیں۔ کوئٹہ ایئر پورٹ پر مہاجر جنرل ایم۔ اے۔ خاں اور کرقل کے۔ جیٹائی بھی ڈاکٹر بخش کے ساتھ شامل ہو گئے اور یہ تین گورنر جنرل ہاؤس کی کار میں زیارت پہنچے۔ جنرل کہتا ہے ’’ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ انہیں کیا تکلیف ہے۔ مجھے صرف اس قدر پتہ چل گیا کہ وہ ٹیکوں اور ریشم ڈانٹوں سے متی چراتے ہیں اور عوام کی پیٹھ کی بجائے ’’سر نہ کھانا پھند کرتے ہیں۔ اگلے روز فاطمہ انہیں عظیم قلعہ کے کمرے میں لے گئیں۔

’’میں نے قلعہ کا احاطہ کو دروازہ کے سامنے بسزے پایا۔ وہ حیرت انگیز حد تک لطیف و ذرا لگ رہے تھے اور



ان کا رنگ بڑا چمکا تھا۔ اس صبح ان کی نگاہیں حالت دلچسپی سے ڈال رہی تھیں۔ انہوں نے لانا انہمازیہ کر لیا ہو گا کہ میرے ذہن میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے میری قوت پر جاننے کے لئے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور دریافت کیا آیا میرا سفر خوشگوار رہا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا اور ان کی پیادری سے حلقہ موجود اور ساتھ تفصیل جاننا چاہی۔ انہوں نے بتایا: "مجھے کوئی زیادہ تکلیف نہیں ہے۔" میں بیت کی تکلیف اور کام کی زیادتی کے باعث تھکوت ہے کیونکہ اس میں چالیس سال تک میں نے سچے روزانہ کام کیا ہے۔ مجھے اپنی پیادری کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ ہر حال گذشتہ چند سالوں سے بخار اور کھانسی کے حملے بار بار ہو رہے ہیں جسکی میں ڈاکٹروں نے "تڑخڑے کی دلوں میں دھرم" (براہمنس) تجویز کیا تھا۔ اور معمول کے علاج اور آرام کرنے سے میں عموماً ایک ہفتہ بخار میں ٹھیک ہو جاتا تھا۔ تاہم ایک دو سال سے ان حملوں کی تہ اور شدت بڑھ گئی ہے اور وہ زیادہ ذرا حال کرنے لگے ہیں۔ اس محنت کے دوران ہر قسم کے بعد ان کا سانس ٹوٹنے لگا اور کبھی کبھی درمیان میں روکا پڑا۔ ان کا منہ خشک تھا۔ وہ بار بار ہونٹوں پر زبان دھیرتے تھے۔ ان کی توانا میں کوئی ذور نہیں تھا اور وہ قریباً سالی نہیں دیتی تھی۔ اس لئے انہیں کھانسی کے کئی دورے پڑے اور وہ ذرا حال ہو ہو گئے۔ مقررے وقت کے بعد جس کے دوران وہ زور سے زیادہ مردہ گئے تھے انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "قریباً تین ہفتے پہلے مجھے ٹھنڈ لگ گئی۔ بخار ہو گیا اور کھانسی آنے لگی۔ جس کے لئے سول سرجن (کوئیٹ) نے "مصلحین روز ستر" تجویز کئے۔ میں وہ استعمال کرتا رہا۔ جس سے سولہ کا اثر ختم اور بخار اتر گیا تاہم میں بہت زیادہ خفایت محسوس کرنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ مجھے پیدا ہونے کی طور پر کوئی مرض لاحق ہے اگر میرا معدہ درست ہو جائے تو میں بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ بہت سال پہلے مجھے معدہ میں سخت تکلیف ہوئی۔ میں نے لندن کے دو یا تین ڈاکٹروں سے مشورہ کیا۔ لیکن وہ پیادری کی تفصیل نہیں کر سکے۔ ان میں سے ایک نے آپریشن کا مشورہ دیا۔ میں نے اس کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور ایک دوسرے ڈاکٹر کے کہنے پر جرمی چلا گیا۔ وہاں ایک مشورہ ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد بتایا کہ مجھے کوئی قطعی مرض لاحق نہیں۔ صرف آرام کرنے اور خوداک میں باقاعدگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ میں نے کئی ہفتے اس کے ٹیکٹ میں گزارے اور عمل طور پر ٹھیک ہو گیا۔ ۱۹۳۴ء میں جسکی کے ڈاکٹروں نے بتایا کہ مجھے دل کی تکلیف ہے۔ جبکہ جرمی کے ڈاکٹر نے یقین دلایا کہ میرا قلب ہر لحاظ سے نارل ہے۔"

ڈاکٹر نے گورنر جنرل نے کہا کہ وہ اپنا رہنمی کہہ رہے ہیں تاہم تاکہ وہ دل کی آواز سن سکے۔ میں نے بے قابو سے دیکھا کہ وہ کیڑے پٹے ہوئے جیسے گتے تھے اس سے کہیں زیادہ دہلے پٹے تھے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اس قدر کمزوری کے ساتھ وہ کیسے زندہ رہے اور کیسے کام کر سکے۔ میں نے سچ پر میں جنگ قیدیوں میں ایک ایسے ہی مریض کو دیکھا تھا۔ طبی معائنہ کیا تو میری اسید میں دم توڑنے لگیں۔ لیکن میں نے مریض پر اپنی پریشانی ظاہر نہیں ہونے دی۔ میں نے سوچا اگر میں کچھ عرصہ پہلے ان کا معائنہ کر لیتا تو شاید حتیٰ تفصیل پر پہنچ جاتا۔ تاہم میری رائے میں وہ میسرزوں کی تکلیف میں جتا تھے۔ معدہ میں کوئی نقص نہیں تھا۔ لیکن کائنات اعظم کو اب بھی یہی یقین تھا کہ بنیادی غرابی ان کے معدہ میں ہے اس لئے مجھ پر زور دیا کہ اس پر زیادہ قوت دوں۔" بخلی نے مریض کی تشویش کو نظر انداز نہیں کیا اور اپنی کیلوری والی غذا مچوڑ کی۔ جس کے استعمال سے وہ تین دن میں ان کی خوداک بڑھ گئی کیونکہ وہ مشورہ ڈاکٹر نے اس کے ساتھ باہم سمجھ بھی لایا تھا۔

بخلی نے اپنی احتیاط کو مرض کی بد کوئی ڈاکٹر اپنے مریض کے لئے کر سکتا ہے۔ اس لئے فون کر کے کوکھ سے

سول سرجن کو بلایا، ہواٹلی میج اپنے ضروری نکات لے کر کینسل چٹانو ہسپتال کے ہمراہ زیارت پہنچ گیا۔ ان کی تحقیقات سے کرل ہتھل کے شکوک کی تصدیق ہو گئی۔ ایک اہم مریض کا علاج درپیش تھا اس لئے مزید تاخیر و تصدیق ضروری سمجھی گئی۔ ہتھل نے لاہور میں اپنے ساتھیوں کو فون کیا اور وہاں سے تین بہترین سپیشلسٹس کو زیارت بلا لیا۔ کراچی سے خصوصی اوریڈیا منگائیں۔ یوں ایک ہفتہ کے اندر امریکا پاکستان کے اعلیٰ پایہ کے طبی ماہرین ساحل زمین سے ۸۵۰۰ فٹ بلندی مقام زیارت میں جمع ہو گئے انہوں نے اپنی توجہ قریب المرگ پر ڈال دی اور مرکزہ کردی جو اس دور دراز مقام پر جس کے نام کے معنی ہیں۔ "بزرگ کا مزار" صاحب فرائض تھا۔ جیسا کہ مشرق وسطیٰ میں بہت سے دیوتا۔ بادشاہوں کی زیارتیں بنی ہوئی ہیں۔ ہتھل نے لکھا ہے۔

"جب میں نے قائد اعظم کو وہ اہم خبر سنائی تو میں مسلسل ان کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ بالکل غاسوش رہے۔ میں اپنی بات مکمل کر چکا تو انہوں نے صرف اس قدر کہا۔ "کیا تم نے مس جناح کو بھی بتا دیا ہے؟" میں نے انہیات میں جو اشیاء رکھا۔ انہیں احتیاط میں لینا ضروری تھا۔ قائد اعظم بد اخلاص کرتے ہوئے بولے۔ "نہیں تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ آخر کار وہ ایک عورت ہے۔" میں نے ان کی ہشیمہ کو بچنے والی تکلیف پر معذرت کا اظہار کیا۔ قائد اعظم نے سکون سے میری بات سنی اور آخر میں بولے۔ "گھبرا نے کی کوئی بات نہیں ہو، ہونا تھا وہ ہو گیا اب مجھے اس کے حصول سب کچھ بتا دو مجھے یہ بتانی تھے عرصہ سے ہے؟ اس پر لکھ پانے کے امکانات کیا ہیں؟

طالع کب تک جاری رہے گا؟ میں سب کچھ جانتا چاہتا ہوں اور تمہیں چوری بات بتانے میں ہلکا پھٹ محسوس نہیں کوئی چاہئے۔ میں نے جواب دیا۔ مجھے یقین ہے کہ آئندہ ترین اوریڈیا کے استحال سے خاص اتفاق ہو گا۔" امضائی اسی جتنے نیوارک سے زیارت پہنچے اور امریکہ سے خصوصی مینیکل ایلیجینے کی پیش کش کی ہتھل نے جناح کے پرانے دوست کو فون سے۔۔۔ ملنے کی اجازت دے دی۔ ملاقات کے بعد امضائی بیڑیوں سے نیچے اترے تو وہ انتخابی ٹھمر منہ اور مضطرب لگ رہے تھے۔ انہوں نے دوبارہ امریکہ سے ڈاکٹر جینے کی مدد کی "لیکن کرل ہتھل نے اس کی ضرورت محسوس نہ کی کیونکہ وہ خود مریض کو پچانے کی سرزد کو پیش کر رہے تھے۔ ایسی چند گاہر ہسپتالوں کے کینسر میں بدل گئی تھی۔ اور بعض کے دونوں ہسپتالوں کو کما گئی تھی۔ اس وقت تک کوئی علاج دریافت نہیں ہو سکا تھا۔

لیاقت علی خاں "امضائی کی روانگی کے بعد آئے اور جناح کے ساتھ آدھ گھنٹہ رہے۔ انہیں اطلاع ہو گیا تھا کہ گورنر جنرل قریب المرگ ہیں اور قائد اعظم کی آنکھ بند ہونے کے بعد پاکستان کی قیادت کا بوجھ ان کے اپنے کندھوں پر آجائے گا۔ طاہر جناح پر لیاقت علی اور ان کی بیگم کو بالکل پسند نہیں آئی تھی، لہذا وہ اس بات پر جانتے تھے کہ یہ دونوں میاں بیوی میرے پار سے بھاگیں گے اور طاہر سے واپس اٹھ جائیں گے۔ "لیاقت علی کے چلے جانے کے بعد جناح نے فرخ پورانی ہوئی گواڑ میں مجھے بتایا۔ "کیا تم جانتی ہو؟ وہ کیوں آئے تھے؟ وہ یہ جانتا چاہتے ہیں کہ میری ملاقات کتنی شدید ہے اور میں کب تک زندہ رہوں گا؟" بلاشبہ یہ سچ تھا۔ تاہم استغور غایت آئینہ نہیں جیسا کہ فاطمہ نے ان حالات میں سمجھا۔ بہر حال ایک قوم مسرور تھی جسے قیادت کی ضرورت تھی "لاکھوں بے خانہ دل آباد لوگ ایسے تھے جنہیں خود ایک فراہم کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا ضروری تھا۔ کشمیر میں بغیر سلطان کے لڑائی کو جاری رکھنا تھا۔ ملک کے لئے دستور کی تدوین باقی تھی۔ مختلف الزامے بنگالیوں، پنجابوں، بلوچوں، پنجابیوں اور سندھیوں کو کسی

نہ کسی طرح مطمئن کرنا تھا۔ لیاقت علی خاں کو ہرج نہ ملی اور آسمندوں میں لوہاب زادہ کے طور پر شہادت لٹاؤ جانے کی زندگی گزار چکے تھے زیارت میں اس حکم پسند شاہی جوڑے کے سامنے محفل ایک ”دوبابی“ کے طور پر پیش ہوا نہ زیادہ عجیب لگا ہوا۔

اگرچہ ان کی عمر ۵۳ برس کے قریب تھی۔ قاکہ اعظم کی وفات کے بعد وہ بے مشکل تین سال زندہ رہے یہاں تک کہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۱ کو اورینٹل میں کرایہ کے ایک قافل کی گولیوں نے ان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔ ڈاکٹر اعلیٰ بھٹی نے لیاقت علی کے بارے میں لکھا ہے:

”میں نے علی منزل پر ڈاکٹر انگ دوم میں وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ انہوں نے بے چینی کے ساتھ قاکہ اعظم کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر اس کارکردگی کو سراہا کہ میں نے عریض کا اٹھارہ حاصل کر لیا ہے اور توقع ظاہر کی کہ یہ اقدام ان کی صحت یابی میں مدد دے گا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیماری کا اصل سبب معلوم کیا جائے۔ میں نے تجویز دلائی کہ ہائے قومی تشویش ناک حالت کے بعد جو یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر انہوں نے وہ دوائیں استعمال کر لیں جو حال ہی میں کراچی سے منگوائی گئی ہیں تو وہ بیماری پر غالب آسکتے ہیں۔ اور یہ کہ سب سے زیادہ امید افزا عریض کی مضبوط قوت مزاحمت ہے۔ وزیر اعظم نے اپنے چیف اور بزرگ رجسٹری کی صحت کے متعلق جس گہری تشویش کا اظہار کیا اس سے میں بڑا متاثر ہوا۔“

### کونستہ میں چند دن

سفر چٹہائی میں آگئی اور وہ دس دی گئی، تاہم جس قسم کی ”مجزا“ دوا تھی، ویسا نتیجہ نہیں نکلا۔ نہ ہی عداوت کو غیر انصر کے موقع پر پاکستان کی ہر مسجد اور دنیا میں بہت سے مقامات پر شہر و غرض سے آگئی گئی دعاؤں نے کوئی اثر دکھایا۔ ہر اگست سے باؤں پر دوم شہر و غرض ہو گیا۔ مینیکل شاف نے فیصلہ کیا کہ انہیں زیارت سے کم بلندی کے مقام پر منتقل کر دیا جائے۔ گورائین اور الزا دانیہ لیٹ کے نیچے بے سوہارت ہوئے۔ تاہم جناح یوم آزادی کے موقع پر کسی دوسری جگہ جانے کو تیار نہ تھے۔ انہوں نے ڈاکٹروں کو صاف بتا دیا کہ کم از کم عداوت اگست سے پہلے وہ کہیں نہیں جائیں گے۔ قاکہ نے مداخلت کر کے انہیں ڈاکٹروں کی بات ماننے پر مجبور کر لیا۔ گہری طرف جناح کا آخری سفر سہر اگست سے شروع ہوا۔ قاکہ نے چلایا ”انہوں نے ایک بالکل خاموش سونٹائی پسینے اور شہادت والی جیب میں نیا دواں رکھنے پر اصرار کیا۔ میں نے سبب شروع ہوتا ہے میں ان کی ہڈی۔ ایک سڑک پر ڈال کر انہیں نیچے لایا گیا اور پھر لمبی مہرنگ کی کچلی سیٹ پر لٹا کر کونستہ پہنچا دیا گیا۔ اگرچہ معاملہ کو غصہ رکھنے کے لئے بہت سی احتیاج تھی کہ انہیں تاہم سڑک کے دو دیو لوگوں کی نظار میں موجود تھیں۔ مہرنگ کے ساتھ کافہ دستہ نیز فرسٹ میں اور پیچھے کار میں چل رہی تھیں۔ گویا یہ سچ کا قافلہ تھا جو گورنر جنرل کے خوبصورت سیاہ جینزوں کے جلو میں جا رہا تھا۔ ریٹس ہاؤس سے ایک سیٹل کے واسطے یہ وہ جانے کے لئے رکے ”دوایں جناح نے دیکھا کہ ایک دو جن سے زیادہ لوگ سڑک کے کنارے کھڑے تھے اور اپنے محبوب رجسٹری ایک جھک دیکھا جاتے تھے۔ ڈاکٹر بھٹی دہائی ہیں۔“

”ہم قریب آفتاب سے لڑا پہلے کونستہ پہنچ گئے۔ ریڈیو فی کو تمام مسافروں سے خالی کرا لیا گیا تھا۔ ہم نے

۱۱۔ سنے قوم کو مزید بکڑ کے اور بے پناہ غم پر واقعہ ان کے گھر میں پہنچا دیا۔ میں نے ان کی بغض دیکھی تو مطمئن ہوا اور دوسری بار دہریوں ضرب گم ہو جاتی ہے۔ میں نے بغض کے ڈوبنے کا سبب سونگھ کر نکال دیا اور واقعہ ظاہر کیا کہ اگر ام کرنے سے یہ فلاحیت جاتی رہے گی۔ اگلے دن سحر اگست کو پاکستان کی سالگرہ تھی۔ ہم صبح ۸ بجے ان کے پاس گئے اور میں نے کہا۔ ہم بڑے طوفان گھسٹ ہیں کہ آپ کو بغیر پتہ کوئی نہ لے آئے کیونکہ اسی حالت میں نذرانہ سے یہاں تک پہنچنا غلطو سے خالی نہ تھا۔ یہ سن کر قائد اعظم مسکرائے اور کہنے لگے۔ ”ہاں میں بہت مسرور ہوں کہ تم مجھے یہاں لے آئے ہو وہاں میں ایک جال میں پھنس گیا تھا۔“

اس روزِ ملک کے اظہارات نے "کاؤنسلر اعظم پاکستان کے شہرئوں کے نام" کے ذریعہ عنوان ایک بیان شائع کیا جو بظاہر زیادہ تر کی بجائے کراچی میں شہر کا کیا تھا۔ "ترجیم اپنی آزادی کی پہلی سالگرہ منا رہے ہیں۔ ہم نے حالات کا مقابلہ جسے عزم و حوصلہ اور جدوجہد اور لڑائی سے کیا اور دشمن کے وار سننے میں ہماری کامیابیوں کا شکریہ ادا کیا ہے۔" میں ذریعہ اعظم کی ذریعہ قیادت کام کرنے والے تمام وزراء کو مبارکباد دیتا ہوں۔"

لا رہے تھے اس کا ایک لفظ بھی نہیں لکھا تھا۔ اب انہوں نے لکھا کہ ترک کر دیا تھا اور صبح کو اخبارات کا مطالعہ بھی برائے نام ہی کرتے تھے۔ اس پہلی سالگرہ پر انہیں جوائنٹ سٹیشن کے ساتھ تقبی میں شائد اسد سوار کی یاد کہیں عجیب محسوس ہوئی ہوگی، جب لکھا "پاکستان زندہ بلا" کے نعروں سے گونج رہی تھی اور وہ کسی ماسٹرم قافل کے حملہ سے ڈر رہے تھے۔ ان کے لئے یہ شمار جال بچھانے کے "ان میں سے بعض اپنی خوبصورتی سے جتن لگتے تھے۔ سربانی گورنر نوڈر اعظم اور نائٹ ہڈا (سر کا خطاب دیکھنے والے) انہوں نے سب کو پکڑ میں اٹل دیا تھا۔ گرمے والے پر ٹھنڈی ہندو قوں اور انہوں سب کے نکالنے لگا دیے۔ انہوں نے خود کو احتمالی "خیر" احتمالی بکھر رہے وہاں اور ان کے مقابلہ میں خود کو بڑی مضبوط ثابت کر کے دکھایا تھا۔

الست کے تیسرے ہفتہ میں جناح کی بھوک تھوڑے بہتر ہو گئی۔ انہوں نے "طلوہ اور چوہی" کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ ان دونوں مزید اچھوں کو ادا کرنے کے لئے "فصل" قرار دیا، لیکن فاطمہ نے اپنے پیارے بھائی کو اس کی مرطوب دونوں چیزیں کھائیں اور ایسا کہ ان سے "سٹرینج" کو تھوڑی بچنی ہے۔ ڈاکٹروں نے کوشش کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ ٹھنڈی حرکت کریں اور کھانا بہتر ہے پر چند کرکٹ کھائیں "اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں" "تھوڑا بہت چلیں پھریں" ان کے بچوں کو سمجھنے سے پہلے ہی جانے اور نظام حاضر صحیح طور سے کام کرنے لگے۔ ان کا مزاج چڑچڑاہو گیا تھا۔ وہ ہر ایک کو اس بات پر ڈانٹتے تھے کہ وقت کی پابندی کیوں نہیں کرتے۔ فاطمہ کے بچوں ان کے بھائی پابندی وقت کو پڑی اہمیت دیتے تھے اور انہوں نے چوری زندگی جی ڈاکٹر کی اور پابندی سے بسر کی تھی۔

جناح کے معالج کو یہ جان کر ”چھپکا“ دکا کہ اس کے مریض کا وزن نصف ۸۰ پاؤنڈ رہ گیا ہے۔ قائد اعظم کے ہمسرے کے گرد کام کرنے والے تمام اطباء و واضح ہو گیا کہ اگر انہیں زندہ وہاں دارا تھکومت لے جاتا ہے تو اس میں رہ نہیں سکتی چاہئے۔ جناح نے دوبارہ سکرٹت خوشی شروع کرنے کی اجازت مانگی۔ (دو گزشتہ ۳۰ برس سے ”کریون اسے“ کے پیاس سے زیادہ سکرٹت روزانہ پیتے رہے تھے) ڈاکٹر نے انہیں دن میں ایک سکرٹت پینے کی اجازت دے دی بشرطیکہ اس کا دوسرا اندر رکھ کر کھینچیں۔ تاہم ڈاکٹر بخش نے جلد ہی اس کا ”راشٹی“ دیکھ کر دیا۔

”میں سکرٹ نوشی سے لطف اندوز ہوتے دیکھ کر نہیں قدرے حوصلہ ہوا۔ کیونکہ عادی تمباکو نوشی میں صحت یابی کی پہلی علامت عموماً یہ ہوتی ہے کہ وہ سونگ کی خواہش ظاہر کرے اور اس سے عدا اٹھائے۔ اگلی صبح میں نے دیکھا کہ میری بیوی بولی ایٹش رُتے میں چار سکرٹوں کے پیچے ہوئے ٹکڑے پڑے ہیں۔ مریش اپنی مشورہ مد سے بڑھ گیا تھا۔ ایٹش رُتے کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے کہا۔ ایسا لگتا ہے آپ سکرٹ نوشی سے محفوظ ہوتے ہیں۔ قائد اعظم بات کو سمجھ گئے اور خوش طبعی کے ساتھ جواب دیا ”نہیں“۔ لیکن آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ اگر میں دواوں اندر نہ کھینچوں تو سکرٹ نوشی میں کوئی صبح ہے یا نہیں؟“ ان کا ذہن اپنی پرانی قانونی استعداد حاصل کرنا ہوا محسوس ہوا۔ اور ہم نے صحت یابی کی اس اضافی علامت کا خیر مقدم کیا۔“

تاہم سکرٹ نوشی سے ان کے ”صبروں کے زخم مندمل ہونے میں کوئی مدد نہیں لی۔“ ڈاکٹر انہیں مشورہ دیتے رہے کہ وہ سکرٹ نوشی میں اعتدال سے کام لیں اور دایئیں کراچی چلیں۔ لیکن جہاں اپنے ”مگر مگر“ جزل میٹن میں ”پیار“ کی حیثیت سے نہیں جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے میدانی علاقوں میں فوجی سکون کلی مقامات توجہ کے خلاف سی اور دایئیں۔ لیکن یہ دونوں جلیں گرم ”ظہار آلود اور شاہراہ سے الگ تھک گئیں۔“

انہوں نے اعلیٰ تعلق سے کہا ”مجھے دساکھوں پر کراچی نہ لے جائیں۔ میں وہاں ایسی حالت میں پہنا چاہتا ہوں کہ کار سے اپنے کمرہ تک چل کر جا سکوں۔“ جیسے معلوم ہے ہر صبح سے میرے کمرہ تک جانے کے لئے ایڈی ٹاک کے کمرہ اور ہارٹری ٹیکر ٹری کے کمرہ سے گزرنا پڑے گا۔ میں ہند نہیں کرنا کہ کار سے اپنے کمرہ تک طریقہ پر چلوں۔“ انہیں یہ بات ہند نہیں تھی کہ کراچی کا قلعہ انہیں ایسی حالت میں دیکھے کہ وہ کمرہ ہونے سے بھی معذور ہوں۔ جہاں سے ۸ مارچ کے بعد قلعہ کھانا پڑا پھر زلزلہ۔ تعلق جب بھی کوئی خود رک دیتے کی کوشش کرتا وہ کہتے ”ڈاکٹر تم مجھے مد سے زیادہ کھلا رہے ہو۔ میں نے اتفاقاً بھی نہیں کھایا“ اس وقت بھی جب میں بالکل تندرست تھا۔ چند سال پہلے میں نے بھٹی میں ایک یورپی سفارت کار کو کھانے پر بلایا۔ اس نے بھٹی میں لی۔ میں نے یہ بات نوٹ کی لیکن اسے کچھ نہیں کہا۔ دل میں سوچا ”ممکن ہے اسے ہند نہ ہو“ جب بھٹی چلی گئی تو اس نے وہ بھی نہیں کھائی۔ مجھے مزید پتہ ہوئی ”تاہم چپ رہا۔“ آخر میں گوشت کے پار جات کھانے کے لئے رکے گئے اور اس نے ان کو پھر انک میں قہقہے نہ دیا ”کیا“ میں نے صفا سے اس کے پرہیز کا سبب پوچھا تو اس نے اکثر شرف کیا کہ وہ گزشتہ چھ ہفتے سے صرف ملازم پر گزارہ کر رہا ہے۔ اس پر میں اور بھی حیرانی ہوئی کیونکہ ظاہر اس کی صحت بڑی اچھی تھی۔ آپ کا کیا خیال ہے تیری اسے طویل عرصہ تک صحت ملازم کا کر زہرہ وہ سکا اور اچھی صحت پر قرار دیکھ سکتا ہے؟

## موت کی آرزو

اب جہاں چاہے اور کافی کے چند کپ لی کر زندگی گزار رہے تھے اور بعض اوقات گولیاں کھانے کے لئے سادہ پانی استعمال کرتے۔ وہ سارا دن خاموش اور بے حس و حرکت ”بے سوجہ سبز میں لیٹے رچے۔“ اگست کے آخری ایام میں ایک دن انہوں نے افسرہ گئے میں کہا۔ ”قلمی“ مجھے زندہ رہنے سے کوئی دلچسپی نہیں ”جتنی جلدی مر جائوں اتنی ہی بھرے۔“ ۱۰ مارچ کو انہوں نے بھٹی سے کہا ”فب میرے زندہ رہنے یا مر جانے سے کوئی

فرق نہیں پڑتا۔" بھل نے ان کی آنکھوں میں پہلی بار آنسو دیکھے اور ایک ایسے غصے کی طرف سے جو دیکھنے میں عموماً غیر جذباتی اور بے لوج لگتا تھا، جذبات کا یہ اظہار دیکھ کر بنا بنا کر وہ گیا۔ میں نے بیٹھ کر یہ محسوس کیا کہ وہ کٹر قوت حیات کے باوجود اپنی ناقابل شکست قوت اور قوی کے بل پر زندہ ہیں۔ میں نے تجربہ سے یہ بات سمجھی ہے کہ جب کوئی مریض بہت بار سے تو کوئی علاج بھی خواہ وہ کتنا ہی عمل و موثر کیوں نہ ہو، زیادہ کارگر ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ اس بات سے بے چارہ بن جاتا ہے کہ اپنی عمر کے ہلکے محض نے بیماری کے آگے جھکنا ڈال دیتے ہیں۔ تجربہ میں جراح کو جب "دی" اور "بھیسروں" کے کینسر کے ساتھ ساتھ کوئی بھی ہو گیا۔ ان کا درجہ حرارت ۱۰۰ درجے تک پہنچ گیا۔ بغل کی رفتار غیر متوازن ہو گئی اور اکثر ڈوبنے لگی۔ سانس لینے میں دیر ہونے کے لئے آکسیجن کی ضرورت پڑ گئی۔ اصلاتی کو تار و تار کیا کہ وہ منوسوتا کے ہیوٹیک سے ڈاکٹر جتا کو فوراً کوئی روانہ کریں۔ بغل نے کراچی سے ڈاکٹر ایم اے مستری کو بھی بلا بھیجا۔ وہ اگلی صبح یعنی ہر تجربہ کو پہنچ گیا۔ وہ کار فرما ہسپتال لندن میں بغل کا ہم عیادت رہ چکا تھا۔ مریض کا معائنہ کرنے کے بعد مستری نے بغل کی تحقیق "علاج اور مشوروں کی تائید و توثیق کی۔ وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچ گیا تھا کہ اب کوئی امریکی ڈاکٹر بھی کچھ نہیں کر سکتا گا۔ جراح کو بے چینی سے پہلو دے لئے وقت بڑھاتے نہ گیا۔ "تعمیر کیشن نے مجھ سے وقت لیا تھا۔ وہ اب تک کیوں نہیں آئے؟ وہ کہاں ہیں؟"

## کوئٹہ سے کراچی کو واپسی

ہر تجربہ ۱۹۵۸ء کو گورنر جنرل کا راولی ٹک، اور دو ڈاکوٹا طیارے ان کے ملک اور سلاط کو لے جانے کے لئے کوئٹہ پہنچ گئے۔ وہ دن کے دو پہر کے پرواز کے لئے تیار کئے تھے۔ جب ان کا سڑک والی ٹک کے کیمپ میں لایا گیا تو پائلٹ اور عملہ لائق بنا کر کھڑا ہو گیا اور انہوں نے حلیوت کیا۔ ہر آپ میں انہوں نے آہستہ سے ہاتھ ملایا۔ سامنے والے کیمپ میں ایک مسٹر لگا دیا گیا تھا جس پر انہیں لگا دیا گیا اور فاطمہ ان کے پاس بیٹھ گئیں۔ ڈاکٹر مستری بھی قریب ہی موجود رہا۔ آسکین سلیڈز اور ایک ٹیمس ماسک چار رکھا گیا۔ قریب دو گھنٹے کی پرواز کے بعد سوا چار بجے یہ طیارہ ماڈری پور کے ایئر فورس میں پر اترا، جہاں وہ ایک برس تک جانی اسپید اور احمد کے ساتھ اترے تھے، جو پاکستان کی بطور ایک ضخیم قوم تعمیر کے لئے ضروری تھا۔ اس وقت "بزاروں لوگ ان کی ایک جھک دیکھنے کے لئے امڈ پڑے تھے۔" فاطمہ جراح اپنی داد و اشتوں میں کہتی ہیں "جین اس دن حسب ہدایت کسی کو ایئر پورٹ کے نزدیک پہنچنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ ہم طیارے سے اترے تو کمرشل فورس نے استقبال کیا۔ وہ جناح کا شری سیکرٹری تھا۔ اور ایک فوجی ایمر ٹیمس لے کر آیا تھا جس میں گورنر جنرل کے سڑیک کو رکھا گیا۔ میں پور کوئٹہ سے آئے والی تری سسٹروں میں سے ایک کے پچھلے حصہ میں بیٹھ گئے۔ جب ڈاکٹر جراح کی ٹی کیڈ ٹک کاؤس سوار چڑھا۔

## فاطمہ کی زندگی کا اہمیت ناک لمحہ

چار یا پانچ سال طے کرنے کے بعد ایمر ٹیمس میں گورنر کاہٹ پیدا ہوئی اور وہ ایک نچھٹے سے اچانک رک گئی۔ پانچ منٹ بعد میں باہر نکلی تو تباہ کیا کہ جنرل غم ہو گیا ہے۔ تاہم ڈرائیور رانجن میں بھی ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

اس جگہ ٹھنڈی ہوا بھی میرے تھی اور سرخروہ گرمی میں سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔ اس بے چینی پر مستعد وہ بیٹنگوں کھیل گھسی جو ان کے چہرے کے ارد گرد منتظر رہی تھیں اور ان میں اڑانے کی سکت نہ تھی۔ دوسری ایپوٹیس کی آمد کے انتظار میں سسٹرا خیم اور میں بادی بادی انہیں چکھا جھپٹی رہی۔ ہر منٹ ہی انہیں میں گزر رہا تھا۔ انہیں کار میں قفل کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ وہ واقعی جی نہیں تھی کہ اس میں سترچر آجاتا۔

کراچی بلیٹ لکھتے ہیں۔ "اس بات پر حیران ہوتے ہوئے کہ کیا ہو گیا ہے" میں کار سے اترا تو پتہ چلا کہ انجن میں خرابی کے باعث بریک ڈاؤن ہو گیا ہے۔ ڈرائیور تھیں دلا رہا تھا کہ وہ بہت جلد خرابی پر قابو پالے گا۔ وہ قریباً ۴۰ منٹ تک ہاتھ پاؤں مارا رہا۔ لیکن ایپوٹیس عمارت نہ ہو سکی۔ مس جتان نے طہری ٹیکسٹری کو دوسری ایپوٹیس لینے بھیج دیا۔ ڈاکٹر مسزنی بھی اس کے ساتھ تھا۔ میں نے جتان کی نبض دیکھی تو وہ یکسر بے قاعدہ اور انتہائی قلیف محسوس ہوئی۔ میں دوڑ کر گیا اور ایک تھرموس میں گرم پانی ملا دیا۔ مس قاطر نے جلدی سے انہیں ایک کپ دیا۔ میں یہ سوچ کر کابھلا۔ یہ کتنی حتم غرق ہوئی کہ وہ غشیائی سفر میں تو سلامت رہے لیکن سڑک کے کنارے دم توڑ گئے۔ یہ کراچی کے جنوب کی سمت جانے والی شاہراہ کا ایک کم مصروف حصہ تھا جس کے ارد گرد صابریں کی چھوٹی چھوٹی آبادیاں تھیں۔ وہ لوگ اپنے کام کاج میں مصروف تھے اور اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کے لئے آزاد وطن حاصل کرنے والا رہنما ان کے درمیان کس بے بسی کی حالت میں چڑا ہے۔ کاروں پر ان کو کتنی بولی باس سے گزر رہی تھیں، بس اور ٹرک شور مچا رہے تھے اور ہم وہاں ایک ایپوٹیس میں بے دست دبا بیٹھے یہ سب دیکھ رہے تھے جو ایک ایچ آگے بڑھنے کو چار نہ تھی۔ ہمیں ایک گھنٹہ سے زیادہ انتظار کرنا پڑا اور قاطر کے بھائی "پہ گھنڈہ ان کی زندگی کا سب سے زیادہ اہمیت جاک لھر تھا۔"

## آخری گھڑی آپہنچی

ایر پورٹ سے گورنمنٹ ہاؤس پہنچنے میں اس سے تو حادثات لگا جتنا کہ کوئٹہ سے کراچی تک پہنچنے پر وائز میں صرف ہوا تھا۔ یہ لوگ شام کو رات کو ۱۰ منٹ پر گورنمنٹ ہاؤس پہنچنے میں داخل ہوئے۔ گھر پہنچ کر جتان کی آنکھ لگ گئی اور قریب دو گھنٹے سوئے۔ پھر اچانک آنکھیں کھولیں اور چیخ کر کہنے لگے۔ "کاشی" تاکہ پائے تھے کہ ان کا سرواں طرف لڑھک گیا اور آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ قاطر "ڈاکٹر" ڈاکٹر چلائی ہوئی باہر کی طرف دوڑیں "ڈاکٹر تیزی سے اندر آئے۔ انہوں نے نبض نکالی اور لچکے لگائے۔ "میں ان کے سہانے خاموشی اور بے حس و حرکت کلائی سب دیکھ رہی تھی۔ پھر ڈاکٹروں نے سر سے ہڈی تک ان کا جسم چاروں طرف سے دھانپ دیا اور خود فرش پر بیٹھ گئے۔ میں سمجھ گئی کہ میرے محبوب بھائی کی روح قفس انسانی سے پرواز کر گئی ہے۔" قاطر نے اپنی بار بار انہیں میں نوٹ کیا۔

قائد اعظم نے ہر جہزہ صدمہ کو رات کے سوا اس پہلے انتقال فرمایا۔ ان کا دلن کھٹے کھٹے صرف ۷۰ پر پڑ رہا تھا۔ انہیں اگلے دن کراچی میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں آج کل ملک سرخروہ کا ایک طرہ صورت مقبرہ موجود ہے جس میں آمدنی کی سب سے زیادہ قابل ذکر مستقل مزاجی اور کچھ میں نہ آنے والی شخصیات میں سے ایک ہستی آرام فرما ہے۔

## آل اولاد

قلم جہاں ہر اپنے بھائی کی زیادہ تر املاک کی وارث نہیں، ہر بھولائی عام کو دم دانیوں تک پاکستان میں قیام پذیر رہیں۔ اپنے بھائی کے نقل قدم پر چلتے ہوئے بارہ ملت نے ایوب خاں کے خلاف صدرانہ انتخاب لڑا اور ملک کے مشرقی بازو میں ہماری اکثریت حاصل کی، تاہم ایوب خاں کی "نہادری جمہوریت" کی تحنیک نے انہیں ہرا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے عظیم بھائی کی زندگی پر کتاب لکھنے میں مصروف ہو گئیں۔

جہاں کی صاحبزادی دینا ان کی زندگی میں کبھی پاکستان نہیں گئی۔ صرف جنازہ کی دعائیں شرکت کے لئے کراچی پہنچی اور جلد ہی لندن لوٹ گئی۔ جب اس نے یارسی والدین کے پاس جنم لینے والے بھائی محض (نول وازیا) کے ساتھ شادی کا ارادہ ظاہر کیا تھا تو قائد اعظم نے اسے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس حد سے بھی آگے چلے گئے جہاں تک سرکشا جیٹ کیا تھا۔ "سٹس پمپنگ کی روایت ہے" جہاں نے حسب معمول اپنے بارہ شادی انداز میں دینا سے کہا کہ ہندوستان میں لاکھوں مسلمان لڑکے موجود ہیں اور وہ جسے پسند کرے، اسی کے ساتھ شادی کر دی جائے گی۔ "اس پر فوراً ان صاحبزادی نے "یہ حاضرہ الہی میں اپنے باپ سے یہ کونسی نیرتہ کہا" پابان ہندوستان میں لاکھوں مسلمان لڑکیاں موجود ہیں" آپ نے ان میں سے کسی ایک کے ساتھ کیوں شادی نہیں کی تھی؟"۔ باپ اور اب ہو گیا اور اس نے شادی کے بعد اپنی لڑائی اور جیتی جٹی کو دوبارہ منہ نہیں لگایا۔ گودوں میں خند و کتابت کا سلسلہ قائم رہا، تاہم جہاں رسمی طور پر اسے "مسز وازیا" کہہ کر مخاطب کرتے۔ اپنے دوستوں سے اس کے حلقہ متحکم کرنے سے اجتناب رہتے اور یہ مانتے کہ ان کی "مکملی جی نہیں ہے۔"

دینا جہاں اور نول وازیا بھتیجی میں رہائش پذیر تھے۔ ان کے دو بچے ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد دونوں میں طبعی ہو گئی۔ وازیا نے "یہ وازیا کرشنل ویکسٹائل فرم کا مالک تھا" سارا کاروبار اپنے بیٹے فضل کے سپرد کر دیا۔ وہی آج کل وازیا انڈسٹریز لینڈ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کا سربراہ ہے۔ اس کے دو بیٹے ہیں جو بھتیجی میں رہتے ہیں۔ دینا کی ایک بیٹی بھی ہے، وہ مین ٹین (برطانیہ) میں رہتی ہے۔ جہاں کی موت کے وقت وہ اپنی چھوٹی تھی کہ اپنے دادا کے بارے میں اسے کچھ یاد نہیں۔ نول وازیا نے دینا کو حلقہ دینے کے بعد ہندوستان کو خیرہ کیا اور سو فریڈ میں جا بسا۔ دینا بخیر و کامیابی گئی اور ۱۹۸۸ تک وہیں ماؤ "سین ریوٹس" اکیلی رہتی تھی۔ گویا جہاں کی اصل کل اولاد میں سے کسی نے بھی پاکستان کو اپنا وطن بننا پسند نہیں کیا۔ ○○

( "جہاں تک پاکستان" کے بارے میں وضاحت اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے )

## فرمانِ قائد اعظم

ہم بھتی زیادہ تفلیس سنا اور قربانیاں دینا چاہیں گے، "انہی زیادہ پاکیزہ" خالص اور مضبوط قوم کی حیثیت میں ہم انہیں گے، "جیسے سونا آگ میں تپ کر کھن بن جاتا ہے۔"



## ضروری وضاحت



نیپٹے واہرٹ کی کتاب "جٹل آف پاکستان" کی ڈیبا بھر میں دھوم ہے، اس میں مصنف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے قائد اعظم کی شخصیت کو اجاگر کیا اور برصغیر کے سیاسی حالات و واقعات پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب میں بیان کردہ کئی واقعات اور ان سے اخذ کئے جانے والے نتائج کی صحت سے انکار کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ نہ بھولا جائے کہ مصنف امر کی ہے اور وہ اپنی ثقافت کے پس منظر میں سوچتا اور نتائج اخذ کرتا ہے۔۔۔۔۔ ہم نے اس کتاب کا ترجمہ جوں کا توں چھاپ دیا ہے، صرف صفحہ ۷۸ اور ۷۹ پر مصنف نے قائد کی ذاتی زندگی کے بارے میں جن دو واقعات کا ذکر کیا تھا، انہیں حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ دونوں واقعات قائد کی مجموعی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتے اور ان کی تردید مصنف نے اپنے بیان کردہ بعض دوسرے واقعات سے بھی کر دی ہے۔۔۔۔۔ مصنف نے قائد کی بیٹی کی پیدائش کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس وقت رتی جتان سینما دیکھ رہی تھیں "فریڈم آئیٹ پڈ ٹائٹ" کے مصنف نے اس سے اتفاق نہیں کیا، مصنف کو یہاں بھی غلط فہمی ہوئی۔۔۔۔۔ بیٹی کی ولادت مکان میں ہوئی، سینما ہال میں نہیں۔ ہم اس کتاب کو اس لئے چھاپ رہے ہیں کہ مصنف کا مجموعی رویہ مثبت ہے اور اُس نے قائد کی شخصیت کو دنیا سے متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔۔۔۔۔ اس میں بیان کردہ بعض واقعات کی مقالہ انگیزی سے ہر حال انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ۷۹ء کے فیملوات کے حوالے سے بھی مصنف نے جو کچھ لکھا ہے، اس پر غور کرنے اور اس کی غلط فہمیوں کو حقائق کی زبان میں دور کرنے کی ضرورت ہے۔

(ایڈیٹر)

(از سرشتہ بلدیہ انگل)

## اشتہار ٹینڈر نوٹس

پہلی تاریخ وصولی ٹینڈر = ۹ - ۹ - ۸ دوسری تاریخ وصولی ٹینڈر = ۹ - ۹ - ۱۸ تیسری تاریخ وصولی ٹینڈر = ۹ - ۱۰ - ۲۲

مندرجہ ذیل کاموں کے لئے منظور شدہ ٹھیکیداران جنہوں نے سال رواں کی فیس بلدیہ کے فنڈ میں جمع کرا دی ہیں۔ سربراہ ٹینڈر مطلوب ہیں۔ ٹینڈر چھپے درج شدہ تاریخ کو دن کے بارہ بجے تک وصول کئے جائیں گے۔ مذکورہ تاریخ اور وقت پر ٹھیکیداران اور ان کے نمائندوں کی موجودگی میں کھولے جائیں گے جو اس وقت وہاں موجود ہوں گے۔ ۱۔ ڈاک اور مار کے ذریعے ارسال شدہ ٹینڈروں پر غور نہیں کیا جائے گا۔ ۲۔ زر ضمانت صرف چالرین بلدیہ یا منظور شدہ بینک کی سی ڈی آر قابل قبول ہوگی۔ ۳۔ زر ضمانت کی عدم موجودگی میں نہ تو ٹینڈر جاری کئے جائیں گے اور نہ ہی ان پر غور کیا جائے گا۔ ۴۔ کام کی تفصیل دفتر بلدیہ کے میونسپل انجینئر کے پاس دفتری اوقات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ۵۔ جناب چیئرمین بلدیہ کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ بغیر وجہ ہٹائے تمام ٹینڈروں کو مسترد کر دیں۔ ۶۔ ملحقہ ٹینڈر قابل قبول نہ ہو گا۔ ۷۔ ٹینڈروں کے کثافات فیس ادا کر کے ٹینڈروں کی وصولی کی تاریخ سے ایک دن پیشتر دفتر بلدیہ سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ۸۔ ٹینڈر وہ ٹھیکیدار دے سکتے ہیں جو ملکہ لوکل گورنمنٹ کے منظور شدہ ہوں بعد اوائلی۔ میونسپل فیس جمع کرا کے ٹینڈر دے سکتے ہیں۔





# ٹینڈر نوٹس

مرسر ٹینڈر فائلنگ کانس کے لئے بجلی تحصیل پبلک سرجے مورنہ 91-9-10 بجے دوپہر تک ٹینڈر بجس میں داخل ہونا ہے  
یہ ٹینڈر ایلیکٹریکس کو نہیں چاہیے۔

- 1- ٹینڈر میں صاحب ٹینڈروں کے حقیقی بلڈز کرنے کے برعکس ہونا گئے۔
  - 2- صاحب برصوفہ اس امر کے ہاتھ نہ لگے کہ کسی ایک ٹینڈر کو اسب ٹینڈروں کو حقینہ چھوڑنے کا دستور کہیں ہے۔
  - 3- ہر ٹینڈر کی زر خانہ سے گج چٹک میں تمام شکر کھجے کا شمار ہوتا ہے۔
- نوٹ:- اس بات کے بغیر کوئی ٹینڈر قابل قبول نہ ہو کہ ٹینڈر وصول کرنے کی تاریخ کو کوئی ٹینڈر جاری نہ ہو کہ غلط کسی قسم کی ملوثی نہ ہو  
شعری کانس وارنٹ ہو گا۔

نمبر وار	تحصیل نام	قیمت کا کھ	حالات
1-	آباد خیر علی گڑھ شیخ علی نور پور شرقی وادہ شرقی	21200	430
2-	قیمت ہاں فرل بند کی مکان زمین آقا نور پور شرقی	19200	380
3-	خیر گنڈہ خور ہائی گلی شیخ نور پور شرقی وادہ شرقی	25000	500
4-	خیر علی گڑھ مکان علی نور پور شرقی	9000	180
5-	خیر علی گڑھ آقا نور پور شرقی	12000	240
6-	بروٹلی علی خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی	13000	260
7-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	23200	460
8-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	15000	300
9-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	23000	460
10-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	25000	500
11-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	14700	280
12-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	19000	380
13-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	16000	320
14-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	23500	470
15-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	14000	280
16-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	18000	320
17-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	20000	400
18-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	20500	470
19-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	8000	160
20-	خیر علی گڑھ مکان نور پور شرقی وادہ شرقی	5500	110

430	21900	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
430	21500	دروازه قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
220	113200	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
410	20200	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
180	9500	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
1040	52000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
8000	400000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
200	9900	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
200	10600	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
200	10000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
400	20000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
280	14000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
400	20000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
500	25000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
320	16700	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
130	6550	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
180	8650	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
200	10900	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
400	20000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
180	9000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
600	32100	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
180	9200	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
280	14130	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
7100	354000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
7600	37800	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10
280	13000	قبرستان نور علی سلطان و دولت آبادی دارالامیر 10

500	25000	106- خیرگی کھمبہ درجہ اولیٰ علیہ السلام
500	25000	107- خیرگی کھمبہ درجہ اولیٰ علیہ السلام
500	25000	108- خیرگی کھمبہ درجہ اولیٰ علیہ السلام
630	31000	109- درجہ اولیٰ علیہ السلام
570	28500	110- درجہ اولیٰ علیہ السلام
1490	74500	111- درجہ اولیٰ علیہ السلام
12380	634000	112- درجہ اولیٰ علیہ السلام
6500	24500	113- خیرگی کھمبہ درجہ اولیٰ علیہ السلام
800	39000	114- خیرگی کھمبہ درجہ اولیٰ علیہ السلام
1750	87000	115- خیرگی کھمبہ درجہ اولیٰ علیہ السلام

## خیلام شیکہ جات

یہ نیکل کھلی درجہ اولیٰ علیہ السلام جات برائے سال 92-1991ء فرسہ 10-91-9-92-6-30 بذریعہ خیلام عام  
بھاشا خلیفہ سے سورت 91-9-118 جگہ ان بذریعہ خیلام عام سے سورت ہے۔ شرکا خیلام سو فیصد برائی جائیں گی۔

- 1- سورت 91-9-118 جگہ ان بذریعہ خیلام عام سے سورت ہے۔ شرکا خیلام سو فیصد برائی جائیں گی۔
- 2- درجہ اولیٰ علیہ السلام
- 3- درجہ اولیٰ علیہ السلام
- 4- درجہ اولیٰ علیہ السلام

## خیلامی درختیں

بلدیہ کمرات رحمان شہید روڈ و گھبر روڈ پر واقع درخت چھم و کنگرنگ بذریعہ خیلام عام سورت  
91-9-10 ہوتے ہوئے گھبر روڈ پر واقع درخت چھم و کنگرنگ بذریعہ خیلام عام سورت کرے گی خواہشمند حضرات سو فیصد برائی  
جائیں شرکا خیلام سو فیصد برائی جائیں گی۔ ضرورت ہے

یہ نیکل کھلی کمرات کوہرا سے سورت پھرنی سورت پھرنی کے لئے درختی کافی شہری ضرورت ہے امیدواری نہیں  
قابلیت ہے اسے ایل ایل بی ہونی چاہئے درخت بلدیاتی سورت کے بارے میں 15 سال تجویز بھی خود ہی ہے۔ خواہشمند حضرات  
امیدوار سورت 91-9-31 تک اپنی درخواست اسے سورت پھرنی کوہرا سال کریں۔ حیاتی 2 سال کے لئے ہوگی اور  
اور سورت پھرنی 2000 روپے

المشتر-مرزا محمد صدیق چیمبرمین بلدیہ سگرات

آئی بی ایل 6799

## اشتہار نظام

ہر خاص دعام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۹۹ء بوقت دس بجے صبح  
 بمقام بھکر کینال رسٹ ہاؤس میں نمبر دہاں کھڑے کرے پڑے خشک درختوں کا نظام  
 ہو گا۔ ٹھکانہ کٹائی شدہ نمبر دہاں چک ۳۰ ٹی ڈی اے - سید والا "دن آر روڈی -  
 حافظہ والا - ہیڈ پک - ماجر پراچ - جی والا ہرنولی - شاہ پور پراچ (میانی) باقرو - جمان  
 آباد - جمن - کھاور - سدرن پراچ - لڈے والا - بہری والا - دھوری - فقیریاں - سیل  
 ڈیچ نمبر مختلف اقسام ۱۹۶۳ء کے فٹ - ہاٹن ۵۶۹۹ کے فٹ - استلوہ سبز خشک  
 کرے پڑے درختوں ازاں پوتال - دھوریاں - IR آ IR دھوریاں "خللاں" آدمی  
 کوٹ راجہ "بولڈرین" مونہ بیجو سسٹم - رکن - چٹ - اجوال - لورنگ راجہ  
 تعدادی درختوں: ۱۹۹۳ - ۲۰۷۸۳ شیشم پوت

دیگر تفصیلات یعنی لاٹ وارہ بشرط نظام کے بارے میں معلومات زیر دستخطی کے  
 دفتر سے کسی بھی دن اوقات کار میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں

مستقیم جنگلات

کینال سائیڈ پلانٹیشن ڈویژن

سرگودھا

L.P.L 6994



## شارٹ ٹینڈر نوٹس

خلع کو نسل خانہ وال کے منظور شدہ منجیدہ ان سے درج ذیل تحصیل کے مطابق سرسبز ٹینڈر مطلوب ہیں۔ ٹینڈر فارم دفتری اوقات میں سورج ۹-۸-۱۹۷۸ء و فخریہ سڑک انجینئر سے قریح حاصل کے جاسکتے ہیں۔ ٹینڈر فرام سورج ۹-۹-۱۹۷۸ء کو وصول کے جائیں گے اور اسی روز منجیدہ ان کی موجودگی میں وقت ۱۲ بجے کھولے جائیں گے۔ ذہر و سٹھکی کو ایک یا کل ٹینڈر منسوخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ نوٹ یہ مطلوبہ تاریخ کو ٹینڈر نہ آنے کی صورت میں درج ذیل کارکنوں کو ٹینڈر لئے جائیں گے۔ سورج

۱۹-۹-۷۸ ۱۲-۹-۷۸

نمبر شمار	نام کام	قیمت	درجہ اول	بیت خلیل
۱-	سولنگ پک نمبر ۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	برطانوی روپہ آور
۲-	قیمت ۱۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۳-	سولنگ پک ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۴-	سولنگ پک ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۵-۲-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۵-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۶-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۷-	سولنگ پک نمبر ۱۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۸-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۹-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۰-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۱-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۲-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۳-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۴-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۵-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۶-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۷-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۸-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۱۹-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۲۰-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۲۱-۲-	سولنگ پک ۱۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۲۲-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"
۲۳-	قیمت ۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	"

۲۳	۳۰۰	۳۰۰۰۰	قیمت ریاضات چهار کشتی و اسلحه شمع و کتی
۲۴	۱۶۰۰	۲۰۰۰۰۰	کشتی حرمت کمرته دوز
۲۵	۱۴۰۰	۱۰۰۰۰۰	سوانگ دانی ۵ کتی
۲۶	۳۰۰	۱۰۰۰۰۰	قیمت ریاضات اعلیٰ در ۲۰
۲۷	۱۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	سوانگ چاقو صحرای کمر آرد ۱۰ - آرد ۱۰۰
۲۸	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۲۹	۶۰۰	۳۰۰۰۰۰	قیمت سوانگ خانگی در ۱۰
۳۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	سوانگ اندرون چک نمبر ۱۰ آرد ۱۰۳
۳۱	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۳۲	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۳۳	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۳۴	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۳۵	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۳۶	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۳۷	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۳۸	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۳۹	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۰	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۱	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۲	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۳	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۴	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۵	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۶	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۷	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۸	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۴۹	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۰	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۱	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۲	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۳	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۴	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۵	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۶	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۷	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۸	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۵۹	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰
۶۰	۱۰۰	۲۰۰۰۰۰	نایاب سوانگ اعلیٰ در ۱۰

۵۴	۳۰۰۰۰	۱۰۰۰	تقریریں دیواروں پر معلق شاہ سوری پر
۵۵	۳۰۰۰۰	۷۰۰	تقریریں تانوس مبارک پر، یعنی بھڑوا
۵۶	۳۰۰۰۰	۸۰۰	سوانح ملاروانی، دچکو و سوانک ہائی وے
۵۷	۳۰۰۰۰	۷۰۰	سوانح ملاروانی، دچکو و چارہ انصاری والا
۵۸	۳۰۰۰۰	۷۰۰	سوانح سوانک، پیر پر، تاجپہ سواروالی، ذریعہ، محمدیار، نصیم
۵۹	۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	رواج و رنگ سوانک، ٹکٹ، ناکوت، دلی
۶۰	۲۵۰۰۰	۵۰۰	تقریر سوانک و تانیاں ملاروانی، نصیم
۶۱	۵۰۰۰۰	۱۰۰۰	تقریر گوہر مازنی، ہتھال، دھنیالی
۶۲	۳۰۰۰۰	۷۰۰	تقریر سوانک، ملاروانی، سید
۶۳	۳۰۰۰۰	۷۰۰	تقریریں راج پور، شاہ پور
۶۴	۳۰۰۰۰	۷۰۰	تقریر سوانک، چنگ، قاضی، دار
۶۵	۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	لیٹنگ، یعنی، حق، دی
۶۶	۵۰۰۰۰	۱۰۰۰	تقریریں کمال جات، ملاروانی، نصیم
۶۷	۳۰۰۰۰	۲۰۰	سوانک، حق، راج پور، دلی، دار
۶۸	۱۵۰۰۰	۳۰۰	سوانک، گئی، یعنی، ملاروانی
۶۹	۲۵۰۰۰	۵۰۰	تقریریں ملاروانی، ملاروانی، سید
۷۰	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، راج پور، ملاروانی
۷۱	۳۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۷۲	۳۰۰۰۰	۸۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۷۳	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۷۴	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۷۵	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۷۶	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۷۷	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۷۸	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۷۹	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۰	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۱	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۲	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۳	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۴	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۵	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۶	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۷	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۸	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۸۹	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۰	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۱	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۲	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۳	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۴	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۵	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۶	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۷	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۸	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۹۹	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید
۱۰۰	۲۵۰۰۰	۵۰۰	سوانک، ملاروانی، ملاروانی، سید

۱۴-۵	کھلی مرمت یہاں چائیں یہاں	۲۵۰۰۰۰	۲۵۰۰۰۰
۱۴-۶	کھلی مرمت کورت بھان تھوڑا	۳۵۰۰۰۰	۳۵۰۰۰۰
۱۴-۷	کھلی بھرائی سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۴-۸	کھلی بھرائی سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۳۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۹	سوگ کھلیں وہاں اسے اچکار جھٹلی	۶۰۰۰	۳۰۰۰۰۰
۱۴-۱۰	سوگ کھلیں وہاں اسے اچکار	۱۰۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۱۱	سوگ اندرون و بیرون کھلی خوشی تھوڑا	۶۰۰۰	۳۰۰۰۰۰
۱۴-۱۲	کھلی بھرائی سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۸۰۰۰	۳۰۰۰۰۰
۱۴-۱۳	کھلی سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۱۴	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۳۰۰۰	۲۰۰۰۰۰
۱۴-۱۵	کھلی سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۲۰۰۰۰	۱۵۰۰۰۰۰
۱۴-۱۶	سوگ کھلیں وہاں اسے اچکار	۸۰۰۰	۳۰۰۰۰۰
۱۴-۱۷	سوگ کھلیں وہاں اسے اچکار	۶۰۰۰	۳۰۰۰۰۰
۱۴-۱۸	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۶۰۰۰	۳۰۰۰۰۰
۱۴-۱۹	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۰	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۱	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۲	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۳	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۴	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۵	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۶	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۷	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۸	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۲۹	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۰	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۱	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۲	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۳	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۴	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۵	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۶	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۷	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۸	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۳۹	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۰	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۱	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۲	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۳	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۴	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۵	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۶	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۷	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۸	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۴۹	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۴-۵۰	سوگ کھروچر ناچوڑی تھوڑا	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰

۱۷	۳۰۰۰	۶۰۰	سوانگ امیہ گڑھ ناٹھ پان
۱۸	۳۰۰۰	۶۰۰	سوانگ کوٹ طرنہ
۱۹	۲۵۰۰	۵۰۰	قیریل رانہا، شہر گڑھ، قلعہ قتل گڑھ والا
۲۰	۲۵۰۰	۵۰۰	قیریل پان سنی کھڑاں موضع سروراز پور
۲۱	۳۰۰۰	۶۰۰	توسچ سوانگ لیاقت خان، حد، بطرف چھ جڑاں
۲۲	۲۰۰۰	۴۰۰	سوانگ موضع شیر گڑھ
۲۳	۲۵۰۰	۵۰۰	سوانگ گلیاں سنی کھیم حکم والا کوٹ سوانہ
۲۴	۲۵۰۰	۵۰۰	سوانگ گل چہ دردی حقان کوٹ کھڑاں
۲۵	۲۵۰۰	۵۰۰	سوانگ دھانی چاون موضع سوانہ پور
۲۵-۱	۱۰۰۰۰	۲۰۰۰	کوشل ریل سوانگ بٹالیا، بنگلہ اعلیٰ، کلاں ۳
۲۶	۳۰۰۰	۶۰۰	کوشل سہری پور ناواسٹہ پور
۲۷	۱۰۰۰	۲۰۰	قیریل ناگہر ۲۳
۲۸	۳۰۰۰۰	۶۰۰	توسچ سوانگ پنک لیر ۱۰، آکر ۳۳
۲۹	۱۰۰۰۰	۲۰۰۰	قیریل پان طلق رانا، حیرہ خان
۳۰	۱۰۰۰۰	۲۰۰۰	سوانگ پنک لیر ۱۰، آکر ۳۳
۳۱	۱۰۰۰۰	۲۰۰۰	سوانگ پنک ٹاپانہ، روتا سے ۱۰، آکر ۳۳
۳۲	۱۰۰۰۰	۲۰۰۰	سوانگ پنک ناگہر ۱۰، سنی کھڑاں
۳۳	۱۰۰۰۰	۲۰۰۰	سوانگ پنک ناگہر ۱۰، آکر ۳۳
۳۴	۳۰۰۰۰	۷۰۰	توسچ سوانگ سوانگ سونی، داک، بطرف کوٹ بھان سکی
۳۵	۲۵۰۰۰	۵۰۰	بھٹی سوانگ ٹالیاں، چہ رانہ والا
۳۶	۶۰۰۰۰	۱۰۰۰	سوانگ گوپے گڑھ، مانگر چا، طرنہ، سند والا، ناگہاں والا
۳۷	۱۰۰۰۰	۲۰۰۰	کوشل سرستہ پان دگدی سنگت، سنی کھڑاں
۳۸	۱۰۰۰۰	۲۰۰۰	سوانگ دھانی پنک لیر ۱۰، آکر ۳۳

## ضلع کوئٹہ خاندان

### اشتراک نظام ہٹایا ٹھیکہ جات

ضلع کوئٹہ خاندان کے درج ذیل ٹھیکہ جات مورخہ ۹-۹-۳۱ بوقت ۱۰ بجے صبح دفتر ضلع کوئٹہ میں  
نظام کئے جائیں گے۔ شرائط نظام دفتر سے ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔  
ٹھیکہ جات ۱- گذر پورچی، تپا کیزا ۲- دکان فیبرے کپاکوہ ۳- آراضی پراٹا پل، تلمبہ ۴- دکان فیبرے  
کپاکوہ سرائے

نوٹ: دوسری بار نیلائی مورخہ ۹ جنوری کو تیسری مرتبہ نیلائی مورخہ ۹-۹-۳۱ کو ہوگی۔

## کوٹیشن مطلوب ہیں۔

خلع کو نسل خانہوال کو اپنے دفتری ہسپتال ہائے کے لئے چار لاکھ مالیت کی دیکری انگریزی رجسٹرڈ ادویات و اوزارات خرید کرنے مطلوب ہیں۔ خواہشمند حضرات دو اساز کمپنیاں جو ادویات سپلائی کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اپنی کوٹیشن ٹینڈر بعد کال ڈیڈ لائن ۳۰۰۰ روپے کے حساب سے زیر دخلی کو ارسال کریں۔ کوٹیشن مورخہ ۹-۹-۲۱ تک دفتر ہذا میں پہنچ جانی چاہئے جو کہ اسی دن ٹھیکیداران کی موجودگی میں کھولی جائیں گی فرست ادویات خلع کو نسل سینٹر دفتری آفیسر خانہوال سے ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

وٹا تک

خلع کو نسل خانہوال کو خلع خانہوال کے دیکری علاقہ کے ذریعہ مستحق طلباء طالبات سے وٹا تک برائے سال ۹۲-۹۳ کے لئے بجوزہ فارم پر در خواستیں مورخہ ۹-۹-۲۱ تک درکار ہیں۔  
در خواستیں تعلیمی ادارہ کے سربراہ و رہائشی طبقہ کے ممبر خلع کو نسل خانہوال سے تصدیق شدہ ہونی چاہئیں۔ وٹا تک فارم دفتر خلع کو نسل سے قریباً حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

المشتر  
ملک غلام مرتضیٰ متیلہ  
چیئرمین خلع کو نسل خانہوال

آئی بی ایل ۷۷۷